محاسبہ قادیانیت

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۲۴

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد چوبیس (۲۴)

مصنف : حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۴۰۸

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : اکتوبر ۲۰۲۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست رسائل مشمولہ......محاسبہ قادیانیت جلد۲۴

☆......	عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱......	مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عادات، پیش گوئیوں اور کردار کے آئینہ میں (مطالعہ قادیانیت جلد نمبر۴)	حضرت مولانا علاّمہ ڈاکٹر خالد محمودؒ	۵
۲......	قادیانیوں کے سینتیس (۳۷) سوالات کے جوابات	؍؍ ؍؍ ؍؍	۳۳۷
۳......	مناظرہ انارکلی لاہور (۲۵؍جنوری ۱۹۸۳ء)	(مرتب) مولانا محمد رفیق چنیوٹ	۳۵۷
۴......	مناظرہ نائیجیریا (۱۲،۱۳؍اگست ۱۹۷۶ء)	؍؍ ؍؍ ؍؍	۳۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد ﷲ وکفٰی وسلام علٰی سید الرسل وخاتم الانبیاء. امابعد!

محاسبہ قادیانیت جلد۲۱ میں:

۱…… ’’عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلدنمبر۱)

۲…… ’’قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت‘‘

اورمحاسبہ قادیانیت جلد۲۲ میں:

۳…… ’’عقیدہ خیرالامم فی مقامات عیسٰی ابن مریم علیہ السلام‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلدنمبر۲)

۴…… ’’مقام عیسٰی ابن مریم‘‘

محاسبہ قادیانیت جلد۲۳ میں:

۵…… ’’عقیدۃ الاعلام فی الفرق بین الکفر والاسلام‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلدنمبر۳)

۶…… ’’براہ راست قادیانیت پرغورکرنے کا آسان راستہ‘‘

۷…… ’’نصرت الاسلام‘‘ (روئیداد مناظرہ مال روڈ لاہور ستمبر۱۹۶۲ء)

۸…… ’’تحریک ختم نبوت۱۹۵۳ء سے متعلق دس سوالات کے جوابات‘‘

۹…… ’’قادیانیوں کی نئی نسلوں اورنوجوانوں کے نام دردبھرا پیغام واپسی، اپنے موجودہ سربراہ کے بیان پرگہری نظرکریں‘‘

اوراب محاسبہ قادیانیت کی جلد۲۴ میں:

۱۰…… ’’مرزاغلام احمد قادیانی اپنی عادات، پیش گوئیوں اورکردار کے آئینہ میں‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلدنمبر۴)

یادرہے کہ مطالعہ قادیانیت جلدنمبر۴ میں:

۱۱...... ’’اقامة البرهان علیٰ ان القادیان لیس بدار الامان‘‘

۱۲...... ’’عقل کوگم کرنے والے سنسنی خیزانکشافات (برأۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)‘‘ بھی شامل اشاعت ہیں۔

۱۳...... ’’قادیانیوں کے سینتیس (۳۷) سوالات کے جوابات‘‘

۱۴...... ’’مناظرہ انارکلی لاہور (۲۵/جنوری ۱۹۸۳ء)‘‘

۱۵...... ’’مناظرہ نائیجیریا (۱۲،۱۳/اگست ۱۹۷۶ء)‘‘

یوں محاسبہ قادیانیت کی جلد۲۱ تا ۲۴ میں حضرت مولانا علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی مطالعہ قادیانیت کی چاروں جلدوں سمیت پندرہ کتب ورسائل جمع وتخریج واشاعت کی بتوفیق باری تعالیٰ سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ان میں۲، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۵ مطالعہ قادیانیت چہار جلدوں میں شامل نہ تھیں۔ ہم نے ان کو بھی شامل وشریک واشاعت کیا۔ تاکہ ردقادیانیت پر حضرت مولانا علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی کلیات جمع ہوجائیں۔ ان پندرہ رسائل وکتب میں وہ تمام مجموعہ (کلیات) جمع ہوگئیں ہیں۔ البتہ حضرت مرحوم کے بعض مضامین جومختلف رسائل میں شائع ہوئے وہ علاوہ ازیں ہیں۔ مکرم مولانا محمد ثقلین جاوید مدظلہ ان کو جمع کررہے ہیں۔ بعد میں کسی محاسبہ کی جلد میں شائع ہوسکیں گے۔ اس وقت تک علاّمہ مرحوم کے جملہ رسائل وکتب (۱۵ عدد) کی خدمت سے سبکدوش ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکرواجب ہے۔ الحمدللہ!

محتاج دعاء: (فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۲۲/صفرالمظفر ۱۴۴۴ھ، ۱۹/ستمبر ۲۰۲۲ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

عقیدۃ الاعلام

فی الفرق بین الکفر والاسلام

مطالعہ قادیانیت جلد سوم

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

ختم نبوت فورم یورپ مانچسٹر
کی ایک تاریخی پیشکش

مرزا غلام احمد قادیانی

اپنی عادات، پیش گوئیوں اور کردار کے آئینہ میں

اثر خامہ
محقق العصر جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

دار المعارف
الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

مقدمہ			۱۵
مرزا غلام احمد کے ہاں مسئلہ نزول مسیح کی حقیقت کیا تھی؟	۱۸	نبیوں کی تصدیق کا آسمانی نشان کس طرح کا ہونا چاہئے؟	۱۸
آسمانی منصب کے حاملین دماغی محنت میں نہیں ڈالے جاتے	۱۹	ایک مضمون پر نہ ٹھہرنے کا عام چلن	۱۹
استدراک	۲۰	عام شراب خوروں کے کردار پر کیوں بحث نہیں کی جاتی؟	۲۰
ایک صدی پہلے کے قادیانیوں میں اور عصر حاضر کے قادیانیوں میں ایک فرق	۲۴	قادیانیوں کی طرف سے اس کا ایک جواب	۲۸
قادیانیوں کا دوسرا جواب	۲۸	پیغمبروں کی باتوں کا فیصلہ ان کی اولاد نہیں کرتی	۲۹
مرزا قادیانی اپنے عام اعمالِ زندگی میں کج عملی کا شکار	۳۱	اپنی بیٹی کو ایک دفعہ دوائی دینے کے مغالطے میں تیل پلادیا	۳۲
قادیانیوں کا مرزا قادیانی کی کند ذہنی پر ایک اور جواب	۳۳		
پیغمبروں کا اپنی نبوت پر غیر متزلزل یقین			۳۷
انبیاء علیہم السلام ان لوگوں سے جن کی طرف وہ بھیجے گئے کیسے مخاطب ہوئے؟	۳۷	پیغمبر کسی شرط کے ساتھ بھی اپنی نبوت کی نفی نہیں کرتے	۴۲
گلے میں رسہ ڈلوانے کے ساتھ پاؤں بندھوانے کی بھی پیشکش	۴۳	پیغمبر اپنے پیغام نبوت سے پہچانے جاتے ہیں نبوت منوانے سے نہیں	۴۴
انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت کو کسی پیش گوئی کی بھینٹ نہیں چڑھاتے	۴۶	مرزا غلام احمد کے ہاں پیش گوئیوں میں رکھی گئی خفیہ شرطیں	۴۷

مرزا غلام احمد کا معیار صدق وکذب			۵۲
عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی	۵۳	مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیش گوئی	۵۵
محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی	۵۶	محمدی بیگم سے نکاح کی تحریک کیسے چلی؟	۵۷
کیا مرزا غلام احمد کو محمدی بیگم کی ضرورت تھی؟	۵۹	مرزا غلام احمد کا اشتہار ۱۸۹۴ء	۶۰
محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے سات الہامات	۶۰	مرزا غلام احمد کی کوشش کہ خدا کی بات غلط نہ نکلے	۶۱
محمدی بیگم کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر مرزا غلام احمد کی سزا	۶۲	ہمیشہ کی لعنتیں برسنا	۶۲
دس لاکھ آدمیوں میں رسوائی	۶۲	اپنے دجال ہونے کا اقرار	۶۲
نکاح نہ ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو چوہڑا چمار کہنا	۶۳	یہ پیش گوئی کسی پر عذاب اترنے کی نہ تھی	۶۴
مرزا سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی	۶۵	مرزا غلام احمد کے لئے ایک رحمت کے نشان کی پیش گوئی	۶۶
مرزا قادیانی کا آخرکار اجتہادی غلطی کے سائے میں آنا	۷۰	۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی تین کو چار کرنے کی تھی	۷۱
مرزا قادیانی کا اپنی اجتہادی غلطی کا ایک اور اعتراف	۷۲	مرزا غلام احمد کی ایک جلی غلط بیانی	۷۲
مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل چلنے کی پیش گوئی	۷۳	خواتین مبارکہ سے نکاح کی پیش گوئی	۷۴
قارئین کرام کے لئے ایک نازک لحہ غور	۷۴	غلام احمد کے اپنی پیش گوئیوں میں رکھے گئے چور دروازے	۷۶
پہلا چور دروازہ: پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر اس میں خفیہ شرائط لگانا	۷۶	دوسرا چور دروازہ: خدا کی بات اور اپنی بات میں ایک حد فاصل تجویز کرنا اور نیک عورتیں نکاح میں آنے کی پیش گوئی	۷۷
تیسرا چور دروازہ: ایک پیش گوئی کو مختلف بیانات میں مختلف الفاظ سے پیش کرنا کہ شاید کوئی عبارت صحیح اتر آئے	۷۹	چوتھا چور دروازہ: عام دعویٰ کے ساتھ غیر متعین استثناء کر دینا	۷۹

پانچواں چور دروازہ: ظاہر الفاظ کے ساتھ خدا کی پوشیدہ شروط بھی ہوتی ہیں	۷۹		
پیغمبروں کا اپنی عبدیت پر غیر متزلزل یقین			۸۱
سیرت نبوت کے بنیادی نقوش			۸۵
ظاہری پاکیزگی کا نقش اوّل: بدن لباس اورزبان کی پاکیزگی	۸۶	پیغمبر کا خواب بھی ہر بے حیائی سے پاک ہوتا ہے	۸۹
قادیانیوں کا ایک جواب	۹۱	ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ میں مرزا قادیانی کی زبان	۹۵
سیرت انبیاء کا نقش دوم: پاکیزہ اخلاق اور شرم وحیا کے پیکر	۹۶	مرزا قادیانی کی خلوتیں بھی ملاحظہ کیجئے	۱۰۰
قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی ان خلوتوں کی حمایت	۱۰۱	سچی نبوت کے حلقہ ارادت میں خدا خوفی کے نقشے	۱۰۳
سیرت انبیاء کا نقش سوئم: دنیا کے مال ودولت سے بے رغبتی	۱۰۶	مال ودولت کی نسبت زیادہ کس طرف رہی؟	۱۰۶
مرزا کا دل کس طرح مال ودولت میں لگا ہوا تھا	۱۰۷	مرزا کی دنیوی مال سے دل لگی کی ایک اور جھلک	۱۰۹
ٹیکس لگنے پر مرزا قادیانی کی پریشانی کی ایک جھلک	۱۱۰	قادیان کے عام لنگر کا انتظام کن ہاتھوں میں ہوتا تھا؟	۱۱۰
مرزا غلام احمد پر منی آرڈروں اور نوٹوں کی بارش	۱۱۱	مرزا غلام احمد کو خفیہ رقوم بھی آتی تھیں	۱۱۱
مرزا قادیانی کا ۶ مارچ ۱۸۹۵ء کا ایک خط	۱۱۲	مرزا قادیانی پر منی آرڈروں کے غیبی انکشافات	۱۱۳
مرزا قادیانی کا ایک خط ملاحظہ ہو	۱۱۳	دو ہزار سے زیادہ دفعہ روپیہ آنے کی وحی	۱۱۴
ایسا کتنی دفعہ ہوا؟ پچاس ہزار دفعہ	۱۱۵	مال خرچ کرنے میں اتہام سے بھی بچنا چاہئے	۱۱۶
مرزا کی دیانت براہین احمدیہ کی قیمت لینے میں	۱۱۹	انبیاء کی شفقت اپنے اُمتیوں کے ایمان کی حفاظت میں	۱۲۰
مرزا نے ۱۹۰۳ء میں چندہ مانگنے کا اعلان کیا	۱۲۱	ایک دعاء پر ایک لاکھ روپے کی فیس	۱۲۲
سیرت انبیاء علیہم السلام کا نقش چہارم	۱۲۳	قادیانی شہزادے کس طرح ہمیشہ کی قیادت پاگئے	۱۲۹
سیرت النبی الامی ﷺ کا نقش پنجم	۱۳۰	اسلام کس طرح تکمیل نفوس سے مکمل ہوا	۱۳۳

فرشتوں پر کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی			۱۳۵
مرزا غلام احمد قادیانی کی دماغی محنت کی شہادت	۱۳۷	ٹانک وائن کی بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی	۱۳۹
مرزا کی دماغی محنت پر مفتی محمد صادق کی شہادت	۱۴۰	علماء دین کو داؤ پیچ میں لانے کی دماغی محنت	۱۴۱
آسمانی دعوؤں میں مشوروں کی ضرورت نہیں ہوتی	۱۴۲	آسمانی دعوں میں مشورہ لینے کی ایک مثال	۱۴۳
ترجمہ کرنے میں دماغ کام کرتا ہے یا دل؟	۱۴۴	اس دماغی محنت سے دنیا کو کیا ملا	۱۴۵
شاعر اپنے دماغ سے چلتا ہے	۱۴۶		
ترمیم شریعت			۱۴۸
اسلام کے علمی تقاضوں میں تبدیلی	۱۴۹	قرآن پاک کی تیس آیات کا حکم بدل گیا	۱۴۹
ان آیات کا پہلا حکم	۱۵۰	ان آیات کا دوسرا حکم	۱۵۱
شریعت میں مرزا غلام احمد کی دوسری ترمیم	۱۵۳	شریعت میں مرزا غلام احمد کی تیسری ترمیم	۱۵۴
شریعت میں مرزا غلام احمد کی چوتھی ترمیم	۱۵۴	شریعت میں مرزا غلام احمد کی پانچویں ترمیم	۱۵۵
شریعت میں مرزا غلام احمد کی چھٹی ترمیم	۱۵۶	شریعت میں مرزا غلام احمد کی ساتویں ترمیم	۱۵۶
شریعت میں مرزا غلام احمد کی آٹھویں ترمیم	۱۵۷	قادیانیوں کا نیا کلمہ	۱۵۷
قادیانیوں کی نئی نماز کچھ حصہ فارسی میں	۱۵۸	مرزا غلام احمد کی مسئلہ روزہ میں ترمیم	۱۵۸
قادیانیوں کا نیا نظام زکوٰۃ وصدقات	۱۵۹	قادیانیوں کے ہاں حج کی برکات قادیان سے	۱۶۰
قادیان کو دارالامان قرار دینے کا عقیدہ	۱۶۰	عید کی نماز اکیلے پڑھنے کا نیا مسئلہ	۱۶۱
مرزا کی مسئلہ جہاد میں ترمیم	۱۶۲	شریعت محمدی سے عملی اختلافات	۱۶۳
قادیانی شریعت میں مرد اور عورتیں نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہوں	۱۶۴	الہام ولایت سے کوئی قانونی حیثیت قائم نہیں ہوتی	۱۶۴
لڑکیوں کے جیسے نظارے	۱۶۵	غیر محرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا	۱۶۶
جدی جائیداد سسر کے نام کرنا کہ وہ لڑکی دے دے	۱۶۷	مرزا کا اپنا اقرار کہ وہ صاحب شریعت ہے	۱۶۹
مرزا غلام احمد کا بیان کہ کس پیغمبر کا انکار موجب کفر ہے؟	۱۶۹	مرزا کا اپنے منکرین کو کافر قرار دے کر اپنے آپ کو صاحب شریعت ثابت کرنا	۱۶۹

اب غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کا یہ فیصلہ بھی دیکھئے	۱۶۹	مرزا غلام احمد کی تاریخ میں ترمیم کی کوششیں	۱۷۰
قادیانیوں کی مباہلہ میں الحاد کی نئی راہ			۱۷۲
پولیس امن وامان کی ذمہ دار ہوتی ہے مباہلوں کی نہیں	۱۷۴	یک طرفہ کارروائی کو مباہلہ کا نام دینا	۱۷۶
ترمیم عقیدہ			۱۸۰
تصلیب مسیح علیہ السلام	۱۸۰	عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام	۱۸۲
مرزا کا اپنے اس پہلے عقیدے پر اصرار	۱۸۲	ختم نبوت کے عقیدہ میں بھی ترمیم کی گئی	۱۸۵
مرزا کے اس پہلے اور پچھلے عقیدہ میں کتنا فاصلہ رہا	۱۸۶	عقائد اسلام میں مرزا کی ایک اور تبدیلی	۱۸۶
عقائد اسلام میں قادیانیوں کی ایک اور تبدیلی	۱۸۷	عقیدہ میں دو نئے فرشتوں کا اضافہ	۱۸۸
مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اترے گا	۱۸۸	مرزا غلام احمد کی وحی میں قصابین فرشتوں کا ذکر	۱۹۰
فرشتوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں کا ایک اور اختلاف	۱۹۰	اپنی وحی سے بوکاٹا کے عقیدے پر لوٹنا	۱۹۱
اَقَامَةُ الْبُرْهَانِ عَلٰی اَنَّ الْقَادِیَانَ لَیْسَ بِدَارِ الْاَمَانِ			۱۹۳
مرزا محمود کو پاکستان آنے کا مشورہ چودھری ظفر اللہ خاں نے دیا تھا؟	۲۰۰		
مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش			۲۰۱
مرزا قادیانی کی عمر کے صحیح اندراج پر پہلی شہادت	۲۰۲	مرزا قادیانی کے اس بیان کے درست ہونے پر دوسری شہادت	۲۰۲
مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا بیان کے صحیح ہونے پر تیسری شہادت	۲۰۳	مرزا قادیانی کی اپنی لکھی تاریخ کے صحیح ہونے پر چوتھی شہادت	۲۰۶
مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر پانچویں شہادت	۲۰۷	مرزا قادیانی کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش پر چھٹی شہادت	۲۰۷
مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ سال ہونے کی ساتویں شہادت	۲۰۸	مرزا قادیانی کی لکھی تاریخ پیدائش پر آٹھویں شہادت	۲۰۹

مرزا قادیانی کی لکھی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے کی نویں شہادت	۲۰۹	مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر دسویں شہادت	۲۱۰
مرزا کی تاریخ پیدائش پر چار عصری شہادتیں	۲۱۱	مرزا کے پہلے جانشین حکیم نورالدین کا بیان	۲۱۱
یعقوب علی عرفانی مؤلف حیات احمد کا بیان	۲۱۱	ایک سرکاری سطح کی شہادت	۲۱۲
مسٹر گریفن کی یہ خارجی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے	۲۱۳	قادیانیوں کو مرزا کی تاریخ ولادت کیوں بدلنی پڑی؟	۲۱۴
چودھویں صدی کے تحریف کے مجرم	۲۱۴	قادیانی اس تحریف پر اس شدت سے کیوں ڈٹے ہیں	۲۱۸
عقل کو گم کرنے والے سنسنی خیز انکشافات (برأۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)			۲۱۹
عقلی حکمتیں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	۲۲۱	عقلی حکمتیں اور رُوحانی معارف	۲۲۴
مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں غیر مسلموں کی نقول	۲۲۵	حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ میں مصنف کا نام کیوں نہیں؟	۲۲۸
کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں اسرار حکمت کہاں؟	۲۳۰	عبارات ملنے سے کیا ضروری ہے کہ وہ انہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟	۲۳۱
صورت حال کا صحیح جائزہ	۲۳۲	رفع تعارض	۲۳۳
قادیانیوں کو نصف صدی بعد یہ انکشاف کیوں ہوا؟	۲۳۳	اہل اسلام کی طرف سے جوابی کارروائی	۲۳۴
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل ماخذ کی نشاندہی	۲۳۵	کتاب اسرارِ شریعت کا تعارف	۲۳۵
مرزا کا خط بنام مولوی چراغ علی صاحب	۲۴۲	مرزا کا ایک اور خط مولوی چراغ علی کے نام	۲۴۲
مرزا کا ایک اور خط بنام مولوی چراغ علی	۲۴۳	حرمتِ خنزیر سے متعلق ایک یادداشت	۲۴۴
اب مولوی فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی ایک ہی عبارت دو کتابوں میں دیکھئے	۲۴۵	عبداللہ ایمن زئی کا ایک اور جھوٹ	۲۴۷
تأثیر دُعا	۲۴۸	نمازِ پنجگانہ کی عقلی حکمتیں	۲۵۱
قویٰ انسانی کا استعمال	۲۵۵		
مولوی فضل خاں کا کچھ اور تعارف			۲۵۹
اس زمانے میں بڑی تعداد میں الہام کے مدعی اٹھے	۲۶۰	ڈاکٹر عبدالحکیم کا مرزا غلام احمد کے بارے میں بیس سالہ تجزیہ	۲۶۰

ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کے شیطانی ہونے کا دعویٰ	۲۶۱	مرزا غلام احمد کا ایک اور ملہم مرید مولوی فضل خاں آف چنگا بنگیال	۲۶۲
مولوی فضل خاں کا ایک مختصر تذکرہ	۲۶۲	موضع چنگا بنگیال میں ایک غیبی پیر کی آمد	۲۶۳
مولوی فضل خاں تک غیب کی باتیں کس طرح پہنچتی رہیں؟	۲۶۳	ان حالات کی صور ممکنہ معلوم نہیں کس طرح ان پر کھلتی تھیں؟	۲۶۴
پٹیالہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم پر کب الہامات ہونے شروع ہوئے؟	۲۶۵		
		چودھویں صدی کا ایک ناکام مصلح	۲۶۷
مرزا کا دعویٰ کہ ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے	۲۷۳	مسٹر ڈوئی اور مرزا قادیانی	۲۷۳
مرزا کسر صلیب کے دعوے میں ناکام رہا	۲۷۷	قتل خنزیر کی پیش گوئی کو ایک خنزیر پر منطبق کرنا	۲۷۸
اس پیش گوئی کا ایک جز وَیَضَعُ الْحَرْبَ بھی تھا	۲۷۸	جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا	۲۷۹
تقسیم ہند کے وقت مذہبی خونریزی	۲۷۹	ہم کب تک انتظار میں رہیں گے؟	۲۸۰
مرزا قادیانی کے مخالفین پر کیا عذاب اُترا؟	۲۸۱	اللہ تعالیٰ کا قانون عذاب	۲۸۱
آسمانی عذاب کس نوع کا ہوتا ہے؟	۲۸۲	لوگوں کو بلیک میل کرنے کا اخلاقی جرم	۲۸۴
قرآن کی پہلی شہادت	۲۸۵	قرآن کی دوسری شہادت	۲۸۵
حضور ﷺ کی اُمت دعوت اس عذابِ عام سے بچی رہی	۲۸۶	چراغ دین جموی کی قادیانی سوچ	۲۸۷
مرزا نے طاعون سے بچنے کی کیا راہ تجویز کی؟	۲۸۷	قادیان میں ۱۹۰۸ء میں ہیضہ کی آمد	۲۸۸
مرزا غلام احمد نے کس عمر میں وفات پائی	۲۸۹	اس عبارت میں یہ امور پیش نظر ہیں	۲۸۹
		قادیانیوں پر بیسویں صدی کا آغاز کس طرح ہوا؟	۲۹۱
قادیانی جماعت کی پہلی رسوائی	۲۹۱	قادیانی جماعت کی دوسری رسوائی	۲۹۱
قادیانی جماعت کی تیسری رسوائی	۲۹۲	مرزا نے ایک رقبۂ ہند، سرزمین عرب کے برابر ٹھہرایا	۲۹۳
کعبہ کی نسبت سے اُمت مسلمہ نے اہل قبلہ کا نام پایا	۲۹۴	مرزا غلام احمد بھی ایک مدت تک اہل قبلہ مسلمانوں کو ہی کہتا رہا	۲۹۴

قادیانیوں کی چوتھی رسوائی	۲۹۵	قادیانی جماعت کی پانچویں رسوائی	۲۹۵
مرزا کے مکذبین پر کوئی آسمانی گرفت نہ آئی ان منکرین پر کوئی آسمانی عذاب نہ اترا	۲۹۶	حرمین شریفین سے اُن کی نسبت اور عزت برابر رہی	۲۹۶
قادیانیوں پر مرکزی فتویٰ کفر	۲۹۷	علماء دیوبند قادیانیت کے تعاقب میں	۲۹۸
مرزا غلام احمد کے انکار کی برکات	۲۹۸	ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستان ملا	۲۹۹
پاکستان کا پرچم کن ہاتھوں نے لہرایا	۲۹۹	عرب اس تکذیب میں کہاں سے کہاں جا پہنچے	۳۰۰
حضور کی اس امت کا عالمی پھیلاؤ کب ہوا	۳۰۰	ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی سیاست سے نکال دیا گیا	۳۰۲
عالم اسلام کی قادیانیت کے مسئلہ پر بیداری	۳۰۳	قادیانیوں کی اس صدی کی چھٹی قومی رسوائی	۳۰۳
قادیانیوں کی ساتویں رسوائی	۳۰۴	قادیانی کلمہ اور اس کی علمی طور پر غلط زبان	۳۰۵
مسلمانوں کے سے ناموں سے دھوکہ نہ دیا جاسکے	۳۰۶	قادیانیوں کی آٹھویں رسوائی	۳۰۶
قادیانیوں کی نویں رسوائی	۳۰۸	قادیانیوں کی عدالتوں کے کٹہروں میں پے در پے شکستیں	۳۰۸
مقدمہ بہاول پور	۳۰۸	فیصلہ مقدمہ راولپنڈی	۳۰۹
مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ	۳۰۹	ماریشس سپریم کورٹ کا فیصلہ	۳۰۹
ساؤتھ افریقہ کا تاریخی مقدمہ	۳۱۰	قادیانیوں کا قادیانی میں صد سالہ جشن	۳۱۰
مجددین امت کی پچھلی غلطیوں کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اور اس امت کو باقی رکھتے ہیں			۳۱۴
حضور اکرم ﷺ کے ہاں گیارہ لڑکے پیدا ہونے کا غلط دعویٰ	۳۱۵	مجددین کا رخ زیادہ امت کی اصلاح کی طرف ہوتا ہے	۳۱۸
قادیانیوں کا ایک جواب اور اس کا جواب	۳۱۹	مجددین کا سب سے بڑا کارنامہ	۳۲۰
ایک رمضان میں چاند اور سورج کے دو گرہن			۳۲۲
اس پیش گوئی میں کسی کے دعوے مہدویت کی شرط لگانا ایک زیادتی ہے	۳۳۴	قادیانیوں کا ایک یہ دعویٰ بھی سنئے	۳۳۴

✡ ✡ ✡

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

قادیانی سربراہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب (انڈیا) کا رہنے والا تھا۔اس کے مذہبی پیروؤں کو قادیانی کہتے ہیں۔ پاکستان میں یہ لوگ ایک غیرمسلم اقلیت قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلے ان کا صدر مقام ربوہ ضلع جھنگ تھا۔اب ربوہ کا نام ''چناب نگر'' کردیا گیا ہے اور یہ اپنا صدر مقام اب انگلستان کو بنا چکے ہیں۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

قادیانیت ایک مشنری مذہبی تنظیم ہے اور یہ لوگ مسلم حلقوں میں اپنے خفیہ پیراؤں سے مسلمانوں کو اپنے عقائد پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ کون کون مسلم نوجوان ان کے زیر تبلیغ ہے اور نہ ہی اپنے ان نوجوانوں کو ان کی اس خفیہ واردات کی خبر ہوتی ہے۔اُنہیں اس خفیہ کارروائی سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ہم اس کے لئے اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا تعارف دس مختلف پہلوؤں سے کرائے دیتے ہیں۔

اس مختصر مقدمہ میں پہلے ہم اپنے نوجوانوں کو چند مختصر نصیحتیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں ان کو ذہن نشین کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور انہیں اپنا ایمان بچانے کی پوری ہمت دے۔آمین!

۱...... قادیانیوں کو مذہبی گفتگو کی عجیب ٹریننگ دی جاتی ہے اور ہمارے عوام ان کی اس خفیہ چال کو سمجھتے نہیں۔ وہ اُنہیں نماز پڑھتے دیکھ کر مسلمان سمجھنے لگ جاتے ہیں۔اُن کا پیرایہ تبلیغ یہ ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو امام مہدی کے بارے میں کسی علمی بحث میں لگادیں اُن کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ مرزا غلام احمد سے کچھ تعارف نہ کرپائیں۔ ہمارے مسلمان بھائی جب بھی مرزا غلام احمد کے بارے میں کچھ پوچھ لیتے ہیں تو یہ جھٹ اُنہیں قرآن وحدیث کے کسی موضوع پر لے آتے ہیں۔اُنہیں اُن کی جماعت کی طرف سے پوری ٹریننگ دی جاتی ہے کہ مسلمانوں میں مرزا غلام احمد کا کوئی مفصل تعارف نہ ہوپائے۔

۲...... ہمارے نوجوان اگر کبھی قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد لاہور کی کس دکان سے شراب منگواتا تھا تو وہ کبھی اس سوال کا براہِ راست جواب نہیں دیں گے الٹا انہیں قرآن وحدیث کی کسی بات پر لگادیں گے جس کی فنی تعلیم انہوں نے حاصل نہ کی ہو۔ ایسے موقع پر ہمارے نوجوانوں کو کھلے طور پر کہہ دینا چاہئے کہ ہم اپنے مذہب کے عالم نہیں ہیں۔ ہم ضرورت کے وقت اپنے علماء سے مسئلہ پوچھ لیتے ہیں اور عمل کرلیتے ہیں اور بس۔ ہمارے عقیدے میں عالم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے بتائے مسئلے پر عمل کرلینا کوئی ناجائز کام نہیں ہے۔ تمہیں بھی اگر ضرورت ہے تو ہمارے علماء سے جاکر پوچھو۔ ہمیں اگر کچھ بتانا ہے تو مرزا غلام احمد کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کس دکان سے شراب منگواتا تھا۔ ہم نے تو سنا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اُن کی ضرورت کے لئے برانڈی منگوادیتا تھا۔

۳...... قادیانی مبلغ کبھی یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارا اور مسلمانوں کا اصل اختلاف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے یا وہ ابھی زندہ ہیں۔ جب تک تم اس پر فیصلہ نہ کرلو ہم مرزا غلام احمد پر اٹھائی گئی کسی بات کا جواب نہ دیں گے۔ آپ جواباً کہہ سکتے ہیں کہ سرسیّد احمد خان بھی تو وفاتِ مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے لیکن قادیانی آخرت میں اُنہیں لائق نجات کیوں نہیں سمجھتے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے مرزا غلام احمد کو مسیح موعود نہ مانا تھا۔ کیا اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ فریقین میں اصل مسئلہ وفاتِ مسیح کا نہیں بلکہ مرزا غلام احمد کا ہے کہ وہ خدا کا مقرر کردہ امامِ وقت ہے یا نہیں؟

۴...... قادیانیوں کی اس واردات سے نکلنے کے لئے ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ بھی مرزا غلام احمد کے عمل وکردار پر اسی طرح ڈٹیں جس طرح وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حیات ووفات کی بحث میں مرزا غلام احمد کو چھپا کر رکھتے ہیں۔

قادیانی مبلغین نے اپنے نوجوانوں کو جو نماز تک کا صحیح ترجمہ نہیں جانتے۔ یہ سکھا رکھا ہوتا ہے کہ ''توفی'' باب تفعل میں ہو۔ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس کے معنی سوائے موت کے اور کچھ نہیں آتے۔ کچھ علم نہ رکھنے کے باوجود ان قادیانیوں کا باب تفعل سے بحث کرنا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اُن کی بحث مسلمانوں سے بالکل بے نتیجہ رہے۔ اختلاف کے اصل کردار مرزا غلام احمد پر کوئی اُنگلی نہ اُٹھ سکے۔ وہ جاہل اتنا نہیں سمجھتے کہ کسی

زبان کی گرامر میں خدا کو کوئی قانونی حیثیت نہیں دی جاتی۔ بھلا دہریہ لوگ (جو خدا کو نہیں مانتے) کسی زبان کے ماہر نہیں ہو سکتے؟ کسی زبان اور اس کے قواعد کو ماننے کے لئے کیا خدا کو درمیان میں لانا ضروری ہے؟ اب آپ ہی غور کریں کیا کسی دہریہ کے ساتھ یہ باب تفعل کی بحث چل سکے گی؟ وہ تو خدا کو مانتا ہی نہیں وہ کیسے مانے گا کہ توفی کا فاعل اگر خدا ہو، مفعول ذی روح ہو تو سوائے موت کے اس کا کوئی معنی نہ ہو سکے گا۔

''توفی'' کا معنی موت اس کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ یہ اس لفظ کا ایک مجازی معنی ہے۔ قرآن کریم میں حیات کے مقابل لفظ موت آتا ہے۔ اَمَاتَ وَاَحیٰ...... یُحیِیُ وَیُمِیتُ...... خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃ۔ لفظ توفی جب بھی موت کا معنی دے گا یہ معنی مجازی ہوگا۔ جب تک کوئی لفظ کہیں مجازی معنی دے، اس وقت تک اس لفظ کے اپنی جگہ ایک حقیقت ہونے کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ جب کوئی لفظ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہو تو یہ خود اس بات کا اقرار ہے کہ کوئی اس کی حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ کوئی ٹہنی اپنی جڑ کے بغیر کبھی زندہ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ آپ عربی ادب جاننے والوں سے پوچھیں کہ جب یہ لفظ موت کے معنی میں آئے تو یہ مجاز ہے یا حقیقت۔ آپ کے سامنے ساری بات کھل جائے گی۔

جو لوگ عربی ادب سے واقف نہیں اُن سے قادیانیوں کی توفی کی بحث محض اس لئے ہوتی ہے کہ بات کہیں ختم نہ ہو سکے۔ قادیانیوں کی اس قسم کی باتوں سے نکلنے کے لئے ہمارے عوام کو چاہئے کہ جس طرح بھی بن پڑے اُنہیں قرآن وحدیث کے علمی مباحث سے نکال کر مرزا غلام احمد قادیانی پر لائیں تاکہ اس کی شخصیت اور اس کے کردار پر گفتگو چلے اور لوگ جان سکیں کہ وہ شراب لاہور کی کس دکان سے منگواتا تھا اور یہ کہ مقوی دوائیں حاصل کرنا اس کی پرانی عادت کیوں تھی؟

تاہم مرزا غلام احمد کی ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور جب کبھی کوئی قادیانی اس پر زور دے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات و وفات ہی ہمارا بنیادی مسئلہ ہے تو آپ اُنہیں مرزا غلام احمد کی یہ عبارات دکھا دیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ کوئی بات کرے تو مرزا قادیانی پر ہی کرے۔ کیونکہ اسی کے آنے اور نبوت کا دعویٰ کرنے سے حضور ﷺ کی اُمت کو چودھویں صدی پر ختم کر کے آئندہ اس جگہ ایک نئی امت لائی گئی ہے۔

☆ ...... مرزا غلام احمد کے ہاں مسئلہ نزول مسیح کی حقیقت کیا تھی؟

اس کے لئے یہ حوالہ ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہوگیا اور پیش گوئیوں کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۴۰،۱۴۱، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

☆ ...... نبیوں کی تصدیق کا آسمانی نشان کس طرح کا ہونا چاہئے؟

جب کسی پیش گوئی کے لئے ضروری نہ ٹھہرا کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں بھی پوری ہو تو اسے کسی نبی کی تصدیق کا نشان نہیں بنایا جاسکتا۔ الّا یہ کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں پوری ہو ایسا نہ ہو تو عام لوگ کب تک اس کی حقیقت کھلنے کا انتظار کریں گے۔ کئی اسی دوران اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو جائیں گے اور وہ پیش گوئی وہیں لٹکتی رہ جائے گی۔

قرآن کریم نے پہلے جن پیغمبروں کا تعارف کرایا ہے، ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی کسی پیش گوئی کو اپنا نشانِ صداقت نہیں ٹھہرایا۔ خدا اُن سے جو وعدہ کرے وہ ضرور اُسے پورا کرتا ہے لیکن وہ اپنا کوئی عہد لوگوں کے سامنے اپنے نشانِ صداقت کے طور پر نہیں رکھتے۔ انبیاء کے اس مجموعی کردار کے خلاف مرزا غلام احمد اپنی پیش گوئیوں کو عوام کے سامنے اپنے نشانِ صداقت کے طور پر پیش کرتا رہا ہے اور جب ضرورت ہوئی اس کا خدا اس کی پیش گوئی میں کوئی خفیہ شرط لگا کر اسے کالعدم کر دیتا تھا اور مرزا قادیانی اپنے رب کی ان عنایات سے اپنی نظر میں ہر دفعہ جیت جاتے تھے۔

قرآن کریم میں پیغمبروں سے کئے گئے وعدے کو اس طرح بتایا گیا ہے: ’’فَلَا تَحسَبَنَّ اللّٰہَ مُخلِفَ وَعدِہٖ رُسُلَہ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیز ذُو انتِقَام‘‘ (ابراہیم:۴۷)

(ترجمہ) بس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے اور پورا بدلہ لینے والا ہے۔

سو کسی وعدے کا پورا اترنا صرف اس طرح انسانوں کے لئے فائدہ مند ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ظاہر میں پورا ہوتا نظر آئے۔

یہ ان وعدوں میں سے ہے جو اپنے نشان صدق کے طور پر پیش کئے گئے ہوں۔ مسلمانوں کے لئے قادیانیوں کے خلاف سب سے بڑا کامیاب ہتھیار یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے علمی مباحث سے یکسر علیحدہ رہ کر غلام احمد کو براہِ راست اس کی ان پیش گوئیوں سے سمجھنے کی کوشش کریں اور بطور انسان اس کی زندگی اور کردار پر غور کریں۔ اس کی غیر شریفانہ زبان اور اس کے خلاف دیانت لین دین پر ذرا تنقیدی نظر کریں تو آپ کو اس میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آجائے گا۔

آسمانی منصب کے حاملین دماغی محنت میں نہیں ڈالے جاتے

☆...... پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ آسمانی عہدے دماغی محنتوں سے حاصل نہیں کئے جاتے۔ یہ عنایت الٰہیہ سے چلتے ہیں۔ آپ مرزا غلام احمد کو دماغی مشقت میں بری طرح گھرا پائیں گے۔ نبوت انبیاء کے دلوں پر اُترتی ہے۔ البتہ جھوٹے دعویٰ نبوت وہ سازشیں ہیں جو دماغی سوچ وبچار سے ترتیب پاتی ہیں۔

ایک مضمون پر نہ ٹھہرنے کا عام چلن

☆...... قادیانی نوجوانوں کا ایک بڑا ہتھیار یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک مضمون پر جم کر بات نہیں کرتے۔ ایک بات سے نکل کر اچانک کسی دوسری بحث میں جانکلنا ان کا ایک بڑا شعبدہ ہوتا ہے۔ ان کے معیار کا کوئی شخص اُن کو پکڑ نہیں سکتا۔ وہ سمجھنے لگتا ہے شاید میں ان کے گہرے علوم تک رسائی نہیں پا رہا اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ قادیانی صرف خلط بحث کے سائے میں باتیں بناتے چلے جاتے ہیں اور عام سننے والے یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ قادیانی مبلغین نے انہیں خوب تیار کر رکھا ہے۔

ہم ان نوجوانوں کو جو کچھ سیکولر تعلیم رکھتے ہیں مگر وہ مذہبی مباحث میں کبھی نہیں پڑے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کبھی دینی اور دنیوی تعلیم میں دل و دماغ کے اپنے اپنے عمل (فنکشن) پر بھی غور کریں۔ دنیوی امور، دماغ و تجربات اور اُن کے نتائج و مشاہدات سے چلتے ہیں اور دینی تعلیم نبوت کے سایہ میں چلتی ہے۔ دین میں اعمال کے پیمانے وحی کے گرد گھومتے ہیں۔

☆...... استدراک

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال گزرے کہ دنیا میں مدعیان اسلام میں سے بھی تو ہزاروں لوگ شراب پیتے ہیں اور لین دین کے معاملات میں بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیا ان میں سے کسی کے خلاف کبھی کہیں یہ بات چلی کہ اس موضوع پر مناظرہ ہو کہ فلاں شخص کوئی شریف آدمی تھا یا کوئی اوباش شخص تھا؟ اس کا جواب ہر جگہ نفی میں ہی ملے گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر مرزا غلام احمد کے بارے میں ہی یہ بحث کیوں چلے کہ وہ شراب پیتا تھا یا یہ کہ وہ معاملات میں کوئی دیانت دار شخص نہ تھا۔ قادیان میں لنگر کا انچارج ہونے میں اس کے اپنے پیرو بھی اس سے خوش نہ تھے۔ کیا اور کئی لوگ شراب نہیں پیتے ان پر بحث کیوں نہیں ہوتی۔

☆...... عام شراب خوروں کے کردار پر کیوں بحث نہیں کی جاتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان عام شراب خوروں میں سے کسی نے بحالت صحت بقائمی ہوش وحواس دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ یہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کریں تو کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ مرزا غلام احمد کا شراب پینا اس لئے زیر بحث آنا چاہئے کہ وہ نبی ہونے کا مدعی ہے۔ مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے اور ہندوؤں میں ردر گوپال ہونے کا مدعی ہے۔ پاکیزگی کے اس دعویٰ کے ساتھ شراب نوشی کوئی لگا نہیں کھاتی اور نہ کسی آسمانی مامور کے لئے یہ کہیں زیبا ہے کہ وہ معاملات اور لین دین میں کہیں خلاف دیانت چلے۔ یہ وہ وجوہ ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کے پیرووں کے ساتھ اس بات پر مناظرہ کرنے کی بجائے کہ وہ مسیح موعود یا مطلق نبی یا جری اللہ تھا یا نہیں۔ پہلے اس پر گفتگو کریں کہ وہ شراب پیتا تھا یا نہیں اور اپنے حلقے کے لوگوں کے لئے وہ برانڈی منگواتا تھا یا نہیں؟

ہماری اس تفصیل سے قارئین جان چکے ہوں گے کہ اصل بات مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے یہ بحث چلتی ہے کہ مرزا غلام احمد شراب پیتا تھا یا نہیں؟ مرزا غلام احمد کی وجہ سے یہ بحث نہیں چلی کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ورنہ ایسے مدعیان نبوت تو ہزاروں ہوتے ہیں جن کے بارے میں عام لوگوں تک کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مراق یا مالیخولیا کے مریض ہیں یا لوگ اُن کو برسرعام پاگل یا حواس باختہ اور عقل رفتہ کہتے ہیں۔

جب یہ پتہ چلا کہ قادیانیت پر گفتگو بھی اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ہی ایک کڑی ہے تو ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے نوجوانوں کی ذہنی تربیت کے لئے پہلے اُنہیں اسلام کے مقامِ نبوت سے کچھ آشنا کریں اور نبوت کے چند بنیادی نقوش اس طرح ان کے سامنے رکھے جائیں کہ پھر کسی کم ظرف کو کسی طرح جرأت نہ ہو سکے کہ وہ ظرف نبوت میں کسی ایسے کردار کو اُتار سکے جو اپنے اندر کوئی بھی اخلاقی صفت نہ رکھتا تھا اور پلومر کی دکان سے شراب منگواتا تھا۔

فَسَوْفَ تَرَی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ　　اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

ہمارے نوجوان جب کہتے ہیں کہ تم مرزا قادیانی کے کردار پر کچھ بات کرو تو وہ بسا اوقات کہتے ہیں کہ آپ لوگ قرآن وحدیث سے کوئی بات کیوں نہیں کرتے؟ اس کا اصولی جواب تو وہی ہے جو ہم پہلے گزارش کر چکے۔ تاہم ایسی کبھی نوبت آ جائے کہ ہمارے آدمیوں کو ان سے قرآن وحدیث کے کسی مبحث پر بات کرنی پڑے تو وہ اس میں یہ شرط ضرور رکھیں کہ قرآن وحدیث سے استدلال فہم امت کی روشنی میں کیا جائے۔ جن لوگوں میں قرآن اترا تھا اور جن میں پہلے دور میں سنت پھیلی تھی، قرآن وحدیث کو سمجھنے میں ہم ان کے فہم کے تابع رہیں گے۔ اگر وہ یہ شرط لکھ دیں تو پھر آپ قرآن وحدیث کے کسی مبحث میں ان سے بات کرنے کی بے شک اپنے علماء سے ضروری تربیت لے لیں۔

ہم یہاں اس تالیف میں پہلے ان شاء اللہ العزیز! اس پر بحث کریں گے کہ نبوت کے عالی مقام حاملین کس طرح ظاہر کی پاکیزگی، فسادنیت سے دل کی حفاظت، باطنی شرم وحیا اور لوگوں کو رب کے قریب کرنے کی لازوال فکر سے قلباً اور قالباً مستنیر ہوتے ہیں۔ یہاں

تک کہ کوئی علمی یا اخلاقی گراوٹ اُن کے قریب نہیں پھٹکتی۔ وہ عام افراد انسانی میں قدرت کا نفیس انتخاب ہوتے ہیں۔

ہمارے اس بیان کا رخ صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ قادیانی اس باب میں ہمارے مخاطب نہیں ہیں۔ نہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے ہم کسی پیرایہ میں قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں اُترنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مسلمان طلباء مقام نبوت کے ان بنیادی نقوش کو سمجھ کر جب مرزا غلام احمد کی زندگی اور کردار پر کچھ بھی غور کریں گے تو اُنہیں اس کے اندر اندھیرے کے سواء کچھ نہ ملے گا۔

قادیانی مرزا غلام احمد کے لئے جس نبوت کے مدعی ہیں، یہ وہ نبوت نہیں جو پہلے اور نبیوں کو ملتی رہی بلکہ یہ ایک نئی قسم کی نبوت ہے جو ان کے بقول مرزا غلام احمد کو حضور ﷺ کی پیروی سے ملی ہے۔ اس پر مسلمانوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی شخصیت کو عوام کے سامنے لائیں کہ کیا اس کے کردار میں کوئی ایک بات بھی ملتی ہے جس میں حضور ﷺ کی سیرت کی کوئی جھلک ہو۔ سو اس کے لئے ہم نبوت کے کچھ نقوش اپنے قارئین کے سامنے لا رہے ہیں۔

اس کے بعد کے جو مضامین ہیں، اُن میں ہمارا روئے سخن زیادہ قادیانی نوجوانوں اوران کے طلباء کی طرف ہے جو اپنے ماں باپ کے غلط پیرایۂ تربیت سے اپنی اصل چھوڑ چکے ہیں اور ہم (اُمت مسلمہ) سے بطور ایک جماعت کے منہ موڑ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان حقیقتوں کے سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اُمت مسلمہ قادیانی نوجوانوں کے پھر اپنی اصل پر لوٹنے سے اپنی متاعِ گم گشتہ کو پھر سے پالے۔

قرآنی علوم اور تحقیقاتِ حدیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ علماء ان پر پوری عمر لگانے کے باوجود بھی اپنے میں بہت تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ پہلے اکابر مفسرین قرآن اور شارحین حدیث نے اپنے اسفار علوم میں قرآن وحدیث میں جتنے نکتے اُٹھائے وہ اُنہیں پوری محنت سے پڑھتے ہیں اور پھر اس جدوجہد میں اللہ تعالیٰ اُن پر اور بھی بہت سی راہیں کھول دیتا ہے۔

’’وَالَّذِینَ جٰهَدُوا فِینَا لَنَهدِیَنَّهُم سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ المُحسِنِینَ‘‘ (العنکبوت:۶۹)

(ترجمہ) ’’اور جو لوگ ہماری راہ میں محنت کرتے ہیں ہم اُن پر اپنی تمام راہیں کھول دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے۔‘‘

قادیانی مربی اپنے زیر تربیت طالب علموں کو پہلا سبق یہ دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کے لئے پہلے مفسرین کی تحقیقات کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوان کا مطالعہ نہ کرو اور مطالعہ حدیث میں یہ اُصول یاد رکھو کہ ہر وہ حدیث جو مرزا قادیانی کی وحی سے ٹکرائے وہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ اُن کے ہاں اثباتِ روایت اسناد سے نہیں ہوتا۔ یہ راہِ اسناد وہ ہے جو علماء اسلام میں تحقیق دین میں بارہ صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ قادیانیوں نے اسے اپنے ہاں یکسر لپیٹ کر رکھ دیا ہے اور یہ بات ہمارے عام نوجوانوں سے ابھی تک مخفی ہے۔ رہی بات قرآن کی تو اس میں بھی یہ اپنے لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنے میں ہمارے لئے کوئی طے شدہ کھلی راہ نہیں۔ اگر ایک شخص عربی بھی جانتا ہو، اخلاص بھی رکھتا ہو تو وہ قرآن سمجھنے میں بارہ سال تک بھی نہ سمجھنے والا رہ سکتا ہے۔ جس طرح کہ مرزا غلام احمد براہین احمدیہ لکھتے وقت اس بات سے کلی طور پر بے خبر رہا کہ قرآن پاک کی تیس آیات حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کی خبر دے رہی ہیں۔ تو گویا قرآن بھی ان کے ہاں کسی استدلال کے لائق نہ رہا۔ ان قادیانیوں کے ہاں پھر وہی وحی قول فیصل ٹھہرتی ہے جو مرزا غلام احمد پر آئی اور خود مرزا غلام احمد کو بھی اسی پر اپنے سارے عقیدے بدلنے پڑے۔

اب ہمارے نوجوانوں کے لئے ایمان کی سلامتی کی بس یہی راہ ہے کہ اگر وہ عربی جانتے ہیں تو بھی وہ اپنے آپ کو پہلے مفسرین قرآن اور شارحینِ حدیث سے بے نیاز نہ سمجھیں۔ تاکہ پہلے اسلام سے کہیں بغاوت نہ ہو پائے اور اگر وہ عربی نہیں جانتے تو وہ قرآن وحدیث کے کسی علمی مبحث میں نہ پڑیں۔ مرزا غلام احمد کی اکثر کتابیں اُردو میں ہیں۔ وہ ان کے حوالجات سے مرزا غلام احمد کی کچھ اپنی زندگی کا مطالعہ کریں۔ اگر آپ معلوم کرلیں کہ وہ شراب پیتا تھا اور دوسروں کو بھی برانڈی منگوا کر دیتا تھا اور معاملات میں بھی اس کا لین دین کچھ درست نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کچھ اپنے پیرو بھی اس پر شبہ کی نظر رکھتے تھے، تو آپ سمجھ جائیں کہ آپ قادیانیت کی پرخار راہوں سے بچ کر سلامتی سے کنارے پر آلگے ہیں۔

ہمیں یہ راہ تحقیق حکیم نورالدین بھیروی نے بتائی ہے کہ پہلے مدعی نبوت کو جاننے کی کوشش کرو کہ وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں پھر اس کے دعوے پر غور کرو۔ اس سے پتہ چلا کہ پہلے آیتوں اور حدیثوں کی بحث میں پڑنا درست نہیں علمی بحثوں میں جانے سے پہلے اس مدعی پر گفتگو کی جائے گی کہ وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے مولوی نورالدین نے فرمایا: ''اگر کوئی نبوت کا دعوی کرے تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ کیا وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں۔ اگر صادق ہے تو بہر حال اس کی بات کو قبول کریں گے...... اگر حضرت مسیح موعود، صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو پھر بھی مجھے انکار نہ ہوگا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۸۱ روایت ۱۰۶ اقدیم، سیرت المہدی حصہ اوّل ج اوّل ص۸۸ جدید روایت ۱۰۹)

اس کا حاصل اس کے سواء کیا نکلتا ہے کہ پہلے اس کی شخصیت پر گفتگو کرنی چاہئے۔ پھر قرآن کی آیتوں اور حدیثوں پر غور کریں کہ وہ کس دعوی کی اجازت دیتے ہیں اور کس بات کو ناممکن ٹھہراتے ہیں؟ سو اس اصول کی روشنی میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی پہلی بات چیت مرزا غلام احمد کے بارے میں ہی ہونی چاہئے۔

ایک صدی پہلے کے قادیانیوں میں اور عصر حاضر کے قادیانیوں میں ایک فرق

پہلے لوگوں کے سامنے مرزا غلام احمد اور مرزا بشیر الدین محمود خود تھے۔ پوری قادیانی تحریک اپنے پورے بال و پر کے ساتھ ان کے سامنے ایک کھلی کتاب نہ تھی۔ اس لئے کئی لوگ بے سمجھی، جلد بازی اور نادانی میں ان کے جال میں آ گئے۔ لیکن اس وقت پوری قادیانیت لوگوں کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے اور مرزا غلام احمد کی موت (۱۹۰۸ء) پر ایک صدی بھی گزر گئی ہے اور اب ۲۰۰۸ء ہے۔ عالمی حالات بھی اب کسی سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ نہ صلیب ٹوٹی جو مسیح موعود کا سب سے بڑا کام تھا اور نہ مرزا غلام احمد کو ٹھکرانے والوں پر قومی سطح کا کوئی عذاب اُترا ہے۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے پیروؤں کے لئے نہ قادیان دارالامان رہا نہ ربوہ ان کی کوئی پناہ گاہ بن سکا اور سوائے ایک غیر مسلم ریاست کے کوئی ملک انہیں اپنا مرکز بنانے کی جگہ نہ دے سکا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اب ان حالات اور عالمی مشاہدات میں قرآن وحدیث کے علمی مباحث سے ہٹ کر قادیانیت کا براہِ راست مطالعہ بہت آسان ہوگیا ہے۔ ہم یہاں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی پوری تحریک کو نہایت مختصر اور جامع پیرائے میں دس (۱۰) مختلف جہات سے آپ کے سامنے

لاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کی نئی نسل بھی ان مختلف پہلوؤں سے مرزا غلام احمد کا مطالعہ کرے، تو بہت ممکن ہے کہ قادیانیت کی اس پوری صدی کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کرنے والے پھر اپنے گھر واپس آ جائیں اور صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ تا کہ اُنہیں پھر سے کعبہ کے وارثوں میں جگہ ملے اور وہ مسلمانوں میں پھر سے شمار پا سکیں۔

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں　　　　که بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خود را

یہاں ہم اپنے نوجوانوں اور یونیورسٹی کے طالبعلموں کو ان مختلف جہات سے مرزا غلام احمد کا تعارف کرائے دیتے ہیں، تا کہ وہ قرآن وحدیث کے کسی علمی مسئلے میں اُلجھے بغیر براہِ راست مرزا غلام احمد کی زندگی، شخصیت اور کردار کا مطالعہ کر سکیں۔ مرزا غلام احمد کی اکثر کتابیں اُردو میں ہیں اور وہ طالبعلموں کو قادیانیت سمجھنے میں بڑی مدد دیتی ہیں۔ ایک اُردو دان کو قادیانیت سمجھنے کے لئے اس راہ سے بہتر اور کوئی راہ نہ ملے گی۔ ہم اس وقت اپنے قارئین کو اُن راہوں سے گزارتے ہیں۔

۱...... قرآن کریم میں جن پہلے انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے، اُن کا عمومی پیرایہ دعوت یہ رہا ہے کہ وہ اپنے آسمانی منصب میں ایک بڑے پیرایہ یقین پر ہوتے ہیں۔ اپنی کسی بات کے جھوٹ نکلنے کا اُنہیں کوئی خدشہ تک نہیں ہوتا۔ اُن کی اپنی قوت اُن کی اپنی ذات پر نہیں ان کی اپنی دعوت پر مرتکز ہوتی ہے۔

۲...... سیرت کے پھولوں کی تیز خوشبو ان خاص انسانوں اور عام انسانوں میں ایک نہایت ممتاز اور روشن حد فاصل قائم کرتی ہے۔ ہم یہاں سیرت انبیاء کے پانچ بنیادی نقوش ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ اُن کی وضاحت میں ہم کچھ وہ مثالیں بھی آپ کے سامنے لائیں گے، جن سے نبوت کے غلط دعویدار از خود نبوت کے عالی مقام حاملین سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان دو باتوں میں ہمارا روئے سخن عام ہے۔ لیکن قادیانی نوجوانوں اور ان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالبعلموں کو ہم خاص طور پر اُن دس (۱۰) وجوہ ذیل پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے اُنہیں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا۔

۳...... قرآن وحدیث کے علمی مسائل میں اُلجھے بغیر قادیانیت پر براہِ راست غور کرنے کا ایک ''آسان راستہ'' ہمیں ملا ہے۔ اس میں ہم مرزا غلام احمد کی چند پیش گوئیوں کو ایک مختصر

پیرائے میں زیر بحث لائے ہیں۔ ان سے ہمارے قارئین اندازہ کرسکیں گے کہ جب اس مرزا قادیانی نے وہ پیش گوئیاں کی تھیں اور وہ اس وقت پوری نہ ہوسکیں تو اس وقت مرزا غلام احمد کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

ساقی تیرا مستی میں کیا حال ہوا ہو گا　　جب تو نے مئے ظالم شیشے میں بھری ہوگی

۴...... ہمارا ایک اہم موضوع یہ ہے کہ آسمانی عہدیداروں پر دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی۔ مرزا غلام قادیانی ساری عمر اپنی دماغی محنت سے چلا وہ اپنے لئے دماغی مقویات بڑی نشاندہی سے منگواتا تھا۔ وہ جب شراب منگواتا تو یہاں تک لکھتا کہ وہ لاہور کی فلاں دکان سے خریدی جائے۔ سچی نبوت دلوں پر اُترتی ہے اور جھوٹی نبوت دماغی محنتوں سے وجود میں آتی ہے۔

پھر یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ کیا یہ مقویات مرزا قادیانی کی کند ذہنی کو دور کر پائیں؟ ہم یہاں اس حقیقت سے درگزر نہیں کرسکتے کہ مرزا غلام احمد کا تازہ بادام روغن اور بلاجھلّی کستوری وغیرہ مرزا قادیانی کی کند ذہنی کو کسی درجہ میں بھی دور نہ کرپائیں، بلکہ ان کے استعمال سے تو مرزا قادیانی کا مرضِ مراق اور بھی بڑھتا گیا۔ قادیانی مبلغین اپنے ہاں بڑی تحدی سے کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تیس آیات بڑی صراحت سے وفات مسیح کی خبر دے رہی تھیں، مگر مرزا قادیانی اُنہیں سمجھ نہ پائے تھے۔ ہم یہاں یہ سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا قادیانی جب براہین احمدیہ کے پہلے چار حصے لکھ رہے تھے تو کیا اُس وقت اُنہیں اس بات کا بالکل علم نہ تھا کہ قرآنِ کریم کی تیس آیات بڑی صراحت سے وفات مسیح کی خبر دے رہی ہیں؟ اگر اُنہیں ان کا علم تھا تو اُنہوں نے براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھا: ’’جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، خزائن ج۱ ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ۳)

مرزا قادیانی اپنے اس عقیدے پر ایک بڑی عمر تک قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے رہے: ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلّہ‘‘ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، خزائن ج۱ ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

اس کے بعد مرزا قادیانی کا وہ بیان ہے جو ہم اوپر روحانی خزائن کے حوالے سے دے آئے ہیں۔

اس سے ہمارے قارئین یہ نتیجہ لئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا قادیانی نے اس وقت تک محولہ بالاتیس آیات میں وفاتِ عیسیٰ بن مریم واقع ہوچکنے کی خبر ہرگز نہ پائی تھی اور نہ وہ اس آیت کو اچھی طرح سمجھ پائے تھے کہ دین اسلام کو دوسرے سب ادیان پر حقیقی غلبہ، کہ سیاسی طور پر بھی مسلمان ہی دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنیں، ابھی تک نہ ملا تھا اور اُنہیں بھی اس وقت تک حضرت مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا ہی انتظار تھا کہ جب کوئی اہل کتاب دنیا میں حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا اور اسرائیلی قوتیں یکسر ختم ہو جائیں گی اور سب یہودی مسلمانوں میں آملیں گے تو اسلام ہی دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہوگا۔ اب کسی سے جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔ **یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام!**

(ابوداؤد ج۲ ص۲۳۸)

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ایسا کب ہوگا؟ ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی کند ذہنی کا ذکر کررہے ہیں کہ وہ اس وقت تک ان تیس آیات کو سمجھ نہ پایا تھا اور نہ وہ اس ایک آیت کو جو کسی وقت کے مسلمانوں کے عالمی سیاسی غلبے کی خبر دے رہی ہے، سمجھ سکا تھا اور بعد میں وہ جو برسر عام کہتا رہا کہ وفات مسیح کی خبر قرآن پاک کی تیس آیات میں بڑی واضح طور پر دی گئی ہے۔ یہ ہرگز اس کے دل کی آواز نہ تھی۔ ورنہ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ یہ مرزا قادیانی عربی جاننے کے باوجود ان تیس یا اکتیس آیات کو سمجھ نہ پایا ہو۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ مرزا انتہائی کند ذہن ہو اور اس کا اس اہتمام سے روغن بادام اور ٹانک وائن کا استعمال اسے کوئی فائدہ نہ دے پایا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے پیروؤں میں یہ بحث چلی کہ وہ غبی تھا یا نبی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعد میں وہ بڑے زور وشور سے یہ شعر پڑھتا تھا اور لوگ اُس کی پہلی باتوں کو سامنے لاکر اُس پر خوب ہنستے تھے۔ بہر حال اس نے بعد میں بڑی تحدی سے کہا:

ابن مریم مرگیا حق کی قسم — داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے — ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

(ازالہ اوہام ص۷۶۴، خزائن ج۳ ص۵۱۴)

☆ ...... قادیانیوں کی طرف سے اس کا ایک جواب

قادیانی مبلغین کہتے ہیں کہ اس وقت تک اُمت مسلمہ اُن آیات کا جو مطلب لے رہی تھی اور وہی تمام تفسیروں میں لکھا تھا۔ مرزا قادیانی بھی ان آیات کا وہی مطلب سمجھے ہوئے تھے جو اُنہوں نے پہلے علماء اسلام سے لیا تھا۔ سو یہ غلطی کوئی بڑے درجے کی غلطی نہیں ہے۔

ہم جواباً کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے پہلے سمجھے معنی ہرگز پہلے علماء اسلام سے نہ سیکھے تھے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ میرا کوئی اُستاد نہیں جس سے میں نے قرآن کریم کے کوئی معنی پہلے سیکھے ہوں۔ میں جو بھی کہتا رہا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کہتا رہا ہوں۔ مرزا قادیانی کی اس عبارت کو دیکھئے: ''سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔'' (ایام الصلح ص۱۴۷، خزائن ج۱۴ ص۳۹۴)

اس صورتحال میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مرزا غلام احمد پہلے اُن عقائد پر تھے جو اُنہوں نے پہلے کے علماءِ اسلام سے سیکھے تھے۔ اُنہوں نے جو بھی سیکھا اپنے دعویٰ کے مطابق خدا سے سیکھا ہے اور اگر وہ پہلے غلط عقائد پر تھے تو یہ غلط معنی بھی اُنہیں (معاذ اللہ) خدا نے ہی سکھائے تھے۔ کیونکہ اُمت مسلمہ کے علماء سے تو اُنہوں نے شروع سے ہی قرآن وحدیث کا کوئی سبق نہ لیا تھا۔

☆ ...... قادیانیوں کا دوسرا جواب

مرزا قادیانی پہلے ان عقائد پر تھے جو اُنہوں نے اپنے عام مطالعہ سے حدیث وتفسیر کی پہلی کتابوں میں پڑھے تھے۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے اُنہیں اپنی وحی سے قرآن وحدیث کے صحیح معنی سمجھائے تو اُنہوں نے اپنے پچھلے عقائد بدل لئے۔

الجواب: یہ بات تبھی لائق تسلیم سمجھی جاسکتی ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ اس وقت تک اسلام کے ذخائر علم اسی اسلام کا پتہ دے رہے تھے جو جمہور علماء اسلام کا مؤقف ہے اور مرزا قادیانی کے یہ نئے عقائد دائرہ اسلام میں واقعی نئے عقائد ہیں جو پہلے

اسلام کے ذخائر تفسیر اور شروح حدیث میں نہیں ملتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے یہ نئے عقائد صرف اپنی وحی سے حاصل کئے ہیں جن کا پہلے سے پوری اُمت مسلمہ میں کوئی تصور تک نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ وحی خدا کی طرف سے نہ ہوگی جس سے اسلام کا یہ چودہ سو سال کا علمی ذخیرہ یکسر غلط ٹھہرتا ہو۔ قرآن پاک میں ایسی وحی کو شیطان کی وحی بتلایا گیا ہے۔ ''وَاِنَّ الشَّیٰطِینَ لَیُوحُونَ اِلٰی اَولِیَآئِھِم لِیُجٰدِلُوکُم'' (الانعام:۱۲۱) یہ وحی شیطان لاتے ہیں تاکہ تمہیں آپس میں لڑا دیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی مبلغین اب اپنے نئے عقائد کی حمایت میں جو کتابوں کے ڈھیر لگاتے ہیں اور اپنی حمایت میں پہلے بزرگوں کی عبارات پیش کرتے ہیں یہ سب عہد متاخر کی سینہ زوری ہے۔ ورنہ مرزا قادیانی اُنہیں سے اپنے یہ نئے عقائد لیتے اپنی وحی سے نہ لیتے۔ پہلے سے وہ ان عبارات سے یہ (نئی) مرادات اسلام سمجھے ہوئے ہوتے تو اُنہیں اپنے عقائد اپنی وحی سے تبدیل نہ کرنے پڑتے۔

☆...... پیغمبروں کی باتوں کا فیصلہ ان کی اولاد نہیں کرتی

مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن قادیانیوں نے تیئیس جلدوں میں شائع کئے ہیں۔ اُن میں ان کے وہ پہلے عقائد بھی ہیں۔ یہ براہین احمدیہ کے چار حصے خزائن کی پہلی پوری جلد میں ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مرزا قادیانی کے ان پہلے عقائد کو روحانی خزائن سے خارج نہیں کیا۔ البتہ مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے یہ ضابطہ بنالیا ہے کہ مرزا قادیانی کی تالیفات جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں، یکسر منسوخ قرار دی جائیں۔ اُن کا مبلغ جلال الدین شمس (روحانی خزائن ج۱۸ دیباچہ ص۱۱۱) میں مرزا قادیانی کے اس تضاد کا اس طرح ذکر کرتا ہے: ''۱۹۰۱ء سے پہلے کی تالیفات میں آپ نے بکثرت اپنے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی تالیفات میں بکثرت اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا ہے۔''

مرزا غلام احمد نے خود بھی اپنے عقائد کی تبدیلی اس طرح ذکر کی ہے: ''یہ اسی قسم کا تناقض ہے جیسے براہین احمدیہ میں، میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا...... اسی طرح

اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہیں اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے...... مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔''

(حقیقت الوحی ص۱۴۸تا۱۵۰، خزائن ج۲۲ص۱۵۲،۱۵۴)

مرزا قادیانی کی اس قسم کی عبارات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے تبدیلی عقیدہ کا سبب قرآن کریم کی وہ تیس آیات ہرگز نہ تھیں جو آپ نے ازالہ اوہام میں لکھی ہیں۔ مرزا قادیانی براہین احمدیہ لکھنے سے پہلے یہ آیات یقیناً پڑھے ہوئے تھے لیکن ان آیات نے اُنہیں یہ بات نہ سمجھائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اس دنیا کے آخر میں وہ آسمان سے نہ اُتریں گے...... یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ مرزا غلام احمد اپنی کند ذہنی سے اس وقت ان آیات کو صحیح طور پر نہ سمجھ پایا تھا اور اب قادیانیوں کے عقائد کا فیصلہ مرزا غلام احمد کے اپنے فیصلہ پر نہیں مرزا بشیرالدین محمود کے اس فیصلے پر رہا کہ مرزا غلام احمد کی وہ کتابیں جو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہیں۔ وہ قادیانیوں پر حجت نہ سمجھی جائیں۔ مرزا بشیرالدین محمود کے مقابل مولوی محمد علی لاہوری کا مؤقف یہ رہا کہ مرزا قادیانی کی ان بعد کی تحریروں میں بھی تاویل کی جاسکتی ہے مگر اُمت مسلمہ کے تیرہ سو سال کے اجماعاً اختیار کردہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر قادیانی جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس وقت ہمیں یہاں اُن کی اس باہمی گروہ بندی سے بحث نہیں۔ ہمیں یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مرزا غلام احمد اپنے طور پر قرآن کریم کی مذکورہ تیس آیات کو پہلے صحیح نہ سمجھ پایا تھا اور اُسے اس کے بعد کے عقائد کی روشنی میں اس کی کند ذہنی کے سواء اور کسی محمل پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ رہی یہ بات کہ پھر وہ بلاجھلّی کستوری اور بادام روغن کیوں استعمال کرتا تھا؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مقویات کا استعمال اور بھی تو کئی کاموں کے لئے ہوسکتا ہے، اسے وہی جانتے ہوں گے۔

ہاں! یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ موجودہ قادیانی جماعت مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے فیصلوں اور اپنے نظریات پر چلائی ہے۔ ورنہ مرزا غلام احمد کی تحریرات میں اب بھی وہ قطعیت نہیں کہ اُس کی کند ذہنی کھلے طور پر عیاں نہ ہو، اس پر ہم سب یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

پیغمبروں کی باتوں کا فیصلہ اُن کی اولاد کے سپرد نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم نورالدین کے دورِ خلافت میں مرزاغلام احمد کے پیرو دوگروہوں میں تقسیم نہ ہو پائے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک قادیانی جماعت پر مرزا قادیانی کی اولاد کا قبضہ نہ ہوا تھا۔ مرزاغلام احمد کی تالیفات سب وہی تھیں، جواب ہیں۔ مگر اُن کے فہم میں قادیانی جماعت دوحصوں میں تقسیم نہ ہوئی تھی۔ مرزا قادیانی بادام روغن اور بلا جھلّی کستوری کا کثرت سے استعمال بھی کرتے رہے مگر ان کی وہ کند ذہنی جو اوائل عمر میں تھی، آخر تک بدستور قائم رہی۔

☆...... مرزا قادیانی اپنے عام اعمالِ زندگی میں کج عملی کا شکار

عام سمجھدار آدمی بھی اپنے عام اعمال زندگی میں اتنا کند عمل نہیں ہوتا جتنا کہ مرزا غلام احمد اپنے عام اعمالِ زندگی میں کج عملی میں مبتلاء تھا۔ مرغی ذبح کرتے ہوئے بھی اس کی چھری صحیح نہ چل سکتی تھی۔ ہم یہاں پر اُس کا ایک عجیب قصہ تحریر کرتے ہیں: ''ایک دفعہ مرزا نظام الدین کو سخت بخار ہوا...... مرزا نظام الدین کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی اور آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور مناسب علاج کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے مرغا ذبح کرا کے سر پر باندھا جس سے فائدہ ہوگیا۔''

(سیرت المہدی قدیم روایت ۱۱۵ حصہ سوم ص ۲۷، سیرت المہدی حصہ سوم ج اوّل ص ۵۲۲ روایت ۱۱۵ جدید)

کس کے سر پر باندھا؟ اپنے سر پر یا مرزا نظام الدین کے سر پر اس روایت میں اس کی کہیں تصریح نہیں۔ آپ نے یہ مرغا کسی دوسرے سے ذبح کرایا تھا۔ خود آپ چوزہ ذبح کرنے کی سمجھ نہ رکھتے تھے۔ خود مرغی کیا چوزہ بھی ذبح نہ کر سکتے تھے۔ مگر اپنے مریضوں کو مرغا ذبح کرنے کی تلقین کرتے وقت اُنہیں کوئی حجاب محسوس نہ ہوتا تھا۔ یہ بات عام سمجھ سے بالاتر ہے۔

مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے: ''خاکسار کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اُس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے حضرت صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی اُنگلی کاٹ ڈالی۔ جس سے بہت خون بہہ گیا اور آپ توبہ توبہ

کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ۲ص۴ قدیم، سیرت المہدی حصہ دوم ج اوّل ص ۲۸۵ جدید روایت نمبر ۳۰۷)

پہلے جب کوئی یہ کام کرنے والا گھر میں نہ تھا تو اب وہ کہاں سے آ گیا۔ ہم صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی کے اس جھوٹ پر بہت حیران ہیں۔

مرزا قادیانی حکیم یا ڈاکٹر نہ تھے مگر علاج کرنے میں وہ بہت تیز تھے۔ تاہم وہ اس میں بھی کج عمل نکلے۔

☆......اپنی بیٹی کو ایک دفعہ دوائی دینے کے مغالطے میں تیل پلا دیا

اس کے بارے میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ’’فوت وہ لدھیانہ میں ہوئی۔ اُسے ہیضہ ہوا تھا۔ اس لڑکی کو شربت پینے کی عادت پڑ گئی تھی...... آپ فوراً اُٹھ کر شربت بنا کر اُسے پلا دیا کرتے تھے۔ ایک روز لدھیانہ میں اُس نے اسی رات کو اُٹھ کر شربت مانگا۔ حضرت صاحب نے اُسے شربت کی جگہ غلطی سے چنبیلی کا تیل پلا دیا جس کی بوتل اتفاقاً شربت کی بوتل کے پاس ہی پڑی ہوئی تھی۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ۳ص ۲۵۹ روایت ۸۷۹ قدیم، سیرت المہدی حصہ۳ ج اوّل ص ۷۷۵ جدید روایت ۸۷۹)

کج عملی کا یہ عالم تھا کہ نئی وضع کا جوتا جس میں دائیں اور بائیں پیر میں فرق ہوتا ہے، اسے پہننا ان کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ’’ایک دفعہ کوئی شخص آپ کے لئے گرگابی لے آیا۔ آپ نے پہن لی مگر اس کے الٹے سیدھے پاؤں کا آپ کو پتہ نہیں لگتا تھا۔ کئی دفعہ الٹی پہن لیتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۵۳ روایت ۸۱ قدیم، سیرت المہدی حصہ اوّل ص ۶۰ روایت ۸۳ جدید)

روشن دماغ لوگ عام اعمالِ زندگی میں اتنے کج عمل نہیں ہوتے۔ اس کج عملی سے آپ ان کی کند ذہنی کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُنہیں اوائل میں ان تیس آیات میں سے کسی نے اشارہ تک نہ دیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہو چکے ہیں اور قربِ قیامت میں، وہ دوبارہ اس دنیا میں نہ آئیں گے۔ اس دوران اُنہیں یہ گمان کیوں نہ ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس امت کے ہی کسی شخص کو بطور مسیح موعود کھڑا کر دیں۔ انہوں نے اس وقت تک ان آیات کو یہ

نئے معنی نہ دیئے جب تک اُنہیں خود یہ منصب نہ دے دیا گیا اور بارش کی طرح اُن پر وفاتِ مسیح کے گولے (اولے کیسے برسے) نہ برسے۔

وحی اور بارش دو مقابلے کے لفظ ہیں وحی کا لفظ عربی میں اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے اور بارش ہمیشہ زور اور شور سے اترتی ہے وہ وحی ہی کیا جو بارش کی طرح ہو۔ یہ مرزا قادیانی کی کند ذہنی تھی جو وہ اپنی وحی کو بارش کی طرح اترتے دیکھتے تھے۔ وحی کا بارش کی طرح اترنا یہ مرزا قادیانی کا ہی نصیب ہوسکتا ہے۔ ورنہ عربی میں یہ لفظ کبھی ان معنی میں نہیں آتا۔ موضوع زیر بحث میں یہ تین صورتیں ہوسکتی تھیں۔ مگر مرزا قادیانی پر یہ دوسری صورت واقع ہوئی۔ وہ تین صورتیں اس طرح پیش نظر رکھئے:

۱...... ان تیس آیات کے وہی معنی مراد سمجھے جائیں جو پہلے علماء نے تفسیروں اور شروح حدیث میں لکھے ہیں۔

۲...... مسیح ناصری کو فوت شدہ مانا جائے اور یہ اُمید رکھی جائے کہ اب اس اُمت کے کسی شخص کو مسیح موعود کے طور پر کھڑا کیا جائے گا۔

۳...... جب تک مرزا قادیانی کو زور آور بارش سے مسیح موعود نہ قرار دیا جائے، اُس وقت تک یہی عقیدہ رہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہی مسیح موعود ہیں اور وہی دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے۔

قادیانیت کی تاریخ بتلاتی ہے کہ پھر مرزا غلام احمد ایک لمحہ کے لئے بھی اس درمیانی صورتحال سے نہیں نکلے۔ اب کیا اس نتیجہ پر پہنچتے ہی بلی تھیلے سے باہر نہیں آگئی کہ یہ سب صورتحال محض اپنے لئے ترتیب دی جارہی تھی۔ ورنہ کوئی عقل سلیم یہ باور نہیں کرسکتی کہ تیس کی تیس آیات پہلے اور مطالب دے رہی ہوں اور یہ بارش کی طرح آنے والی وحی اب ان تیس آیات کا رُخ کسی دوسری طرف موڑ دے۔ یہ آسمانی وحی نہ تھی۔ ہوا کا ایک اسرائیلی جھونکا تھا جو مشرق کو مغرب کی طرف دھکیل رہا تھا۔ قادیانیت کی آخری پناہ گاہ اب لندن میں کیوں بنی اس میں اس کا جواب ہے۔

☆...... قادیانیوں کا مرزا قادیانی کی کند ذہنی پر ایک اور جواب

آپ مقویات ذہنی قوت کے لئے ہی استعمال نہ کرتے تھے۔ اس کا پتہ ہمیں اس

خط سے ملتا ہے جو آپ نے ۳۰؍دسمبر ۱۸۸۶ء کو حکیم نورالدین صاحب کو لکھا تھا۔ اس میں آپ نے لکھا ہے: ’’دوا جس میں مروارید داخل ہیں جو کسی قدر آپ دے گئے تھے اس کے استعمال سے بفضلہٖ تعالیٰ مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ قوت باہ کو ایک عجیب فائدہ یہ دوا پہنچاتی ہے...... آپ ضرور استعمال کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ مجھ کو تو یہ بہت ہی موافق آ گئی۔ **فالحمد ﷲ علیٰ ذلک!** خاکسار غلام احمد۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج۵ حصہ۲ ص۱۳ خط۹ قدیم، مکتوبات احمد ج۲ جدید ص۱۹ مکتوب۹، مؤرخہ ۳۰؍دسمبر ۱۸۸۶ء)

اس سے قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرزا قادیانی یہ مقوّیات اپنی کند ذہنی دور کرنے کے لئے استعمال نہ کرتے تھے۔ آپ کسی دوسرے شوق میں انہیں استعمال کرتے تھے اور اس لائن میں آپ اتنے تیز تھے کہ حکیم نورالدین جیسے ماہر طب کو بھی آپ ان کے استعمال کا مشورہ دیتے رہے۔

۵...... مرزا غلام احمد کا گو عام دعویٰ یہ رہا کہ وہ تشریعی نبی نہیں جس کی کوئی اپنی شریعت ہو یا وہ حضور اکرم ﷺ کی شریعت میں کوئی ترمیم کرے۔ تاہم قادیانی تحریک کو قریب سے دیکھنے سے مرزا غلام احمد کی وہ ترمیمات بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہیں جو مرزا غلام احمد نے اپنی دعوت اور اپنی عملی زندگی میں شریعتِ محمدی ﷺ میں کیں۔ اب یہ فیصلہ آپ کریں کہ وہ اپنے غیر تشریعی نبی ہونے کے دعوی میں کہاں تک اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔

۶...... ترمیم شریعت کے ساتھ مرزا غلام احمد کی ترمیم عقائد پر بھی نظر غائر کی ضرورت ہے جن کے ہاں ترمیم عقائد کی شرمناک تبدیلی راہ پا جائے۔ ان کے ہاں شریعت میں تبدیلی کرنا بہت آسان بات ہوتی ہے۔

۷...... مرزا غلام احمد کی ایک صحیح بات اس کی اپنی تحریر کردہ تاریخ پیدائش ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی اس نے کہا غلط کہا۔ قادیانی مربی مرزا غلام احمد کی اس صحیح بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے ایک صدی سے زیادہ مدت لگا چکے ہیں اور ابھی تک اُن سے کوئی بات نہیں بن سکی۔ اس ضمن میں اُنہوں نے بعض تاریخی تذکروں میں تحریفات بھی کیں، لیکن وہ مرزا غلام احمد کا اپنی پیش گوئی کے مطابق چوہتر (۷۴) سال کی عمر میں مرنا کسی طرح ثابت نہ کر سکے۔ تحریف کے ان مجرموں کو بھی ہم اس کتاب میں آپ کے سامنے بے نقاب کریں گے۔

۸...... کیا مرزاغلام احمد نے اپنی تصنیفات میں کہیں باہر سے بھی علمی امداد لی ہے؟ یہ صحیح ہے کہ اس کی مختلف اہل قلم سے مراسلت تھی۔ قادیانیوں کا حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام رہا ہے کہ اُنہوں نے بعض اسرار شریعت مرزاغلام احمد کی کتابوں سے سرقہ کئے ہیں۔ ان الزامات کے تاریخی تجزیہ میں غلام احمد سے اور بھی بہت سے پردے اُٹھتے ہیں۔ اس پر ہمارا ایک تاریخی مضمون ماہنامہ ''الخیر'' ملتان میں شائع ہوا تھا، اسے بھی ہم یہاں ہدیہ قارئین کریں گے۔

۹...... ہم اس کی بھی کچھ تفصیل ہدیہ قارئین کریں گے کہ قادیانی کس طرح شہروں پر شہر بدلتے رہے، نہ انہیں دارالامان قادیان امان دے سکا، نہ ان کے لئے ربوہ کوئی پناہ گاہ رہا۔ بایں ہمہ وہ اپنے سربراہ کو مسرور کہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ ملکہ وکٹوریہ سے چلے تھے اور اب وہ ملکہ الزبتھ کے سایہ رحمت میں لندن میں رہ رہے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس موضوع پر راقم الحروف کی تالیف: ''**اقامة البرهان علی ان القادیان لیس بدار الامان**'' بھی یہاں ہم ہدیہ قارئین کریں گے۔

۱۰...... مرزاغلام احمد قادیانی (۱۹۰۸ء) کی موت پر اب ایک پوری صدی کنارے پر آ لگی ہے اور ہوا کچھ بھی نہیں، نہ کسرِ صلیب ہوا اور نہ خنزیر دو کانوں پر آنے ختم ہوئے۔ اس پوری صدی میں قادیانیوں نے کیا کھویا اور کیا پایا، یہ ان کی ایک نہایت عبرتناک داستان ہے۔

قادیانیوں کی مباہلہ میں ایک نئی راہ جو پہلے وقائع مباہلہ میں کہیں نہ دیکھی گئی تھی، وہ مباہلہ کی بجائے یک طرفہ بددعائیں ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی مرزاغلام احمد کی موت کی پیش گوئی کس طرح پوری اُتری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف مرزاغلام احمد کی یک طرفہ بددعا کیسے پوری ہوئی، ان سب امور پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

یہ سب مباحث ان شاء اللہ! اپنی اپنی جگہ آپ کے سامنے آئیں گے۔ یہاں مقدمہ میں صرف ان راہوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے اردو پڑھے لکھے لوگ کسی علمی مبحث میں الجھے بغیر مرزاغلام احمد سے کچھ تعارف کر پائیں۔

اس کتاب کا مطالعہ ان شاء اللہ! بہت سے قادیانی نوجوانوں کو پرانے اسلام کی طرف واپس ہونے میں مدد دے گا قادیانی مربیوں نے انہیں اب تک قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں ہی الجھا کر رکھا ہوا ہے تا کہ وہ مرزا غلام احمد کی اپنی زندگی کو کہیں دیکھ نہ پائیں۔

اہل اسلام سے ہمدردانہ درخواست ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے یہ کتاب قادیانی طالب علموں اور نوجوانوں کے مطالعہ سے ضرور گزار دیں۔ اس کا پیرایہ بیان دعوت کا ہے، عداوت کا نہیں۔ انہیں اسے ٹھنڈے دل سے پڑھنے کا موقع اسی طرح مل سکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے مختلف دعاوی سے امت مسلمہ کو جو گہرے زخم لگے ہیں، آپ کی ان کوششوں سے ان کا کچھ اندمال ہو جائے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز!**

اس پر ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

حال مقیم اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

پیغمبروں کا اپنی نبوت پر غیر متزلزل یقین

وہ کبھی اپنے نبی نہ ہونے کا ادنیٰ گمان بھی نہیں کرتے

نہ وہ لوگوں کو اپنے گلے میں رسہ ڈالنے کے لئے کہتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. أمَّا بَعْدُ!

انبیاء علیہم السلام ان لوگوں سے جن کی طرف وہ بھیجے گئے کیسے مخاطب ہوئے؟

پیغمبر اپنی نبوت میں اس درجہ یقین پر ہوتے ہیں کہ وہ اس کے خلاف کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ ان میں کسی کے پیرایہ گفتگو میں یہ جملہ نہ پائیں گے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں آسمانی فرستادہ نہیں ہوں، نہ وہ اپنی نبوت کو اپنی کسی بات کی عدم تصدیق پر ختم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر ملتا ہے، ان سے کوئی ایسا مناط کلام نہیں ملتا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو میں اپنے دعوے میں جھوٹا ہوں۔ یہ بات کسی شرط سے بھی ان کی زبان سے نہیں نکلتی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی جو امور نہایت تحدی سے بیان کئے ہیں، ان میں کہیں کوئی بات اپنی نبوت کی نفی پر نہیں توڑی۔ مثلاً:

۱...... قرآن کریم کو آپ نے اس کی شان اعجاز سے بڑی تحدی سے پیش کیا۔ فرمایا کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ میں یہ قرآن اپنی طرف سے ترتیب دے رہا ہوں تو تم بھی ایک ایسی سورت بنا لاؤ۔

’’وَاِن کُنتُم فِی رَیبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلَی عَبدِنَا فَاتُوا بِسُورَۃٍ من مِّثلِهٖ وَادعُوا شُهَدَآءَکُم مِّن دُونِ اللّٰهِ اِن کُنتُم صٰدِقِینَ‘‘ (البقرہ:۲۳)

(ترجمہ)’’اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سواء اگر تم سچے ہو۔‘‘

اب یہ نہیں کہا کہ اگر تم بنا لائے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں اس کا فرستادہ نہیں ہوں گا اور ساتھ ہی ایک اور پیشین گوئی کردی کہ تم ایسا کبھی نہ کرسکو گے۔ اسے فرمایا:’’فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین‘‘ (البقرہ:۲۴)

(ترجمہ)’’اگر تم ایسا نہ کر سکے اور کبھی ایسا نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے واسطے تیار کی گئی ہے۔‘‘

یہاں آخرت کے عذاب سے ڈرایا، یہ نہیں کہا کہ پھر تم پر طاعون کی وبا آئے گی یا ہیضے کا مرض آئے گا یا بچے اپاہج پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ایسی کوئی بات آپ کو سچے پیغمبروں سے نہ ملے گی۔ وہ ہمیشہ آخرت کی پکڑ سے ڈراتے ہیں۔ اپنے انکار سے کسی دنیوی مصیبت سے نہیں ڈراتے۔ انسانوں کی کسی کمزوری سے وہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ جس طرح مرزاغلام احمد قادیان میں لوگوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہا، اس کی اس چالاکی سے کئی لوگ اس کی باتوں میں آجاتے تھے۔

سب سے پہلے رسول خدا نوح علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے یہ بات خود گھڑ رکھی ہے تو اس کا بوجھ آخرت میں مجھ پر ہے اور میرے ذمہ نہیں جو تم جرم کئے جارہے ہو۔ (معاذ اللہ)

’’اَم یَقُولُونَ افتَرَاہ قُل اِن فتَرَیتُہُ فَعَلَیَّ اِجرَامِی وَاَنَا بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُجرِمُونَ‘‘ (ہود:۳۵)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں کہ اگر میں نے یہ خود گھڑ لیا ہے تو اس کا بار مجھ پر ہوگا اور میں ان گناہوں سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔

پھر آخری نبی حضرت خاتم النّبیین ﷺ نے بھی اسی پیرایہ میں کہا: ’’اَم یَقُولُونَ افتَرَاہُ قُل اِنِ افتَرَیتُہُ فَلَا تَملِکُونَ لِی مِنَ اللّٰہِ شَیًٔا ھُوَ اَعلَمُ بِمَا تُفِیضُونَ فِیہِ کَفٰی بِہِ شَہِیدًا بَینِی وَبَینَکُم وَھوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ‘‘ (الاحقاف:۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں کہ اگر میں یہ بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کرسکتے۔ اللہ کے سامنے ذرا بھی اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے۔ حق بتانے والا میرے اور تمہارے درمیان اور وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

آپ نے انہیں کسی دنیوی پکڑ سے نہیں ڈرایا نہ ان پر کوئی وبا آنے کی خبر دی۔

۲...... ایک دفعہ مکہ والوں کو کہا گیا کہ اس پر خوش نہ ہونا کہ رومی اس قریب کے ملک میں مشرکین ایران (آتش پرستوں) سے مغلوب ہوگئے۔ یہ دوبارہ نوسال کے اندر اندر پھر سے

ان مشرکین پر غالب آئیں گے۔ پہلا اور دوسرا معاملہ سب امر الٰہی ہے۔ اس دن آپ پر ایمان لائے ہوئے مؤمنین بھی بڑی خوشی پائیں گے۔

’’الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِیٓ اَدٰنی الاَرضِ وَھُم مِّن بَعدِ غَلَبِھِم سَیَغلِبُونَ فِی بِضعِ سِنِینَ لِلّٰہِ الامرُ مِن قَبلُ وَمِن بَعدُ وَیَومَئِذ یَفرَحُ المُؤمِنُونَ بِنَصرِ اللّٰہ یَنصُرُ مَن یَشَآءُ وَھوَ العَزِیزُ الرَّحِیم‘‘ (الروم:۱تا۵)

(ترجمہ) الم رومی مغلوب ہوگئے۔ پاس والے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ چند برسوں میں، اللہ کے ہاتھ میں ہیں سب کام پہلے اور پچھلے، اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا۔

قرآن نے یہاں یہ نہیں کہا کہ اگر نو سال میں ایسا نہ ہوا تو حضور ﷺ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نہ آپ ﷺ نے یہ آیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایسا نہ ہوا تو میں جھوٹا ہوں۔ (معاذ اللہ) پھر حضور اکرم ﷺ خود اس پیشین گوئی کو لے کر آگے نہیں بڑھے تاکہ اپنے اوپر کوئی ایسی بات نہ کہنی پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا۔ انہوں نے میدان میں نکل کر اس پر قسم کھائی لیکن یہ آپ نے بھی نہ کہا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں حضور ﷺ کو ان کے دعوی صداقت قرآن میں جھوٹا مان لوں گا۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ) نبوت کوئی ایسی چیز نہیں کہ ایسی ذرا ذرا سی باتوں سے اس کا ابطال ہونے لگے۔ یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے فیصلوں پر آ جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ زبان نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب وغریب پیشین گوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں فارس اور روم مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آئی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم اور فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں

حضور نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت اور اسلامی تحریک نے لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی۔ فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے نصاری اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم ازکم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ مسرور ہوتے اوراس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اورخوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ ادھران کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے۔ آخر ۶۱۴ء کے بعد (جب کہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً ۴۵ سال اور بعثت کے پانچ سال گزرچکے) خسرو پرویز (کیخسر وثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اورفیصلہ کن شکست دی۔ شام مصرایشائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کردیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہوگئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے اڑے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہوگیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اورفارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا۔ بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ بعض مشرکین مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹادیا ہے، کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹاڈالیں گے۔ اس وقت قرآن نے سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کردیا کہ بے شک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہوگئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب ومنصور ہوں گے۔

اسی پیش گوئی کی بناء پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سواونٹ تم کو دوں گا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شروع میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے بضع سنین کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعدہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے بضع کے

لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو حمص سے پیدل چل کر ایلیا (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیش گوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر) عین بدر کے دن جب کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح ونصرت حاصل کرنے کی خوشیاں منا رہے تھے، یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب کر دیا اور اس ضمن میں مشرکین مکہ کو مزید خذلان وخسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کئے جن کے متعلق حضورﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں۔ **فللّٰہ الحمد علیٰ نعمائہ الظاہرۃ وآلائہ الباہرۃ!** (تفسیر عثمانی ص۵۳۹)

۳…… قرآن کریم میں کہا گیا کہ اگر منافق ان شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ یہاں تک کہ پھر وہ تمہارے اس شہر میں تمہارے ساتھ نہ رہ سکیں گے۔ اس پر یہ نہ فرمایا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ پیغمبر خدا کی طرف سے نہیں۔ پیغمبر اپنی نبوت کی نفی کسی شرط کے ساتھ بھی سوچ نہیں سکتے۔ چڑھتے سورج کا انکار کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ پھر اس سے جس پر سورج طلوع ہوا، وہ اس سے حالات کی کسی کروٹ سے بھی آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود سے کہا: اے خدا ہونے کا دعوے کرنے والے! خدا تعالیٰ نے سورج کو مشرق سے طلوع کیا تو خدائی طاقت رکھتا ہے تو اسے مغرب سے طلوع کر۔ یہ نہیں کہا کہ اگر تو ایسا کر دکھائے تو میں بے شک خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور پھر تو واقعی خدا ہے (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) آپ نے کوئی ایسی بات نہ کی۔ سچے پیغمبر اپنی نبوت کی نفی حالات کی کسی کروٹ سے بھی نہیں کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بس اتنا کہا:

’’فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ‘‘ (البقرہ:۲۵۸)

(ترجمہ) بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے۔

یہ نہیں کہا کہ اگر تو سورج کو مغرب کی طرف سے لے آیا تو میں دعویٰ نبوت سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

☆ ...... پیغمبر کسی شرط کے ساتھ بھی اپنی نبوت کی نفی نہیں کرتے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب جادوگروں نے کہا کہ تو پہل کرے گا یا ہم پہل کریں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم پہل کرو اور یہ نہ کہا اگر میں تمہارا جادو نہ توڑ پاؤں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں: ’’**فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَى اَلقُوْا مَآ اَنتُم مُّلقُونَ فَلَمَّآ اَلقَوا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئتُم بِهِ السِّحرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبطِلُهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُصلِحُ عَمَلَ المُفسِدِينَ**‘‘ (یونس:۸۰،۸۱)

(ترجمہ) پھر جب جادوگر آئے تو ان کو موسیٰ نے کہا کہ ڈالو جو تم ڈالتے ہو پھر جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا کہ جو تم لائے ہو وہ جادو ہے اب اللہ اس کو بگاڑتا ہے۔ بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام۔

پیغمبرانہ صداقت کی اس اجتماعی پالیسی کے خلاف اب مرزا غلام احمد کے ان اعلانات کو بھی سنیں اور یہ کہ یہ اعلانات جن امور کے واقع ہونے یا نہ ہونے پر کئے گئے وہ واقعی دین اور آخرت کی فلاح کے مقابل کئے گئے یا ان میں محض چند دنیوی امور کے دعوے پائے جاتے تھے۔

پھر یہ بار بار اپنی نبوت کی نفی ہمیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ شاید مرزا غلام احمد خود اس بات کو سمجھے ہوئے نہ تھا کہ نبوت کا مقام کتنا بلند ہے اور یہ کہ اسے کسی طرح اپنی پیش گوئیوں کی بھینٹ نہیں چڑھایا جاسکتا۔ اب مرزا قادیانی کے یہ چند اعلانات ملاحظہ کریں اور اس کے اس نئے تصور نبوت کی داد دیں وحی کی حقیقت سمجھنا اور بات ہے اور کسی کتاب کا نام حقیقت الوحی رکھ لینا اور بات ہے۔

پنڈت لیکھرام جو حضور ﷺ کی شان میں بہت گستاخی کرتا تھا، مرزا غلام احمد نے اس کے بارے میں یہ پیش گوئی کی: ’’اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے

اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے میں تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے۔‘‘ (اشتہار لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء ملحقہ آئینہ کمالات اسلام ص۲،۳، خزائن ج۵ ص۶۵۰،۶۵۱)

مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ کہ میں خدا کی طرف سے ہوں، اس میں اس کا زیادہ رخ مسلمانوں کی طرف رہا ہے۔ پنڈت لیکھرام سے اس کا زیادہ اختلاف اس پر تھا کہ وہ حضور ﷺ کی شان میں اس قدر دریدہ دہن کیوں ہے؟ اس پس منظر میں آپ فیصلہ کریں کہ اگر پنڈت لیکھرام ایک وقت تک نہیں مرتا تو اس سے مسلمانوں کو کیسے یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ مرزا غلام احمد کے گلے میں رسہ ڈالیں؟ معلوم ہوا کہ غلام احمد کی ساری کارروائی محض اپنے آپ کو منوانے کے لئے تھی۔ بایں دعویٰ کہ وہ آسمانی مامور ہے، دنیا میں کسی بدی کے خاتمہ کے لئے نہ تھی۔

گلے میں رسہ ڈلوانے کے ساتھ پاؤں بندھوانے کی بھی پیشکش

مرزا قادیانی نے جب محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو اپنا درد بھرا خط لکھا تو ساتھ ہی اس مطلب کے پورا ہونے کی ان الفاظ میں آسمانی خبر دی کہ اگر یہ بات نہ ہو پائے تو میرے گلے میں رسہ ڈالنا اور میرے پاؤں زنجیروں میں جکڑ دینا۔ یعنی ایسا ہو کر رہے گا۔ خدا اپنے جو وعدے پیغمبروں سے کرتا ہے وہ کبھی ان کا خلاف نہیں کرتا۔

’’فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہ‘‘

تاہم مرزا قادیانی کا گلے میں رسہ ڈلوانے کا شوق ملاحظہ ہو آپ عربی میں لکھتے ہیں: ’’فان مضی الاجل وما حصحص الصدق فاجعل حبلاً فی جیدی وسلاسل فی ارجلی وعذبنی بعذاب لم یعذب بہ احد من العالمین‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۴، خزائن ج۵ ص۵۷۴)

(ترجمہ) (اے احمد بیگ) اگر وقت جاتا رہا اور میری یہ سچائی ظاہر نہ ہوئی تو میری گردن میں ایک رسہ ڈالنا اور پاؤں میں زنجیریں اور مجھے اس طرح گھسیٹنا کہ اب تک کوئی اس طرح نہ گھسیٹا گیا ہو۔

پیغمبر اپنے پیغام نبوت سے پہچانے جاتے ہیں نبوت منوانے سے نہیں

پیغمبر اپنا زیادہ وقت اخلاقی بزرگیوں کے اہتمام اور اعتقادی صداقتوں کے اظہار پر لگاتے ہیں۔ اپنے آپ کو منوانا اس کے ضمن میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذات پر اتنا وقت نہیں لگاتے، جتنا اپنی تعلیمات پر لگاتے ہیں۔ مرزا قادیانی تعلیمات نبوت کے ان موضوعات کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی اپنی زندگی اپنی نبوت کے نشان دکھانے میں ہی گزری۔ پہلے آپ نبوت کے اصل مقاصد کا بیان ان کی اپنی تحریروں میں پڑھیں اور پھر ان کی پوری زندگی کے واقعات کو نشان دکھانے میں گزرا دیکھیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی غیر مسلم کے مرنے نہ مرنے سے مرزا قادیانی مسلمانوں کے بالمقابل اپنی نبوت سے دستبردار ہونے کے لئے کیسے تیار ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو یہ حق کیسے دے دیا کہ وہ ان کے گلے میں رسہ ڈال کر اسے پورے زور سے دبا دیں۔ خدا کے پیغمبر تو اپنی نبوت منوانے کے لئے اس قسم کے جال نہیں بنتے۔ مرزا قادیانی ایک اور موقعہ پر اپنا مامور من اللہ ہونا اس طرح سناتے ہیں: ''اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلّہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں، ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔''

(اربعین نمبر ۱ ص ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۳۴۶)

مرزا غلام احمد نے کسی کی موت کی پیش گوئی صرف ایک نہیں چار پیش گوئیاں کی ہیں۔ (۱) آتھم کی نسبت۔ (۲) لیکھرام کی نسبت۔ (۳) احمد بیگ کی نسبت (کہ وہ مجھے اپنی لڑکی کیوں نہیں دیتا) (۴) احمد بیگ کے داماد کی نسبت۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''اگر ثابت ہو کہ میری سو (۱۰۰) پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔''

(اربعین نمبر ۴ ص ۲۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۶۱ بقیہ حاشیہ)

’’اگر میرے پر یہ الزام لگایا جائے کہ کوئی پیش گوئی میری پوری نہیں ہوئی یا پورا ہونے کی امید جاتی رہی تو اگر میں نے بحوالہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں کے یہ ثابت نہ کر دیا کہ درحقیقت وہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں یا بعض انتظار کے لائق ہیں اور وہ اسی رنگ کی ہیں، جیسا کہ نبیوں کی پیش گوئیاں تھیں تو بلاشبہ میں ہر ایک مجلس میں جھوٹا ٹھہروں گا۔‘‘

(اربعین نمبر۲ ص۳، خزائن ج۱۷ ص۳۴۹)

مرزا غلام احمد کی نبوت اتنی سستی تھی کہ اگر اسے کسی دن منی آرڈر نہ ملے تو وہ اس پر بھی اپنے دعویٰ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہو جاتا۔ اسے اُس کی حقیقت الوحی میں اس کے نشان نمبر۱۱۶ میں ملاحظہ کیجئے: ’’میں نے بیان کیا کہ اگر آج یہ روپیہ نہ آیا تو میں حق پر نہیں۔ ان میں سے ایک ہندو بشن داس نام قوم کا برہمن جو آج کل ایک جگہ کا پٹواری ہے، بول اٹھا کہ میں اس بات کا امتحان کروں گا اور میں ڈاکخانہ میں جاؤں گا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۶۳،۲۶۴، خزائن ج۲۲ ص۲۷۵،۲۷۶)

قارئین حیران ہوں گے کہ یہ کیسی نبوت ہے کہ اگر اس دن منی آرڈر موصول نہ ہو تو نبی اس سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہو جائے۔

دیکھئے! مرزا غلام احمد کس طرح بار بار اپنی نبوت کو پیش گوئیوں کی بھینٹ چڑھا رہا ہے۔ پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میری پیش گوئیاں اسی قبیل سے ہیں جس طرح کی پیش گوئیاں پہلے پیغمبروں سے ملتی ہیں۔ یہاں اس جھوٹ پر ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ پہلے پیغمبروں میں کسی ایک کا نام لو جس نے کوئی پیش گوئی کر کے یہ کہا ہو کہ اگر یہ پوری نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ خدا کی طرف سے نہیں اور اگر قادیانی مبلغین اس پر ایک حوالہ بھی پیش نہ کر سکیں تو اس سے یہ بات خود واضح ہو جائے گی کہ مرزا غلام احمد ہرگز خدا کی طرف سے نہ تھا۔

یہ صحیح ہے کہ پہلے پیغمبروں نے واقعی کئی پیش گوئیاں کیں لیکن ان میں سے کسی نے اپنی نبوت کو ان پیش گوئیوں کی بھینٹ نہیں چڑھایا۔ یہ نہیں کہا کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ میرے گلے میں رسہ ڈالو اور اسے خوب سختی سے کھینچو، اتنی سختی سے کہ میرا دم نکل جائے اور دنیا کہے کہ مسیح کو سولی دی گئی ہے۔ (معاذ اللہ) مسلمان کسی درجے میں نہیں مانتے کہ مسیح کو کبھی سولی پر چڑھایا گیا تھا مگر اس کا دم نہ نکلا تھا۔ مگر غلام احمد کا اعتقاد یہی تھا۔

☆...... انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت کو کسی پیش گوئی کی بھینٹ نہیں چڑھاتے

۱...... اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی پیشین گوئی کرنا، یہ انداز کلام تبھی ہوسکتا ہے کہ پیش گوئی اپنے ظاہر پر مبنی ہو۔ مخالفین نے اس پیش گوئی کو جس طرح سنا اسے اسی معنی پر بند کردیا۔ مقابلے کی پیش گوئی اسی طرح ہوتی ہے۔ ہاں! جو پیش گوئی مقابلے کی نہ ہو اور وہ اپنے ظاہر الفاظ پر بند نہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ تم میں سے مجھے اگلے جہاں پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں (دور تک پہنچنے والے ہوں) اور بعد میں بات کھلی کہ اس سے مراد سخاوت کے دور تک پھیلنے والے ہاتھ ہیں۔ یہ پیش گوئی کفار کے مقابلے میں نہ کی گئی تھی۔ سو اس کا خلاف ظاہر ہونا مسلمانوں کو کہیں شرمندہ نہیں کرتا۔ قادیانیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ان پیش گوئیوں کے پورا نہ ہونے کا ہے جو مرزا غلام احمد نے اپنے دعویٰ نبوت کے ثبوت پر کی تھیں۔

۲...... پھر یہ بات بھی ہے کہ اس نے پیش گوئیوں کی مثال حمل کے پوشیدہ بچوں سے بھی دی ہے کہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اس کا پتہ نہیں چلتا کوئی بدون آلات ان کی خبر نہیں دے سکتا۔ سو جو پیش گوئی اپنی نبوت کی تصدیق میں کی جائے وہ ظاہر پر مبنی ہونی چاہئے مقابلے کی پیش گوئی کوئی دوسرا معنی یا کوئی خفیہ فقہ قبول نہیں کرتی۔

۳...... پھر کوئی پیش گوئی اتنی لمبی بھی نہ ہونی چاہئے کہ جن کے سامنے کی گئی ان کی عمریں ختم ہو جائیں اور وہ پھر بھی پوری نہ ہو اور ان نبیوں کے وارث اپنے مخالفین کو یہ کہہ کر تسلی دیں کہ ابھی انتظار کرو اور پھر کچھ اور انتظار کرو، آخر کبھی تو پوری ہوگی۔

۴...... پھر ان پیش گوئیوں میں جنہیں کسی نبوت کی صداقت کا نشان کہا جائے کبھی کوئی خفیہ شرطیں نہیں رکھی جاتیں کہ ان کے پورا نہ ہونے پر وہ شرائط آگے لائی جائیں کہ چونکہ یہ صورتحال پیدا ہوگئی تھی اس لئے یہ بظاہر پوری نہ ہوئی۔ جیسے کوئی کہے کہ آتھم اس لئے ایک مقررہ وقت میں نہیں مرا کہ وہ دل سے تائب ہوگیا تھا۔ اس لئے وہ پیش گوئی اپنے وقت میں پوری نہ ہوسکی۔ اس قسم کی باتوں کو بچوں کا کھیل تو کہا جاسکتا ہے لیکن ان کے پورا ہونے یا نہ ہونے پر کسی نبوت کو پرکھا نہیں جاسکتا۔ مقابلے کی پیش گوئی چونکہ عوام کے سامنے کی جاتی ہے اس لئے اس میں ان کے فہم کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔ اس عام فطری تقاضے کے پیش نظر ہم یہ کہتے ہیں تاریخ انبیاء علیہم السلام میں کسی نبی نے اپنی نبوت کو اپنی کسی پیش گوئی کے بھینٹ نہیں

چڑھایا اور نہ ان سے کبھی یہ کہا کہ اگر میری پیش گوئی پوری نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے کھینچا جائے۔

☆ ...... مرزا غلام احمد کے ہاں پیش گوئیوں میں رکھی گئی خفیہ شرطیں

مرزا غلام احمد کے لٹریچر میں جس قدر پیش گوئیوں کی بھرمار ہے اُس قدر اُن میں وہ چور دروازے بھی ملتے ہیں جن کے سائے میں نبوت کا تقدس بری طرح مجروح ہوتا ہے۔ سو اس حقیقت کا اقرار کرنے میں کوئی بوجھ نہ محسوس کیجئے کہ کسی نبی نے اپنی نبوت کبھی کسی پیش گوئی کی بھینٹ نہیں چڑھائی۔

آئندہ ہم ایک مشکل عنوان سے قادیانی لٹریچر کے اُن چور دروازوں کی کچھ نشاندہی کردیں جن کے پیش نظر مرزا غلام احمد کے اس جملے کی حقیقت آپ کے سامنے پوری کھل پائے گی کہ میری کبھی کوئی ایک پیش گوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی۔

ایک درویش کے پاس جب کوئی عورت لڑکے کی دعا کرانے آتی تو وہ اِن الفاظ میں ایک تحریری پیش گوئی کرتا کہ ’’لڑکا نہ لڑکی‘‘ وہ عورت خوش خوش واپس جاتی کہ بابا نے لڑکے کی بشارت دے دی ہے۔ پھر اگر کچھ عرصہ بعد لڑکی پیدا ہوتی تو وہ درویش کہتا میں نے تو صاف کہا تھا ’’لڑکا نہ، لڑکی‘‘ اور لڑکا ہوتا تو کہتا دیکھا ہمارا لکھا کیسا پورا ہوا ’’لڑکا، نہ لڑکی‘‘ اور اگر خدانخواستہ بچہ ضائع ہو جاتا تو وہ کہتا ہم نے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ’’لڑکا نہ لڑکی‘‘ کہ نہ لڑکا ہوگا نہ لڑکی۔ یہ ایسی پیش گوئی تھی جس کو ہر صورت میں ڈھالا جاسکتا تھا۔

مرزا قادیانی کے ہاں بھی ایک دفعہ بچے کی اُمید تھی۔ مرزا قادیانی نے ایک بڑے قابل بیٹے کی پیش گوئی کردی۔ جب بیٹی پیدا ہوئی تو فرمایا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ قابل بیٹا اسی حمل سے پیدا ہوگا؟ خدا کی باتیں نہیں ٹلتیں، بیٹا آئندہ سہی۔

کچھ وقت کے بعد جب پھر مرزا قادیانی کے گھر بچے کی اُمید ہوئی تو اعلان فرمایا:

’’اے ناظرین ...... میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا ...... آج ۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ بمطابق ۷؍اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہوگیا ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۴۱)

پھر جب وہ بچہ چند ماہ زندہ رہ کر مرگیا اور اُس کی قابلیت کے جوہر کھل نہ پائے تو

اس فوت شدہ کے نام کے آگے ’’اوّل‘‘ کا لفظ بڑھادیا گیا تاکہ پیش گوئی کسی دوئم پر پوری آسکے اور لوگ اس بشیر دوئم کے انتظار میں کچھ عرصہ اور لگے رہیں۔

تاہم مرزا قادیانی کی تحریرات میں پیش گوئیوں کے پورا اُترنے میں ان چند تاویلی سڑکوں کی مسافت بھی پیش نظر رکھیں:

۱...... ’’حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیش گوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا ہو، پورا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۳،۶۴، خزائن ج۳ ص۱۳۳،۱۳۴)

اس میں مرزا غلام احمد کی اندر کی بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ اس کی پیش گوئیاں اپنے ظاہر پیرایہ میں پوری نہ ہوتی تھیں۔ مرزا غلام احمد ایسی گول مول پیش گوئیوں کے نہ ماننے والوں کو بڑے غصہ سے بدنصیب کہہ رہا ہے:

۲...... ’’قابل افسوس یہ اَمر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں...... امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض پیش گوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۷،۸، خزائن ج۳ ص۱۰۶)

۳...... ’’پیش گوئیاں حاملہ عورتوں سے مشابہت رکھتی ہیں اور مثلاً ہم ایک حاملہ عورت کی نسبت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں کوئی بچہ ضرور ہے اور یقیناً وہ نو مہینے اور دس دن کے اندر اندر پیدا بھی ہو جائے گا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا شکل رکھتا ہے اور اس کی حالت جسمی کیسی ہے اور اس کے نقوشِ چہرہ کس طرز کے واقع ہیں اور وہ لڑکا ہے یا بلاشبہ لڑکی ہے۔

شاید اس جگہ کسی کے دل میں یہ اعتراض خلجان کرے کہ اگر پیش گوئیوں کا ایسا ہی حال ہے تو لائق اعتبار نہ رہیں اور اس لائق نہ رہیں کہ نبی کی صدق نبوت پر بطور دلیل اور شاہد ناطق کے تصور کی جائیں یا کسی مخالف منکر کے سامنے پیش کی جائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کہ پیش گوئیاں کبھی اپنے ظاہر پر ہی پوری ہو جاتی ہیں اور کبھی باطنی طور پر اُن کا ظہور ہوتا ہے۔ اس سے ربانی پیش گوئیوں کی عظمت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۴۰۳، خزائن ج۳ ص۳۰۸،۳۰۹)

۴...... ’’تمام انبیاء کا یہی مذہب رہا ہے کہ وہ پیش گوئی کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے وسیع علم پر چھوڑتے رہے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۳، خزائن ج۳ ص۱۷۳)

۵...... ’’اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک ومروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۶، خزائن ج۵ ص ایضاً)

’’خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا۔‘‘ (ایضاً)

یعنی محمدی بیگم کے مرزا غلام احمد کے نکاح میں آنے سے بہت سے بے دین ان کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ایک شخص بھی اس پیش گوئی کے پورا اترنے سے ’’مسلمان‘‘ نہیں ہوا، البتہ بہت سے قادیانی مرزا غلام احمد سے بدظن ہو گئے اور پھر ہیضہ کی اچانک موت نے اسے یہ مہلت نہ دی کہ وہ اپنی زندگی میں خدا کے نام سے اس پیش گوئی کو کینسل کر جاتا اور قادیانیوں کی ہمیشہ کی خجالت سے جان چھوٹ جاتی۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرتے کہ خدا یہاں اپنے ارادہ کو پورا کرنے سے کیوں عاجز رہا۔ وہ لڑکی جس سے بیاہی گئی وہاں وہ صاحب اولاد بھی ہوئی۔ وہ کیونکر ایک بڑی عمر تک زندہ رہی۔ کیونکہ ہم یہاں ان پیش گوئیوں پر بحث نہیں کر رہے۔ ہم اپنے قارئین کے سامنے مرزا قادیانی کا وہ پیرایہ پیش گوئی پیش کرنا چاہتے ہیں جس کی رو سے وہ اپنی پیش گوئی میں ایسے الفاظ داخل کر دیتا تھا کہ مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں، اس کو بوقتِ ضرورت کسی بھی پیمانہ میں ڈھالا جا سکے۔

۶...... مرزا قادیانی نے جب پادری آتھم کے بارے میں پیش گوئی کی کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا اور جب وہ نہ مرا تو مرزا قادیانی نے یوں پینترا بدلا کہ پیش گوئی میں یہ شرط تھی کہ اگر آتھم حق کی طرف رجوع نہ کرے تو وہ پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا اور اس نے (آتھم نے) ایک بڑے جلسہ میں ستر آدمیوں کے روبرو حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

یہاں ایک شخص یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر آتھم نے واقعی پندرہ ماہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے حق کی طرف رجوع کر لیا تھا تو مرزا غلام احمد پندرہ ماہ کی مدت کی آخری رات تک خدا سے رورو کر یہ دعا کیوں کرتا رہا کہ آتھم کو موت دے اور قادیانی اس کے لئے طرح طرح کی عملیات میں کیوں دن رات لگے رہے۔

یعقوب علی عرفانی ۵ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو اپنی جماعت کا حال ان لفظوں میں بیان کرتا ہے: ''آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی (آتھم کی) موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔'' (سیرت مسیح موعود ص۹ مرتب یعقوب علی تراب قادیانی)

اور اگر حق کی طرف رجوع سے مراد تبدیلی عقیدہ نہ تھی فقط دجال کہنے سے رک جانا مقصود تھا تو پھر جب آتھم پندرہ ماہ کے کچھ عرصہ بعد مر گیا تو پھر اس رجوع سے مراد اس کا عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہونا کیسے مراد لے لیا گیا۔ اس منظر میں اَب مرزا قادیانی کی اس تحریر کو غور سے پڑھیں۔ یہ تحریر آپ نے اپنے مخالفین کے خلاف اس پیش گوئی کے غلط ہونے پر لکھی تھی: ''بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیش گوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینے میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔'' (کشتی نوح ص۵،۶، خزائن ج۱۹ ص۶)

پھر جب اس مباحثہ میں اس نے واقعی رجوع کر لیا تھا تو کیا اس وقت یہ پیش گوئی بیکار نہ ہو گئی تھی۔ پھر اُسے پندرہ ماہ تک لٹکانے اور بار بار آتھم کی موت کے لئے دعائیں کرنے اور کرانے کی کیا کچھ ضرورت باقی رہ گئی تھی؟ پھر جب آتھم اس پندرہ ماہ کی مدت گزرنے کے بعد کسی وقت اپنی طبعی موت سے مرا تو مرزا قادیانی نے پھر اپنی وہی پیش گوئی کیوں زندہ کر دی؟ کہ اس نے چونکہ اپنے عقیدے سے رجوع نہ کیا تھا۔ اس لئے میرے مرنے سے پہلے مر گیا۔ گو پندرہ مہینے کی مدت کے بعد مرا (اور خدا کے وعدے کسی موت اور

کسی وقت کے پابند نہیں ہوتے) استغفر اللہ العظیم!

اب اس پیش گوئی پر پھر سے نظر کیجئے: ''اس نے رجوع سے (جس کا خدا کو بھی پتہ نہ چلا کہ وہ دل سے رجوع نہیں کر رہا اور اس نے اسے پندرہ ماہ کے اندر اندر موت نہ دی) صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مر گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا۔'' (حوالہ ایضاً)

اس سے قارئین پر یہ بات کھل گئی کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں پہیلیوں سے کچھ مختلف نہ ہوتی تھیں۔ جب مرزا قادیانی نے اپنی پیش گوئیوں کے لئے یہ پہیلیوں کا ایک پورا جال بچھا دیا تو اب کون ہے جو مرزا قادیانی کو ان کی کسی پیش گوئی میں جھوٹا کر سکے۔ مرزا قادیانی اپنی پیش گوئیوں کے اسی پیچ وخم پر پوری نگاہ رکھتے ہوئے اپنے پیروؤں کو اس طرح بے وقوف بناتے ہیں: ''کوئی ایسی پیش گوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ (محمدی بیگم کا خاوند گو نہیں مرا مگر اس کا باپ تو مر گیا اور میری پیش گوئی آدھی تو پوری ہوگئی) اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیش گوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اُس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔''

(کشتی نوح ص۶، خزائن ج۱۹ ص۶)

یہاں مرزا قادیانی نے منہ سے نکلی ہوئی کی ایک قید اور لگا دی تا کہ قلم سے نکلی پیش گوئیوں میں کہیں لغزشِ قلم کا سہارا لیا جا سکے اور پھر بات منہ سے نکلی تک جا پہنچے اس پر کیا نئے گواہ نہ مل سکیں گے؟ مرزا قادیانی کی احتیاط اور دماغی محنت کا اندازہ کیجئے کہ کیسے طرح طرح کے فریب سے اُنہوں نے بہت سے نادانوں کو اپنے پیچھے لگا رکھا تھا اور کس طرح مرزا کے بعد اُن کے خلفاء اُن کے اس زیر وبم پر مسرور تھے۔ یہاں تک کہ مرزا کا پانچواں جانشین اسی نام سے موسوم ہو کر آ گیا۔

مرزا غلام احمد کی ان موم میں تراشیدہ پیش گوئیوں کو آپ اگلے مضمون (مرزا غلام احمد کا اپنا پیش کردہ معیارِ صدق وکذب) میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے اردو پڑھے لکھے لوگ قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں الجھے بغیر مرزا غلام احمد کے اپنی ہی پیش گوئیوں میں جھوٹا نکلنے کو نہایت آسان راستے سے جان سکیں گے۔

مرزا غلام احمد کا معیار صدق وکذب

اس پر غلام احمد کو سمجھنے کی کوشش کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

قادیانیوں کو ان کے مربیوں کی طرف سے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ عوام کے سامنے وہ مسائل زیر بحث لائیں جن کا سمجھنا قرآن وحدیث کے جاننے پر موقوف ہو۔ اس کے لئے انہوں نے قادیانیوں کو چند مغالطے تیار کرائے ہوتے ہیں جن کے بل بوتے وہ عام مسلمانوں کو جو قرآن وحدیث اور عربی زبان کا ضروری علم نہیں رکھتے چند علمی مسائل میں الجھا دیتے ہیں اور پھر ایسی عام نشستیں بغیر کسی نتیجہ کے برخواست ہوجاتی ہیں۔

ایسے مواقع پر عام مسلمانوں کو چاہئے کہ قرآن وحدیث کے علمی مسائل میں الجھے بغیر براہ راست غلام احمد قادیانی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ آسان راستہ کیا ہے جس سے مرزا غلام احمد کو سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے؟ مرزا غلام احمد نے وہ راہ خود اس طرح تجویز کی ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

۱…… ’’درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۳۵، خزائن ج۳ ص۴۴۳)

۲…… ’’بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۱ ص۱۱۸، اشتہار ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۵۹، آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۳…… ’’کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔‘‘ (خاکسار مرزا غلام احمد ۲۰؍فروری ۱۹۸۳ء آئینہ کمالات اسلام اشتہار لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی ملحقہ، خزائن ج۵ ص۶۵۱)

۴…… ’’اگر ثابت ہو کہ میری سو (۱۰۰) پیش گوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کذاب ہوں۔‘‘ (اربعین حصہ۴ ص۲۴، خزائن ج۱۷ ص۴۶۱ بقیہ حاشیہ)

سو پیش گوئیاں ایک طرف رہیں ہم اپنے قارئین کو صرف سات پیش گوئیوں پر لاتے ہیں۔ ان کی پوری تفصیل اور تحقیق سے مرزا غلام احمد کا چہرہ پورا بے نقاب ہو جائے گا اور بلی تھیلے سے باہر آ جائے گی۔

۱...... پادری عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی
۲...... مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیش گوئی
۳...... محمدی بیگم کے نکاح کے بارے میں پیش گوئی
۴...... مرزا سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی
۵...... ایک حمل سے ایک رحمت کے نشان کی پیش گوئی
۶...... مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل چلنے کی پیش گوئی
۷...... خواتین مبارکہ سے نکاح کی پیش گوئی

اب ہم پادری عبداللہ آتھم سے اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی

مرزا غلام احمد نے ۵ رجون ۱۸۹۳ء کو عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کی اور کہا کہ خدا نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے۔ مرزا غلام احمد اور پادری عبداللہ آتھم کا تحریری مناظرہ امرتسر میں ۲۲ رمئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہو کر ۵ رجون ۱۸۹۳ء تک پندرہ دن رہا۔ اس میں حکیم نور الدین اور مولوی سید محمد احسن مرزا قادیانی کے معاون تھے۔ اسی مناظرے کی روئیداد جنگ مقدس کے نام سے شیخ نور احمد مالک ریاض ہند پریس امرتسر نے شائع کی۔

مرزا غلام احمد نے اپنی آخری تحریر میں لکھا: ’’آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سواء کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی

بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے …… میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی ……تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دی جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔'' (جنگ مقدس ص۱۸۸،۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۱ تا ۲۹۳)

اس پیش گوئی کے مطابق آتھم کی موت کا آخری دن ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء قرار پایا، مگر دنیا گواہ ہے کہ وہ ۵؍ستمبر کو صحیح سلامت موجود تھا۔ اب عبداللہ آتھم کا خط بھی پڑھیں جو اس وقت کے اخبار ''وفادار'' لاہور میں شائع ہوا: ''میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ مرزا قادیانی کی کتاب نزول مسیح کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت اور دیگر صاحبان کی موت کی پیش گوئی ہے…… اب مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں چونکہ اسلام قبول کرلیا ہے اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں۔ کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔''

یہ دل سے توبہ کرنے کا تصور بھی مرزا قادیانی کی نئی شریعت ہے۔ قرآن شریف تو اس توبہ کو لائق قبول ٹھہراتا ہے جو کھول دی جائے یہ اچھی توبہ ہے جو پیش گوئی کے جھوٹا نکلنے پر آتھم کے سر تھوپی جارہی ہے۔ قرآن کریم تو توبہ کے ساتھ اس کے بیان ہونے کو بھی لازم ٹھہراتا ہے: ''اِلَّا الَّذِینَ تَابُواْ وَاَصلَحُواْ وَبَیَّنُواْ فَاُوْلٰٓئِکَ اَتُوبُ عَلَیہِم'' (البقرہ:۱۶۰)

(ترجمہ) مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور (اپنے بگاڑ کی) اصلاح کی اور اسے برسرعام بیان کیا وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں۔

پھر اگر آتھم واقعی تائب ہو چکا تھا تو خدا تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء کی رسوائی سے پہلے کیوں نہ دے دی؟ شیخ یعقوب علی عرفانی ۵؍ستمبر۱۸۹۴ء کو اپنی جماعت کا حال ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے: ''آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ

نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔'' (سیرت مسیح موعود ص۹ مرتب یعقوب علی تراب)

خود مرزا قادیانی کا حال اس دن کیا تھا اسے ان کے بیٹے بشیر احمد کے بیان میں دیکھیں۔ آپ اس دن عملیات میں گھرے ہوئے تھے اور دانے پڑھوا رہے تھے۔ وہ لکھتا ہے: ''وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت (مرزا) کے پاس لے گئے۔ کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت (مرزا) ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔''

(سیرت المہدی ج۱ ص۱۶۰ روایت ۱۵۸ قدیم، سیرت المہدی حصہ اوّل ج۱ ص۱۶۲،۱۶۳ روایت ۱۶۰ جدید)

یہ عملیات بتا رہے ہیں کہ اس دن مرزا غلام احمد آتھم کو اندر سے مسلمان ہوا نہ سمجھتا تھا۔ پھر معلوم نہیں خدا نے اسے مسلمان ہوا کیسے سمجھ لیا اور اس سے موت ٹال دی۔

مرزا بشیر الدین محمود کا بیان بھی لائق دید ہے جو الفضل قادیان ج۲۸ نمبر۱۶۳ ص۴ کالم نمبر۴، مؤرخہ ۲۰؍جولائی ۱۹۴۰ء میں چھپا ہے، وہ کہتا ہے: ''اس دن کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ آتھم مر جائے یا اللہ آتھم مر جائے۔''

مگر افسوس کہ اس کہرام اور آہ وزاری کے نتیجے میں بھی آتھم نہ مرا اور مرزا قادیانی کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ چونکہ وہ اندر سے توبہ کر چکا ہے۔ اس لئے پندرہ مہینوں کے اندر اندر نہیں مرا۔

(۲) مرزا غلام احمد کی اپنی عمر کی پیش گوئی

مرزا غلام احمد نے کہا مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ تجھے اسّی سال دنیا میں رہنا ہے:

''لنحیینک حیوۃ طیبۃ ثمانین حولاً او قریباً من ذلک''

(ازالہ اوہام ص۶۳۵، خزائن ج۳ ص۴۴۳، اربعین نمبر۲ ص۳۱، خزائن ج۱۷ ص۳۸۰)

’’خداتعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ اسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ ص۲۵۸)

’’اسّی برس یا پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۶، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰)

مرزاغلام احمد کی تاریخ پیدائش ان کی اپنی تحریر (مندرجہ کتاب البریہ ص۱۴۶ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷) کے مطابق ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں تھی اور تاریخ وفات ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء۔ مرزا قادیانی کی عمر اپنے الہامات کے مطابق کم از کم ۷۶ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہونی چاہئے تھی۔ لیکن انہوں نے ۶۸ یا ۶۹ سال کی عمر میں ہیضہ سے وفات پائی۔ قادیانیوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کو بدلیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور تاریخ وفات کو بدلنا ان کے بس میں نہ تھا۔ سو مرزاغلام احمد کی یہ پیش گوئی اس کے جھوٹا ہونے کی بڑی واضح دلیل ہے۔ خدا کے وعدے تو کبھی جھوٹے نہیں ٹھہرتے۔

قرآن کریم میں ہے: ’’فَلَا تَحسبَنَّ اللّٰہَ مُخلِفَ وَعدِہٖ رُسُلَہٗ‘‘ (ابراہیم:۴۷)

اس موضوع پر آگے ان شاءاللہ العزیز! ایک مستقل مضمون آرہا ہے۔ اس لئے ہم یہاں اس کی تفصیل میں نہیں جاتے۔

(۳) محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی

یہ کمسن لڑکی ایک رشتہ سے مرزا قادیانی کی بھانجی، ایک رشتہ سے بھتیجی اور ایک رشتہ سے مرزا کی بیوی کی بھتیجی تھی اور آپ کی بہو کی بھی رشتہ کی بہن تھی۔ ہندوستان کے سماج میں یہ مرزاغلام احمد کی اولاد کے درجے کی تھی۔

غلام احمد خود لکھتا ہے: ’’ھذہ المخطوبۃ جاریۃ حدیثۃ السن عذراء وکنت حینئذ جاوزت الخمسین‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) یہ جس کے نکاح کی طلب ہے ایک کمسن چھوکری ہے۔ اسے کسی نے نہیں چھوا ہے اور میں اس وقت پچاس سال سے تجاوز کر چکا ہوں۔

مرزاغلام احمد کی نظر اس پر بیٹی کی نظر کیوں نہ پڑی بیوی کی نظر ہی کیوں پڑی، ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے۔ مرزاغلام احمد نے ۲۵؍جولائی ۱۸۹۲ء کو ایک خواب میں

دیکھا: ’’آج میں نے بوقت صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے، اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے...... وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی، یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے...... میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے، لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں۔‘‘ (تذکرہ ص۱۵۹ طبع چہارم)

مرزا کی خواہش ہوتی تھی کہ جو خواب دیکھے اسے ظاہراً بھی پورا کرے۔ مرزا کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین اور مرزا کمال الدین محمدی بیگم کے حقیقی ماموں تھے اور یہ مرزا قادیانی کی چچا زاد بہن کی بیٹی تھی۔ اس چچا زاد بہن کے رشتہ سے مرزا احمد بیگ مرزا غلام احمد کا بہنوئی لگا، یہ مرزا قادیانی کا ماموں زاد بھائی بھی تھا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے فضل احمد کی بیوی محمدی بیگم کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ سو مرزا غلام احمد کے ہاں یہ کمسن لڑکی بہو کے برابر کی تھی۔

محمدی بیگم سے نکاح کی تحریک کیسے چلی؟

مرزا امام الدین کا ایک بھائی مرزا غلام حسین بھی تھا جو مفقود الخبر ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن تھی۔ اس مفقود الخبر کی جائیداد بہن کے واسطہ سے مرزا احمد بیگ کو تب مل سکتی تھی کہ مرزا غلام حسین کے بھائیوں کی بھی اجازت ہو احمد بیگ ان کا بہنوئی تھا، اس لئے وہ اس پر راضی تھے۔ جدّی جائیداد ہونے کی وجہ سے برطانوی قانون (British Law) کے تحت مرزا غلام احمد کی اجازت بھی ضروری تھی۔ گو شرعاً اس کا اس پر حق نہ بنتا تھا۔ مرزا احمد بیگ (مرزا کا ماموں زاد بھائی) مرزا غلام احمد سے دستخط کروانے آیا تو مرزا نے یہ شرط لگا دی کہ اپنی کمسن بیٹی مجھ پچاس سال کے بوڑھے کو دے دو اور یہ زمین لے لو۔ احمد بیگ اس بوڑھے کی اس خواہش پر حیران رہ گیا۔ اسے غیرت آئی اور وہ واپس چلا گیا۔ مرزا غلام احمد نے مرزا احمد بیگ کو کہا کہ مجھے تو خدا نے وحی کی ہے کہ احمد بیگ سے یہ لڑکی مانگ۔

غلام احمد لکھتا ہے: ’’الھمت من اللہ الباقی وانبئت من اخبار ما ذھب

وھلی قط الیھا وما کنت الیھا من المستدنین فاوحی اللہ الی ان اخطب صبیۃ الکبیرۃ لنفسک وقل لہ لیصاھرک اولاً ثم لیقتبس من قبسک وقل انی امرت لاھبک ما طلبت من الارض وارضا اخری معھا واحسن الیک باحسانات أخری علی ان تنکحنی احدی بناتک التی ھی کبیرتھا‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲،۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) اللہ الباقی کی طرف سے مجھے الہام کیا گیا اور مجھے وہ خبر دی گئی میرا خیال بھی کبھی اس طرف نہ گیا تھا اور نہ میں کبھی اس کا منتظر تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ تو اس کی بڑی بیٹی کا رشتہ اپنے لئے مانگ اور اسے کہہ کہ وہ تجھے اپنی دامادی میں قبول کرے پھر تجھ سے وہ حصہ لے اور کہہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تیری مطلوبہ زمین تجھے ہبہ کردوں اور اس کے ساتھ اور زمین بھی اور میں تجھ پر اور بھی بہت سے احسانات کروں گا اس شرط سے کہ تو اپنی دختر کلاں میرے نکاح میں دے۔

مرزا غلام احمد نے پھر یہ بھی کہا: ’’اور اگر تو نے یہ بات نہ مانی تو جان لے کہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس کے لئے اور تیرے لئے ہرگز مبارک نہ ہوگا (تو نکاح کے بعد تین سال میں مرجائے گا) اور اسی طرح اس کا خاوند ڈھائی سال کے اندر اندر مرجائے گا اور آخرکار یہ میرے نکاح میں آکر رہے گی۔‘‘

اور پھر یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ میں تجھے بہت کچھ دوں گا: ’’میں تیری بیٹی (محمدی بیگم) کو اپنی کل زمین کا اور اپنی ہر مملوکہ چیز کا تیسرا حصہ بطریق عطاء دوں گا اور تو جو بھی مانگے تجھے دوں گا...... یہ جو میں نے تجھے خط لکھا ہے اپنے رب کے حکم سے لکھا ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳ ملخصاً، خزائن ج۵ ص ایضاً)

دیکھئے! قادیانیوں کا رب اس نکاح کی خاطر کس طرح احمد بیگ کی منتیں کررہا ہے۔ جب مرزا احمد بیگ نے اپنی بیٹی مرزا سلطان محمد کے نکاح میں دے دی تو مرزا غلام احمد نے کہا: ’’میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘

(انجام آتھم ص۳۱ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۳۱)

کیا مرزا غلام احمد کو محمدی بیگم کی ضرورت تھی؟

پچاس سال کے بوڑھے کو اتنی کمسن بیوی کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ مرزا قادیانی کو تو ۱۸۹۶ء کا اپنا خواب پورا کرنا تھا جب وہ خواب میں اس کے پاس آئی تو وہ اب ظاہر میں بھی اس کے پاس آئے اور اس پر خدا کی وحی بھی آ گئی ورنہ مرزا غلام احمد کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس نے مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا: ''مجھے نہ تمہاری ضرورت تھی نہ تمہاری لڑکی کی۔ عورتیں اس کے سواء اور بھی بتیری ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

یعنی اگر یہ میرے نکاح میں نہ آئے گی تو اور کئی آ جائیں گی۔ میرے یہ نکاح اللہ کے ہاں لکھے جا چکے ہیں لیکن غلام احمد نے پھر خدا کے نام سے اپنے لئے محمدی بیگم کی پوری تعیین کر دی: ''خدائے تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں (محمدی بیگم) انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی...... خدا تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کرا کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۹۶، خزائن ج۳ ص۳۰۵)

مرزا غلام احمد کو ایک دفعہ شک گزرا کہ شاید اس پیش گوئی کا مطلب کچھ اور ہو مگر بقول مرزا غلام احمد خدا تعالیٰ نے اس میں شک کرنے کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا یہ پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی (کہ ابھی تک محمدی بیگم سے نکاح نہیں ہوا)...... تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں نہیں سمجھ سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔ ''الحق من ربک فلا تکونن من الممترین'' یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۹۸، خزائن ج۳ ص۳۰۶)

یعنی تیرا نکاح محمدی بیگم سے ہو کر رہے گا تو کیوں شک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ یہ کوئی تقدیر معلق نہیں کہ کسی اور بات پر موقوف ہو اور نہ یہ کوئی انذاری پیش گوئی ہے کہ کسی کے دل میں توبہ کرنے سے ٹل جائے۔

مرزا غلام احمد کا اشتہار ۱۸۹۴ء

’’اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ: ’’**لا تبدیل لکلمات اللہ**‘‘ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدائے تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۳ ص۱۱۵، مجموعہ اشتہارات ج دوم ص۴۳)

ناظرین! غور فرمائیں کہ تقدیر مبرم اور ’’**لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللہ**‘‘ کا کیا انجام ہوا اور خدا کا یہ سات مرتبہ دہرانا بھی سن لیں، وہ کس طرح مرزا قادیانی کو تسلی پر تسلی دے رہا ہے۔ یہ یکے بعد دیگرے سات الہامات پڑھیں انہیں سنئے اور سر دھنئے۔

محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے سات الہامات

’’**(۱) فسیکفیکھم اللہ و یردھا الیک (۲) امر من لدنا انا کنا فاعلین (۳) زوجنکھا (۴) الحق من ربک فلا تکونن من الممترین (۵) لاتبدیل لکلمات اللہ (٦) ان ربک فعال لما یرید (۷) انا رادوھا الیک**‘‘ (انجام آتھم ص٦٠، ٦١، خزائن ج۱۱ ص٦٠، ٦١)

(ترجمہ) سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی اسے پورا کرنے والے ہیں۔ ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ (کوئی نہیں جو اس کو روک سکے) ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔

مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی جو بار بار خدائی الہامات سے مرصع ہے، اتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے کہ شاید ہی اور کوئی پیش گوئی اس کے ہم وزن ہو۔ مگر افسوس کہ مرزا قادیانی ہمیں اس پر طعنہ دیتے ہیں کہ تم اسی پیش گوئی (احمد بیگ کا داماد) پر کیوں زیادہ بحث کرتے ہو اور بھی بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو پوری ہوئیں۔ ایک اسی پیش گوئی پر کیوں بحث کی جاتی ہے۔‘‘ (پیغام صلح لاہور ۱٦ر جنوری ۱۹۲۱ء)

’’اگر ایک یا دو پیش گوئیاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کی سمجھ میں نہ آویں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیش گوئیاں صحیح نہیں ہیں۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین ص۴۱، خزائن ج۲۰ ص۴۳)

مرزا غلام احمد کی کوشش کہ خدا کی بات غلط نہ نکلے

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد خدا کی محبت میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ وہ نہ چاہتا تھا کہ خدا کی خبریں غلط نکلیں اور اس کے الہامات پورے نہ ہوں۔ اس نے بہت کوشش کی کہ جس طرح بھی ہو سکے محمدی بیگم ضرور ان کے نکاح میں آ جائے۔ مرزا نے اپنے بیٹے فضل احمد کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ کیونکہ اس کے رشتہ دار محمدی بیگم کو اس کے نکاح میں نہیں دے رہے۔ چنانچہ فضل احمد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر مرزا قادیانی نے فضل احمد کی ماں (اپنی پہلی بیوی) کو بھی جو محمدی بیگم کے خاندان میں سے تھی، طلاق دی کہ ممکن ہے فریق ثانی ان طرح طرح کی ابتلاؤں سے تنگ آ کر خدا کے الہامات کو پورا کر دیں۔ مرزا کی بیوی نصرت بھی خدا سے رو رو کر سوکن مانگتی رہی اور یہ بات بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔

مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ’’والدہ صاحبہ مکرمہ نے بارہا رو رو کر دعائیں کی ہیں اور بارہا خدا کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں۔‘‘

(سیرت المہدی ج اوّل ص۲۵۹ روایت ۲۸۴ قدیم، سیرت المہدی حصہ اوّل ج اوّل ص۲۵۹ روایت ۲۸۹ جدید)

مگر تاریخ گواہ ہے کہ مرزا قادیانی اسی حسرت کو لے کر قبر میں چلے گئے اور محمدی بیگم ان سے (۵۸) اٹھاون سال بعد تک دنیا میں زندہ رہی اور قادیانی اپنی آخری چال میں بھی بری طرح ناکام ہوئے کہ محمدی بیگم کو کسی بہانے (ربوہ) چناب نگر کے بہشتی مقبرہ میں لا کر دفن کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ جو نکاح آسمان پر پڑھا گیا ہو اور خود خدا نے پڑھایا ہو وہ کسی نہ کسی شکل میں پورا ہو ہی گیا ہے۔

محمدی بیگم کی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر مرزاغلام احمد کی سزا

مرزاغلام احمد نے خدا کے نام سے محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی پیش گوئی بار بار کی اوراس کے پورا نہ ہونے پر اپنی سزا یہ تجویز کی۔

۱...... ہمیشہ کی لعنتیں برسنا

''اگر اے خداوند! یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت (بہ مرض ہیضہ) کے ساتھ ہلاک کر......اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا۔''

(اشتہار ۲۷راکتوبر۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۱۶)

اس کا مطلب اس کے سواء کیا ہوسکتا ہے کہ لوگ مجھ پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں۔ مرزا کی یہ سزا محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

۲......دس لاکھ آدمیوں میں رسوائی

''یہ پیش گوئی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہوچکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہو اور ایک جہاں کی اسی پر نظر لگی ہوئی ہے۔'' (کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۴، مندرجہ احتساب قادیانیت ج۲۰ص۷۷،مؤرخہ ۱۷رجولائی ۱۸۹۰ء)

۳......اپنے دجال ہونے کا اقرار

''اگر یہ پیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں تو میں نامراد، ذلیل، ملعون، مردود اور دجال ہوں۔'' (اشتہار ۲۷راکتوبر۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۱۱۶)

اب چاہئے کہ سب قادیانی مرزا قادیانی کے ان بیانات پر آمین کہیں تا معلوم ہو، یہ واقعی اس کے مقتدی ہیں۔ ایصال ثواب کا لفظ تو آپ نے عام سنا ہوگا۔ ایصال عذاب کی یہ نئی اصطلاح سامنے آگئی۔

کیا اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ دس لاکھ لعنتوں کا استقبال نہیں۔ اب جب یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو مرزاغلام احمد پر یہ سزا ضرور جاری ہونی چاہئے۔ مخالفین تو مرزا پر یہ سزا ہمیشہ جاری رکھتے ہیں لیکن یہ فرض اس کے لواحقین کا بھی ہے کہ وہ مرزاغلام

احمد پر یہ سزائیں جاری کریں تا دنیا جان لے کہ مرزا کی بات جھوٹی نکلی اور یہ خدا کی بات نہیں تھی وہ قادیانی جو مرزا کے ان الہامات کو پڑھتے خود خدا سے ہی بدگمان ہونے لگے کہ وہ کیوں بار بار وہ چیز کہتا ہے جسے وہ کر نہیں سکتا۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ محمدی بیگم کو تیرے نکاح میں لاؤں گا مگر وہ لا نہیں سکا۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جو ایک کام کرنا چاہے اور اسے نہ کر سکے اور بار بار احمد بیگ کی منتیں کرے اور مرزا احمد بیگ خدا سے بھی (معاذ اللہ) سینئر نکلے۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو چوہڑا چمار کہنا

مرزا غلام احمد کو جب معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا نکاح کسی اور جگہ ہونے والا ہے تو مرزا نے مرزا علی شیر بیگ کو جو مرزا احمد بیگ کا بہنوئی تھا اور مرزا فضل احمد کا خسر تھا (اس کی بیٹی عزت بی بی مرزا غلام احمد کی بہو تھی) ۴ رمئی ۱۸۹۱ء کو یہ خط لکھا: ’’میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں …… میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے…… اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو وہ کیوں نہ سمجھ سکتا، کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی…… اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو (مرزا نے تو خود ان کی بہن حرمت بی بی کو اپنے سے فارغ کر کے پھجے کی ماں بنا رکھا تھا، اب پھجے کے خسر کی یہ منت وسماجت کیوں؟) خدا تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ صرف عزت بی بی نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے، ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں …… یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں۔ بے شک ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں، مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں…… میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا…… اور اگر

میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا (محمدی بیگم کے دوسری جگہ نکاح کا) بند کرادو گے تو میں بدل وجان حاضر ہوں ...... آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔‘‘

(علی شیر بیگ خسر فضل احمد کے نام خط کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۵،۱۲۶، احتساب قادیانیت ج۲ص ۴۷۸،۴۷۹)

دیکھئے! اس لئے کہ ایک کمسن لڑکی ایک بوڑھے کے نکاح میں کیوں نہیں آتی، کتنے پاپڑ بیلے جارہے ہیں اور کتنے گھر برباد کئے جارہے ہیں۔ اپنی بیوی حرمت بی بی کو طلاق دی جارہی ہے۔ بہو (عزت بی بی) کو طلاق دلوائی جارہی ہے۔ فضل احمد کو محروم الارث ہونے کی دھمکی دی جارہی ہے اور محمدی بیگم سے نکاح ہونے کا پھر بھی یقین کامل ہے۔ مرزاقادیانی نے پھر اگست ۱۹۰۱ء کو یہ حلفیہ بیان دیا جو ان کے اخبار الحکم میں شائع ہوا: ’’عورت (محمدی بیگم) اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ ضرور آئے گی امید کیسی یقین کامل ہے یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں۔ ہوکر رہیں گی۔‘‘

(عدالت گورداسپور میں مرزاقادیانی کا حلفیہ بیان الحکم ج۵ نمبر۲۹ص۱۵ کالم۱، مؤرخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۱ء)

مذہبی دنیا میں انسانی حقوق کا ایسا کریہہ ڈرامہ شاید ہی کسی نے دیکھا ہو اور خدا کے نام پر ایسے صریح اور قطعی لفظوں میں شاید ہی کوئی جھوٹ باندھا گیا ہو۔ محمدی بیگم مرزا کی وفات کے بعد ۵۸ سال تک دنیا میں زندہ رہی اور اسلام پر اس کی وفات ہوئی اور اسے اور اس کے خاندان کو ذلیل ورسواء ہونے کی دھمکیاں دینے والے قانون کی نگاہ میں سرعام غیرمسلم ٹھہرائے گئے۔ نصرت بیگم کی اولاد غیرمسلم ہوگئی اور محمدی بیگم کی اولاد مسلمانوں کی صف میں رہی۔ یہ لوگ ایک اسلامی سلطنت کے آزاد شہری ٹھہرے اور نصرت جہاں بیگم کا پوتا مرزاطاہر مسلمانوں کی غلامی سے بھاگ کر لندن میں انگریزوں کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ یہ وہ بدنصیب ہیں جو ہمیشہ غیراسلامی سلطنتوں کے سایہ میں رہیں گے اور آزادی کا سانس انہیں کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اﷲتعالیٰ پاکستان کی آزادی کو قائم اور دائم رکھے۔ یہ وہ تحفہ اور انعام الٰہی ہے جو اﷲتعالیٰ نے مرزاغلام احمد کی مسیحیت کے منکرین کو ۱۹۴۷ء میں بخشا۔

یہ پیش گوئی کسی پر عذاب اترنے کی نہ تھی

یہ پیش گوئی کوئی انذاری پیش گوئی نہ تھی، یہ محمدی بیگم کے مرزا کے نکاح میں آنے

کی خبر تھی اور اس کے تقدیر مبرم ہونے کا اعلان تھا۔ سو یہاں قادیانیوں کی یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ محمدی بیگم کے خاوند نے اپنے اس نکاح سے توبہ کر لی تھی اور محمدی بیگم کو فارغ کر دیا تھا۔ وہ پوری عمر مرزا غلام احمد کی چھاتی پر مونگ دلتا رہا اور مرزا قادیانی اپنی اس خواہش کو پورا کئے بغیر ہی قبر میں اتار دیئے گئے اور وہ مدت دراز تک بعد میں زندہ رہا۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مرا اور محمدی بیگم کے خاوند نے پورے چالیس سال بعد ۱۹۴۸ء میں وفات پائی۔

جو پیش گوئی کسی کے صادق وکاذب ہونے کا معیار قرار دی گئی ہو اور اس کے پورا ہونے کا انتظار عوام وخواص دونوں کو برابر لگا ہوا ہو، اس میں کسی باریک تاویل کو راہ نہیں دی جاسکتی۔ یہ اس لئے کہ صادق وکاذب کی اس پہچان میں عوام کو بھی اسے پہچاننے کا برابر کا حق حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد خود ہی بتائے کہ خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کو کس نے توڑا؟ مرزا سلطان محمد کی اتنی ہمت نہیں ہوسکتی کہ وہ خدا کا ارادہ توڑ دے۔

مرزا خود لکھتا ہے: ’’خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔‘‘

(تریاق القلوب ص۳۴، خزائن ج۱۵ ص۲۰۱)

غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے: ’’میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ دو عورتیں تیرے نکاح میں لاؤں گا ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔‘‘ کیا کوئی قادیانی بتا سکتا ہے کہ وہ کون سی بیوہ عورت ہے جس سے مرزا قادیانی نے نکاح کیا؟ مرزا سلطان محمد تو مرا نہیں اور نہ ہی محمدی بیگم مرزا قادیانی کی زندگی میں بیوہ ہوئی۔ پھر کیا خدا نے مرزا قادیانی کو جھوٹی بشارت دی تھی؟ (معاذ اللہ) جیسا یہ نبی تھا ایسا ہی اس کا خدا نکلا۔ اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کی ایک ہی وجہ ہے جو مرزا غلام احمد نے خود لکھ دی ہے: ’’جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۲۲، ۳۲۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(۴) مرزا سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی

غلام احمد نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر محمدی بیگم مرزا سلطان محمد سے بیاہی گئی تو مرزا

سلطان محمد ڈھائی سال کے اندر اندر مرجائے گا اور یہ بھی کہا: ’’اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘ (انجام آتھم ص۳۱،خزائن ج۱۱ص ایضاً حاشیہ)

تاریخ گواہ ہے کہ مرزاغلام احمد کی ۱۹۰۸ء میں موت آگئی اور مرزا سلطان محمد زندہ رہا۔ وہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں بھی شامل ہوا، اس کے سر میں گولی بھی لگی مگر وہ نہ مرا۔ اس کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں جو مرزاغلام احمد کے کذب کی چلتی پھرتی تصویریں تھیں۔ غلام احمد اس کی موت کو تقدیر مبرم کہتا تھا مگر مرزا کی اپنی تقدیر بدل چکی تھی۔ نہ محمدی بیگم مرزا کی زندگی میں بیوہ ہوئی نہ اس کے نکاح میں آئی اور یہ چلتا بنا۔

مرزااحمد بیگ کے داماد کی موت کی پیش گوئی اصل موضوع بحث نہیں۔ یہ غلام احمد کے کاذب ہونے کی ایک ضمنی شہادت ہے۔ اصل پیش گوئی مرزاغلام احمد کے محمدی بیگم سے نکاح کی تھی، یہ بات ضمن میں آگئی ہے کہ اگر مرزااحمد بیگ اپنی بیٹی کو کسی دوسری جگہ بیاہ دے تو انجام کار وہ بیوہ ہوکر مرزا کے نکاح میں آئے گی۔ سو مرزااحمد بیگ کے داماد کی موت محض ایک ضمنی پیش گوئی تھی مگر وہ بھی پوری نہ ہوئی۔

مرزاغلام احمد کی اپنی عمر کی پیش گوئی کس طرح غلط نکلی؟ اس پر ایک مفصل مضمون اس کتاب میں موجود ہے، اس لئے ہم اسے یہاں بحث میں نہیں لاتے۔ البتہ (۱) پادری عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی، (۲) محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی، (۳) مرزا سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی، (۴) مرزاغلام احمد کے لئے ایک رحمت کے نشان کی پیش گوئی، (۵) مکہ مدینہ کے مابین ریل گاڑی چلنے کی پیش گوئی، (۶) اور مرزاغلام احمد کے لئے کچھ خواتین مبارکہ نکاح میں آنے کی پیش گوئی۔ ان چند پیش گوئیوں کا پیش کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ تین پیش گوئیاں ہم ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں کہ وہ کس طرح جھوٹی نکلیں، ان پر پوری بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ بقیہ تین پیش گوئیاں ہدیۂ ناظرین کرنے کے بعد اگلا مضمون کہ مرزاغلام احمد اپنی پیش گوئیوں میں چور دروازے رکھنے میں کس قدر ماہر تھا، یہ خود مرزاغلام احمد کے صدق وکذب کا کھلا فیصلہ دینے کے لئے اپنے موضوع میں کافی ووافی ہوگا۔

(۵) مرزاغلام احمد کے لئے ایک رحمت کے نشان کی پیش گوئی

مرزاغلام احمد نے ۲۰ ؍فروری ۱۸۸۶ء میں جب کہ اس کی دوسری بیوی پہلے حمل

میں تھی، مخالفین اسلام کو اسلام کی چمک دکھلانے کے دعوے کے ساتھ ایک یہ پیش گوئی کی: ’’خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں...... تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں...... ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا...... وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا...... وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔‘‘

(اشتہار۲۰رفروری۱۸۸۶ء تبلیغ رسالت ج۱ص۶۰-۵۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۰۰تا۱۰۲)

مرزا قادیانی نے جس سیاق میں پیش گوئی کی وہ یہ تھا کہ انہی دنوں ان کی بیوی حاملہ ہوئی تھی۔ مرزا قادیانی کے پہلے لڑکے سلطان احمد اور فضل احمد بائیس اور بیس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور مرزا قادیانی کو نئے بچوں کا بہت شوق تھا۔ جونہی بیوی کے حمل ٹھہرا انہوں نے خدا کے نام سے یہ پیش گوئی کر دی۔ بلیغ کلام وہ ہوتا ہے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو سو مرزا قادیانی کی اس خوشی سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ رحمت کا نشان اسی حمل سے ظاہر ہوگا۔

اس پیش گوئی میں اسلام کی چمک کون سی ہے؟ ظاہر ہے کہ کچھ نہیں ہزاروں انسانوں کے ہاں بیٹے ہوتے ہیں مگر ان سے کہیں نہیں سمجھا جاتا کہ خدا اس کے باپ کے ساتھ ہے اور اگر وہ لڑکا اقبال مند بھی ہو تو یہ حقیقت کسی پندرہ بیس برس کے بعد ہی کھلے گی یہ بچے کی پیدائش سے کیسے کھل گیا کہ خدا اس بچے کے باپ کے ساتھ ہے اور اس کا نبی یا مسیح ہونے کا دعویٰ برحق ہے۔ مرزا قادیانی نے یہاں جو یہ بات لکھی ہے کہ اس بچے کی پیدائش اس لئے ہے تاکہ لوگ یقین کریں کہ خدا اس کے باپ کے ساتھ ہے تعلیم یافتہ حلقوں میں اور سنجیدہ لوگوں میں یہ بات ایک لاف زنی سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتی اور لوگ اس پر ہنسے بغیر آگے نہیں گزر پاتے۔

پھر جونہی مرزا قادیانی کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ پیش گوئی درست نہ نکلے تو اس کے دو ماہ بعد ایک اور پیش گوئی کر دی کہ آخر کچھ اور موقع بھی رہے۔ آپ نے لکھا: ’’آج ۸راپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔‘‘

(تبلیغ رسالت حصہ اوّل ص۷۶، مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۱۷)

ناظرین! بہت ہی قریب کے الفاظ پر غور کریں اس کا مفہوم یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اسی حمل سے۔لیکن مرزا قادیانی نے اس کے ساتھ ہی ایک اور بات کہہ دی۔

یہاں مرزا قادیانی نے اس بات میں کچھ شک ڈال دیا کہ وہ بچہ اس حمل سے ہوگا یا اگلے حمل سے اور اس کے لئے یہ احتیاط برتی کہ یہ موعود بچہ...... ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔یعنی اس حمل میں اور اس لڑکے میں ایک مدت حمل سے زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا پھر بھی جب مرزا قادیانی کو اس پر پورا اطمینان نہ ہوا تو آپ اس دوسرے حمل کو آگے ڈھائی سال تک لے گئے۔ پھر احتیاطاً یہ بھی کہہ دیا کہ اسے نو سال بھی لگ سکتے ہیں کہ پیش گوئی کا اونٹ آخر کسی کروٹ تو بیٹھے گا ہی نا۔مرزا قادیانی اپنے اس ۸راپریل ۱۸۸۶ء کے اس بیان کے متصل بعد لکھتے ہیں: ''مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے۔جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھیانوی نے کی ہے یعنی ۹ برس یا اڑھائی برس۔''

(اشتہار ملحقہ سرمہ چشم آریہ ص۳، خزائن ج۲ ص۳۱۶،۳۱۷)

پھر مرزا قادیانی کے ہاں جب اسی حمل سے جون ۱۸۸۶ء میں لڑکی پیدا ہوئی تو اس سے مرزا قادیانی کے اپنے حلقوں میں ایک زلزلہ آ گیا۔انہیں نبی بخش نے ۱۳رجون کو ایک خط لکھا۔ مرزا قادیانی اسے اس طرح نقل کرتے ہیں: ''اپنے خط مرسلہ ۱۳رجون ۱۸۸۶ء میں اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمہاری پیش گوئی جھوٹی نکلی اور دختر پیدا ہوئی اور تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکار اور دروغ گو آدمی ہو۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۳۱)

ناظرین! غور کریں کہ کیا لوگ اس حمل سے اس موعود لڑکے کا انتظار نہ کررہے تھے؟ ہاں! انہیں پتہ نہ تھا کہ مرزا قادیانی اس سے آگے احتیاط کی کتنی کروٹیں لے چکے ہیں۔ مرزا قادیانی کے ان الفاظ پر غور کریں: ''بھلا کوئی اس بزرگ سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔'' (ایضاً)

پھر مرزا قادیانی کی بیوی جب دوسری مرتبہ حاملہ ہوئی اور اس نے ۷راگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا جنا تو اب مرزا قادیانی پھولے نہ سماتے تھے۔ آپ نے ۷راگست کو ایک اشتہار دیا جو خوشخبری کے عنوان سے شائع کیا گیا۔اسے تبلیغ رسالت میں ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶؍ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷؍اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۴۱)

ہم یہاں اس بحث میں نہیں جاتے کہ یہ مولود مسعود سولہ ماہ کی عمر پا کر اس دنیا سے چل بسا اور مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی، پوری نہ ہو پائی تو اب مرزا قادیانی کو مدت حمل کو نو سال تک کھینچنے کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور مرزا قادیانی اس کے لئے ایک چور دروازہ پہلے سے کھولے چلے آرہے تھے مرزا غلام احمد کا بیان جو سرمہ چشم آریہ کے آخر میں چھپا ہے۔ ہم پہلے دے آئے ہیں۔ اسے پھر ملاحظہ فرمائیں: ''مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔'' ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھیانوی نے کی ہے۔ ''یعنی نو برس یا اڑھائی برس۔''

(اشتہار ملحقہ سرمہ چشم آریہ ص۳، خزائن ج۲ ص۳۱۶، ۳۱۷)

یعنی نو برس تک اگر نہ ہوا تو ڈھائی برس تک ضرور ہوگا۔ یہ مرزا قادیانی کی قوت استدلال کا ایک نادر نمونہ ہے۔

یہاں کوئی سنجیدہ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ خدا جو ایسی پیچ دار باتیں کرے کیسا خدا ہوگا۔ کیا وہ اپنے نبی مرسل کو ان پیچیدہ راہوں سے گزارے بغیر اس کی تصدیق کے کوئی کھلے نشان نہ دکھا سکتا تھا؟ اور پھر وہ نبی مرسل بھی کس قدر شرمندہ تعبیر ہوگا کہ اس کے مرید اس کے ذوالوجوہ الہامات کی تشریح کرنے پر مجبور ہوئے۔ مرزا قادیانی خود اپنے بیان میں میر عباس علی لدھیانوی کی تشریح سے فیضیاب ہوتے ہیں اور ان کے مبلغ اللہ دتہ جالندھری کو مرزا قادیانی کے ان عجیب وغریب الہامات پر تفہیمات ربانیہ جیسی کتاب لکھنی پڑی۔ ناظرین! اس نبی کی صداقت کا اندازہ لگائیں جس کے ذوالوجوہ بیانات کی تفہیم خود رب کریم نہ کر سکے اور اس کے مرید کرتے رہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں آنحضرت ﷺ کی حدیث پڑھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ’’مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَاتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ‘‘

(مؤطاامام مالک باب ماجاء فی اضاعۃ المال ص۳۲۷)

اس وقت ہم یہاں اس پیش گوئی سے بحث نہیں کررہے، ناظرین کو مرزاقادیانی کی ان قلابازیوں پر مطلع کررہے ہیں جن سے وہ اپنی پیش گوئیوں کو مختلف بیانات میں مختلف عبارات سے لائے تھے۔ یہ پیش گوئیوں کے وہ چور دروازے ہیں جن سے مدعی الہام کا چہرہ بہت ہی بھیانک نظر آتا ہے۔

مرزاقادیانی کا آخرکار اجتہادی غلطی کے سائے میں آنا

مرزاقادیانی لکھتے ہیں: ’’ان مفسدانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر جو مخالفین، متعصبین نے اس عاجز کی دو پیش گوئیوں پر کی ہیں۔‘‘ (متن حاشیہ میں لکھتے) وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ: ’’۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب کے حمل میں پیدا ہو۔ سو خداتعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کے لئے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی تو اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا...... دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیش گوئی ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کی تھی، وہ پیدا ہوکر صغرسنی میں فوت ہوگیا...... جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۸۲،۱۸۳ حاشیہ)

کوئی بھلامانس سوچے کہ کیا دنیا میں اب تک کسی کو بیٹا پیدا ہونے کی اس طرح خوشخبری دی گئی کہ وہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا؟ پھر جب تاریخ انسانیت میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی تو مرزاقادیانی نے اپنی سچائی میں یہ فقرہ کیوں زیب قلم کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ان کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہ تھا۔ سو وہ آخر اجتہادی غلطی کے سائے میں پناہ لینے پر آگئے۔ آپ لکھتے ہیں: ’’اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی بھی کسی پیش گوئی کے متعلق اس

عاجز سے ظہور میں آتی یعنی قطع و یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کیا جاتا، تب بھی کسی دانا کی نظر میں وہ محل آویزش نہیں ہوسکتی تھی۔ کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر ہے جس سے انبیاء بھی باہر نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۸۳،۱۸۴)

مرزا قادیانی خودکسی وبا سے آگے چل دیں تو یہ اور بات ہے لیکن ان کی یہ الہامی کروٹیں کبھی ختم نہ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا اپنا علم وفہم بھی اس ملبے میں جا دبے تو اس سے بھی یہی آواز سنائی دے گی کہ میری کوئی پیش گوئی اب تک جھوٹی نہیں نکلی۔ میں نے اپنی پیش گوئیوں میں وہ چور دروازے رکھے ہیں کہ جہاں سے چاہوں آسانی سے کسی گرفت سے نکل سکتا ہوں۔

۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی تین کو چار کرنے کی تھی

قادیانی مبلغین بھول بھلیوں میں کبھی یہ کہہ لیتے ہیں کہ خدا کی بات کہ وہ پسر موعود تین کو چار کرے گا۔ مرزا قادیانی کو سمجھ نہ آئی تھی اور وہ جو یہ سمجھے کہ وہ لڑکا اس حمل سے ہوگا یا یہ کہ اس کے اگلے حمل سے ہوگا۔ دونوں مرزا قادیانی کی اجتہادی باتیں تھیں جو غلط نکلیں لیکن مرزا کی بتائی بات جو مرزا قادیانی نہ سمجھ سکے، درست رہی کہ مرزا قادیانی کے ہاں چوتھا بیٹا مرزا بشیرالدین محمود ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوا اور وہ اس پیش گوئی کا پسر موعود تھا۔

(۱) پہلا بیٹا سلطان احمد (۲) دوسرا فضل احمد (۳) بشیر اوّل جو پیدائش کے سولہ ماہ بعد فوت ہوگیا (۴) بشیرالدین محمود۔ یہ تین کو چار کرنے والا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ تین کو چار کرنے والا تبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے تین زندہ ہوں جب مرزا محمود کی پیدائش کے وقت بشیر اوّل زندہ نہ تھا تو یہ تین کو چار کرنے والا کیسے ہوا؟ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے کبھی مرزا بشیرالدین محمود (پیدائش ۱۸۸۹ء) کو ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء والا پسر موعود نہ مانا اور وہ ۱۸۹۹ء تک اس پسر موعود کے انتظار میں رہے جب مرزا قادیانی کے ہاں ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد پیدا ہوا تو آپ نے اسے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کا پسر موعود کہا اور وہ واقعی تین کو چار کرنے والا تھا۔ اس دوسری بیوی کے چار بیٹے اس طرح ہوئے۔

(۱) مرزا محمود (۲) مرزا بشیر احمد (۳) مرزا شریف احمد اور (۴) مرزا مبارک احمد۔

مرزا مبارک احمد کی پیدائش پر مرزا قادیانی نے لکھا: ’’اور میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے، اس کی نسبت پیش گوئی اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی اور پھر انجام آتھم کے ص۱۸۳ پر بتاریخ ۱۴؍ستمبر ۱۸۹۶ء یہ پیش گوئی کی گئی اور رسالہ انجام آتھم ماہ ستمبر ۱۸۹۶ء بخوبی ملک میں شائع ہوگیا...... سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے...... اس پسر چہارم کی پیش گوئی کو ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء میں جو بمطابق ۴؍صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چہارشنبہ پورا کردیا۔‘‘ (تریاق القلوب ص۴۳، خزائن ج۱۵ ص۲۱۱)

مرزا قادیانی کا اپنی اجتہادی غلطی کا ایک اور اعتراف

مرزا غلام احمد نے اپنے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اور ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں تطبیق دینے کی دردسر بھی مول لے لی۔ اسے آپ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں: ’’اس خدائے قادر اور حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے تم حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۷، ۱۵۸)

یہ الفاظ کہ: ’’اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر‘‘ بتلاتے ہیں کہ اس وقت تک یعنی ۱۸۸۸ء تک غلام احمد نے محمدی بیگم کا رشتہ مانگنے کی کوئی ابتداء نہ کی تھی۔ مرزا کے اپنے قول کے مطابق یہ ابھی خدا کا حکم ملا تھا کہ اس کوشش کی ابتداء کر۔ سو یہ بات یقینی ہے کہ ۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی کے کسی حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ان کے گھر آنی چاہئے۔

مرزا غلام احمد کی ایک جلی غلط بیانی

مرزا غلام احمد کے ۲۰؍جولائی ۱۸۸۶ء کے جس اشتہار میں اس کے ہاں ایک عظیم

القدر بیٹے کی بشارت دی گئی تھی۔ اس وقت مرزا کے ذہن میں محمدی بیگم سے نکاح کا کوئی تصور تک نہ تھا۔ اس اشتہار کے دوسرے حصہ میں جو پیش گوئی کی گئی تھی وہ صرف یہ تھی: ’’تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد (اس موجودہ دوسری بیوی کے بعد) پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲)

ان خواتین مبارکہ میں محمدی بیگم کا کہیں نام اور پتہ نہیں ملتا۔ محمدی بیگم کے بارے میں پہلی پیش گوئی ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کی ہے۔ اس سے پہلے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بھی محمدی بیگم کا کوئی تصور تک نہ تھا اور نہ اس وقت تک اسے خدا نے اس سلسلہ میں اس کے ادّعاء میں کوئی الہام کیا تھا۔

سو ان دلائل قطعیہ یقینیہ سے واضح ہے کہ مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ کہ خدائے قادر نے مجھے فرمایا ہے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر یہ مرزا کا خدا پر ایک افتراء تھا اور اس کی تعمیل میں مرزا غلام احمد کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔

’’وَمَن اظلَمُ مِمَّنِ افتَرَا عَلیَ اللّٰہِ کَذِبًا اَوقَالَ اوحِیَ الَیَّ وَلَم یُوحَ اِلَیہ شَیٔ‘‘ (الانعام:۹۳)

(۶) مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل چلنے کی پیش گوئی

’’واذا العشار عطلت پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری چمک دکھلا دی...... مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل طیار ہو رہی ہے۔ یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن وحدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲، خزائن ج۱۹ ص۱۰۸)

دنیا گواہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی موت کو ایک صدی گزر چکی ہے مگر اب تک مدینہ اور مکہ میں ریل نہیں چلی اور مسیح موعود ہونے کا یہ نشان ظہور میں نہیں آیا۔ مرزا کی پیش گوئی کے مطابق ۱۹۰۵ء میں یہ ریل چل جانی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ مرزا نے تحفہ گولڑویہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں لکھی اور اس کے (ص۶۴، خزائن ج۱۷ ص۱۹۵) پر لکھا کہ: ’’تین سال میں یہ

ریل تیار ہوجائے گی۔‘‘ ۱۹۰۲ء میں تین سال جمع کرنے سے ۱۹۰۵ء ہوتے ہیں تو مرزا قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق ۱۹۰۵ء میں مدینہ طیبہ میں ریل جاری ہوجانی چاہئے تھی۔

افسوس کہ مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی بھی بڑی صراحت سے جھوٹی نکلی۔

(۷) خواتین مبارکہ سے نکاح کی پیش گوئی

مرزا غلام احمد خواتین مبارکہ والی پیش گوئی کے ذیل میں ایک جگہ لکھتا ہے: ’’یہ ایک پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے جو ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع ہوچکی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیش گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہوجائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے ڈھائی سال کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲ حاشیہ)

قارئین کرام کے لئے ایک نازک لمحہ غور

ہم یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس پیش گوئی کی طرف کیسے اشارہ ہوسکتا ہے جو پہلی مرتبہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کو منصۂ شہود پر آئی اور اس کے بعد مرزا قادیانی نے محمدی بیگم سے نکاح کرنے کی تحریک شروع کی۔ پھر مرزا قادیانی نے اپنی روایتی چالاکی اور چابکدستی سے اسے خواہ مخواہ خواتین مبارکہ والی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی سے جا جوڑا۔ خواتین مبارکہ میں کسی سے نکاح ہو، یہ ایک غیر معیّن بیوی کی خبر تھی اور احمد بیگ کی بیٹی سے نکاح ہو، یہ ایک معیّن بیوی کی خبر ہے۔ سو یہ دو باتیں آپس میں کوئی ربط نہیں رکھتیں اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کو کس منہ سے خواتین مبارکہ میں لے آتے ہیں۔ جب کہ وہ آخر دم تک مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائی تھی۔ کیا پہلے انبیاء میں سے بھی کسی نے اپنی نبوت نہ ماننے والی خواتین کو خواتین مبارکہ کہا ہے؟ ایسی کوئی عورت جنت میں نہیں جاسکتی۔ پھر معلوم نہیں مرزا قادیانی اپنے عقیدہ کی رو سے کیسے محمدی بیگم کو ایک مبارک خاتون کہہ رہے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرزا قادیانی

کی دوسری بیوی جس کے حمل سے آپ نے اس عظیم القدر بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی اس کے بعد مرزا قادیانی کے نکاح میں نہ کوئی مبارک خاتون آئی نہ کوئی نامبارک خاتون آئی اور مرزا قادیانی اپنی اس پیش گوئی کو کسی تاویل سے بھی صحیح ثابت نہ کر سکے اور مرزا قادیانی کا ۱۸۸۸ء کی پیش گوئی کو ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں سمجھنا ایسا جلی طور پر غلط نکلا کہ مرزا قادیانی کو بھی اس پر ۱۸۸۶ء لکھتے کچھ نہ کچھ حیاء ضروری آئی ہوگی۔ پھر آپ نے ایک پرانی ضرب المثل پر اعتماد کرتے ہوئے بڑی جرأت سے اس پر ۱۸۸۶ء لکھ دیا ہوگا۔ ہم وہ ضرب المثل بھی ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں:

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

آپ نے وہاں ۲۰؍فروری ۱۸۸۸ء لکھ کر اسے ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء سے جوڑ دیا اور ان میں تطبیق تلاش کرنے لگے۔ قادیانی مبلغ مولوی عبداللطیف بہاول پوری نے مرزا قادیانی کی اس غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے اسے سہو کاتب کہا۔ تاہم جملہ قادیانی مبلغ مرزا قادیانی سے اب تک اس کی دھول دھو نہیں سکے۔

مرزا قادیانی کے اس ربط پیدا کرنے کی کوشش میں یہ الفاظ ذہن میں رہیں کہ وہ اپنے ان رشتہ داروں کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں: ''ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے: ''اصل اشتہار میں کاتب کی غلطی سے ۱۸۸۸ء لکھا گیا ہے جو دراصل ۱۸۸۶ء ہے۔ ہم نے نقل مطابق اصل کی ہے۔ (المرتب)'' (ایضاً) کیونکہ امتی کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ اپنے نبی کی اصلاح کرے۔

مرزا قادیانی اس ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں بھی تصریح کرتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو...... ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لادے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸)

خواتین مبارکہ میں بطور بشارت اور بیویوں کی خبر دی گئی تھی۔ محمدی بیگم سے نکاح کو قادیانی اب ایک انذاری پیش گوئی کہتے ہیں۔ کوئی پڑھا لکھا شخص بشارت اور

نذارت کے اس اجتماع کی حمایت نہیں کرسکتا۔ یہاں مرزا قادیانی نہایت قابل رحم صورت میں بے بس نظر آتے ہیں۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

غلام احمد کے اپنی پیش گوئیوں میں رکھے گئے چور دروازے

پہلا چوردروازہ: پیش گوئی کے پورا نہ ہونے پر اس میں خفیہ شرائط لگانا

اوران کے بہانے اپنے جھوٹا ہونے کو بچانا مثلاً آتھم کی پیش گوئی میں مرزا قادیانی اس چوردروازے سے نکلے اور پھر انجام آتھم جیسی کتابیں لکھ کر اپنے پیروؤں کو کچھ ٹھنڈا کیا اور انہیں مغالطوں کے بھنوّر میں گھیرے رکھا۔ پنڈت لیکھ رام کا انجام جس طرح کسی ایسے سبب سے ہونا چاہئے تھا جو عام انسانی ہاتھوں سے بالا ہو اور مقابلے میں کسی ایسے سبب کا ہی انتظار ہوتا ہے۔ جب ایسا نہ ہوا تو مرزا قادیانی نے لیکھ رام کے قتل پر اپنی پہلی پیش گوئی میں اس کے چھری سے مارا جانے کا اضافہ کر دیا۔ جب یہ بات اٹھائی گئی تو قادیانی کہنے لگے یہ بات پہلے سے تھی جو لکھنے میں نہ آسکی تھی۔ ہمارا ان غیب کی باتوں پر پورا ایمان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یؤمنون بالغیب'' ان کا ایک مبلغ اللہ دتہ جالندھری لکھتا ہے: ''پیش گوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے اور ایمان وہی مقبول ہے جو''یؤمنون بالغیب'' کا مصداق ہو کوئی پیش گوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہوسکتی جو''یؤمنون بالغیب'' سے باہر لے جائے۔''

(تفہیمات ربانیہ)

ہم قادیانیوں کے اس چوردروازے کو خود غلام احمد قادیانی کے اپنے اس اقرار سے بند کرتے ہیں: ''پیش گوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۲، خزائن ج۱۷ص۳۰۱)

کسی کا دل میں ایمان لانا شاید اگلے جہان میں اسے فائدہ دے سکے۔ تاہم دنیوی امور میں کسی مخفی عمل سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ''آئندہ جہان کی نجات تو ایک مخفی امر ہے اور ایسا مخفی امر کب اس لائق ہے کہ پیش گوئی میں ایک بدیہی امر کی طرح اس کو دکھلایا جائے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۲۱، خزائن ج۱۷ص۳۰۱)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

قارئین خود اندازہ کریں کہ قادیانی کس طرح ان چور دروازوں میں گھستے ہیں اور پھر کس طرح ان سے نکلتے ہیں۔

دوسرا چور دروازہ: خدا کی بات اور اپنی بات میں ایک حد فاصل تجویز کرنا

بات صحیح جا پڑے تو واہ واہ ہو جائے اور اگر بات نہ بن آئے تو مرزا قادیانی کہہ دیتے ہیں میں نے یہ کب کہا تھا کہ مجھے خدا نے ایسا بتایا ہے یہ تو میری اپنی بات تھی۔ خدا کی بات درست ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ سچی نکلتی ہے۔ یہ میری سمجھ تھی کہ اسے سمجھ نہ پایا کیا ایسی اجتہادی غلطیاں پہلے انبیاء سے بھی نہیں ہوتی رہیں۔ (استغفراللہ)

اب اس راہ میں مرزا قادیانی کی ایک کوشش ملاحظہ کیجئے۔

اور نیک عورتیں نکاح میں آنے کی پیش گوئی

مرزا قادیانی کی دوسری بیوی جب پہلی مرتبہ حمل سے ہوئی تو مرزا قادیانی نے نیا بیٹا آنے کی خوشی میں کچھ اور بیویاں بھی (خواب میں) دیکھیں اور ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں آپ نے اس کی خبر دی۔ آپ یہ بشارت عظمیٰ پہلے پڑھ آئے ہیں۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔‘‘

(اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲)

یہاں اور خواتین مبارکہ کا ملنا بطور انعام بتایا گیا ہے (اور اسے ایک بشارت کہا گیا ہے) بطور انذار نہیں کہ کچھ لوگوں کو کسی اترنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ مرزا قادیانی نے بطور دعوی یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد نے دو تین سال بعد اس پیش گوئی کو محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی خبر کہا۔ ۲۰ رفروری کے اشتہار میں صرف یہ ایک غیر معیّن عورت کی خبر تھی جو آئندہ

کبھی غلام احمد کے نکاح میں آئے گی اور وہ خبر بشارت کے طور پر تھی، کسی عذاب اور نذارت کے طور پر نہ تھی کہ اسے کوئی قادیانی مرزا قادیانی کی انذاری پیش گوئی کہے۔

مرزا قادیانی نے پھر ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کو یہ خواتین مبارکہ کی بشارت والی پیش گوئی محمدی بیگم پر اتاری اور کہا: ’’خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیش گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس کے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو (اس لڑکی سے) نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات حصہ اوّل ص۱۰۲ حاشیہ)

اس پیش گوئی کی آخری سطر دیکھیں اس میں واضح ہے کہ اس احمد بیگ کی بیٹی (محمدی بیگم) کے مرزا قادیانی کے نکاح میں آنے کے وقت مرزا قادیانی کی کئی بیویاں ہوں گی۔ مرزا قادیانی نے اپنی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی میں اسے اسی طرح سے ذکر کیا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے بعد مرزا کے نکاح میں نہ کوئی اور خواتین آئیں اور نہ کوئی خاتون (محمدی بیگم) آپ کے نکاح میں آسکی۔ محمدی بیگم مرزا سلطان محمود کے نکاح میں گئی اور وہ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد بھی کافی دیر تک زندہ رہا۔ اب مرزا قادیانی کے لئے اس کے سواء اور کوئی راہ نہ تھی کہ اپنی ۲۰؍فروری کی مذکورہ پیش گوئی کو بشارت کی بجائے نذارت سے بدلیں۔ خدا کی خبر کو سچی خبر کہیں اور اسے محمدی بیگم پر محمول کرنے کو ایک اپنی رائے بتائیں اور اس بڑی غلطی کو اپنی سمجھ ٹھہرائیں اور کہیں کہ اجتہادی غلطی تو کئی پہلے انبیاء سے بھی ہوتی رہی ہے۔ (استغفراللہ)

مرزا قادیانی اپنی پیش گوئیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنے میں یہ چور دروازہ کھلا رکھتے تھے کہ خدا کی وحی کو سمجھنے میں کسی نبی سے کسی غلطی کا ہو جانا کوئی ایسی غلطی نہیں ہے جس سے اس کا کوئی پیرو اس کی نبوت میں کسی قسم کا کوئی شک کر سکے۔ یہاں صرف ان چور دروازوں کی گفتگو ہے جو مرزا غلام احمد اپنی پیش گوئیوں میں کھلے رکھتا تھا۔

تیسرا چور دروازہ: ایک پیش گوئی کو مختلف بیانات میں مختلف الفاظ سے پیش کرنا کہ شاید کوئی عبارت صحیح اتر آئے

مرزا قادیانی کی ان قلابازیوں کو آپ مرزا قادیانی کی پانچویں پیش گوئی میں دیکھ آئے ہیں جس میں آپ نے ایک حمل سے اپنے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت کے نشان کی پیش گوئی کی تھی۔ جب اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو مرزا قادیانی کئی دن تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔

چوتھا چور دروازہ: عام دعویٰ کے ساتھ غیر متعین استثناء کر دینا

لوگوں کو کسی وبا یا بلا سے ڈرا کر اپنے سلسلہ میں لانا اور انہیں یقین دلانا کہ اب وہ اس وبا یا بلا سے محفوظ رہیں گے اور آگے دبے لفظوں میں الا نادراً یا اسے ’’مگر کوئی کوئی‘‘ کا پیوند لگا دینا، یہ بھی ایک چور دروازہ ہے جس سے اس پیرایہ کی ہر پیش گوئی سچی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً: مرزا قادیانی کا ایک یہ ’’شاذ و نادر‘‘ ملاحظہ ہو: ’’میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کی چاردیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلۃً طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا...... اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ الاکم اور شاذ و نادر...... کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہوجائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئے گا۔‘‘ (کشتی نوح ص۴،۵، خزائن ج۱۹ ص۴،۵)

پانچواں چور دروازہ: ظاہر الفاظ کے ساتھ خدا کی پوشیدہ شروط بھی ہوتی ہیں

وہ پیش گوئی کیا ہوئی جس کی شروط نبی مرسل کو بھی معلوم نہ ہوں؟ مرزا قادیانی کے چور دروازے اور بھی کئی رہے لیکن ہم اس وقت ان پانچ عنوانوں پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ وقت نے مساعدت کی تو شاید ہم کسی دوسرے وقت ان کا استقصاء کرسکیں۔

ا...... ’’گو بظاہر کوئی وعید شروط سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر ارادہ الٰہی میں شروط ہوتی ہیں۔ بجز ایسے الہام کے جس میں ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ شروط نہیں

ہیں۔ پس ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پا جاتا ہے۔‘‘

(حاشیہ انجام آتھم ص۱۰، خزائن ج۱۱ ص۱۰)

۲...... ’’جس قدر عذاب کی اس نبی نے پیش گوئیاں کی ہیں، ان میں بعض تو ضرور پوری ہو جائیں گی۔ گو بعض معرض التواء میں رہ جائیں گی۔ پس نص قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ عذاب کی پیش گوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۱، خزائن ج۲۲ ص۵۶۷،۵۶۸)

۳...... ’’جب تک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیش گوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی شق خاص کا کبھی دعویٰ نہ کیا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۴۰۶، خزائن ج۳ ص۳۱۰)

۴...... ’’میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج تمہیں نظر آتے ہیں۔ تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم انہیں نہیں دیکھو گے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۲، خزائن ج۳ ص۱۱۹)

۵...... ’’خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔ جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم ہے اور جو عمر فاروق کا دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔ کیا تم یہ حدیث پڑھتے نہیں کہ اگر اس امت میں بھی محدث ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے تو وہ عمر ہے۔ اب کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ محدثیت حضرت عمر پر ختم ہوگئی، ہرگز نہیں۔‘‘ (فتح اسلام ص۱۶، خزائن ج۳ ص۱۱ حاشیہ)

مرزا غلام احمد کی ان پیش گوئیوں سے بڑھ کر ان کا کوئی اور محک امتحان نہیں ہو سکتا۔ مزید تفصیل کے طالبین مزید تفصیل چاہیں تو وہ راقم الحروف کی تالیف آسان راستہ کی مراجعت فرمائیں۔ قرآن وحدیث کے علمی مسائل میں الجھے بغیر غلام احمد قادیانی کو سمجھنے کے لئے شاید ہی اس راہ سے زیادہ کوئی اور آسان راستہ ہو۔

هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَعِنْدَ النَّاسِ مَا عِنْدَهُمْ وَلِلّٰهُ عَلٰی مَا اَقُوْلُ شَهِیْدٌ

پیغمبروں کا اپنی عبدیت پر غیر متزلزل یقین

وہ کبھی خدائی طاقتوں کے مدعی نہیں ہوتے

نہ وہ کبھی بندگی کے پیمانے سے باہر نکلتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

ہم ہر نماز کے آخر میں اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی اس طرح شہادت دیتے ہیں: ’’اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ انَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہ وَرَسُوْلُہُ‘‘

سو پیغمبروں کی عبدیت اور رسالت ان کی ایسی دو صفات ہیں جن سے باہر وہ کبھی ایک لمحہ زندگی میں بھی نہیں نکلتے۔ یہ بات آپ کے ذہن میں ہر وقت رہے کہ پیغمبروں کا اپنی نبوت پر غیر متزلزل یقین ہوتا ہے۔ وہ کبھی اس سے نکلنے پر کسی سے کوئی شرط نہیں لگاتے۔ اسی طرح وہ اپنے بارے میں کبھی اس تصور میں نہیں گھرتے کہ وہ خدائی طاقتیں پا چکے ہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے: ’’مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَن یُؤتِیَہُ اللّٰہُ الکِتٰبَ وَالحُکمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُولَ لِلنَّاسِ کُونُواْ عِبَادا لِّی مِن دُونِ اللّٰہ ...... ایأمرکم بِالکُفرِ بَعدَ اذانتُم مُّسلِمُونَ‘‘ (آل عمران:۷۹،۸۰)

(ترجمہ) کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ (مجھ میں خدا کی طاقتیں مان لو)...... خدا سے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں کفر پر لے آئے، بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوچکے۔

آنحضرت ﷺ اپنے احساس عبدیت میں اتنے یقین پر تھے کہ آپ نے کبھی اپنے میں خدا کی طاقت کا دم نہیں مارا۔ آپ نے جب اپنے سید ولد آدم (کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں) ہونے کو بیان کیا تو ساتھ ہی کہہ دیا و لا فخر میں اس پر کسی فخر کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ سب عطاء خداوندی سے ہے۔

بندہ خدا کی ذات میں فنا کیوں نہ ہو جائے وہ کبھی خدا کا بروز نہیں بنتا کہ خدا اس میں اترا ہو اور وہ خدا کی سی بات کہنے لگے۔ پیغمبروں کی ایک قانونی حیثیت ہوتی ہے۔ ان کے دعویٰ اور کلام سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایمان بنتا ہے اور ان کی کسی ایسی بات سے جس سے وہ اپنی نبوت میں متزلزل دکھائی دیں یا اپنے آپ کو عبدیت سے نکال کر خدائی صفات میں آ جائیں تو اس سے ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ سو خدا ہرگز پیغمبروں کو ملنگوں کی سی بھڑکیں مارنے نہیں دیتا کہ ہم خدا بنے بیٹھے ہیں جو لینا ہے ہم سے لے لو۔

ہم اس نقطہ نظر سے جب مرزا غلام احمد کی زندگی کو دیکھیں تو ہمیں اس میں ایسے دعوے بھی ملیں گے کہ خواب میں میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں خدا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں خدا ہی ہوں۔

اسلامی عقیدے میں پیغمبر کبھی بندگی اور عبدیت کے پیمانے سے باہر نہیں نکلتے۔

اب مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ بھی پڑھ لیں: ’’اعطیت صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ ص۵۵،۵۶)

(ترجمہ) مجھے خدا کی طرف سے یہ صفت دی گئی ہے کہ کسی کو فناء کروں اور کسی کو زندگی دوں۔ (استغفر اللہ العظیم)

پھر کہا یہ گمان نہ کرنا کہ مجھے خدا کی یہ دو صفتیں ہی ملی ہیں ایسا نہیں، مجھے خدا نے کن فیکون کے کل اختیارات بھی دیئے ہیں اور مجھے کہا ہے: ’’انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول کن فیکون‘‘ (تذکرہ ص۴۳۴ طبع چہارم)

(ترجمہ) جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اتنا کہہ کن سو وہ چیز اسی وقت وجود میں آ جائے گی۔ (بس تیرے کن کہنے کی دیر ہے)

افسوس کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کو لینے کے لئے کن پر کن کہتے رہے، اس کے باپ کو خطوں پر خط لکھتے رہے، اسے زمین دینے کے بڑے بڑے وعدے کرتے رہے، مگر

اسے کوئی اور نکاح کر کے لے گیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور وہاں آپ کوئی خدائی طاقت نہ دکھا سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب الہام غلط تھے۔

مرزا قادیانی کا ایک یہ خواب بھی سنئے۔ بایں اعتقاد کہ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے:

’’رایتنی فی المنام عین اللّٰہ و تیقنت اننی ہو ولم یبق لی ارادۃ ولا خطرۃ ولا عمل من جہۃ نفسی‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ص ایضاً)

(ترجمہ) میں نے خواب میں اپنے آپ کو خدا پایا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں واقعی خدا ہوں میرا اپنا کوئی ارادہ خیال اور عمل اپنی (انسانی) جہت سے نہ رہا۔

مرزا غلام احمد نے پھر اپنی اس خدائی پوزیشن میں قضاء وقدر کے کچھ فیصلے بھی کئے اسے بھی آپ اس سے سن لیں۔

’’وبینما انا فی ہذہ الحالۃ کنت اقول انا نرید نظاماً جدیداً وسماء جدیدۃ وارضاً جدیدۃ فخلقت السموات والارض اولاً بصورۃ اجمالی لا تفریق فیھا ولا ترتیب ثم فرقتھا و رتبتھا بوضع ہو مراد الحق وکنت اجد نفسی علی خلقھا کالقادرین ثم خلقت السماء الدنیا‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۵، خزائن ج۵ص ایضاً)

(ترجمہ) میں اسی حالت میں تھا میں نے کہا اب میں کائنات میں ایک نیا نظام چلاؤں اور نئے زمین وآسمان بناؤں میں نے پھر پہلے اجمالی طور پر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی پھر میں نے علیحدہ علیحدہ...... واضح اور ترتیب دی میں اپنے آپ کو ان تمام امور پر قادر پا رہا تھا پھر میں نے آسمان دنیا پیدا کیا۔

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ منصور حلّاج نے بھی تو ’’انا الحق‘‘ کہا تھا۔ ہم کہتے ہیں یہاں بات اولیاء کرام یا درویشوں کی نہیں ہو رہی۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مقام نبوت نہایت اونچے درجے کا چشمہ صافی ہے اور انبیاء کرام کبھی اپنے منہاج شریف سے نہیں گرتے اور ان کے اقوال کو کبھی ملنگوں کی اس قسم کی بڑکوں کے ساتھ نہیں تولا جا سکتا۔ مرزا

غلام احمد کی اس قسم کی باتوں کو اگر اس کے مرض مراق کا نتیجہ کہیں تو ہو سکتا ہے عام عقل اس کی کوئی صورت تجویز کر دے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی رو سے پیغمبر کبھی خدائی طاقتوں کے مدعی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں سے جب کوئی معجزہ سرزد ہوتا ہے تو وہ ایک ساتھ اذن الٰہی کہتے ہیں تاکہ کوئی نادان ان کی طرف کسی خدائی دعوے کی نسبت نہ کر سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیرائے میں اپنے معجزات دکھائے اور بار بار باذن اللہ کہا۔

''اَنِّیٓ اَخلُقُ لَکُم مِّنَ الطِّینِ کَھیئَۃِ الطَّیرِ فَانفُخُ فِیہِ فَیَکُونُ طَیرًا بِاِذنِ اللّٰہِ وَاُبرِئُ الاَکمَہَ وَالاَبرَصَ وَاُحیِ المَوتیٰ بِاِذنِ اللّٰہِ'' (آل عمران:۴۹)

(ترجمہ) میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے ایک پرندے کی شکل پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور میں اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور میں جلاتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۔

غلام احمد کے ان الہامات کے دعوے کو دیکھیں اور پھر حضرت عیسیٰ بن مریم کے اس بیان کو دیکھیں اب کیا کوئی کہہ سکے گا کہ مرزا غلام احمد کسی اعتبار سے بھی مثیل مسیح تھا؟

''فَاعتَبِرُوا یٰٓاُولِی الاَبصار''

ملنگوں کی بڑکوں پر نبوت کو قیاس کرنا داناؤں کا کام نہیں۔ نبوت کی سیرت ''انا الحق'' کہنے والوں سے کہیں مختلف ہے۔ غلام احمد کی اپنے گلے میں رسہ ڈالنے کی پیشکش کیا منصور حلاّج کے انجام کو پہنچنے کے لئے تھی؟ نبوت کو اس درجے میں لانا شاید ہی کوئی اس کی تائید کر سکے۔

سیرت نبوت کے بنیادی نقوش

حضور ﷺ کی کامل پیروی سے نبوت پانے کا ایک جھوٹا دعوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

مرزاغلام احمد نے اپنے شروع دعوی سے یہ بات چلا رکھی ہے کہ اسے نبوت حضور ﷺ کی کامل پیروی سے ملی ہے۔اس کے پیروؤں کو چاہئے کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں سیرت نبوت کے ان نقوش کو تلاش کریں۔انہیں اس میں نبوت کی کوئی جھلک تک دکھائی نہ دے گی۔

ہم یہاں سیرت نبوت کے پانچ بنیادی نقوش پیش کئے دیتے ہیں۔ (۱)بدن لباس اور زبان کی پاکیزگی۔ (۲)آپ کے پاکیزہ اخلاق اور بے حیائی سے نفرت۔ (۳)دنیا کے مال ودولت سے بے رغبتی۔ (۴)اپنے خاندان کو جماعتی قیادت کے لئے آگے نہ کرنا۔(۵)اور اپنی نبوت پر پورے یقین سے قائم رہنا کہ اپنی نبوت کے جھوٹا ہونے کا خیال تک زبان پر نہ آسکے۔

اب ہم نبوت کے یہ بنیادی نقوش ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

اسلام میں ظلی نبوت کا کوئی تصور نہیں۔تاریخ انبیاء میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی انسان کو کسی دوسرے نبی کی پیروی سے نبوت ملی ہو،اس مغالطے سے نکلنے کے لئے سیرت نبوت کے یہ چند بنیادی نقوش سامنے رکھیں اور پھر دیکھیں کہ جو شخص نبوت کے سائے میں ظلی نبوت پانے کا مغالطہ دیتا ہے۔کیا وہ کبھی ان صفات نبوت کا مظہر بنا؟ کیا اس میں ان پاکیزہ صفات کی کوئی جھلک تک کبھی پائی گئی؟ یہ وہ بات ہے جو آسانی سے ہر کسی پر کھل سکتی ہے۔وہ راز کبھی چھپے نہیں رہ سکتے جن سے محفلیں گونجتی ہوں۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا

نبوت کے عالی مقام حاملین ظاہری پاکیزگی،باطنی شرم وحیا،دنیا کے مال ومتاع سے طبعی بے پرواہی اور قومی اقتدار کو وراثت بنانے سے انکار کرنے کے بنیادی نقوش کا مظہر ہوتے ہیں،وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب کرنے کی وہ جاذب صدا ہوتے ہیں کہ ان کی عبدیت سراپا عبادت ہوتی ہے۔وہ کسی ایسے عقیدے پر کبھی نہیں ٹھہرے ہوتے کہ بعد میں

انہیں اس سے توبہ کرنی پڑے۔ مختلف شرائع میں اعمال کا اختلاف تو ہوتا رہا لیکن عقائد میں یہ سب ایک ہی آسمانی گنبد میں رہے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص ان عالی مقام حضرات کی ان امور میں برابری نہیں کرسکتا۔ انبیاء کی سیرت میں نظروفکر کی پاکیزگی کا وہ چلتا پھرتا نور نظر آتا ہے کہ دنیا ان کی آسمانی رہنمائی سے ایک انقلاب موجزن دیکھتی ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سورج چمکے اور اس کی روشنی نہ پھیلے۔

ہم سیرت کے ان پانچ بنیادی نقوش کو سیرت انبیاء کا ایک اجتماعی کارنامہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ہم انہیں ترتیب وار آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ ستارے کتنے ہی کیوں نہ ہوں ایک سورج کی برابری نہیں کرسکتے۔ اولیاء مقربین اور شہداء صالحین کتنے ہی کیوں نہ ہوں ایک نبی کی برابری نہیں کرسکتے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آسمانی آواز پورے جوش سے لگے اور دنیا کے عالمی حالات ویسے کے ویسے ہی رہیں اور اس پر ایک صدی بھی پوری گزر جائے اور ہو کچھ بھی نہ۔

لاکھ ستارے ہر فلک ظلمت شب جہاں جہاں   اک طلوع آفتاب...... کوہ و دمن سحر سحر

☆......ظاہری پاکیزگی کا نقش اوّل: بدن لباس اور زبان کی پاکیزگی

لباس کی پاکیزگی ہو یا زبان کی پاکیزگی، کردار کی پاکیزگی ہو یا فطری تقاضوں کا اعتدال...... نبوت کے عالی مقام حاملین اس ظاہری پاکیزگی میں سب بنی نوع انسان سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان سے کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوتی کہ قریب آنے والوں کو اس سے گھن آئے۔ آنحضرت ﷺ کو آغاز وحی میں لحاف سے لے کر پورے لباس تک اور زندگی کی ایک ایک ادا میں پاکیزگی قائم رکھنے کا حکم دیا گیا۔ آپ پر پہلا آسمانی نور اس طرح برسا۔

’’یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر‘‘ (المدثر:۱تا۶)

(ترجمہ) اے لحاف اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو (اپنے رب کی پکڑ سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی پکار اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور ہر گندگی سے (وہ زبان کی ہو یا دل کی، لباس کی ہو یا ماحول کی) دور رہ آپ کے مکارم اخلاق میں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی پر احسان کر کے اس سے زیادہ امید لگائیں۔

ابتداء میں ہی آپ کو ہر قسم کی گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ کے ہاں اس کی ابتداء یہ کی گئی کہ آپ کو اس دنیا میں کائنات کے نفیس ترین سلسلہ سے بھیجا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے ایک آیت کی ایک قرأت اس طرح روایت کرتے ہیں: ''لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفَسِکُمْ (بِفَتْحِ الْفَاءِ) وَقَالَ اَنَا نُفَسُکُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَیْسَ فِیْ آبَائِیْ مِن لَّدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ، کُلُّنَا نِکَاحٌ''

(رواہ ابن مردویہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ج۶ ص۱۸۰)

(ترجمہ) بے شک آئے تمہارے پاس ایک رسول نفیس ترین ...... آباء نسب کی طرف سے بھی۔ سسرالی رشتوں سے بھی اور اپنی وجاہت سے بھی۔ آپ کے پورے سلسلہ آباء میں کوئی زنا کار نہیں ہوا سب نکاح سے آگے بڑھتے آئے ہیں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا میرے والدین آدم سے لے کر اب تک نکاح سے چلتے آئے، ان میں کوئی باپ زنا کی گندگی میں آلودہ نہیں ہوا یہ بھی فرمایا: ''مَا بَغَتْ اِمْرَاَةُ نَبِیٍّ قَطُّ'' (درمنثور ج۳ ص۳۳۵، ہود:۴۵ و درمنثور ج۶ ص۲۴۵، تحریم:۱۰) کسی نبی کی بیوی کسی زنا میں آلودہ نہیں ہوئی۔

اخلاق کی پاکیزگی کا درس آپ کے مقاصد نبوت کا ایک جلی نقش ٹھہرا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ'' (مشکوٰۃ ص۵۱۴ باب فضائل سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام فصل ثانی)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا کہ میں تمام اخلاقی بزرگیوں کی اور اعمال کے جملہ محاسن کی تکمیل کروں۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

کبھی کوئی گندہ لفظ یا بے حیائی کا جملہ آپ کی زبان سے نہ سنا گیا۔ آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَا لَهُ تَرِبَ جَبِیْنُهُ''

(رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۵۱۹ باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ فصل اوّل)

(ترجمہ) اور نہ تھے رسول اللہ ﷺ فحش گو اور نہ کسی فرد پر لعنت کرنے والے اور

نہ کسی فرد یا چیز کو برا بھلا کہنے والے کسی کو غصہ کے وقت بس اس قسم کی بات کہتے ...... کیا ہوا اس کو اور کیا کرتا ہے وہ...... اور یہ کہ خاک آلود ہو اس کی پیشانی۔

آپ کی کامل اتباع کرنے والوں سے بھی آپ گالی کے گندے الفاظ اور بے حیائی کے کھلے کلمات کبھی نہ سنیں گے۔ فحش کا لفظ گندے الفاظ اور بے حیائی کے الفاظ دونوں پر آتا ہے۔ سو اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ سے ان دونوں کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں: ''اہل صلاح اور حیامند اس سے اعراض کرتے ہیں اور کنایہ اور ابہام پر اکتفاء کرتے ہیں بلکہ بول اور غائط کو بھی تعبیر قضائے حاجت وغیرہ کرتے ہیں۔'' (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج۴ ص۵۱۱ باب فی اخلاقہ وشمائلہ فصل اوّل)

نجاست اور گندگی کو کھلے الفاظ میں ذکر کرنا اور صفائی کرنے والوں کو بے حجاب الفاظ سے ذکر کرنا یہ کبھی پاکیزہ اخلاق لوگوں کی عادت نہیں ہوتی۔ انہیں پاخانہ کی گندی نالیوں کو صاف کرنے والے کہتے ہوئے ہر پاکیزہ طبع انسان گھن محسوس کرتا ہے۔ ہم نے انگلینڈ اور یورپ میں بھی کئی جگہ (Toilet) کے بجائے (Incoveneance) کا بورڈ دیکھا۔ سو یہ قوم بھی جو اس فضا کی پروردہ ہے، ایسے مواقع میں کھلے الفاظ سے کچھ حیاء اور شرم محسوس کرتی ہے۔ اس سے آپ غلام احمد کی اخلاقی حالت کا پتہ چلائیں جو ان موقعوں پر گندے سے گندے الفاظ لانے میں بھی کچھ حیا محسوس نہیں کرتا اور پھر اسے دعویٰ نبوت کرتے بھی کچھ حیاء محسوس نہیں ہوتی اور وہ کہتا ہے کہ مجھے آپ ﷺ کی کامل اتباع سے یہ مرتبہ ملا ہے۔ (استغفر اللہ)

ہم یہاں حضور اکرم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق کا تذکرہ کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کو لحاف سے لے کر زندگی کے پورے لباس تک پاکیزگی بخشی تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی پیروی میں اگر یہ پاکیزگی اور حیاء کسی کا نصیب نہیں تو اس سے کسی کا نبوت لئے سامنے آنا کس طرح ممکن ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اہل بیت رسالت میں بھی یہ پاکیزگی برابر قائم رکھی گئی: ''اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکم تَطھِیرًا'' (احزاب:۳۳)

حضور ﷺ کو اپنے کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا گیا۔ ابتداء وحی میں ہی اس کی

پابندی کردی گئی۔ پھر ایک مدت کے بعد پوری نوع انسانی میں لباس کی یہ وسعت بتلائی گئی کہ تمہاری بیویاں بھی تمہارا ایک لباس ہیں: ’’ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُن‘‘ (البقرہ:۱۸۷)

(ترجمہ) تمہاری بیویاں بھی تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

معلوم ہوا کہ اس پاک پیغمبر کی بیویاں ازواج مطہرات امہات المومنینؓ بھی حضورﷺ کا لباس رہیں اور ان میں سے کسی کی پاکیزگی کو اس شرف سے دور نہیں رکھا گیا۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی کبھی کسی بے حیائی میں ملوث نہیں پائی گئی۔

ایک موقعہ آیا کہ آنحضرتﷺ نے اپنی اولاد کو بھی ایک چادر اوڑھائی اور انہیں بھی اپنے اہل بیتؓ میں داخل فرمایا اور ان پر بھی آیت تطہیر پڑھی۔ یہ آیت ازواج مطہرات کے لئے اتری تھی۔ حضورﷺ نے اس کے بعد اپنی اولاد کو بھی اس فضیلت میں شامل فرمایا اور ان پر بھی یہ آیت پڑھی: ’’اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَیُطَھِّرَکم تَطھِیراً‘‘ (احزاب:۳۳)

☆...... پیغمبر کا خواب بھی ہر بے حیائی سے پاک ہوتا ہے

خواب میں عام انسان کبھی اپنے غلط خیالات میں کھو جاتا ہے اور اسے احتلام ہو جاتا ہے۔ احتلام کا لفظ حلم سے نکلا ہے۔ حلم عربی میں خواب کو کہتے ہیں۔ پیغمبر اپنی نظر وفکر میں اتنے پاکیزہ ہوتے ہیں کہ مجال ہے کہ شیطان خواب میں بھی ان تک رسائی پائے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں: ’’مَا احْتَلَمَ نَبِیٌّ قَطُّ اِنَّمَا الِاحْتِلَامُ مِنَ الشَّیْطَانِ‘‘ (الطبرانی کبیر ج۱۱ ص۱۸۰ حدیث نمبر ۱۱۵۶۴، طبرانی اوسط ج۶ ص۷۷ حدیث ۸۰۶۲)

(ترجمہ) کبھی کسی نبی کو احتلام نہیں ہوا اور سوائے اس کے نہیں کہ احتلام میں شیطان اثر انداز ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد کے خادم میاں حامد علی کا بیان دیکھئے: ’’ایک سفر میں حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) کو احتلام ہوا۔ جب میں نے یہ روایت سنی تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔‘‘

(سیرت المہدی ج۳ ص۲۴۲ قدیم، سیرت المہدی حصہ سوم ج اوّل ص۷۵۷ روایت نمبر ۸۴۳ طبع جدید)

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ مرزا غلام احمد کو احتلام کیوں ہوا۔ ہم یہاں صرف یہ گزارش کئے دیتے ہیں کہ یہاں مرزا قادیانی کے ایک دوسرے خواب پر بھی غور فرمائیں اور ان کے فرشتوں کی گندی زبان کو ملاحظہ کریں۔ مرزا غلام احمد کا یہ خواب ۱۸۷۴ء کا ہے۔ اسے کسی دوسری وحی سے منسوخ نہیں کیا گیا۔

غلام احمد لکھتا ہے: ''مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ایک بڑی لمبی نالی ہے جو کئی کوس تک چلی جاتی ہے اور اس نالی پر ہزارہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں...... نالی شرقاً غرباً واقع ہے اور بھیڑوں کے سر نالی پر جنوب کی طرف سے رکھے گئے ہیں اور ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے اور ان تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے۔ گویا خداتعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں...... تب میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی: ''**قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم**'' (ترجمہ) یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے۔ اگر تم اس کی پرستش نہ کرو اور اس کے حکموں کو نہ سنو...... اور میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت ہوگئی (گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے) تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے، فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھریاں پھیر دیں اور چھریوں کے لگنے سے بھیڑوں نے ایک دردناک طور پر تڑپنا شروع کیا۔ تب ان فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔''

(تذکرہ ص ۱۵ طبع چہارم ص ۲۶۴، ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ ص ۴۵، خزائن ج ۱۵ ص ۲۶۳، ۲۶۴)

قادیانی اس جملے کو بھی اپنے روحانی خزائن میں جگہ دیتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کیا یہ گندی زبان فرشتوں کی یا نبیوں کی ہوسکتی ہے؟ اور یہ قصہ جو مرزا قادیانی نے لکھا ہے کیا اسے خدا کی بات سمجھا جاسکتا ہے؟ مرزا قادیانی خود یہاں خدا کا روپ بنے کھڑے ہیں۔ کچھ سوچئے! خدا کیا کسی کو گوہ کھانے کی بات کہہ سکتا ہے۔ خدائے قدوس سے اس زبان کی امید رکھنا کیا کسی خدا آشنا انسان کا فعل ہوسکتا ہے؟ دیکھئے اور دیدہ عبرت سے دیکھئے یہ فرشتے بھی کیسے غلط کار تھے جنہوں نے خدا (مرزا قادیانی) کے کہنے پر لاکھوں بھیڑیں یونہی تڑپا دیں اور ان کا نکلا خون مرزا قادیانی کی آنکھوں میں اترتا رہا۔

فرشتے اس انتہائی گندے لفظ کی بجائے کیا اسے نجاست نہ کہہ سکتے تھے؟ یا مرزا قادیانی کو اس لفظ سے ہی مزا آتا تھا؟

☆......قادیانیوں کا ایک جواب

قادیانی کہتے ہیں کہ یہ گوہ کھانے کے الفاظ مرزا قادیانی کے نہیں فرشتوں کے تھے۔ مرزا قادیانی اس کی بجائے نجاست کھانے کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ دیکھئے وہ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعوی کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۷۷، خزائن ج۲۲ ص۵۱۳)

آپ ایک دوسری جگہ بھی لکھتے ہیں: ''بھنگی...... پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے۔''

(تریاق القلوب ص۶۷، خزائن ج۱۵ ص۲۷۹،۲۸۰)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ گوہ کھانے کی بجائے نجاست کھانے کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں اس سے آگے بھی پڑھو۔ مرزا قادیانی کیا پھر گوہ اٹھانے پر نہیں آگئے؟ ''پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے......اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔''

(تریاق القلوب ص۶۷، خزائن ج۱۵ ص۲۸۰)

دیکھئے! مرزا قادیانی پاخانے کو گوہ کہنے میں کیا ذوق فصاحت پارہے ہیں۔

مرزا قادیانی کی گندی زبان کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے۔ ان کے منہ سے کس طرح کے الفاظ نکلتے تھے، وہ ان کی درج ذیل عبارت میں ملاحظہ کیجئے: ''اور ممکن ہے کہ مثلاً بھنگی یعنی چوہڑے یا چمار جو ہمارے ملک میں سب قوموں سے رذیل تر خیال کئے جاتے ہیں کسی زمانہ میں شریف ہوں اور اپنے بندوں کے انقلابات کو خدا ہی جانتا ہے۔''

(تریاق القلوب ص۶۶، خزائن ج۱۵ ص۲۷۸)

مرزا قادیانی نے اللہ کے بندے یہاں کن کو کہا ہے؟ چوہڑوں کو پھر بھنگی کے بعد یہ چوہڑہ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا بھنگی کا لفظ ازخود واضح نہ تھا؟ مگر مرزا قادیانی کا چسکا ملاحظہ فرمایئے کہ اگلے صفحہ پر پھر انہیں لفظ چوہڑہ استعمال کرنے کی خواہش ہوئی اور پھر انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ ایک دفعہ پھر چوہڑے کو بھنگی کہہ کر اپنا شوق پورا کریں۔

آپ لکھتے ہیں: ''مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے...... اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔'' (تریاق القلوب ص۶۷، خزائن ج۱۵ ص۲۸۰)

اس عبارت میں مرزا قادیانی پھر لفظ گوہ پر آ گئے ہیں۔ معلوم نہیں انہیں اس لفظ کا بار بار استعمال کیوں اتنا پسند تھا۔ ''از کوزہ ہماں ترود کہ دراوست'' یہ محاورہ آپ سے چھپا ہوا نہ تھا۔ کس کا معنی یہ ہے کہ کوزہ میں جو ہے وہی نکلے گا۔

مرزا قادیانی کی اس زبان کی ایک اور مثال بھی سامنے رکھئے۔ بازاری عورتوں کو بازاری کہنا بھی کیا ان کی پستی اور اخلاقی گراوٹ کے لئے کافی نہ تھا؟ مگر مرزا قادیانی انہیں عام لوگوں کی طرح کنجریاں کہنے میں زیادہ تسکین محسوس کرتے تھے۔ پھر آپ ان کی اس ناپاکی کو بار بار کئی پیرایوں میں دہراتے ہیں۔ آپ اسے بھی ملاحظہ کریں: ''بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بدتر اور بددین اور ملحد جو اباحیتوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں...... اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ ص۱۶۸ حاشیہ)

ہم یہاں اس سے بحث نہیں کرتے کہ مرزا قادیانی نے اسے اپنا ذاتی تجربہ کیسے کہہ دیا ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرزا قادیانی اپنی اس تحریر میں گندے سے گندے الفاظ کو بار بار استعمال کرنے میں ایک عجیب حظِ نفس محسوس کرتے تھے۔ اس مختصر پیرائے میں آپ نے لفظ کنجر دو دفعہ پلید کا لفظ دو دفعہ اور ناپاک کا لفظ بھی دو دفعہ استعمال کیا ہے۔ شریف لوگ ان گندے الفاظ کو بار بار زبان پر لانے میں کوئی شرافت محسوس نہیں کرتے اور نہ کبھی یہ شریف لوگوں کا پیرایہ گفتگو ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی زبان کی ایک اور گندگی ملاحظہ ہو: ''اولیاء اللہ اور رسول اور نبی جن پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں

ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے ...... ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم سے ہوں ...... صرف ان کی تقویٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے یا مثلاً کوئی ان میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو۔'' (تریاق القلوب ص۱۶۵،۱۶۶، خزائن ج۱۵ ص۲۷۶،۲۷۷)

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کے قلم سے یہ بار بار چوہڑے کا لفظ صادر ہوتا دیکھیں۔ پھر وہ چوہڑہ کے آگے یعنی کہہ کر اس پر لفظ بھنگی کا اضافہ کرتے ہیں۔ پھر بھی باز نہیں آتے اور پھر اس پر لفظ کنجر بڑے سلیقہ سے لاتے ہیں۔ یہ ان کا عجیب ذوق طبع تھا جس کو ان کے پیرو اب تک پہچان نہیں سکے۔

حقیقت الوحی کی اس عبارت پر بھی غور کریں: ''میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کام تھا انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں اس سے بھی عجب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہوگئیں۔'' (حقیقت الوحی ص۳، خزائن ج۲۲ ص۵)

یہاں بھی مرزا قادیانی نے ضرورت محسوس کی کہ چوہڑی کی تشریح بھنگن سے کی جائے اور پھر آگے کنجروں کی طرف رجوع کیا اور ان کی خوابوں کا سچ نکلنا بیان کیا۔ معلوم نہیں کنجر کا لفظ بار بار مرزا قادیانی کی زبان پر کیوں آتا تھا۔ پڑھنے والے اس سے بھی بہت گھن محسوس کرتے ہیں مگر لکھنے والا انہی لفظوں میں لذت پاتا رہا۔ مرزا قادیانی اس کے آگے لکھتے ہیں کہ اسلام میں چودہ قومیں نیچی قومیں سمجھی جاتی ہے اور آپ نے آگے ان کی فہرست مرتب کی ہے۔ آپ غور کریں یہ فہرست مرتب کرنے میں آپ نے کتنی محنت کی ہوگی اور آپ کس ناپسندیدہ پیرائے میں اپنے رب کو خوش کرتے ہوں گے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام، موچی، تیلی، ڈوم، میراثی، سقے، قصائی، جولاہے، کنجری، تنبولی، دھوبی، مچھوے، بھڑ بھونجے، نانبائی وغیرہ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولادت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔'' (تریاق القلوب ص۶۶، خزائن ج۱۵ ص۲۷۷)

مرزا قادیانی جب پہلے لکھ آئے تھے ذات کا کنجر۔ پھر یہاں آخر میں یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ یا اس کی ولادت میں شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ سوائے اس کے کہ اپنا ذوق درونی پورا کر رہے ہوں اور کوئی وجہ اس کی نہیں بتائی جاسکتی۔

پھر یہ بھی زبردست جھوٹ ہے کہ اسلام میں یہ چودہ قومیں نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ انسانی خدمت کے کسی پیشے کو نیچ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں۔ قرآن وسنت میں کہیں ان کو نیچی قومیں نہیں کہا گیا۔ یہ سب بنی نوع انسان کے خدمت گزار ہیں۔ ان کو نیچا سمجھنا خود اس کا اپنا نچلا پن اور اس کی اپنی گراوٹ ہے۔

کنجر کا لفظ مرزا قادیانی کو سب سے زیادہ پسند تھا مگر آپ اس پر اکتفاء نہیں کرتے۔ آگے ولد الزنا لکھ کر اپنا شوق پورا کرتے ہیں اور اس کی بار بار مشق کرتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔'' (شحنۂ حق ص۴۶، خزائن ج۲ ص۳۸۶)

صرف آریوں کو ولد الزنا لکھنے پر بھی مرزا قادیانی نے اکتفاء نہیں کی تمام مسلمانوں کو جو مرزا قادیانی کی کتابوں کو قبول نہیں کرتے۔ مرزا قادیانی کنجریوں کی اولاد لکھتے ہیں اور انہیں (سب مسلمانوں کو) ذریۃ البغایا لکھنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔

''تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المحبة والمودة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) یہ میری کتابیں ہیں جنہیں ہر مسلمان محبت اور وابستگی سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اندوز ہوتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے۔

مرزا قادیانی کی یہ زبان بھی ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ کیا یہی اسلام کی روشنی ہے؟

''اب جو شخص...... ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں...... حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔'' (انوار الاسلام ص۳۱، خزائن ج۹ ص۳۱،۳۲)

ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ الن برا کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’میں نے سنا ہے کہ لارڈ الن برا صاحب بہادر کی بیوی جو پہلے زمانہ میں ہندوستان کے گورنر جنرل تھے ایک بزرگ خاندان میں سے تھی جو قدیم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ پھر اس پر دوسری بزرگی اس لیڈی صاحبہ کو یہ حاصل ہوئی کہ جو لاٹ صاحب کی جورو بنی اب اس کے ذاتی کمالات کا بھی حال سنئے کہتے ہیں کہ یہ عورت اب تک زندہ ہے اور اگرچہ جائز طور پر نو خصم بھی کر چکی ہے مگر آشناؤں کی کچھ گنتی نہیں اور اکثر آشناؤں کے ساتھ بھاگتی بھی رہی ہے پھر آخر عبدل نامی مسلمان قوم شتربان سے نکاح کیا اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہریں۔‘‘ (شحنۂ حق ص۵۰، خزائن ج۲ ص۳۹۲)

آخری جملے پر غور کریں (اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہری) اس میں مرزا قادیانی کی بے حیائی کا کھلا منظر ہے گدھوں کا بزرگی کا دم مارنا کب ہوتا ہے جب وہ اپنے کو بڑا ہو کر دکھائیں کیا کوئی شریف انسان اپنے قارئین کو اس کا تصور باندھنے کی تعلیم دے سکتا ہے جو مرزا قادیانی نے دی ہے۔ آپ اس عبارت سے پہلے یہ لکھ آئے ہیں: ’’صرف انہیں کے لحاظ سے بزرگی کا دم مارنا گدھوں کا کام ہے نہ انسانوں کا۔‘‘ (شحنۂ حق ص۵۰، خزائن ج۲ ص۳۹۲)

چوہڑے چمار کا لفظ مرزا غلام احمد کی کتابوں میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہر شریف آدمی گھن محسوس کرتا ہے کہ کیا میں چوہڑوں چماروں کو پڑھنے کے لئے رہ گیا ہوں؟

☆…… ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ میں مرزا قادیانی کی زبان

ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ پر مرزا غلام احمد نے ایک پوری کہانی جوڑی ہے۔ اس میں آپ کو اس کی بے حیائی پورے عروج پر ملے گی۔ پھر مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے یہ کہانی خود نہیں گھڑی صرف نام بدلے ہیں، تا کہ کسی خاندان کی رسوائی نہ ہو۔ ہم مرزا قادیانی کی بیان کردہ یہ کہانی قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ کیا کوئی انسانی سوسائٹی کسی آبادی یا کسی قصبہ میں اس درجہ گر سکتی ہے۔ پھر اس کہانی میں نیوگ کا حق صرف برہمنوں کا مانا گیا ہے اور پھر اس کہانی میں نیوگ میں پرنام سنگھ، کھڑک سنگھ، جسمیل سنگھ، لہنا سنگھ، بوہڑ سنگھ، جیون سنگھ اور دیال سنگھ کے نام زیب داستان کے طور پر کیوں داخل کئے گئے ہیں؟ یہ سکھوں کے نام ہیں یا ہندوؤں کے؟ یہ آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا مرزا قادیانی نے واقعی صرف نام بدلے ہیں یا ان کے مذہب بھی

بدلے ہیں۔ سو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ساری داستان بے حیائی مرزا قادیانی کی اپنی ہی کہانی ہے کہ کوئی بے حیاء سے بے حیاء شخص بھی بے حیائی میں اتنا وقت نہیں لگاتا۔

پہلے ہم مرزا قادیانی کی گندی زبان سے ہی کچھ کم نالاں نہ تھے۔ یہ ان کے گندے جذبات کی تیار کردہ کہانی اور بھی افسوسناک ہے۔ گندے الفاظ گندی زبان کی پیداوار ہوتے ہیں اور گندے خیالات گندے جذبات سے عیاں ہوتے ہیں۔ شرافت زبان کی گندگی سے بچاتی ہے اور حیاء گندگی سے روکتی ہے۔ اسلام میں حیاء کو ایمان کی علامت بتلایا گیا ہے۔ **الحَیَاءُ مِنَ الایمَانِ۔**

مرزا غلام احمد کی یہ نیوگ کی کہانی آپ اس کی کتاب (آریہ دھرم ص ۲۸، خزائن ج ۱۰ ص ۳۳) میں ملاحظہ فرمائیں: ’’لالہ دیوث بولے کہ اگر حمل خطاء گیا تو میں کھڑک سنگھ کو جو اسی محلّہ میں رہتا ہے نیوگ کے لئے بلالاؤں گا۔ عورت نہایت غصہ سے بولی کہ اگر کھڑک سنگھ بھی کچھ نہ کرسکا تو پھر کیا کرے گا؟ لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ نرائن سنگھ بھی ان دونوں سے کم نہیں، اس کو بلالاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو جیمل سنگھ، لہنا سنگھ، بوڑ سنگھ، جیون سنگھ، صوبا سنگھ، خزان سنگھ، ارجن سنگھ، رام سنگھ، کشن سنگھ، دیال سنگھ، سب اس محلّہ میں رہتے ہیں اور زور اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ میرے کہنے پر سب حاضر ہوسکتے ہیں۔ عورت بولی کہ میں اس سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بازار میں ہی بٹھا دے۔ تب دس بیس کیا ہزاروں لاکھوں آسکتے ہیں۔ منہ کالا جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔‘‘

قارئین! اس حوالہ میں مرزا قادیانی کے رشحات قلم سے اس کی نبوت کا روحانی ترشح ملاحظہ فرمائیں ؎

کاشکے ترا مادر نہ زادے

☆......سیرت انبیاء کا نقش دوم: پاکیزہ اخلاق اور شرم وحیا کے پیکر

حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے کے ایام زندگی کس طرح آپ کی شان نبوت کی دلیل بنے، وہ آپ کے پاکیزہ اخلاق اور آپ کی ہر گندگی سے نفرت اور دوری تھی۔ اس کو سامنے لانے کے لئے آپ نے اہل مکہ سے کھلے طور پر خطاب کیا: ’’**فَقَد لَبِثتُ فِیکُم عُمُرا مِّن قَبلِہٖ اَفَلَا تَعقِلُونَ**‘‘ (یونس:۱۶)

(ترجمہ) بے شک میں تم میں کتنی مدت پہلے رہ چکا ہوں کیا تم سمجھتے نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’الحیاء من الایمان، والایمان فی الجنۃ، والبذاء من الجفاء، والجفاء فی النار‘‘

(جامع ترمذی ج۲ ص۲۲ باب ماجاء فی الحیاء وقال ہذا حسن صحیح)

(ترجمہ) ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کا ٹھکانہ جنت ہے اور فحش گوئی باطل امور میں ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی شان حیاء کا اس نفیس پیرائے میں ذکر کرتے ہیں: ’’کان رسول اللہ اشد حیاءً من العذراء فی خدرھا وکان اذا کرہ شیئًا عرفناہ فی وجھہ‘‘ (صحیح مسلم ج۲ ص۲۵۵ باب شدۃ حیائہ ﷺ)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ کنواری عورت جب وہ پردے میں ہو، اس سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ آپ ﷺ اگر کسی بات کو ناپسند کرتے تو ہم اسے آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کس طرح فحش الفاظ اور فحش خیالات سے دور رہتے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضور ﷺ کی ایک حدیث بھی پیش کی ہے: ’’لم یکن فاحشًا ولا متفحشًا وقال قال رسول اللہ ﷺ ان من خیارکم احاسنکم اخلاقًا‘‘ (رواہ مسلم ایضاً)

(ترجمہ) اور حضور اکرم ﷺ کبھی کوئی بے حیائی کی بات نہ کرتے اور نہ کوئی بیہودگی کی بات کرتے۔ (آپ نے یہ بھی فرمایا) تم میں اچھے لوگ وہی ہیں جو تم میں اخلاق میں اچھے ہوں) ان کے اخلاق سے حسن نظر آئے۔

پیغمبرانہ شان حیاء کو ایک بے مثل عزت ملی ہے۔ حیا پیغمبرانہ نسبت سے بھی آپ کو پوری پھیلی ملے گی۔ حضرت شعیب کی بیٹی جب موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد کا پیغام دینے آئی تو وہ کس شان حیاء سے چلی آئی، اسے قرآن کریم میں دیکھئے: ’’فجاءتہ احداھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا‘‘ (القصص:۲۵)

(ترجمہ) پھر آئی حضرت موسیٰ کے پاس دونوں میں سے ایک پوری شرم سے چلتے ہوئے اس نے کہا میرا باپ آپ کو بلا رہا ہے تا کہ تجھے تمہاری نیکی کا بدلہ دے جو تم نے پانی پلایا ہمارے جانوروں کو۔

وہ صفت حیاء تھی جس سے یہ پیغمبر زادی بات کر رہی تھی اس شان شرافت کی عورتیں دوسرے مردوں سے عام طور پر چہرہ چھپا کر بات کرتی ہیں۔ ان کی شریعت میں پردے کا حکم نہ تھا لیکن عورتوں میں حیاء کی یہ فطری صدا ہمیشہ سے کارفرما رہی ہے۔ حیاء نوع انسانی کی شروع سے ایک فطری شان رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام سے جب جنت کا لباس اترا تو یہ دونوں بےساختہ جنت کے پتوں کی طرف بڑھے کہ ان سے اپنے ستر کو ڈھانپ لیں۔ حالانکہ اس وقت ان پر ستر چھپانے کا کوئی حکم نہ اترا تھا۔ یہ شرف انسانی کا ایک پہلا فطری تقاضا تھا جو انہوں نے یکا یک بےساختہ محسوس کیا۔

’’فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ‘‘ (الاعراف:۲۲)

(ترجمہ) پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان دونوں کی شرمگاہیں اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے۔

اس آیت پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ لکھتے ہیں: ’’یعنی برہنہ ہوکر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیاء مانع ہے کہ ننگا رہے۔‘‘ (فوائد القرآن ص۲۰۳ طبع تاج کمپنی)

یہ انسان کا شرف انسانی ہے جو حضور خاتم النّبیین ﷺ پر اپنے کمال عظمت کو پہنچا اب جو شخص حضور ﷺ کی پیروی میں سراپا اخلاص ہو اور آپ کی محبت میں اپنے آپ سے فنا ہو چکا ہو، اس میں حیاء اس طرح نمایاں ہوگی جس طرح یہ امام المتقین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں روشن تھی۔ بےحیاء کسی دور کی تاویل سے بھی حضور ﷺ سے کوئی ظلی شرف نہ پاسکے گا۔ ہندوؤں کے عمل نیوگ نے جس طرح اس شرف انسانی کو مجروح کیا ہے، شاید ہی اقوام عالم میں کوئی گروہ اس طرح بےحیاء ہوکر پھرا ہو پھر نیوگ کی اس فرضی کہانی کو جس طرح مرزا غلام احمد نے جنسی لذت فراہم کی اس سے بڑھ کر اخلاقی قدروں سے کھیلنا شاید ہی کسی گروہ یا فرد کا کبھی نصیب ہوا ہو۔

حضور ﷺ کا ہاتھ بھی کبھی کسی غیر محرم سے لذت پذیر نہیں ہوا۔ امیمہ بنت الرقیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں انصار کی کچھ عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ’’نُبَايِعکَ عَلٰى اَنْ لَا نُشْرِکَ بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَاْتِيَ بِبُهْتَانٍ نَفْتَرِيه بَيْنَ

ایُدِینَا وَارُجُلِنَا، وَلَا نَعُصِیکَ فِی مَعُرُوف قَالَ فِیمَا اسُتَطَعُتُنَّ، وَاطَقُتُنَّ قَالَتُ قُلُنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَرُحَمُ بِنَا، هَلُمَّ نُبَایِعُکَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ اِنِّی لَا اصَافِحُ النِّسَاءَ، انمَا قَوُلِی لِمِائَة امُرَاةٍ کَقَوُلِی لِامُرَاةٍ وَاحِدَةٍ، اَوُ مِثُلُ قَوُلِی لِامُرَاَةٍ وَاحِدَة'' (رواہ النسائی ج۲ص۱۸۳باب بیعۃ النساء)

(ترجمہ) حضرت امیمہ ؓ کہتی ہیں میں انصار کی کچھ عورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس آئی ہم آپ کی بیعت کرنے کے لئے آئی تھیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے عہد کرتی ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ امیمہ ؓ کہتی ہے ہم نے اللہ اوراس کے رسول کو قبول کیا ہم پر مہربانی کیجئے کیا ہم آپ سے ہاتھ نہ ملائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا میری بات سو عورتوں میں بھی اسی طرح ہے جیسی ایک عورت سے ہو۔

حضور ﷺ کی پوری زندگی میں آپ کا ہاتھ کسی نا محرم سے مس نہیں ہوا۔ یہ آپ ﷺ کے جذبات کی پاکیزگی تھی۔ ہاتھ ملانا تو ایک طرف رہا کسی مرد اور غیر محرم عورت کو آپ نے ایک جگہ خلوت میں بیٹھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ ایک دوسرے کے ہاں آزادانہ آنا جانا بھی اسلام میں نا جائز رکھا گیا۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''اَلَا لَا یَبِیتَنَّ رَجُلٌ عِنُدَ امُرَاةٍ ثَیِّبٍ، اَلَّا اَنُ یَکُونَ نَاکِحًا اَوُ ذَا مَحُرَمٍ'' (صحیح مسلم ج۲ص۲۱۵باب تحریم الخلوۃ باالاجنبیۃ)

(ترجمہ) خبردار کوئی شخص کسی بیوہ عورت کے ہاں رات بسر نہ کرے مگر یہ کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہو یا یہ کہ وہ اس کا محرم ہو۔

امام محی الدین النووی ؒ اس پر لکھتے ہیں: ''فِی هٰذَا الُحَدِیثِ وَالُاحَادِیثِ بَعُدَهُ تَحُرِیمُ الُخَلُوَة بِالُاَجُنَبِیَّةِ وَاِبَاحَةُ الُخَلُوَةِ بِمَحَارِمِا وَهَذَ انِ الُاَمُرَانِ مُجُمَعٌ عَلَیُهِمَا'' (نووی ج۲ص۲۱۵،ایضاً)

(ترجمہ) اس حدیث میں اور جو احادیث اس کے بعد آ رہی ہیں ان میں عورت کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا حرام کہا گیا ہے اور محرموں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا ہمیشہ سے مباح ہے۔ ان دونوں باتوں پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

قادیانی، مرزا قادیانی کی اس قسم کی خلوتوں پرغور کیوں نہیں کرتے؟

مرزا قادیانی کی خلوتیں بھی ملاحظہ کیجئے

مرزاغلام احمد کو سردی کی راتوں میں سوتے وقت ٹانگیں دبوانے کا بہت شوق تھا۔ اس کے لئے ایک بیوہ عورت جسے قادیانی لوگ حضرت امۃ اللہ بھانو کہتے ہیں، خلوت میں ان کی ٹانگیں دباتی تھی۔ ایک رات اسے مرزا قادیانی کی ٹانگ اور چارپائی کے بازو میں اشتباہ ہوگیا۔ یہ پوری روایت آپ کو مرزابشیراحمد کی ایک روایت میں جو وہ بواسطہ ڈاکٹر محمداسماعیل روایت کرتے ہیں، ملے گی۔ پوری روایت پیش کرنے میں ہمیں شرم آرہی ہے، اسے مرزا بشیراحمد کی روایت سے لیجئے: ’’حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسمات بھانو تھی۔ وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی اس لئے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں، وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔‘‘

(سیرت المہدی ج۳ص۲۱۰ قدیم، سیرت المہدی حصہ سوم ج اوّل ص۷۲۲ روایت نمبر۷۸۰ طبع جدید)

مرزا قادیانی عام کہتے رہے کہ پیغمبروں کا کلام استعارہ سے آراستہ ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی ان محسنات میں ایک زینب بھی تھی۔ یہ ڈاکٹر عبدالستار شاہ کی جواں سال بیٹی تھی۔ اس کی روایت بھی سن لیجئے۔ وہ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ وہ کہتی ہے: ’’بسااوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی...... دودفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔‘‘

(سیرت المہدی ص۲۷۳ قدیم، سیرت المہدی حصہ سوم ج اوّل ص۷۸۹ روایت نمبر۹۱۰ طبع جدید)

اس روایت میں یہ چند امور ملحوظ رہیں۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مرزا قادیانی کی ان راتوں اور خلوتوں کا چرچا عام ہوگیا تھا۔ قادیانیوں کی طرف سے ۱۹۰۷ء میں ان کا جو جواب دیا گیا، ہم اسے بھی ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ زینب نے پنکھا ہلانے کے ساتھ اور جس خدمت کا ذکر کیا ہے، اس کی وضاحت نہیں کی کہ وہ ٹانگیں کس طرح دباتی تھی۔ نہ اس نے اس بات کو کھولا ہے کہ اسے خوشی اور سرور کس وقت پیدا ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہا کہ: ’’ساری

رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔‘‘ تاہم اس سے اتنی بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی تہجد نہ پڑھتے تھے اور غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں گزر اوقات کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ کبھی اس پر پوری پوری رات گزر جاتی تھی۔

لیکن ان عورتوں میں مرزا قادیانی کے ایک مرید غلام محمد قادیانی کی پندرہ سالہ بیٹی عائشہ کی خدمات مرزا غلام احمد کو بہت پسند تھیں۔ آپ نے اس کے والد کو یہ مشورہ دے رکھا تھا کہ اس کی شادی قادیان میں ہی ہو۔ کسی دوسرے شہر میں نہ کرنا۔ تاکہ میری خدمت کا سلسلہ قائم رہے۔ اس نوجوان عورت کے خاوند کا بیان سنئے: ’’میری بیوی پندرہ سال کی عمر میں دارالامان میں حضرت مسیح موعود کے پاس آئیں...... حضور کو مرحومہ کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔‘‘ (الفضل قادیان ۲۰ ج ۱۵ نمبر ۷۴ ص ۶، ۷، کالم نمبر ۲، ۳، مؤرخہ ۲۰ر مارچ ۱۹۲۸ء)

یہ دارالامان کس کو کہا گیا ہے؟ قادیان کو اسے دارالامان کہنے کی قلعی اس وقت کھلی جب یہ بلدہ مرزا بشیرالدین محمود ۱۹۴۷ء میں چھوڑ کر اپنے پیروؤں کو ساتھ لے کر قادیان سے لاہور کی طرف چلے۔

☆...... قادیانیوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی ان خلوتوں کی حمایت

ہم مرزا قادیانی کی ان خلوتوں میں دخل نہیں دیتے لیکن ہم قادیانیوں کو یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایسے حالات میں اسلام میں شریعت محمدی کا مؤقف آپ پہلے جان چکے ہیں۔ اب آپ کو یہ حق نہیں ملتا کہ مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ حضور ﷺ کی پیروی میں اس قدر کھو گئے تھے کہ اس سے ان کو مقام نبوت مل گیا تھا۔ اگر کوئی شخص غیر محرم عورتوں کی ان خدمات اور ان سے اپنی تسکین میں اس درجہ دور چلا جائے تو اس سے وہ اپنے مالی امور میں کبھی نقطہ اعتدال پر نہیں رہ سکتا۔ محمدی بیگم کو اپنے نکاح میں لانے کے لئے مرزا غلام احمد نے اس کے والد کو جن عطیات کی پیشکش کی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اسے آپ مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ میں مزید دیکھ لیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۳، خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے والد کو یقین دہانی کرائی کہ: ’’میں تیری بیٹی محمدی بیگم کو اپنی کل زمین کا اور اپنی ہر مملوکہ چیز کا تیسرا حصہ بطریق عطاء دوں گا۔ یہ جو خط لکھا ہے اپنے رب کے حکم سے لکھا ہے۔‘‘

''سوال: حضرت اقدس غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے تھے؟
جواب: وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت وبرکات ہے۔'' (الحکم قادیان ج۱۱ نمبر۱۳، مؤرخہ ۱۷ر اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ جواب مرزا غلام احمد کی زندگی میں چھپا اور اس نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا۔ اگر اسلام کا یہ مؤقف کہ پیغمبر اپنی قوم کے لئے اسوہ ہوتے ہیں، صحیح ہے۔ پھر تو مرزا غلام احمد کے ان حالات کو نمونہ اور اسوہ مان کر تمام معروف قادیانی اپنی بہنوں بیٹیوں کو اپنے لندن کے سالانہ جلسے میں لے جا کر مرزا طاہر کی ٹانگیں دبانے کی تلقین ضرور کرتے ہوں گے۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ ان کا ایک اپنے گھر کا معاملہ ہے لیکن ہم انہیں یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پھر لوگوں میں یہ غلط بات کہنی چھوڑ دیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اس پیغمبر کی سچی اطاعت سے یہ ظلی نبوت ملی تھی۔ حضور ﷺ تو برسر عام کہتے تھے: ''لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ'' میں غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ (رواہ النسائی ج۲ ص۱۸۳ کمامرّ) غلام احمد یہاں آپ ﷺ کی اطاعت میں کیوں گم نہیں ہوا۔

پھر قادیانیوں کا یہ جواب اگر واقعی صحیح تھا تو یہ اس عورت نے کیوں نہ جواب دیا کہ مرزا قادیانی پیغمبر ہیں۔ وہ کبڑی ہو کر کیوں چلنے لگی تھی؟ اگر یہ خیال تھا کہ مرزا قادیانی یہاں تک نہیں جاتے تو یہ کیوں کہہ دیا کہ مرزا قادیانی اندھے ہیں۔ وہ عورت کون تھی؟ مرزا غلام احمد کے ساتھی مفتی محمد صادق مرزا قادیانی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت صاحب بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں کھرا تھا جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے وہاں اپنے کپڑے اتار کر ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت (مرزا قادیانی) اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔'' (ذکر حبیب ص۳۸)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس طرح نہانے والیوں کے کپڑے مرزا قادیانی کے قریب رکھے ہوتے تھے۔ مرزا غلام احمد کے ایک دوسرے مخلص مرید پیر سراج الحق نعمانی سے بھی اس کی تائید حاصل کیجئے۔ مرزا قادیانی کا اپنا زنانخانہ کس تقویٰ وطہارت کا مرکز تھا، اسے پیر سراج الحق کے اس بیان میں دیکھئے: ''پچاس ساٹھ کے قریب عورتیں اندر زنانہ میں

ہوتی تھیں اور ان کی باتوں کا ایک شور وغل رہتا تھا۔ کوئی ہنستی کوئی کھیلتی کوئی لڑتی لیکن اس طرف آپ کی توجہ نہ ہوتی اور کچھ پروانہ کرتے۔ ایک عورت نہا کر اٹھی اور اس کا کپڑا دور رکھا تھا وہ اٹھ کر کبڑی کبڑی نیوڑھی نیوڑھی جا کر کپڑا اٹھا لائی۔ دوسری عورت نے کہا پنجابی زبان میں...... اری فلانی مرزا جی بیٹھے ہیں اور تو برہنہ کپڑا اٹھا لائی۔ اس نے جواب دیا کہ مرزا جی تو اندھے ہیں یعنی کسی کی طرف دیکھتے نہیں۔'' (تذکرۃ المہدی ص۲۵۵)

اس عورت نے جب نہانا مرزا قادیانی سے کچھ فاصلے پر تھا تو وہ کپڑے مرزا قادیانی کے قریب کیوں اتار آئی تھی اور اب جب وہ وہاں کپڑے لینے گئی تو وہیں کیوں نہ پہن لئے، یہاں ننگی کیوں آئی اور اپنی کبڑی چال چلنے کی ادا کیوں دکھائی اور جب مرزا قادیانی نے ادھر نہ دیکھا تو انہیں غصہ میں اندھا کیوں کہہ دیا؟ ہم ان تمام باتوں کو سمجھ نہیں پائے۔ تاہم اتنی بات ہم ضرور سمجھ پائے ہیں کہ مرزا قادیانی کے زنان خانہ کی عورتوں میں کوئی تقوی وطہارت کا رنگ نہ تھا۔ جھوٹی نبوت کے حلقہ ارادت کی عورتیں اس طرح ڈنڈ پیلتی ہیں۔

☆...... سچی نبوت کے حلقہ ارادت میں خدا خوفی کے نقشے

حضور ﷺ کے پاس جب مؤمنہ عورتیں آتیں تو انہوں نے آپ سے ملنے کا کوئی خلوت خانہ نہ بنایا ہوا تھا۔ وہ سراپا تقوی وطہارت کا پیکر ہوتی تھیں۔ مجال ہے کہ کسی کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہو جائے۔ وہاں مرزا غلام احمد کے زنان خانہ کی طرح شور وغل نہ ہوتا تھا اور مجال ہے کہ وہ مومنات حضور ﷺ کی کسی بات میں آپ کی نافرمانی کریں۔

''یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یقتلن اولادھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن'' (الممتحنہ:۱۲)

(ترجمہ) اے نبی! جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے اس پر کہ وہ نہ شریک کریں گی۔ کسی کو اللہ کا اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور کسی پر اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان نہ باندھیں گی اور کسی بھلے کام میں تیری نافرمانی نہ کریں گی تو توان کی بیعت لے لے۔

اس دنیا میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام رسالت لے کر تشریف لائے اور ایک مدت تک لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے رہے۔ آپ نے اپنی قوم کو کہا: ’’وَیٰقَوۡمِ لَآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ مَالًا اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنَّھُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّھِمۡ وَلٰکِنِّیۡۤ اَرٰکُمۡ قَوۡمًا تَجۡھَلُوۡنَ‘‘ (ہود:۲۹)

(ترجمہ) اور اے میری قوم میں تم سے کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر بس اللہ کے ہاں ہی ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ انہیں یہاں سے نکالنے والا بھی نہیں ہوں۔ وہ بے شک اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادانی کر رہے ہو۔

’’اِذۡ قَالَ لَھُمۡ اَخُوۡھُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ...... وَمَآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ‘‘ (الشعراء:۱۰۶،۱۰۹)

(ترجمہ) اور جب کہا ان سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے ...... میں اس کام کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس اللہ کے ہاں ہی ہے۔

ملکہ بلقیس نے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالی ہدیہ دینا چاہا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا کہا؟ اسے قرآن کریم میں دیکھئے: ’’فَلَمَّا جَآءَ سُلَیۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِیَ اللّٰہُ خَیۡرٌ مِّمَّآ اٰتٰکُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ بِھَدِیَّتِکُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ‘‘ (النمل:۳۶)

(ترجمہ) پس جب (اس کا قاصد) حضرت سلیمان کے پاس آیا آپ نے اسے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو۔ اللہ نے جو مجھے دیا ہے، اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم ہی ہو جو اس تحفے پر خوش ہوئے جا رہے ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبرانہ سیرت میں دنیوی مال کی کوئی جذب نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’آپ نے فرمایا یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک رہے، کیا تم نے مجھے ایک دنیوی بادشاہ سمجھا ہے جو مال ومتاع کا لالچ دیتے ہو؟ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی اور مادی دولت مجھے عطاء فرمائی ہے، وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان سامانوں کی ہمیں کیا پروا۔‘‘

حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا: ’’قُلۡ لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡ لَہٗ

فِیهَا حُسنًا اِنّ اللّٰهَ غَفُور شَكُورٌ'' (الشوریٰ:۲۳)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا مگر تم میں قرابت کی محبت تو چاہئے اور جو نیکی کرے گا ہم اس کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

یعنی آپ نے ان کو اپنے رشتے کا احساس کرادیا اس خیر خواہی اور احسان کا میں تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی اور خاندانی تعلقات ہیں کم از کم انہیں نظر انداز نہ کرو کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں؟ اس سے بھی پتہ چلا کہ نبوت کی نظر کبھی کسی کے مال پر نہیں ہوتی۔

دنیا میں پہلے رسول اور آخری رسول دونوں کا نظریہ مال آپ کے سامنے آ گیا ہے۔ یہی نقطہ نظر آپ کو سب نبیوں کی سیرت میں ملے گا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بھی قوم عاد سے یہی کہا (الشعراء آیت ۱۲۷) حضرت صالح علیہ السلام نے بھی قوم ثمود سے یہی کہا (آیت ۱۴۵) حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا (آیت ۱۶۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا (آیت ۱۸۰)

تمام پیغمبروں کی دربارۂ مال اجتماعی سیرت یہی رہی ہے کہ وہ اس کی فکر میں نہیں گھرتے اور نہ وہ اس کے درپے گھومتے ہیں ان کا ہر ضرورت میں اعتماد صرف اللہ رب العزت پر ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں مال وزر کی حقیقت کیا بتلائی گئی ہے: ''واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنة وان اللہ عندہ اجر عظیم'' (الانفال:۲۸)

(ترجمہ) اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال واولاد تمہارے لئے محض ایک آزمائش ہیں اور بے شک اللہ کے پاس تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

''المال والبنون زینة الحیوة الدنیا والباقیات الصالحات'' (الکہف:۴۶)

یعنی مال اور اولاد سب دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی چیزیں تو بس نیک اعمال ہی ہیں۔

''یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم'' (الشعراء:۸۸،۸۹)

(ترجمہ) اس دن نہ کوئی مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر جو آیا اللہ کے پاس ایک قلب سلیم لے کر۔

’’اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد‘‘ (الحدید:۲۰)

(ترجمہ) اور جان لو کہ دنیا کی زندگانی ہے ہی کھیل اور تماشا اور بناؤ سنگھار اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور کثرت طلب مال کی اور اولاد کی۔

☆......سیرت انبیاء کا نقش سوئم: دنیا کے مال و دولت سے بے رغبتی

انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں آپ کو ان کی دنیا کے مال و دولت سے بے رغبتی عام ملے گی۔ یہ ان کی سیرت کا نہایت روشن نقش ہے۔ ہم اس کے لئے قرآن پاک کی چار آیتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ آپ ان میں سیرت انبیاء کی یہ جھلک نہایت روشن دیکھیں گے۔ انبیاء کرام کی محنت اموال کی بجائے زیادہ اعمال پر ہوتی ہے۔ اپنے لوگوں سے وہ اپنی خدمت ابلاغ پر کوئی مالی طلب نہیں رکھتے۔

مال و دولت کی نسبت زیادہ کس طرف رہی؟

قرآن کریم میں مال و دولت کی نسبت زیادہ دنیا داروں کی طرف ملتی ہے۔

۱...... ’’واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الّا خسارا‘‘ (نوح:۲۱)

۲...... ’’کانوا اشدّ منکم قوۃ واکثر اموالاً واولادا‘‘ (التوبۃ:۶۹)

۳...... ’’انّک أتیت فرعون وملأہ زینۃ واموالاً فی الحیوٰۃ الدنیا‘‘ (یونس:۸۸)

۴...... ’’وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی‘‘ (سبا:۳۷)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا حضور اکرم ﷺ کی سیرت کیا رہی؟ آپ نے فرمایا: قرآن۔ اس سے یہ بات پوری طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت مالِ دنیا میں گھرنے اور اس کی فکر میں لگنے کی نہ تھی۔ انبیاء کرام کی سیرت کا اجتماعی نقطہ نظر یہی رہا ہے کہ اُنہیں اموالِ دنیا کی فکر نہ ہو۔ قرآنِ کریم کی رو سے اموالِ دنیا پر ناز اور اعتماد اور اس کی فکر زیادہ انہی لوگوں کو رہی جو غفلت میں ڈوبے اور اللہ تعالیٰ سے دور رہنے والے ہوتے تھے۔

اب ہم قادیانی دوستوں کو کچھ اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ایک طرف مرزا غلام

احمد کے اس دعوے کو دیکھیں کہ مجھے حضورِ اکرم ﷺ کی کامل پیروی سے نبوت ملی ہے اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ مرزا غلام احمد کا پہلا تعارف عوام میں براہین احمدیہ کی پیشگی قیمت مانگنے سے ہوا تھا جو مال ابھی تقوم میں نہیں آیا یہ اس کی قیمت لی جارہی ہے اور قوم سے اس کے پچاس حصوں کا وعدہ کیا جارہا ہے اسلام میں کیا یہ جائز بیع ہے؟ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔

مرزا غلام احمد کا دل کس طرح مال و دولت میں لگا ہوا تھا

مرزا غلام احمد کی پوری زندگی پر نظر کریں کہ اس کا دل اموالِ دنیا میں کیسے گڑا ہوا تھا اور اپنے والد کے عہد سے کس طرح اس کی توجہ انگریزوں کی امداد اور اپنے والد کی پنشن پر ہوتی تھی۔

ناظرین! اس پر توجہ کریں کہ مرزا قادیانی کے قریب رہنے والے لوگوں نے مرزا قادیانی کو کس طرح دنیا کے مال میں گھرے پایا۔ یہاں تک کہ مرزا قادیانی پر اُن کی زندگی میں مال کے بے جا خرچ کرنے کی تہمتیں بھی لگیں۔

مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مرزا قادیانی کو اس کی فکر تھی کہ والد کی وفات کے بعد گھر کے اخراجات کیسے چلیں گے اس وقت وہ اللہ پر اعتماد کرنے کی دولت سے کلیۃً خالی تھے۔ مگر اپنے دعوے میں وہ اس وقت بھی ملہم ربانی تھے۔ مرزا قادیانی اس وقت کی اپنی کہانی اس طرح بیان کرتے ہیں: ''میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات کا جب وقت قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی وفات سے مجھے ان الفاظ عزا پرسی کے ساتھ خبر دی۔ والسماء والطارق...... چونکہ ان کی زندگی سے بہت سے وجوہِ معاش ہمارے وابستہ تھے۔ اس لئے بشریت کے تقاضا سے یہ خیال دل میں گزرا کہ اُن کی وفات ہمارے لئے بہت سے مصائب کا موجب ہوگی کیونکہ وہ رقم کثیر آمدنی کی ضبط ہو جائے گی جو ان کی زندگی سے وابستہ تھی۔ اس خیال کے آنے کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا: ''أليس الله بكاف عبده '' تب وہ خیال یوں اُڑ گیا جیسا کہ روشنی کے نکلنے سے تاریکی اُڑ جاتی ہے اور اسی دن غروبِ آفتاب کے بعد میرے والد صاحب فوت ہو گئے۔'' (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۲ ص ۷، خزائن ج ۱۵ ص ۱۹۸)

مرزا قادیانی نے اپنے الہام پر دو گواہ بھی کھڑے کئے ہیں کہ اُنہوں نے اِنہیں قبل از وقت یہ الہام سنایا تھا۔ کیا یہ گواہ قسم کھا کر کہہ سکتے تھے کہ مرزا قادیانی نے واقعی اُنہیں والد

صاحب کی وفات ہونے سے پہلے اس الہام کا گواہ بنالیا تھا۔ مرزا قادیانی اپنے گواہوں کی ثقاہت اور پختگی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ان کے نام سنئے اور مرزا قادیانی کے دین وایمان پر سر دھنئے: ’’الہام ألیس اللہ بکاف عبدہٗ بہت سے لوگوں کو قبل از وقت سنایا گیا جن میں لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل مذکور کھتریان ساکنان قادیان ہیں اور جو حلفاً بیان کرسکتے ہیں۔‘‘ (ایضاً)

مرزا قادیانی نے اپنے ملہم ربانی ہونے کی یہ ہندو شہادتیں بڑے اعتماد سے قریہ قریہ میں پیش کیں۔

پھر قادیان میں یہ دونوں کھتری، محلّہ محلّہ جا کر کعبہ کی قسم کھاتے کہ واقعی پرمیشر نے مرزا قادیانی کو یہ الہام کیا ہے اور ہم بھی خدا کی یہ بات سن رہے تھے۔

ہم اس وقت یہ بحث نہیں کررہے کہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل نے خدا کی یہ آواز کیسے سنی۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کو اس وقت باپ کے مرنے کا اتنا غم نہ تھا جتنا اس مال کثیر کے ہاتھ سے جانے کا تھا جو مرزا قادیانی کے والد کو سرکارِ انگلشیہ کی طرف سے انگریزوں کی حمایت کے لئے ملا کرتا تھا۔ قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ والے دنیا کے مال کے اتنے درپے نہیں ہوتے جتنے مرزا قادیانی تھے۔ چہ جائیکہ پیغمبرانہ زندگی کی کوئی جھلک ان کی زندگی میں دیکھی جاسکے اور وہ کہیں کہ مجھے حضور ﷺ کی کامل پیروی سے نبوت ملی ہے۔

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس وقت واقعی مرزا قادیانی اس نقطہ یقین پر نہ تھے کہ اب گھر کا خرچہ کیسے چلے گا اور مرزا قادیانی کا بڑا بھائی غلام قادر بھی مرزا قادیانی کی اس فکر میں اُن کے ساتھ شریک نہ تھا۔ بریلی میں اس کی اچھی خاصی ملازمت تھی۔

پھر جب خدا نے اُنہیں ’’ألیس اللہ بکاف عبدہ‘‘ کہہ کر تسلی دی تو اُنہیں اس الہام سے خدا کی قدرت پر پورا یقین ہوگیا کہ وہ اُن کے گھر میں کوئی کمی محسوس ہونے نہ دے گا اور لوگوں کے منی آرڈروں پر منی آرڈر آئیں گے۔

ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی والد کی وفات سے پہلے بھی تو بقول خود ملہم ربانی تھے۔ کیا آپ کو اس وقت خدا کی شانِ رازقیت پر پورا یقین نہ تھا کہ وہ خود اُن کی ضرورتیں پوری کرے گا؟

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ بے شک مرزا قادیانی کو اُس وقت بھی خدا کی شان رازقیت پر پورا یقین تھا لیکن **ألیس اللہ بکاف عبدہ** کے الفاظ سے اُنہیں جو سکون ہوا وہ پہلے نہ تھا اور لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل اس کے گواہ ہیں۔

الجواب: مرزا قادیانی کا یہ الہام دراصل قرآن کریم کی ایک آیت ہے جو مرزا قادیانی نے پہلے بھی ہزاروں دفعہ پڑھی ہوگی۔ اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ مرزا قادیانی کے لئے یہ کوئی نئے الفاظ تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے: ''**الیس اللہ بکاف عبدہ ویخوفونک بالذین من دونہ ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد**'' (الزمر:۳۶)

(ترجمہ) کیا اللہ کافی نہیں ہے اپنے بندہ کو اور وہ تجھے ڈراتے ہیں اللہ کے ماسواء سے اپنے معبودوں باطلہ سے۔

شیخ الاسلام اس آیت پر لکھتے ہیں: ''مشرکین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بتوں سے ڈراتے تھے کہ دیکھو ہمارے دیوتاؤں کی توہین کر کے اُنہیں غصہ نہ دلاؤ۔ وہ کہیں تم کو بالکل خبطی اور پاگل نہ بنادیں۔ اس کا جواب دیا کہ جو شخص ایک زبردست خدا کا بندہ بن چکا اُسے ان عاجز اور بے بس خداؤں کا کیا ڈر ہوسکتا ہے۔''

اس آیت میں مالی امداد بھیجنے کی کوئی بشارت نہیں ہے نہ حضور اکرم ﷺ کو کبھی اس سے مال ملنے کی کوئی لمبی چوڑی اُمیدیں رہیں۔ ہاں! مرزا قادیانی کے بقول جب اُن پر یہ آیت الہام بن کر اُتری تو اب اس کا رُخ مالی تھا کہ مرزا قادیانی مال نہ ملنے سے پریشان نہ ہوں۔ اُنہیں اپنے پیروؤں سے منی آرڈر پر منی آرڈر اور نوٹوں پر نوٹ ملا کریں گے۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ قرآنِ کریم نے اس آیت کو جس موضوع پر پیش کیا ہے اس کے واقعی وہی معنی ہیں جو شیخ الاسلام نے لکھے ہیں یا اُن سے مراد مرزا قادیانی کو مالی امداد کا پے در پے ملنا ہے۔ ہم اس وقت صرف یہ بتا رہے ہیں کہ مرزا قادیانی کس طرح ذہنی طور پر دنیوی مال میں کھوئے ہوئے تھے۔ طلب مال کی یہ سیرت پیغمبرانہ سیرت کے اس اجتماعی نقطہ نظر سے یکسر مختلف ہے جو ہمیں قرآن کریم سے ملتا ہے۔

مرزا قادیانی کی دنیوی مال سے دل لگی کی ایک اور جھلک

مرزا غلام احمد کے والد نے خاندانی جائیداد کے بعض گاؤں پر کافی مال خرچ کیا

لیکن برادری کے دوسرے شریکوں نے اس میں کوئی حصہ نہ ڈالا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہام کیا کہ ہم تیرے اُن شریکوں کے بارے میں کوئی دعا قبول نہ کریں گے:

''اجیب کل دعائک الا فی شرکاء'' (تریاق القلوب ص۳۸، خزائن ج۱۵ ص۲۱۰)

(ترجمہ) میں تیری ساری دعائیں قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔

دیکھیئے! مرزا قادیانی نے کس طرح خدا کو بھی اپنے ساتھ ملالیا کہ جن لوگوں نے مرزا قادیانی کے والد کے اُن دیہات کو آباد کرنے میں مرزا قادیانی کی مالی مددنہ کی تھی اب خدا بھی اُن کی کوئی بات نہ سنے گا۔

ٹیکس لگنے پر مرزا قادیانی کی پریشانی کی ایک جھلک

مرزا قادیانی پر ٹیکس لگتے ہی پوری جماعت اس عذرداری میں شریک ہوگئی اور یہ سب لوگ مل کر اس مصیبت کو ٹالنے کے درپے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھاری رقوم کا حساب کتاب تھا۔ اس میں اشارہ ملتا ہے کہ واقعی ان دنوں مرزا قادیانی پر آمدنی کے دروازے چاروں طرف سے کھلے تھے۔ اب ذرا وہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں جب یہ لوگ حساب لکھنے بیٹھے تھے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''جب میرے پر ٹیکس لگایا گیا اور اس پر عذرداری کی گئی تو ہم چھوٹی مسجد میں جو ہماری کھڑکی کے ساتھ ہے بیٹھ کر آمدن اور خرچ کا حساب کررہے تھے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ایسا ہی کئی اور جماعت کے لوگ وہاں موجود تھے اور خواجہ کمال الدین بی اے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کاغذات حساب آمد واخراجات کے متعلق کچھ دیکھ رہے تھے تو اُس وقت مجھ پر ایک کشفی حالت طاری ہوکر دکھایا گیا کہ ہندو تحصیلدار بٹالہ جس کے پاس یہ مقدمہ ٹیکس کا تھا بدل گیا ہے...... اس لئے ٹیکس معاف اور مثل مقدمہ داخل دفتر ہو۔'' (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ ص۶۰، خزائن ج۱۵ ص۳۳۰،۳۳۱)

اس سے آپ اندازہ کریں کہ کس طرح خدا بھی مرزا قادیانی کے مالی امور میں اُن کا مددگار ہوگیا تھا۔ محکمہ ٹیکس سے اُنہیں معافی دلوادیتا تھا اور اس طرح اُن کا ٹیکس معاف ہوجاتا تھا۔

قادیان کے عام لنگر کا انتظام کن ہاتھوں میں ہوتا تھا؟

مرزا قادیانی کی مالی خواہشات میں مرزا قادیانی کا خدا بھی ان کے ساتھ تھا۔ خدا

کا منشاء بھی یہی رہا کہ لنگر کا انتظام مرزا قادیانی کے ہاتھوں میں رہے۔ کسی دوسرے جماعتی ساتھی کو نہ دیا جائے۔

سیّد سرور شاہ قادیانی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو ایک جگہ مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’جب میں نے جناب کو کہا تھا کہ آج مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے گھر میں بہت اظہارِ رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشاء یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جاوے گا مگر یہ (خواجہ وغیرہ) ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔‘‘ (کشف الاختلاف ص۱۴، تالیف سرور شاہ قادیانی)

یہ کیسا پیغمبر ہے جس کے مرید اسپر مالی امور میں کس قدر بدگمان ہیں۔

مرزاغلام احمد پر منی آرڈروں اور نوٹوں کی بارش

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیش گوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اُٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اُسی نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شاید اس سے زیادہ ہو۔ (آگے حاشیہ میں لکھتے ہیں) اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعہ ہزارہا روپے آچکے ہیں مگر اس سے زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آکر دیئے اور جو خطوط کے اندر نوٹ آئے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۱۱، ۲۱۲، خزائن ج۲۲ ص۲۲۱، ۲۲۰)

☆...... مرزاغلام احمد کو خفیہ رقوم بھی آتی تھیں

’’اور بعض مخلصوں نے نوٹ یا سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا اور مجھے اب تک معلوم نہیں کہ اُن کے نام کیا کیا ہیں۔‘‘ (ایضاً)

’’اگر میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو

تا معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اس تمام مدت میں کھولا گیا ہے۔ حالانکہ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہزارہا روپیہ کی آمدنی اس طرح ہی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیان میں آکر دیتے ہیں اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۲، خزائن ج۲۲ ص۲۲۱)

مرزا قادیانی کو یہ مال پہنچانے والے کس قسم کے لوگ ہوتے تھے۔ اسے مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ میں دیکھیں: ''اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدیدار ہیں جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیل دار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے، بی اے اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے۔'' (کتاب البریہ ص۱۷۱ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۰۴)

مرزا قادیانی نے جو اپنی عاجزانہ درخواست میں لکھا تھا کہ اپنے خودکاشتہ پودا کے بارے میں حزم واحتیاط سے کام لے۔ مرزا قادیانی کی یہ تحریرات اس کی تفسیر ہیں کہ سرکار انگلشیہ نے پودا کس لئے کاشت کیا تھا۔ آپ نے کتاب البریہ میں اندر کی حقیقت کھلے الفاظ میں اگل دی ہے۔ مرزا قادیانی کو جو وحی بھی آتی تھی، اُنہیں مال ہی دلواتی تھی: ''اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن کی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دی گئی تھی۔ تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے گا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۸، خزائن ج۲۱ ص۷۵)

مرزا قادیانی کا ۶ مارچ ۱۸۹۵ء کا ایک خط

جو آپ نے سیٹھ عبدالرحمٰن کو لکھا تھا: ''السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! کل کی ڈاک میں بذریعہ تار مبلغ پانچ سو روپے مرسلہ آں مکرم مجھ کو پہنچ گئے ...... کچھ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ مجھ کو خواب آیا تھا کہ ایک جگہ میں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کسی قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہو گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کہاں سے آیا۔ آخر میری رائے ٹھہری کہ خداتعالیٰ کے فرشتے نے ہماری حاجات کے لئے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا کہ

انی مرسل الیکم ھدیۃ کہ میں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں اور ساتھ ہی میرے دل میں پڑا کہ اس کی یہ ہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کئے گئے ہوں گے اور غالباً وہ روپیہ بھیجیں گے۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج پنجم حصہ اوّل ص۳ مکتوب نمبر۵ طبع اوّل)

مرزا قادیانی کا عقیدہ تھا کہ مریدوں سے چندہ لینے کے لئے جس قدر اُن کی خوشامد کی جائے کم ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ’’مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا اُنہیں سے پیوند ہے، یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو (مرزا غلام احمد کی) اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔‘‘

(اشتہار لنگر کے انتظام کے لئے مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۶۸)

☆......مرزا قادیانی پر منی آرڈروں کے غیبی انکشافات

بلّی کو ہمیشہ خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ برسات کے اندھے کو ہر جگہ ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے۔ مرزا قادیانی کو بھی خدا کی طرف سے جب غیبی خبریں ملتی تھیں تو اُن میں زیادہ تر منی آرڈر آنے ہی کی خوشخبریاں ہوتی تھیں۔ آپ ان الہامات سے اس شخص کے اندر کی کیفیات بخوبی معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا یہی سیرت نبوت ہے جس میں مرزا قادیانی اس قدر جذب ہوگئے تھے اور کہتے تھے مجھے حضورﷺ کی سچی اطاعت سے نبوت ملی ہے؟ اور پڑھئے:

۱...... ’’ایک دفعہ صبح کے وقت وحی الٰہی سے میری زبان پر جاری ہوا ’’عبداللہ خان ڈیرہ اسماعیل خان‘‘ اور تفہیم ہوئی کہ اس نام کا ایک شخص آج کچھ روپیہ بھیجے گا۔ میں نے چند ہندوؤں کے پاس ...... اس الہام الٰہی کو ذکر کیا اور میں نے بیان کیا کہ اگر آج یہ روپیہ نہ آیا تو میں حق پر نہیں۔ ان میں سے ایک ہندو، بشن داس نام، قوم کا برہمن، جو آج کل ایک جگہ کا پٹواری ہے۔ بول اُٹھا کہ میں اس بات کا امتحان کروں گا اور میں ڈاکخانہ میں جاؤں گا...... وہ اسی وقت ڈاکخانہ میں گیا اور نہایت حیرت زدہ ہوکر جواب لایا کہ درحقیقت عبداللہ خان نامی ایک شخص نے جو ڈیرہ اسماعیل خان میں اکسٹرا اسسٹنٹ ہے کچھ روپیہ بھیجا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۶۳،۲۶۴، خزائن ج۲۲ ص۲۷۵،۲۷۶)

مرزا قادیانی کا ایک خط ملاحظہ ہو

۲...... ’’مجی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج کی ڈاک میں مبلغ پچاس روپے مرسلہ آپ کے مجھ کو مل گئے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ عجب اتفاق ہے کہ مجھ کو آج کل اشد ضرورت تھی۔ آج ۴ر نومبر ۱۸۹۸ء میں خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک شخص روپیہ بھیجتا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اور یقین رکھتا تھا کہ آج روپیہ آئے گا۔ چنانچہ آج ہی ۴ر نومبر ۱۸۹۸ء کو آپ کا روپیہ آ گیا۔ فالحمدللہ و جزاکم اللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ بھیجنا درگاہِ الٰہی میں قبول ہے...... خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔''

(مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج ۳۴ نمبر ۲۰۱، ص ۴، کالم نمبر ۲ مؤرخہ ۲۸ر اگست ۱۹۴۶ء)

۳...... ''ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ بست و یک روپیہ آنے والے ہیں۔ چنانچہ یہ الہام بھی انہیں آریوں کو بتلایا گیا جن کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے اور الہام میں یہ تفہیم ہوئی تھی کہ وہ روپیہ آج ہی آئے گا۔ چنانچہ اس روز وزیر سنگھ نامی ایک بیمار نے آ کر مجھے ایک روپیہ دیا اور پھر مجھے خیال آیا کہ باقی بیس روپیہ شاید ڈاک کی معرفت آئیں گے۔''

(حقیقت الوحی ص ۳۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۸)

۴...... ''ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی۔ کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم۔ اس لئے دعا کی گئی۔ ۵ر مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک (انگریز) شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا...... بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہِ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال و گمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آ گیا۔''

(حقیقت الوحی ص ۳۳۲، خزائن ج ۲۲ ص ۳۴۶)

☆...... دو ہزار سے زیادہ دفعہ روپیہ آنے کی وحی

''ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گزرا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض اوقات آنے والے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دے دی اور بعض وقت یہ خبر بھی دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔''

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۲ ص ۱۸، خزائن ج ۱۵ ص ۱۹۹)

پھر مرزا قادیانی کو یاد آ گیا کہ ایسی وحی دو ہزار دفعہ نہیں پچاس ہزار دفعہ سے زیادہ دفعہ ہوئی تھی یہ دو ہزار دفعہ پہلے کی بات ہوگی۔ اب یہ دوسری وحی بھی سن لیں۔

☆...... ایسا کتنی دفعہ ہوا؟ پچاس ہزار دفعہ

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں، اُن کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳۳۳، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

’’جب میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ تصنیف کی جو میری پہلی تصنیف ہے، تو مجھے یہ مشکل پیش آئی کہ اس کی چھپوائی کے لئے کچھ روپیہ نہ تھا اور میں ایک گمنام آدمی تھا۔ مجھے کسی سے تعارف نہ تھا...... (جو روپیہ میں اس کی پیشگی قیمت کے طور پر لے چکا تھا وہ مجھ سے خرچ ہو چکا تھا)...... سب سے اوّل خلیفہ سیّد محمد حسن وزیر ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا۔ پس خدا نے جیسا کہ اس نے وعدہ کیا تھا اُن کو میری طرف مائل کر دیا اور اُنہوں نے بلاتوقف اڑھائی سو روپیہ بھیج دیا اور پھر دوسری دفعہ اڑھائی سو روپیہ بھیج دیا اور چند اور آدمیوں نے بھی روپیہ کی مدد کی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۳۶، ۳۳۷، خزائن ج۲۲ ص۳۵۰)

۱۹۰۰ء میں یہ حال تھا کہ خالص روپوں کی آمد سے بھی کم از کم دو ہزار مرتبہ آپ کو خوشخبری دی گئی۔ ہم مرزا قادیانی کی یہ عبارت پہلے نقل کر آئے ہیں: ’’ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گزرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض وقت آنے والے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دے دی اور بعض وقت یہ خبر دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے اور ایسا ہی ظہور میں آیا اور اس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی سو مسلمان ہوں گے۔‘‘ (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ ص۸، خزائن ج۱۵ ص۱۹۹، ۲۰۰)

یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے اور اس کے بعد یہ فتوحات حقیقت الوحی کے حوالے کے مطابق پچاس ہزار سے بھی سبقت لے گئیں۔ اب تو مرزا قادیانی کو ہر رات منی آرڈروں کے ہی خواب آتے تھے۔ بایں ہمہ آپ اپنے لنگر کو اپنے ہاتھ میں ہی رکھتے تھے۔ خواجہ کمال

الدین کو دینے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہوئے۔

لنگر خانہ اور گھر کے من پسند اخراجات سے مرزا قادیانی کے قریب کے کئی لوگ ان کے دعویٰ نبوت میں تذبذب کا شکار ہوگئے۔ خصوصاً خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی اور عبدالرحمٰن مصری وغیرہ۔ وہ سوچتے تھے کہ مرزا قادیانی اپنے مالی معاملات اور دیگر کئی معاشی امور میں اس مقام پر دکھائی نہیں دیتے جو امانت اور دیانت میں پیغمبروں کا ہوتا ہے لیکن حکیم نورالدین کی حکمت نے اُن لوگوں کو اُس وقت کھلنے اور اظہار مافی الضمیر سے روکے رکھا۔ مرزا قادیانی کے یہ پرانے پیرو پھر اس وقت کھلے جب مرزا بشیرالدین محمود اس سلسلے کے سربراہ ٹھہرے اور وہ اپنے امورِ معاشرت میں اپنے والد صاحب سے بھی بہت آگے نکل گئے۔ اُس وقت اُن لوگوں نے کھلے بندوں مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کیا اور اسے صرف مسیح موعود ہونے پر بند رکھا اور اُسے نبوت سے فارغ کردیا۔ جہاں دیکھا کہ کام نہیں بنتا وہاں اُسے مجازی نبی کہہ دیا۔ اُن لوگوں کا مؤقف مرزا غلام احمد کے بارے میں بقول مرزا بشیرالدین محمود یہ تھا کہ مرزا قادیانی سے صرف کبھی کبھی ایسے امور صادر ہوتے تھے جو مقامِ نبوت کے مناسب نہ ہوتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ کا حال یہ نہ تھا۔

☆...... مال خرچ کرنے میں اتہام سے بھی بچنا چاہئے

نبوت کی سیرت اتنی بے داغ ہوتی ہے کہ مالی امور میں خیانت تو درکنار اتہام کا کوئی چھینٹا بھی ان کے دامن کو آلودہ نہیں کرتا۔

مال کا جمع کرنا اور اس سے سائلین اور مساکین کے حقوق ادا کرنا اسلام میں ہرگز کوئی عیب نہیں۔ ’’وَفِیٓ اَموَالِھِم حَقّ لِّلسَّآئِلِ وَالمَحرُومِ ‘‘ (المعارج:۲۴،۲۵) جمع مال اسی صورت میں عیب ہے کہ اس سے غرباء ومساکین کے حقوق ادا نہ ہوں اور مالی امور میں یہ بھی عیب ہے کہ دولت چند خاندانوں میں سمٹ کر رہ جائے۔ سرمایہ دار امیر تر ہوتے جائیں اور غرباء اپنے بنیادی حقوق تک سے محروم تڑپتے مریں۔

تاہم نبوت کے عالی مقام حاملین نے اس امر مباح کو بھی نہیں لیا۔ مطلقاً مال جمع نہیں کیا اور نہ ہی اُن پر کبھی زکوٰۃ فرض ہوئی، ’’وَلَاتَجِبُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ زَکَاۃٌ‘‘

(درمختار ج۲ ص۲ کتاب الزکوٰۃ)

حضرت خاتم النّبیین ﷺ نے اپنے خاندان اور اپنی اولاد کو بصورت ناداری بھی صدقات لینے کی اجازت نہ دی۔ تا کہ اُن پر کبھی یہ الزام نہ آئے کہ وہ دوسروں کے مال پر خوشحال ہیں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اُمت کے غریبوں کے لئے تو مال زکوٰۃ طیب قرار دیا لیکن خاندان بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ جائز قرار نہ دی۔ آپ نے مالی امور میں اپنے آپ کو اور اپنے گھرانے کو ہر اہتمام سے بھی پوری طرح محفوظ رکھا۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو زندگی کے اس موڑ پر بھی ذرا تنقیدی نظر سے دیکھیں۔ قادیانی نوجوان بھی اندھی عقیدت میں اس کے مالی امور میں متہم ہونے سے صرف نظر نہ کریں۔ مرزا غلام احمد کے ایک نظامِ لنگر کو ہی دیکھئے۔ اس میں مرزا قادیانی کے اخراجات کے خلاف کوئی بٹالہ یا گورداسپور کے لوگ ہی نہ تھے۔ خود قادیان دارالامان کا بھی امن لٹ رہا تھا اور مرزا قادیانی پر شکوک بڑھ رہے تھے۔

مرزا غلام احمد پر اس کی زندگی میں اسراف کا الزام لگا۔ اس پر مرزا قادیانی نے ۱۹۰۵ء میں ایک مفصل بیان دیا جو ان کے پرچہ (اخبار الحکم ج۹، نمبر۱۱ ص۸،۹ مؤرخہ ۳۱ر مارچ ۱۹۰۵ء) کی اشاعت میں چھپا اور پھر الفضل کی ۱۹ر دسمبر ۱۹۳۶ء میں اور کچھ ۲ر جولائی ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں چھپا اسے اب ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے۔ ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہوکر چندہ بند کردیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کردے گا۔‘‘

(ملفوظات قدیم ج۷ ص۳۲۵ بقیہ حاشیہ، ملفوظات جدید ج۴ ص۲۴۹)

اس میں دو باتیں بڑی وضاحت سے معلوم ہوئیں:

۱...... ایک یہ کہ مرزا غلام احمد اپنی زندگی میں متہم بالاسراف ہوئے اور ان پر قوم کا پیسہ کھانے کا الزام لگا۔

۲...... اور دوسری یہ کہ آپ کو اسراف کا طعنہ دینے والے خود آپ کی جماعت کے ہی لوگ تھے، کوئی باہر کے لوگ نہ تھے۔

پھر مرزا قادیانی کے اس بیان میں یہ بھی ہے: ’’میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں...... میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے...... میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرّہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے۔اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔‘‘

(ملفوظات قدیم ج۷ص۳۲۶ بقیہ حاشیہ،ملفوظات جدید ج۴ص۲۴۹،۲۵۰)

نامناسب نہ ہوگا کہ یہاں مرزا بشیرالدین محمود کا وہ خط جو اس نے حکیم نورالدین کے دورِ خلافت میں اس کے نام لکھا اور اسے مولوی محمد علی نے اپنے رسالہ ’’حقیقت اختلاف‘‘ میں نقل کیا ہے۔ہم اسے بھی ہدیۂ قارئین کردیں: ’’باقی آپ سے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی پیش آتا۔ کیونکہ یہ لوگ اندر ہی اندر تیاری کررہے تھے۔ چنانچہ نواب صاحب نے بتایا کہ اُن سے اُنہوں نے کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ حضرت صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے کہا کہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں۔اُن کو ایسا نہ کرنا چاہئے ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہی ہوتا ہے۔ باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے؟ اور گھر میں آکر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔‘‘ (حقیقت اختلاف ص۵۰)

اس سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ مرزا غلام احمد کو اس کے بعض اپنے پیرو بھی ان کی زندگی میں مالی امور میں حرام خور سمجھتے تھے۔ اب کیا ایسے شخص کے بارے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ اسے حضور اکرم ﷺ کی سچی پیروی سے نبوت ملی تھی؟ استغفراللہ العظیم!

مولوی سرور شاہ قادیانی نے مولوی محمد علی لاہوری کو اس واقعہ کی اس طرح اطلاع دی: ’’مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے گھر میں بہت

اظہار رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشا یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جاوے گا۔ مگر یہ (خواجہ وغیرہ) ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کردو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں اور یہ سنا کر میں نے بوجہ محبت آپ کو یہ کہا تھا کہ آپ آئندہ کبھی اس معاملہ میں شریک نہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت اقدس کی زیادہ ناراضگی کا موجب ہو جاوے اور آپ کو نقصان پہنچے۔'' (کشف الاختلاف ص۱۴، تالیف مولوی سید سرور شاہ)

یہی مولوی سیّد سرور شاہ، اس سے پیچھے خواجہ کمال الدین مولوی محمد علی کے اہل خانہ کی یہ رپورٹ بھی لکھ آئے ہیں۔ یہ حضرات تانگہ میں سوار تھے۔ آگے تانگے کا کوچوان اور خواجہ صاحب بیٹھے تھے اور سرور شاہ اور مولوی محمد علی پیچھے بیٹھے تھے۔ وہاں خواجہ صاحب نے اپنے دیگر رفقاء سے یہ سوال کیا: ''پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہئے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے۔ لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر پر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو۔ ہم نے قادیان میں جا کر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا تھا اور اُن کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لئے قومی روپیہ ہوتا ہے۔''

(کشف الاختلاف ص۱۳)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ قادیانی مرزا قادیانی کے جن احباب کو ''صحابہ'' کہتے ہیں ان کی بیویاں انہیں صریح طور پر کاذب کہتی تھیں جو دنیوی امور میں خود اپنے گھروں میں جھوٹے ٹھہرتے تھے وہ دینی امور میں کس قدر دیانت اور امانت کے حامل ہوں گے۔ یہ آپ سوچیں۔!

☆...... مرزا قادیانی کی دیانت براہین احمدیہ کی قیمت لینے میں

مرزا غلام احمد کے ان الفاظ پر غور کریں: ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق

ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ (پچاس کا) وعدہ پورا ہو گیا۔‘‘

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷، خزائن ج۲۱ ص۹)

’’دوسرا سبب اس التواء کا جو تئیس برس تک حصہ پنجم لکھا نہ گیا تھا کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرضِ بدگمانی میں مبتلاء تھے اور ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ اس قدر دیر کے بعد خام طبع لوگ بدگمانی میں بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ بعض ناپاک فطرت گالیوں پر اُتر آئے اور چار حصے اس کتاب کے جو طبع ہو چکے تھے کچھ تو مختلف قیمتوں پر فروخت کئے گئے تھے اور کچھ مفت تقسیم کئے گئے تھے۔ پس جن لوگوں نے قیمتیں دی تھیں اکثر نے گالیاں بھی دیں اور اپنی قیمت بھی واپس لی۔‘‘

(دیباچہ براہین احمدیہ ص۷،۸، خزائن ج۲۱ ص۹)

کتاب کی طے شدہ قیمت کے بعد اسے مختلف قیمتوں میں فروخت کرنا اور پھر اپنی مرضی سے اس کی قیمت بڑھاتے جانا اور خریداروں کو اتنے لمبے انتظار میں رکھنا یہاں تک کہ اپنے معتقدین سے گالیاں سننا معلوم نہیں۔ مرزا قادیانی کی کس اخلاقی شان اور مالی خواہشات کے کس عظیم حوصلے کا آسمانی نشان ہیں۔ اس کو ہم بس اسی بات پر چھوڑتے ہیں کہ ایسی دنیا ایک مردار چیز ہے، اس پر لپکنے والے کون ہوتے ہیں۔ ہم یہاں اُنہیں ذکر نہیں کرتے اس لئے کہ مرزا قادیانی کے اس کردار پر ناراض ہونے والوں میں اب یہاں کوئی نہیں ہے۔

☆...... انبیاء کی شفقت اپنے اُمتیوں کے ایمان کی حفاظت میں

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمت کا ایمان بچانے میں اس قدر اُن کے خیر خواہ ہوتے ہیں کہ اس کے مقابلے میں ان کی نظر دنیا کے مال وزر پر قطعی نہیں رہتی تھی۔ ایک شخص پر ایک عمل کی غلطی میں صدقہ دینا واجب تھا۔ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ ’’حضور! اس صدقے کا سب سے زیادہ حقدار شاید میرے سواء کوئی اور نہ ہو‘‘ حضور ﷺ نے اسی کو وہ مال دے دیا جو دوسرے کا لایا ہوا مال تھا، اور وہ اسے اپنے عیال کے لئے لے گیا: ’’عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ ...... فَاُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِیهِ تَمْرٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا قَالَ: ءَ اَفْقَرَ مِنَّا؟ فَمَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا اَهْلُ بَیْتٍ اَحْوَجُ اِلَیْهِ مِنَّا، فَضَحِکَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُهُ، ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَکَ‘‘

(ترجمہ) حضور ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ سو آپ نے کہا (یہ لے لو اور) اسے صدقہ کردو۔ اس نے کہا کہ مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی مسکین ہے؟ مدینہ کے دونوں اطراف (کنکریلے کالے پتھروں) کے مابین کوئی گھر مجھ سے بڑھ کر محتاج نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''لے اِنہیں اپنے گھر والوں کو کھلا۔''

(صحیح مسلم ج۱ ص۳۵۴ مکتبہ دارالقرآن والحدیث ملتان)

سچے پیغمبروں کے ہاں اُن کے پیروؤں کے ایمان کی اتنی قدر ہوتی ہے کہ اُنہیں صدقہ دینے کے بجائے صدقہ لینے والا بنا کر بھی وہ ان کے ایمان کو باقی رکھتے ہیں۔ ایمان جس طرح بھی باقی رہ سکے وہ اس میں ذرا کوتاہی نہیں ہونے دیتے لیکن جھوٹے پیغمبروں کے ہاں پیسہ ہی سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ پیسہ نہ ملے تو وہ اپنے پر ایمان لانے والوں کو بھی بیک جنبش نظر اپنے حلقہ ایمان سے باہر کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے پیرو اگر چندہ نہ دیں تو مرزا قادیانی کھلے بندوں ان کو ایمان سے باہر کرتے تھے۔ گویا ان کے ہاں اصل لائق قدر چیز پیسہ ہی پیسہ ہے نہ کہ ایمان۔

مرزا غلام احمد نے ۱۹۰۳ء میں چندہ مانگنے کا اعلان کیا

''دیکھو! دنیا میں کوئی سلسلہ چندہ کے بغیر نہیں چلتا...... بس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ ہاں! اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔'' (ملفوظات قدیم ج۶ ص۳۸، ملفوظات جدید ج۳ ص۳۵۸)

دیکھئے! مرزا قادیانی کس طرح ایک پیسے کو اپنے اُمتی کے اخلاص اور ایمان سے زیادہ محبت دے رہے ہیں اور اگر وہ ایک پیسہ نہ دے تو مرزا قادیانی اُسے اپنی جماعت میں رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ اس شخص کو دولت زیادہ عزیز تھی یا اپنے کسی معتقد کا اپنے ایمان پر قائم رہنا زیادہ مطلوب تھا؟ مال آنا چاہئے گو وہ کسی بے حیا عورت نے زنا کرا کر ہی کمایا ہوا ہو۔ مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے کہ اسے مرزا قادیانی کے ساتھی عبداللہ سنوری نے بتایا کہ ایک شخص کی بہن کنجنی تھی۔ اس نے اس کام سے بہت روپیہ کمایا تھا۔

اس کی موت کے بعداس کے بھائی کووہ مال وراثت میں ملا۔مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ اگراب اس کا بھائی اس گندے دھندے سے توبہ کرلےتو وہ مال قابل استعمال ہوجائے گا۔

مرزا بشیراحمد لکھتا ہے:''حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہوسکتا ہے۔''

(سیرت المہدی قدیم حصہ اوّل ص۲۴۳روایت ۲۶۷،سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص۲۳۹روایت۲۶۴)

پیش نظر رہے کہ ان دنوں خدا کی طرف سے اسلام کی خدمت مرزا قادیانی کے ہی سپرد تھی اور یہ صرف مرزا قادیانی کا اپنا خیال ہی نہ تھا۔وہ خدا کی وحی سے یہ بات جان چکے تھے کہ اب اس کنجنی کی طرف سے اس کا بھائی توبہ کرے تو اس سے اُس کی بہن کا کمایا ہوا مال طیب ہوجائے گا۔استغفراللہ العظیم!

ایسی روایات ہم کہاں تک لکھیں مرزاغلام احمد کے روحانی خزائن میں اس کی روح کی یہ پکار آپ کوتقریباً ہرجگہ ملے گی۔غلام احمد کا خدا سے تعلق (بقول خود) دعا سے ہوتا تھا وہ دعا کے عنوان سے اپنے حلقے سے کس طرح بڑی بڑی فیسیں مانگتے تھے اس کے لئے ایک مندرجہ ذیل روایت بھی ملاحظہ کیجئے۔

☆......ایک دعا پرایک لاکھ روپے کی فیس

ایک شخص کواولا دنرینہ کی خواہش تھی اس نے مرزاغلام احمد سے اس خواہش کا ذکر کیا۔مرزا قادیانی کا جواب تھا کہ:''اسے یہ کہیں کہ وہ اسلام کی خدمت کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے یا دینے کا وعدہ کرے پھر ہم اس کے لئے دعا کریں گے۔''

(سیرت المہدی قدیم ج۱ص ۲۳۹روایت نمبر۲۵۹،ج اوّل ص۲۳۹روایت نمبر۲۶۴جدید)

ان دنوں کالاکھ آج کیا قیمت رکھتا ہے یہ کوئی بڑے اکاؤنٹینٹ ہی بتا سکتے ہیں۔ہم یہاں صرف یہی بتلائے دیتے ہیں کہ دنیا طلبی کے یہ ڈھب کبھی اللہ والوں میں نہیں ہوتے۔

مرزا قادیانی کا خدا بھی ان کی اس زرطلبی سے خوب واقف تھا وہ بھی انہیں ایسے ایسے الہام کرتا کہ دنیا کے ہرطرف سے ان کے پاس قیمتی تحفے آئیں گےاور پھر یہ ان سے مخالفین کو طعنے دیں گے کہ کیا تمہارے پاس بھی اس قسم کے تحفے آتے ہیں؟ وفات سے ایک سال پہلے انہیں خدا نے تحائف ملنے کی ان الفاظ میں خوشخبری دی۔''یاتیک تحائف کثیرۃ''

مرزا قادیانی کی یہ وحی ان کے اخبار (بدرج ۶ نمبر۲۰ ص۴ مؤرخہ ۱۶رمئی ۱۹۰۷ء) کی اشاعت میں شائع ہوئی وہاں سے شرکت اسلامیہ ربوہ نے (تذکرہ ص ۶۰۶ طبع چہارم) میں اسے مرزا قادیانی کے مجموعہ الہامات میں شائع کیا ہے اس سے اس قول کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ بلّی کو ہمیشہ چھیچھڑوں کے خواب آتے ہیں۔

قادیانی اکثر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی اپنی عنایت ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو تحفے بھجواتا ہے اس میں بے چارے مرزا قادیانی کا تو کوئی قصور نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ جب وہ ایک مرید سے صرف دعا کرنے کی فیس ایک لاکھ روپیہ مانگتے تھے تو کیا اس سے بھی ان کا مریدوں کی دولت سمیٹنے کا شوق کھل کر سامنے نہیں آتا؟ جو مرید آپ کو روپیہ نہ دیتا مرزا قادیانی ایسے مریدوں کے لئے دعا تو درکنار اسے اپنی صف میں رکھنے کے بھی قطعاً روادار نہ ہوتے ہیں۔

اب کیا اس شخص کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی تابعداری سے نبوت پائے ہوئے تھا اور وہ اپنی زندگی کے مختلف اطوار میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت میں جذب ہو چکا تھا؟

☆......سیرت انبیاء علیہم السلام کا نقش چہارم: اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے خاندان کو جاہ طلبی سے دور رکھنا پیغمبروں کی زیادہ عملی محنت کس پر؟ خدا کی باتیں منوانے یا اپنے آپ کو منوانے پر؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ!

خدا کی باتیں اصل غایت رسالت ہیں پیغمبر اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو ان باتوں کی خبر دیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور ان باتوں کی بھی نشاندہی کریں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ بشارت اور نذارت کی باتیں اصل غایت رسالت ہیں، انبیاء اس راہ کے خدائی خدمتگار ہیں ان کے معجزات ان کی سفارت کے کاغذات ہیں ان سے ان کی سفارت کا پتہ چلتا ہے۔ انبیاء کی زیادہ علمی محنت اپنے آپ کو منوانے پر نہیں خدا کی باتیں پھیلانے پر ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے جب پانچ ارکان اسلام بیان کئے تو پہلے رکن کا نصف ثانی اپنے دعویٰ رسالت کی تصدیق کو ٹھہرایا اس سے اشارہ ملتا ہے کہ پیغمبروں کی باتیں

نو حصے خدا کی باتیں منوانے کے لئے ہوتی ہیں اور اپنی رسالت کی تصدیق ان کی جملہ تعلیمات کا زیادہ سے زیادہ دسواں حصہ ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کا بھی سب سے بڑا کام ’’لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ‘‘ (النحل:۴۴) رہا آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات اور صداقت پر بہت کم زور دیا زیادہ اللہ کی باتوں کو پھیلانے اور ایک مثالی امت بنانے میں ہی لگے رہے۔ آپ نے امت میں اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کے لئے کیا کچھ کیا اسے امام نووی کی کتاب ریاض الصالحین میں ملاحظہ کیجئے۔ دلوں پر محنت کرنے کی راہیں جو آپ نے کھولیں انہیں امام غزالی کی کتابوں اور حضرت مولانا تھانوی کے مواعظ میں دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے آپ کو منوانے اور اپنے صدق رسالت کی نشاندہی میں بہت کم وقت صرف کیا آپ کی زیادہ محنت خدا کی باتیں بتلانے اور آسمانی ہدایت پھیلانے میں ہی رہی آپ کی کل تعلیمات میں زیادہ سے زیادہ ایک فیصد باتیں آپ نے اپنے بارے میں فرمائی ہوں گی۔

اللہ کے رسول کن باتوں کے لئے دنیا میں آتے رہے؟ مرزا غلام احمد بھی غایت رسالت ان باتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ’’واضح ہو کہ اسلام کا بڑا بھاری مقصد خدا کی توحید اور جلال زمین پر قائم کرنا اور شرک کا بکلی استیصال کرنا اور تمام متفرق فرقوں کو ایک کلمہ پر قائم کر کے ان کو ایک قوم بنا دینا ہے...... جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں ان کی نظر صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود تھی اور اگر انہوں نے کچھ اخلاق بھی سکھلائے تھے تو اس اخلاقی تعلیم سے ان کا مقصد اس سے زیادہ نہ تھا کہ اپنی ہی قوم کو ان کے اخلاق سے بہرہ یاب کریں۔‘‘ (پیغام صلح ص۴۳،۴۴، خزائن ج۲۳ ص۴۶۹)

’’آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔‘‘

(اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۹۰۲ء، از مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۶۷)

اس قسم کی باتیں آپ کو مرزا غلام احمد کی تحریرات میں کم ملیں گی اور اس کے اپنے آپ کو منوانے اور اپنے نشانات دکھلانے میں مضامین زیادہ ملیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی بڑی بڑی کتابوں (جیسے حقیقت الوحی وغیرہ) میں اس کی پوری محنت اپنے آپ کو منوانے کے گرد ہی گھومتی نظر آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ پیرایہ دعوت منہاج نبوت کے یکسر خلاف ہے۔

اب اس دائرہ محل میں مرزا غلام احمد کی کتابوں کو دیکھیں مرزا غلام احمد نے زیادہ کتابیں خدا کی باتوں کو پھیلانے پر نہیں لکھیں وہ زیادہ وقت اپنے آپ کو خدا کا فرستادہ بتلانے میں ہی لگاتا رہا۔ قادیانیوں کے ہاں غلام احمد کی بیعت ۱۸۸۹ء سے لدھیانہ سے شروع ہوئی تھی۔ اس کی ۱۸۸۹ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک لکھی ہوئی تحریرات پر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ ان میں آپ کو مرزا غلام احمد کی نوے فیصد باتیں اس کی اپنی ذات کے گرد گھومتی ملیں گی۔ خدا کی محبت کا درس اور شریعت محمدی کے پیغام آپ کو ان میں بہت کم ملیں گے۔

غلام احمد کا بقول خویش سب سے بڑا دعویٰ غیبی خبریں دینے کا رہا ہے۔ مرزا غلام احمد کی سب سے بڑی کتاب حقیقت الوحی انہی خبروں سے بھری پڑی ہے۔ اس میں لالہ شرمپت لال اور ملاوامل جیسے گواہوں سے آپ بار بار اپنی نبوت پر شہادتیں لاتے ہیں کہ فلاں وقت مجھے اتنے روپوں کے آنے کی خبر دی گئی اور بعض اوقات معیّن منی آرڈروں کے آنے سے مجھے مطلع کیا گیا اور دونوں لالے گواہ ہیں کہ مجھے اس طرح غیبی طور پر روپے ملتے رہے۔ اس قسم کے تمام واقعات کو مرزا قادیانی اپنی صداقت کے نشان بتلاتے ہیں اور ایسی ہی باتوں سے اس کی جملہ کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہم ان کتابوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ وہ منہاج ہرگز نہیں جس میں پہلے پیغمبر اپنے مخاطبین سے ہم کلام رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد اپنے دعویٰ نبوت میں کبھی اس منہاج پر بولتا نہیں دیکھا گیا جس سے خدا کے پیغمبر خدا کی باتیں خدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ تعجب ان لوگوں پر ہے جو مرزا قادیانی کی کتابوں کے اس رنگ کے باوجود انہیں مرسل ربانی اور مامور یزدانی سمجھتے رہے۔ (اعاذنا اللہ منہا)

قادیانی مبلغین ہمارے اس سوال کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شریعت اور آپ کی تعلیمات چونکہ پہلے سے موجود تھیں اس لئے مرزا قادیانی کو خدا کی باتیں پہنچانے میں کوئی وقت نہیں لگانا پڑا۔ ہر بات پہلے سے شرح در شرح کے درجے محفوظ و مزبور

(پوشیدہ) تھی۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی کی تالیفات خدا کو منوانے کے لئے نہیں خود مرزا قادیانی کو منوانے کے ہی روحانی خزائن ہیں جو بلاترتیب مرزا قادیانی سپرد قلم کرتے رہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تورات میں حضرت موسیٰ کے صدق رسالت کے اتنے مباحث نہیں جتنی خدا کی باتیں ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے فرستادہ آسمانی ہونے کے اتنے دلائل نہیں جتنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے قریب کرنے کی تمثیلات ہیں۔ قرآن کریم کو بھی ''ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن'' اللہ سے (ڈرنے والوں کی راہ عمل) کہا گیا ہے اور اس میں حضور ﷺ کی ذات سے بہت کم بحث کی گئی ہے۔ زیادہ مباحث اللہ کے عرفان اور شرائع سماویہ کی پہچان پر نظر آتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا تمام لٹریچر منہج انبیاء کے بالکل برعکس خود ان کی ذات کے گرد ہی گھومتا ملے گا جس سے ہر مبصر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آپ اس صف کے آدمی ہرگز نہ تھے جو آسمانی مامورین کی پہلے بچھتی رہی ہے اور اب تو نبیوں کی بعثت ہی ختم ہو چکی کہ کسی نبی کا انتظار کریں یا کسی کے دعوے نبوت پر غور کریں۔ مرزا قادیانی نے حضور ﷺ کے بارے میں صرف ایک بات صحیح کہی تھی مگر افسوس کہ قادیانی اسے منسوخ درجے میں جگہ دیتے ہیں اور ہمارے اور اپنے اختلافات میں اسے قول فیصل قرار نہیں دیتے۔ وہ بات یہ تھی۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام

(ضمیمہ سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵)

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ نقوش نبوت میں سے کوئی ایک نقش بھی نہیں جس کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ جھلک بھی غلام احمد میں پائی جاتی ہو۔ معلوم نہیں قادیانی کس مغالطہ میں اس کی پیروی میں مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے ہیں۔ ان کی عقل کا جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔

مرزا غلام احمد کی کتابوں پر اس پہلو سے نظر کریں کہ اس کی محنت زیادہ اپنے آپ کو منوانے پر رہی یا مخلوق خدا کو خدا کے قریب کرنے پر۔ اس لئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اس کے زیادہ معرکے اپنے آپ کو منوانے پر لگے۔ خدا کو منوانے کی محنت اس کی دینی محنتوں میں بہت کم ملے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے آپ کو منوانے کے لئے بفضل الٰہی جو

نشان دکھلاتے ہیں وہ ان تعلیمات سے جو وہ خدا کے نام سے لوگوں کو دیتے ہیں ایک اور ننانوے کی نسبت سے شاید کہیں زیادہ رہے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار تک ملتے ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات حدیث کی کتابوں میں لاکھوں احکام سے متجاوز ملیں گی۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کی محنت آسمانی تعلیمات پھیلانے میں نہیں رہی، اپنے آپ کو منوانے میں رہی ہے روحانی خزائن کی تئیس جلدوں میں آپ کو مرزا قادیانی کا زیادہ مواد اپنے آپ کو منوانے کا ہی ملے گا۔ مرزا غلام احمد اپنی صداقت میں اتنا کچھ لکھ چکا ہے کہ وہ اس سے ہزار نبیوں کی نبوت ثابت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

’’خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے...... خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان (میری کتابوں میں) ایک جگہ جمع کر دیئے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

اس سے یہ بات بکمال وضاحت سامنے آئی ہے کہ مرزا قادیانی کے یہ تئیس روحانی خزائن ان کی اپنی نبوت منوانے کے لئے ہی لکھے گئے تھے اور وہ اس قدر کہ ان سے ہزار نبیوں کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے تو کیا اس سارے دعوے کا حاصل یہ نہیں کہ مرزا قادیانی نے خدا کی تعلیمات پھیلانے کی بجائے اپنی پوری محنت کا رخ اپنے آپ کو منوانے کی طرف ہی رکھا؟ خدا کی باتوں کو منوانا اور دنیا میں صدق وعدل پھیلانا ان کا نصیب ہی نہ تھا۔ جب دس لاکھ سے زیادہ اس کے اپنے نشانات تھے تو خدا کی باتوں کو جاننے اور پھیلانے کے لئے کیا وہ تورات یا قرآن سے کوئی روحانی فیض پاسکیں گے۔ کبھی نہیں! آپ کو یہ تئیس جلدوں کے روحانی خزائن صرف ان کی ذات کے گرد ہی گھومتے ملیں گے۔ مرزا غلام احمد ان تئیس جلدوں میں بیسویں جلد تک اپنے آپ کو منوانے میں ہی سرگرم نظر آتا ہے۔

وہ لکھتا ہے: ’’جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں (جو تئیس جلدوں تک چلیں گے) کیا اگر ایک یا دو پیش گوئیاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کو سمجھ میں نہ آویں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیش گوئیاں صحیح نہیں۔‘‘ (تذکرۃ الشادتین ص۴۱، خزائن ج۲۰ ص۴۳)

ہم مرزا قادیانی کے اس استدلال سے اتفاق نہیں کرتے کہ دو تین پیش گوئیوں کے غلط نکلنے سے کسی مدعی الہام کا جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کی تمام پیش گوئیاں ایک ایک کر کے غلط ثابت نہ کی جائیں۔ اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں۔ سو یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔ پرانے خانسامے تو دو تین چاولوں سے ہی معلوم کر لیتے تھے کہ دیگ پک چکی ہے یا نہیں۔ یہاں ہم صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن میں زیادہ اسی کی باتیں ہیں۔ ان میں خدا کی تعلیمات جنہیں پھیلانے کے لئے وہ نبیوں کو بھیجتا ہے، برائے نام ہیں۔

سو اس بات میں کوئی تردد نہیں کہ مرزا قادیانی کی علمی محنت زیادہ اپنے آپ کو منوانے میں ہی رہی خدا کی باتیں منوانا نہ ان کے لئے اس کی بعثت تھی نہ یہ اس کا نصیب تھا۔ انبیاء کی سیرت کی کوئی جھلک ان کے کام اور کلام میں پائی نہیں جاتی۔ اگر ہر نبی نے اپنی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اپنے پیغام نبوت میں سو باتیں کی ہوں تو ہزار نبیوں کی نبوت ثابت کرنے کے لئے وہ غیبی نشانات کتنے ہوں گے؟ ایک لاکھ کے قریب، اور مرزا غلام احمد کا یہ اعلان آپ تذکرۃ الشہادتین کے حوالے سے آپ ابھی دیکھ آئے ہیں کہ غلام احمد اپنے لئے دس لاکھ سے زیادہ نشان دکھلانے کا مدعی تھا۔ اب اس کی اس بات کو اگر مان لیا جائے تو ان تیئس میں اگر دس لاکھ باتیں مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو منوانے کے لئے لکھیں تو خدا کو منوانے کے لئے ہم مرزا قادیانی کا اور ذخیرہ کتب کہاں سے لائیں گے؟ ایک شخص نے اپنے گھر دو سیر گوشت بھیجا جب بیوی نے اسے کھانے میں دال پیش کی تو اس نے پوچھا وہ گوشت کہاں گیا وہ کیوں نہیں پکایا گیا۔ اس نے جواب دیا اسے بلّی کھا گئی تھی۔ بلّی کو تولا گیا وہ وزن میں صرف ایک سیر نکلی۔ اس نے بیوی سے کہا اگر ترازو میں یہ گوشت ہے تو بلّی کہاں گئی اور اگر یہ بلّی ہے تو گوشت کہاں گیا؟ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی کے لٹریچر میں دس لاکھ ان کی اپنی صداقت کے نشان ہیں تو ان کے روحانی خزائن کی تیئس جلدوں میں کیا خدا کے بھی کوئی نشان اور احکامات ہو سکتے ہیں؟ کیا یہاں کوئی بلّی حقیقت حال سے پردہ نہیں اٹھا سکتی؟

اس دنیوی زندگی میں مال اور اولاد بنی نوع انسان کے لئے دو بڑے فتنے ہیں۔ آپ قرآن کریم کی یہ آیت پہلے پڑھ آئے ہیں: ’’اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ‘‘ (الانفال:۲۸)

حضور ﷺ نے ان میں سے مالی فتنے کو اور زیادہ اہمیت دی۔ آپ نے فرمایا: ’’اَلَآ اِنَّ لِکُلِّ امةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِیْ فِی الْمَالِ ‘‘حضور ﷺ کی اُمت میں کتنے لوگ اس فتنے میں ڈوبے؟ اس کی ایک بڑی تاریک داستان ہے۔ تاہم یہ بات پورے قادیانیوں کی ایک بہت بڑی آزمائش رہی کہ کس طرح قادیان کا ایک خاندان اپنے ہم خیال لوگوں میں ایک ہمیشہ کی قیادت پا گیا۔ حکیم نورالدین بھی قادیانیوں میں صرف اتنے دور کے لئے سربراہ بنا جب کہ مرزا قادیانی کی اولاد میں کوئی اس عمر میں نہ تھا کہ وہ اس اپنی چھوٹی سلطنت کا بے تاج بادشاہ بن سکے۔

آنخضرت ﷺ نے اُمت کی قیادت میں اپنے عزیزوں کو ذرا فاصلے پر رکھا۔ قریش کے مختلف قبائل تھے۔ حضور ﷺ کے قریب سب سے زیادہ بنو ہاشم اور دوسرے نمبر پر بنواُمیہ تھے۔ آپ ﷺ نے سفر آخرت سے پہلے حضرت ابوبکر ؓ کو اپنی مسجد میں نماز کی امامت کے لئے چنا۔ اپنے چچا حضرت عباس ؓ کو یا دوسرے چچا کے بیٹے حضرت علی ؓ کو امام نماز نہ بنایا۔ فدک جس کی پیداوار سے آپ اپنے اہل بیت کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ اسے آپ نے بیت المال میں رکھا، ذاتی ملکیت قرار نہ دیا۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے نہ اپنی بیٹی کو خاوند کی وراثت سے کچھ دیا، نہ حضور ﷺ کی بیٹی کو باپ کی وراثت سے کچھ دیا۔ البتہ فدک کی آمدنی بدستور مدت تک اہل بیت کو پہنچتی رہی۔ حضور ﷺ فرما گئے کہ انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی جو وہ چھوڑ جائیں، سب اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

اور دنیا گواہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کی خلافت حضرت ابوبکر وعمر ؓ کی قیادت میں بہت کامیاب چلی۔ پوری دنیا میں حضور ﷺ کے بارے میں یہ تصور عام رہا کہ آپ کی سیرت طیبہ میں اپنے خاندان یا کنبہ کو آگے لانے کا کوئی داعیہ اور تصور تک نہ تھا۔

اس کے خلاف آپ ذرا قادیان کے اس خاندان پر بھی نظر کریں کہ قوم کے پیسے سے وہ کس طرح قادیانیوں کے بے تاج بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔

☆……قادیانی شہزادے کس طرح ہمیشہ کی قیادت پا گئے

حکیم نورالدین کو جماعت کا پہلا سربراہ صرف اس لئے چنا گیا کہ اس وقت مرزا بشیرالدین محمود اپنی پختہ عمر کو نہ پہنچے تھے لیکن جونہی اس سلسلے کی قیادت ان کے پاس آئی خواجہ

کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری کو لاہور بھیج دیا گیا اور مرزا محمود سے مرزا ناصر یا مرزا طاہر یا مرزا مسرور ہی سلسلے کے سربراہ چلے آرہے ہیں۔ اس خاندان سے باہر کا کوئی قادیانی کتنا ہی تعلیم یافتہ اور ذہین کیوں نہ ہو، وہ ان کا سربراہ نہیں چنا جاسکتا۔ مرزا بشیرالدین محمود کو جو خطرہ چوہدری ظفر اللہ خان سے تھا، اس کے لئے چوہدری صاحب نے جو بیان دیا تھا وہ اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کی اولاد میں سیرت نبوت کا یہ چوتھا نقش کسی کو نظر نہیں آتا۔ ان کے سالانہ جلسے میں جو کروفر اور شاہزادگی صاحبزادگان کو حاصل ہوتی ہے، اسے دیکھ کر قادیانی نوجوان اور ان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء اس کے سواء اور کیا سوچتے ہوں گے۔

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن　　　ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی

ہمیں بتایا گیا ہے کہ جس طرح مولوی محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین مرزا قادیانی کے لنگر کے اخراجات سے کبیدہ خاطر تھے، آج بھی بہت سے قادیانی نوجوان ان شاہزادوں کی اس ریل پیل سے اندر ہی اندر کچھ احساس کمتری کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقت شناسی اور جلد مسلمانوں میں واپس آنے کا موقع دے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز!**

اب آیئے آگے چلیں اور دیکھیں کہ سیرت نبوی کا پانچواں نقش بھی کیا۔ غلام احمد کی زندگی میں کسی کو دکھائی دیا یا نہ؟

☆ …… سیرت النبی الامی ﷺ کا نقش پنجم

سیرت انبیاء علیہم السلام کے نقوش اربعہ آپ مطالعہ فرما چکے۔ اب یہ بھی جان لیجئے کہ انبیاء کے مختلف درجات ہیں۔ ’’**تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْض**‘‘ (البقرۃ:۲۵۳)

اب ظاہر ہے کہ اتحاد نوعی کے باوجود ان میں جو سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ اور امام انبیاء ہوگا وہ کبھی ان کی امامت بھی کرے گا۔ وہ کون ہے؟ وہ مکہ میں پیدا ہونے والا نبی امی ہے جس کی نبوت کی وسعت مکاناً پورے کرہ ارض کو اور زماناً عہد قیامت تک کو ممتد اور وسیع رکھی گئی ہے۔

اب جو شخص دعویٰ کرے کہ میں اس نبی امی کا بروز ہوں اور سچائی کا جو سورج مکہ میں طلوع ہوا تھا میں اسی کا بدر تمام ہوں تو بطور قضیہ فرضیہ کے سوچیں۔ کیا اس کی سیرت کی جھلک اس میں نمایاں نہ ہونی چاہئے؟ ضرور اور بالضرور!

اب حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی سیرت کا یہ اہم پہلو تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تکمیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کر دیا گیا۔ برسوں پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی: ’’لَا تُحَرِّک بِهِ لِسَانَکَ لِتَعجَلَ بِهِ اِنَّ عَلَینَا جَمعَهُ وَقُرأَنَهُ‘‘ (القیامہ:۱۶،۱۷)

(ترجمہ) آپ اس کے پڑھنے میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیں کہ جلدی اس کو لے لیں ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (آپ کے سینہ میں) اور اس کا پڑھا جانا (آپ کی زبان سے)

اس جمع کی تحریری تکمیل پہلی خلافت میں ہوئی اور پورا قرآن یکجاء دوسری خلافت میں پڑھا گیا۔ تاہم حضور ﷺ کو ان دونوں میں پوری پوری کامیابی کا یقین دلایا گیا تھا۔ فرمایا آپ اس کے لینے میں جلدی نہ کریں، اسے کامل جمع پر پہنچانا میرا کام ہے۔

اب اگر جمع قرآن سے پہلے آپ کی وفات ہو جاتی تو یہ صدق نبوت کے خلاف ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ سو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ بدوں تکمیل تنزیل اور بدوں تکمیل نفوس آپ کو سفر آخرت پیش آجائے۔ جمع قرآن کے ساتھ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ یہ لگائی تھی کہ کچھ ایسے نفوس تیار کریں جن کے دل پاک ہو چکے ہوں۔ سو اگر حضور ﷺ تکمیل نفوس کی اس ذمہ داری میں کامیاب نہ ہوئے ہوتے تو اس سے پہلے کبھی آپ کو سفر آخرت پیش نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد آخر میں جو صحابہ کو اس طرح کہا کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی تو اس کا حاصل یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ تکمیل تنزیل اور اپنی تکمیل نفوس کی ذمہ داری پوری کر چکے ہیں۔ یہ دین اسلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور دین اس امت کے لئے پسند کیا ہے۔

پیغمبر اپنی بعثت کا مقصد پورا کئے بغیر کبھی دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ تکمیل دین اتمام قرآن اور عمل سنت سے ہوئی اور اسے آگے لے چلنے کے لئے آپ نے تکمیل نفوس کی محنت کی اور اللہ نے آپ کو اس میں کامیاب فرمایا۔ ایسے ساتھی دیئے جو آپ کے لائے۔ دین کو آگے پوری کامیابی سے لے کر چلے۔

حضور ﷺ اگر تکمیل قرآن تکمیل عمل اور تکمیل نفوس کے بغیر دنیا سے رخصت ہوتے

تو دنیا صدق نبوت سے کبھی روشن نہ ہوتی۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں لوگوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے دیکھا۔ اپنے ہاتھوں سے خانہ کعبہ کو شرک سے پاک وصاف کیا جس مکہ سے آپ کو نکالا گیا تھا۔ آپ اس میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مقاصد بعثت میں کامیابی کی اس طرح خبر دی کہ اس دین کا چارج صحابہ کے سپرد کر دیا۔ اس میں یہ خبر بھی لپیٹ دی کہ وہ بے شک اس چارج لینے کے اہل ہو چکے تھے۔

’’الیَومَ اکمَلتُ لَکُم دِینَکم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلامَ دِینا‘‘ (المائدہ:۳)

اب جو شخص اپنے آپ کو حضور ﷺ کا بروز بتلائے اور دعویٰ کرے کہ وہ حضور کی اطاعت کاملہ سے نبوت سے رنگین کیا گیا ہے تو دنیا کیا اس کے اپنے بیان کردہ مقصد بعثت پر تاریخی نظر نہ کرے گی؟ کہ کیا واقعی اس میں حضور ﷺ کی سیرت کی یہ جھلک موجود ہے؟ اس کے عہد آخر میں اس سے کئے گئے وعدے کھلے طور پر روشن ہوئے یا نہ؟ مثلاً مرزا غلام احمد نے کہا کہ اس کی بعثت اس لئے ہوئی کہ کسر صلیب ہو جائے (گرجا گھروں میں صلیب پرستی نہ رہے) خنزیر قتل ہو جائیں (مارکیٹوں میں اس کا آنا اور بکنا اور ہوٹلوں میں اس کا کھایا جانا کہیں نہ رہے) اور ایسا واقع نہ ہو تو کوئی بے وقوف ہی یہ کہنے کی جرأت نہ کرے گا کہ اس کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا۔ کیا اب دنیا میں کہیں صلیب پرستی نہیں رہی؟ کیا یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مسلمانوں میں آملی ہیں؟ اور دنیا میں کوئی ملت اسلام کے سواء نہیں ہے؟ عدل و امان کے اس دور میں شیر اور بکری کیا واقعی ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔ قادیان دارالامان ہو چکا کہ اب یہاں سے کبھی امن نہ اٹھے۔

مرزا غلام احمد کا مرید مولوی غلام رسول آف راجیکی تو جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا:

یہ قادیاں ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے

خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دار الاماں رہے گا

اپنی زندگی کے آخری عہد میں اپنے سے کئے گئے خدائی وعدوں کا اس طرح جھوٹا ٹھہرنا بھی کاذبین ہی کا مقدر بنتا ہے۔ مرزا غلام احمد بھی ۱۸۹۵ء میں اسی اعتقاد پر تھا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’آنحضرت ﷺ نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور بایں ہمہ کفر کو ہر یک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہر یک پہلو سے فتح ہو۔‘‘ (نور القرآن نمبر۱ ص۱۸،۱۹، خزائن ج۹ ص۳۵۱ تا۳۵۴)

اسلام کس طرح تکمیل نفوس سے مکمل ہوا

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج میں نے قرآن کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی ان کی بھی تکمیل ہوگئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہنچ گئی۔

سو تکمیل دین اور تکمیل نفوس ساتھ ساتھ چلے ہیں۔ دین اسلام ان نفوس کاملہ کے آئینہ میں ہی دیکھا جائے گا۔ یہ وہ جلی روشنی ہے جو آنحضرت ﷺ کے آخر عہد میں بڑی تیزی سے چمکی۔ سو جو شخص حضور ﷺ کے بروز ہونے کا دعویٰ کرے ضروری ہے کہ اس کے کئے ہوئے وعدے اس کی زندگی میں ہی (گو وہ اس کی زندگی کے آخری عہد میں ہو) جلی طور پر پورے ہوں اور دنیا کی دوسری قوموں کے لئے اس کی سچائی کے اور اس کے دین کے کھلے نشان ہوں۔ یہ بات ہم ایک کلیہ فرضیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ ایک بے مثل ذات ہیں۔ آپ کا بروز کہیں کوئی نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً جب کہ وہ محمدی بیگم کے برابر بھی نہ اتر سکے۔ وہ اس بے مثل ذات کا بروز کیسے بن سکتا ہے۔ حبشی کے چہرے پر کافور ملنے سے کبھی کہیں روشنی کی کرنیں نہ نکل پائیں گی۔ اس پر ہم سیرت نبوت کے نقوش عالیہ کی بحث ختم کرتے ہیں۔ ان تفصیلات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزا غلام احمد کو حضور اکرم ﷺ کی اتباع ہرگز میسر نہ آسکی تھی۔

مرزا غلام احمد خود لکھتا ہے: ''یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی۔'' (نور القرآن نمبر۱ ص۱۹، خزائن ج۹ ص۳۵۴)

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت کاملہ کا یہ نقش کامل جس طرح حضور ﷺ پر دنیا نے پورا ہوتے دیکھا۔ اس کی کوئی جھلک بھی اس شخص میں نہ دیکھی گئی جو دنیا میں ان کی اطاعت کاملہ سے ان کے بروز ہونے کا مدعی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی خلافت چلے گی اور آپ کو اس زمین پر قبضہ ملے گا اور آپ کے دین کو اس پر جماؤ حاصل ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ کس طرح آپ کے بعد خلافت چلی، بغاوت نہ ہوئی اور آپ کی امت کو دین میں جماؤ اور زمین پر قبضہ ملا۔

اور آپ کے بروز ہونے کے مدعی کو پورے کرہ ارض میں کہیں ایک انچ جگہ پر بھی حکومت نہ مل سکی۔ افسوس کہ اس کے پیرو اب تک یہ سوچ نہیں پائے کہ ہم کس منہ سے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ شخص حضور ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر مقام نبوت پا گیا تھا۔

سکھ آ جو پہنچے قادیان تو وہاں سے بھی ہم نکل گئے
جو پناہ ملی چک ڈھگیاں تو وہاں بھی ہم نہ سما سکے
نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
وہی اپنے آبا کے شہر میں کہ یہاں بھی ہم کچھ نہ پا سکے

حضور ﷺ کی کامیاب رسالت کو ماننے والا کوئی انصاف پسند مورخ غلام احمد کو کسی تاویل سے بھی حضور ﷺ کا ظل اور بروز نہ کہہ سکے گا۔

ہمارے قارئین کرام اس پہلو سے بھی قادیانی دعوے کا رد کریں کہ مرزا غلام احمد کو نبوت حضور ﷺ کی اطاعت کاملہ سے ملی ہے؟ اور وہ حضور ﷺ کے نقش قدم کی پیروی میں خود حضور میں فنا ہو چکا تھا اور وہ حضور ﷺ کا ہی بروز تھا؟ سیرت نبوت کے ان نقوش خمسہ پر غور کریں۔ کیا سیرت نبوت کی کچھ جھلک بھی اس میں کبھی دیکھی گئی؟

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

فرشتوں پر کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی

نہ انبیاء علیہم السلام کبھی دماغی محنت سے چلے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ!

ملائکہ کی خلقت کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ ان سے کسی حکم خداوندی کا خلاف ہو ہی نہ پائے، ان میں مادہ معصیت بالکل نہ رکھا گیا: ''لا یعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون'' (التحریم:۶)

جنات میں بے شک مادہ معصیت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انسانوں کے ساتھ طاعت خداوندی کے مکلّف ٹھہرے۔ انسان میں بھی مادہ معصیت رکھا گیا۔ گو وہ کبھی ظہور میں نہ آئے جن اور انسان یکساں عبادت کے مکلّف رکھے گئے ہیں: ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' (الذاریات:۵۶)

فرشتوں میں ادراک وشعور بے شک ہے مگر انسانوں کی طرح ان میں کسب واختیار نہیں۔ وہ کسی حکم خداوندی کا اپنے اختیار سے انکار نہیں کر سکتے۔ **لایعصون اللہ ما امرھم!**

انسان میں ادراک وشعور اور کسب واختیار کی پوری قوتیں رکھی گئیں۔ دوسرے حیوانات میں جزوی احساس وارادہ تو ہے لیکن اپنے احساس میں وہ کوئی منزل قائم نہیں کر سکتے۔ انسان جس امانت کا حامل قرار پایا، گو پہلے سے اسے اس مشقت کا علم نہ تھا۔ وہ اس میں اس طرح فرشتوں سے آگے رہا کہ ان میں تو مادہ معصیت ہی نہ تھا لیکن انسان اگر اپنے مادہ معصیت کے باوجود اپنے ادراک وشعور اور کسب وارادہ کو طاعت الٰہی میں استعمال کرے تو فرشتوں سے بڑھ جائے۔ بایں طور افاضل انسان افاضل ملائکہ سے افضل ٹھہرے۔

پیغمبر نوع انسانی میں اعلیٰ ترین درجے پر ہوتے ہیں۔ مادہ معصیت نہ رکھنے میں وہ ملائکہ کی طرح ہیں۔ فرشتے اطاعت الٰہی میں ان سے بہت قریب ہیں۔ عام انسان جس طرح اپنے ہر دائرہ زندگی میں اپنے کسب واختیار سے قدم قدم پر تھپیڑے کھاتا ہے، خدا کا فضل وعنایت پیغمبروں کو اس سے بچائے رکھتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ نفس انسانیت میں سب انسانوں کے ساتھ ہیں لیکن اپنی صفات کاملہ میں وہ اس فضیلت پر جا پہنچتے ہیں کہ فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۲۴ھ) لکھتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام

باعامہ درنفس انسانیت برابراند و درحقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است“ (مکتوبات دفتر اوّل نمبر۲۶۶ ص۳۲۹)

(ترجمہ) انبیاء کرام علیہم السلام عام انسانوں کے ساتھ نفس انسانیت میں برابر ہیں حقیقت بشری اور ذات انسانی میں سب کے ساتھ متحد ہیں۔ ان حضرات کی فضیلت ان کی صفات کاملہ کے باعث ہے۔

جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں ڈالی گئی۔ پیغمبروں کو بھی اپنی بات سوچ بچار کے ترازو میں تولنی نہیں پڑتی۔ اراءت ربانی اور وحی یزدانی ہر آن ان کی دستگیری فرماتی ہے وہ کشتی بھی بنائیں تو آسمانی رہنمائی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

”وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا“ (ہود:۳۷)

(ترجمہ) اور تو بنا کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے۔

اور پھر اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا بھی حکم الٰہی سے ہوتا تھا: ”وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِیْهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ“ (ہود:۴۱)

حضرت نوح علیہ السلام پر وہ دماغی محنت نہ ڈالی گئی جو فنی اعتبار سے ایک نقشہ نویس پر ڈالی جاتی ہے وہ حکم الٰہی اور ارائت ربانی سے یہ کام کرتے رہے اور کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس میں کوئی نقص دکھا سکے۔ یہ صحیح ہے کہ کشتی بنانے میں ان کا ہاتھ عمل کرتا تھا۔ اس دوران ان پر دماغی محنت کی کوئی ذمہ داری نہ ڈالی گئی تھی۔ پیغمبر فرشتوں کی طرح دماغی محنت کا بوجھ نہیں اٹھاتے۔

حضور اکرم ﷺ جب حدیبیہ میں اہل مکہ سے شرائط صلح طے کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرائط صلح اپنی دماغی محنت وکاوش میں تول رہے تھے۔ ان کی رائے کچھ اور تھی لیکن حضور ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ عمر! میں خدا کا نبی ہوں۔ اس سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ پیغمبر دماغی مشقت میں نہیں گھرتے ارائت ربانی ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ حضور ﷺ جب کبھی اس غم میں گھرے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو فوراً اس دماغی مشقت سے نکال دیتے تھے۔

”فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثٰرِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا“ (کہف:۶)

(ترجمہ) سو کیا آپ اپنی جان کو گھونٹ ڈالیں گے ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اس بات پر پچھتا پچھتا کر۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے آپ کو بالکل گھلائیے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ کوئی مانے نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ پچھتانا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہوسکی۔‘‘ (فوائدالقرآن ص۳۹۲ تاج کمپنی)

ان بدبختوں کے غم میں اپنے آپ کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں۔ کیا ان کے پیچھے آپ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ دل سوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے دل و دماغ کے اپنے اپنے وسیع پیرائے ہیں۔ نبوت کبھی دماغ میں ترتیب نہیں پاتی، یہ دل میں اترتی ہے۔ روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حضور ﷺ کے قلب مبارک پر اترتے تھے۔

’’وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ‘‘ (الشعراء:۱۹۲تا۱۹۴)

(ترجمہ) یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا۔ لے کر اترا ہے، اسے فرشتہ روح الامین تیرے دل پر تا کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا۔

سو یہ ایک حقیقت ہے کہ جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے۔ متنبّی کا دماغ ہی جھوٹی نبوت کا تانا بانا بنتا ہے۔ نبوت مجاز کے مختلف دائروں میں گردش کرتی ہے۔ سچے نبی کی نبوت اس قلب سلیم پر اترتی ہے کہ اسے کبھی نبوت کی مختلف قسموں کے بیان کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سچے پیغمبروں کی باتوں میں کوئی داؤ پیچ نہیں ہوتا۔ سچی نبوت ایک کھلی کتاب کی طرح ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں کسی پیغمبر کی مدح میں اس کی دماغی محنت ذکر نہیں کی گئی نہ کسی حدیث صحیح میں کسی پیغمبر کو منطق کی مختلف جہات اور صغری کبری ملا کر بات کرتے پیش کیا گیا ہے۔ نبی اپنے علو مرتبہ میں پیچ دار باتوں میں نہیں گھرتے نہ وہ دوسروں کو اپنی پیچ دار باتوں میں گھیرنے کی کبھی کوشش کرتے ہیں۔

☆ ...... مرزاغلام احمد قادیانی کی دماغی محنت کی شہادت

مرزاغلام احمد نے جب دعوی نبوت کیا تو کیا اس نے اس پر کبھی دماغی محنت کی یا نہیں، اس کے لئے اس کے اپنے گھر کی ہی ایک شہادت ملاحظہ کیجئے۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ قادیانی لکھتا ہے: ’’برادران! جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا و مولانا

حضرت مسیح موعود ومہدی معہود کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی۔ حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ھضم ہونے کی تھی اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی...... مجھے اور حضرت خلیفہ نورالدین کو طلب فرمایا مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوا ہے نیند آنے سے آرام ہو جائے گا۔ ہم واپس اپنی اپنی جگہ چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آ گیا...... مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے...... یہاں تک کہ سوا دس بجے صبح ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔'' (ضمیمہ اخبار الحکم قادیان ۲۸ رمئی ۱۹۰۸ء)

مرزا قادیانی کو تصنیف کا کام بڑی محنت سے کرنا پڑتا تھا اور اس میں ان کو دماغی محنت کرنی ہوتی تھی۔ خصوصاً جب کہ انہیں اپنے پہلے نظریات کچھ بدلنا ہوتے تھے۔ سیدھی تصنیف وتالیف بہت ذہنی سوچ وبچار مانگتی ہے۔ چہ جائے کہ وہ تالیفات جن میں پہلے چودہ سو سال کے علمی سرمایہ سے ٹکر لینی بھی ساتھ ساتھ پیش نظر ہو۔

مرزا غلام احمد کی ایک اپنی شہادت بھی لیجئے: ''مجھے دماغی کمزوری اور دوران سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف وتصنیف کے لائق نہیں رہی...... چند روز ہی میں مجھے محسوس ہوا کہ میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسر آ گیا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۰۶،۳۰۷، خزائن ج۲۲ ص۳۱۹،۳۲۰)

سوچ وفکر کا بوجھ جس طرح فرشتوں پر نہیں ڈالا جاتا، اسی طرح انبیاء بھی خدا کے چلانے سے چلتے ہیں اور ہر بات میں اسی کے حکم کے تابع رہتے ہیں۔ دماغی محنت ان پر مسلط نہیں کی جاتی۔

مرزا قادیانی کا یہ بیان بتا رہا ہے کہ وہ ہرگز کوئی آسمانی شخصیت اور مامور من اللہ فرد نہ تھے وہ اپنے کاروبار کا تانا بانا اپنی سوچ وفکر سے بنتے تھے اور اس کے لئے انہیں سادہ بادام روغن اور بلا جھلّی کستوری کی بہت ضرورت رہتی تھی۔

یہاں مرزا قادیانی نے اپنی جوانی کے لوٹنے کا سلسلہ اپنے ایک الہام سے جوڑا

ہے۔ اگر اسے یقین کر لیا جائے تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ پھر انہیں قوت باہ کی معجونوں کا اتنا علم کیوں تھا کہ وہ حکیم نورالدین جیسے فاضل طب کو بھی ایسے بہت سے مشورے دیتے تھے۔ سو جوانی کا یہ پھر سے لوٹ آنا ہرگز کوئی آسمانی کارروائی نہ تھی، قوت باہ کا ہی کوئی نادر نسخہ ہوگا۔ پھر جب مرزا قادیانی جوانی کے پھر سے آنے کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ وہ ساتھ ہی اس کے جانے کا ذکر کیوں کر رہے ہیں۔ ان کے ان الفاظ پر غور کریں: ''مجھے محسوس ہوا کہ میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۳۰۶، خزائن ج۲۲ ص۳۱۹)

''ہاں! ایک دفعہ خود بھی انہوں نے اس کا ذکر کیا کہ بعض اوقات نعوض بکلی جاتا رہتا ہے۔'' (مکتوبات احمدیہ ج پنجم نمبر۲ ص۱۴ قدیم مکتوبات احمد ج۲ ص۲۰ مکتوب نمبر۱۰ جدید)

اس عبارت میں گم شدہ قوتوں کا پھر سے آنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن پھر سے چلا جانا سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید اس طرف اشارہ ہو کہ نعوض چلا جاتا ہے۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ وہ گم شدہ قوت بزور نبوت واپس آتی تھی یا روغن بادام کے سر پر ملنے سے یا قوت باہ کی دوسری ادویات سے۔ تاہم مرزا کے ایک خط سے جو آپ نے حکیم محمد حسین صاحب قریشی ''دواخانہ رفیق الصحت'' لاہور کو لکھا اور حکیم صاحب نے اسے اپنی تالیف (خطوط امام بنام غلام ص۵) پر شائع کیا۔

اس میں ہے: ''ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو اور کہنہ نہ ہو اور نیز اس کے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیج دیں۔''

پھر مکتوبات مرزا میں یہ عبارت بھی ملتی ہے: ''بادام روغن میری بیماری کے لئے خریدا جاوے گا نیا اور تازہ ہو اور عمدہ ہو یہ آپ کا خاص ذمہ ہے۔'' (ص۷)

''ایک تولہ مشک خالص جس میں ریشہ اور جھلی اور صوف نہ ہو اور تازہ خوشبودار ہو بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل ارسال فرمائیں۔ کیونکہ پہلی مشک ختم ہو چکی ہے اور باعث دورہ مرض ضرورت رہتی ہے۔'' (خطوط امام بنام غلام ص۶)

☆...... ٹانک وائن کی بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی

مرزا قادیانی نے پلومر مال روڈ لاہور سے ٹانک وائن منگوائی۔ حکیم محمد حسین قریشی کو لکھا کہ: ''ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے، باقی خیریت ہے۔'' (خطوط امام بنام غلام ص۵)

ہمیں اس وقت مرزا قادیانی کے اخلاقی کردار سے بحث نہیں ہے کہ وہ یہ شراب کیوں پیتے تھے۔ مرزا قادیانی کا یہ خط جس میں آپ نے شراب کی بوتل طلب کی تھی۔ ایک دفعہ سیشن جج جے ڈی کھوسلہ کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور اس عدالت میں مرزا بشیرالدین محمود بھی بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ مرزا محمود نے اپنے حلفیہ بیان میں اقرار کیا تھا کہ یہ خط واقعی میرے باپ مرزا غلام احمد کا ہی ہے۔ (دیکھئے الفضل)

صورتحال کچھ بھی ہو، اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ مرزا قادیانی کو سخت دماغی محنت کرنا پڑتی تھی اور تصنیف وتالیف کی دماغی محنت نے انہیں بہت کچھ دبا رکھا تھا۔ ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری پر بزور نبوت نہیں بزور بادام روغن مشک عنبر اور ٹانک وائن قابو پاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں ڈالتا، انبیاء علیہم السلام پر بھی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی۔ نہ وہ دنیا کے فنکار اور چالاک ہوتے ہیں جو اپنی دماغی محنت کے ذریعہ اپنی دنیا چمکاتے ہیں۔ جملہ آسمانی مناصب کے جھوٹے مدعی اپنے غلط دعاوی کا تانا بانا اپنے دماغ سے ہی بنتے ہیں اور اسی راہ سے وہ اپنے مخالفین کو گھیرتے ہیں۔ جھوٹی نبوت ہمیشہ دماغ پر اترتی ہے اور سچی نبوت کے چراغ دلوں میں جلتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو ایسے خطوط لکھتے کبھی حجاب محسوس نہ ہوتا تھا۔

آشنا ہو یا کوئی نا آشنا — ہم کو مطلب اپنے سوز وساز سے

’’آج کل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دورانِ سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔‘‘ (منظور الٰہی ص۳۴۸ منقول از اخبار الحکم)

مراق کی بیماری ترقی کر رہی ہے۔ اس میں یہ اقرار ہے کہ آپ کو پہلے سے مراق کی بیماری تھی، اب صرف اس میں ترقی ہو رہی ہے۔ یاد رہے کہ مراق مالیخولیا ہی کی ایک قسم ہے۔

☆ ...... مرزا قادیانی کی دماغی محنت پر مفتی محمد صادق کی شہادت

’’جس دن بٹالہ میں پیشی تھی اس سے قبل رات عشاء کی نماز کے بعد حضور (مرزا قادیانی) جواب دعوی لکھنے بیٹھے اور مجھے حکم فرمایا کہ میں حضور کے مسودہ کو خوش خط لکھتا جاؤں ...... اس حالت میں ساری رات گزر گئی اور صبح کی اذان ہوگئی اس وقت اچانک

حضرت کو دماغ کی تکلیف محسوس ہوئی جس سے لیٹ گئے اور بے ہوش ہو گئے۔‘‘

(منظر وصال تالیف مفتی محمد صادق اخبار الحکم ۲۱ رنومبر ۱۹۲۴ء)

یہ کیا تھا؟ مرزا غلام احمد کی ساری رات کس میں گزری؟ دماغی محنت میں۔ کیا آپ نے خدا کے کسی نبی کے بارے میں بھی سنا کہ وہ ساری رات اپنا دماغ اس لئے کھپاتے تھے کہ انہیں صبح مقدمہ کی پیشی کے لئے جانا ہے۔ مرزا غلام احمد کے دعوی پر اس کی اپنی دماغی محنت چغلی کھا رہی ہے۔

نبی اپنے دعوی میں کبھی کوئی مشکل محسوس نہیں کرتے اور نہ سچی بات دماغ پر اترتی ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی تدبیر اختیار کریں، مگر مرزا قادیانی اپنے آسمانی دعووں میں کسی کو آسان اور کسی کو مشکل سمجھتے تھے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں: ’’میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا۔ اسی کی نسبت میری گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لئے یہ الہام ہوا تھا: **فاجاء ها المخاض الی جذع النخل**‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۳، خزائن ج ۲۱ ص ۶۸ حاشیہ)

☆...... علماء دین کو داؤ پیچ میں لانے کی دماغی محنت

مرزا غلام احمد نے ایک جگہ لکھا ہے: ’’اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کر دیں۔‘‘

(اربعین ج ۲ ص ۲۱، خزائن ج ۱۷ ص ۳۶۹)

معلوم ہوا کہ وہ آیتیں پہلے کسی اور کے حق میں تھیں لیکن اب خدا نے وہ مرزا غلام احمد کے حق میں کر دیں۔ وہ کیسا خدا ہے جو کسی کا حق کسی دوسرے کو دے دیتا ہے۔ نبیوں کی باتیں تو ایسی پر پیچ نہیں ہوتیں۔ نہ وہ کوئی پیچیدہ زبان بولتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے سند ٹھہرے۔ مرزا قادیانی اس کے بعد لکھتے ہیں: ’’اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔‘‘ (اربعین نمبر ۲ ص ۲۱، خزائن ج ۱۷ ص ۳۶۹)

یہ پیچ کس نے ڈالا اور وقت بدلنے پر اسے کس نے کھولا مرزا قادیانی نے ہی...... وہ خود بھی اس کو داؤ پیچ تسلیم کرتے ہیں۔ مقام غور ہے کہ دوسروں کو اپنے پیچ میں پھانسنا کن

لوگوں کا کام ہوتا ہے؟ بہرحال یہ بات ایک حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی ایک نہایت ہی ہوشیار اور چالاک قسم کے آدمی تھے۔

البتہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی۔ اس میں مرزا قادیانی نے خود تسلیم کرلیا کہ اس سے پہلے مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا بیان قرآن وحدیث میں کہیں بھی نہیں ہے۔ اس کی بنیاد مرزا قادیانی کے اپنے الہامات سے اٹھی ہے اور وہ تمام آیتیں اور حدیثیں جنہیں قادیانی مبلغین مرزا قادیانی کے حق میں بیان کرتے رہتے ہیں، وہ ان کے حق میں نہیں تھیں اور ان سے مراد وہی حضرت عیسیٰ بن مریم لئے جارہے تھے جنہیں امت اب تک ان الفاظ کا مصداق سمجھتی آرہی ہے۔ مرزا قادیانی بھی پہلے ان آیات سے وہی کچھ سمجھتے رہے جو مسلمان سمجھتے آئے ہیں۔ مگر اچانک انہیں خدا نے بتادیا کہ وہ آیات جو پہلے کسی دوسرے کے حق میں تھیں اب وہ ہم نے چھین کر تمہارے حق میں کردی ہیں۔ بتایئے! کیا یہ وحی الٰہی کا نشان ہے یا مرزا قادیانی کی دماغی محنت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے؟ مرزا قادیانی کی دن رات کی یہ دماغی محنت اور عیارانہ سوچ وفکر بتاتی ہے کہ مرزا قادیانی جس بات کو وحی آسمانی بتاتے تھے وہ درحقیقت شیطانی القاء ہوتا تھا جو برابر مرزا قادیانی پر ہوتا رہا اور اسی میں اچانک وہ ہیضہ کا شکار ہوکر موت کی وادی میں جا اترے اور وہ بڑے بڑے کام (جیسے کسر صلیب قتل خنزیر اور اسلام کا عالمی غلبہ) سب وہیں کے وہیں دھرے رہ گئے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چالیس سال کا اچھا خاصا موقع مل گیا کہ وہ مرزا قادیانی کا بھیجا خط اپنی جیب میں لئے ہر جگہ غلام احمد کی پوری ناکامی کا برسرعام ماتم اور اعلان کرتے رہے۔

☆ ...... آسمانی دعوؤں میں مشوروں کی ضرورت نہیں ہوتی

آسمانی دعووں میں مشورہ کون کرتے ہیں؟ وہی جن کے دعوے دماغ کی پیداوار ہوتے ہیں انہیں سوچنا پڑتا ہے کہ کون سی بات پہلے کہاں لگے گی۔ خدا کے بھیجے ہوئے خود اپنے رستے نہیں بناتے، خدا ان کے رستے بناتا ہے۔ البتہ کسی سے تصدیق حال لینا اور بات ہے اور یہ مشورہ سے دعوے بالکل جدا ایک دوسری حقیقت ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے لوگ زیادہ تر بت پرست تھے۔ انہیں وحی اور کتاب کے آنے کی کوئی خبر نہ تھی۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ اگر تم آسمان وزمین میں کسی تردد

میں ہو تو اپنے سے پہلے کے اہل کتاب سے پوچھو کیا ان میں پیغمبروں پر وحی نہیں آتی رہی؟ حضورﷺ پر حق اتر چکا ہے۔ اب تمہیں کسی تردد میں نہ رہنا چاہئے۔

’’فَسئَلِ الَّذِینَ یَقرؤنَ الکِتٰبَ مِن قَبلِکَ‘‘ (یونس:۹۴)

(ترجمہ) پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے یہ ان سے تصدیق حال کی خبر لینا ہے۔ یہاں حضورﷺ کے واسطہ سے دوسرے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جس کی تصدیق اس آیت سے دس آیات کے بعد اس طرح کردی گئی: ’’قُل یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِن کُنتُم فِی شَکّ مِّن دِینِی فَلَآ اَعبُدُ الَّذِینَ تَعبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰہِ‘‘ (یونس:۱۰۴)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے دین کے بارے میں تو میں عبادت نہیں کرتا ان کی جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

اس میں حضورﷺ نے صریحاً بت پرستی سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا اور بتوں کے معبود ہونے کی برسرعام نفی کی ہے۔ سو یہ بات مشرکین کو سمجھانے کے لئے تھی کہ پہلے بھی تو ساوی دین رہے ہیں تم حضورﷺ پر وحی اور کتاب آنے میں کیوں تردد میں پڑے ہوئے ہو۔ سو یہ بات صرف تصدیق حال کے درجہ میں ہے۔ کوئی ان سے سیکھنے کی بات نہیں ہے۔

☆…… آسمانی دعوں میں مشورہ لینے کی ایک مثال

دمشقی حدیث کہ حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق میں اتریں گے، تواتر کے درجے کو پہنچتی ہے۔ اس کا انکار بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ حکیم نورالدین نے مرزا قادیانی کو مشورہ دیا کہ دمشقی حدیث کو ایک طرف رہنے دیں اور صرف مثیل مسیح کا دعویٰ کردیں۔ اس سے مرزا قادیانی کا مقصد نبوت (حرمت جہاد کا اعلان) پورا ہوتا تھا۔ کیونکہ دمشقی حدیث میں یہ بات بتائی جاچکی تھی۔ مرزا قادیانی اس کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۸)

مرزا غلام احمد نے مثیل مسیح بننے کی تجویز کو قبول نہ کیا۔ مرزا قادیانی وہ دعویٰ کرنا چاہتے تھے جس سے ان کی (بلکہ انگریزوں کی) ضرورت پوری ہو، انہوں نے حکیم نورالدین کو لکھا: ’’جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا

دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔‘‘(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر۲ ص ۸۵ مکتوب نمبر ۶۱ قدیم، مکتوب احمد جدید ج دوم ص ۹۸ مکتوب نمبر۶۳)

یعنی یہ میرے پروگرام میں نہیں ہے، میں ویسے ہی جہاد ختم کرسکوں گا۔

یہ آسمانی دعووں کے بارے میں دو قادیانی رہنماؤں کا آپس میں مشورہ ہو رہا ہے کہ کس دعویٰ میں کیا حرج ہے اور کس میں نہیں۔ یہ سوچنا کہ اس میں حرج ہے یا نہیں یہ ایک دماغی کارروائی ہے۔ یہ کوئی آسمانی صداقت نہیں ہے۔ سو یہ بات بلاتردد کہی جاسکتی ہے کہ جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے اور سچی نبوت میں حضرت جبرئیل نبی کے دل پر اترتے تھے۔ سچے نبیوں نے کبھی بھی اپنے دعوے دماغ سے ترتیب نہیں دیئے۔

☆......ترجمہ کرنے میں دماغ کام کرتا ہے یا دل؟

مرزا قادیانی پر جب عربی میں بقول ان کے وحی آتی تو یہ عرب کی عربی نہیں ہوتی تھی، مرزا قادیانی کی اپنی عربی ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ اس میں مرزا قادیانی اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے عربی میں اس کا ترجمہ خود ہی کرتے رہے۔ اس حقیقت سے تو ہمارے عام اردوداں بھی واقف ہوں گے کہ کسی بزرگ کا نام لے کر اس کے لئے جو رحم کی دعا کی جاتی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے۔ (رحمہ اللہ) اللہ اس پر رحم کرے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت امام بخاری، حضرت اجمیری، حضرت گنگوہی پر یہ ’’رح‘‘ کیا لکھا ہوتا ہے؟ یہ ’’رحمہ اللہ‘‘ کا مخفف ہے۔ اردو میں اسے اس طرح ترجمہ کرتے ہیں: ’’اللہ اس پر رحم کرے۔‘‘ اب جو عربی نہ جانتا ہو وہ اس اردو کو اس طرح عربی میں لائے گا ’’رحم اللہ علیہ‘‘ ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ کسی عرب کا نہ سمجھا جائے گا اور اگر یہ بات کوئی مدعی نبوت لکھے تو ظاہر ہے کہ اس نے یہ ترجمہ کرنے میں اپنے دماغ کو استعمال کیا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ کی عربی غلط ہو جائے۔

مرزا غلام احمد نے حکیم نورالدین کے لئے ایک دعا کی، وہ دعا دیکھیں: ’’رب انزل علیہ برکات من السماء واحفظہ من شرور الاعداء وکن معہ حیث ما کان وارحم علیہ فی الدنیا والاخرۃ‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۸۸، ۵۸۹، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

یہاں ’’وارحم علیہ‘‘ ہندی عربی ہے، درست عربی یہ تھی ’’وارحمہ‘‘ (اور تو اس پر رحم

کر) قرآن کریم میں یہ اسی طرح ہے: ’’عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا‘‘ (الاسراء:۸)

اب مرزا قادیانی پر اتری یہ وحی دیکھیں: ’’ثم بعد تلک الایام فتحت علی ابواب الالھام وخاطبنی ربی...... قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ویرحم علیکم‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۵۰،۵۵۱، خزائن ج۵ص ایضاً)

آخری جملہ ی ’’رحم علیکم‘‘ نہ چاہئے یہ ’’یرحمکم‘‘ ہونا چاہئے تھا۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ مرزا قادیانی کے اپنے خیالات ہیں جو ان کی دماغی محنت سے عربی لباس پہنتے تھے۔ اس میں آسمانی صداقت کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ اگر اس میں ذرہ بھر بھی آسمانی سچائی ہوتی تو مرزا قادیانی کبھی اس طرح کی غلط عربی نہ لکھتے۔ یہ غلط عربی ان کی اپنی دماغی کارروائی تھی۔

پھر قرآن کریم کی اس آیت سے اپنا الہام بنایا تو اس میں بھی عربی غلط ہی لکھتے رہے۔ سو جس طرح فرشتوں پر کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی۔ اللہ کے نبیوں پر بھی کوئی دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی۔ وہ ارائت ربانی سے چلتے ہیں اور خدا کی زبان سے بولتے ہیں۔ خدا کبھی غلط عربی نہیں بولتا۔ ترجمہ میں غلطی وہی کرتے ہیں جو لوگ دماغی محنت میں گھرے ہوں اور یہ بات بالکل حق ہے کہ جھوٹی نبوت ہمیشہ دماغوں پر اترتی اور اسی سے چلتی ہے اور مراق ومالیخولیا کے امراض دماغی امراض کہلاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کو جانچنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اس کی نبوت دماغی محنت کے تلے پروان چڑھی تھی۔

☆...... اس دماغی محنت سے دنیا کو کیا ملا

مرزا غلام احمد کی یہ دماغی محنت تیئس (۲۳) ضخیم روحانی خزائن میں قلمبند ہے۔ کوئی کتاب کسی خاص موضوع پر لکھی ہوئی محسوس نہیں ہوتی نہ ان میں اس دور کی عام پھیلی ہوئی برائیوں سے کہیں نفرت دلائی گئی ہے۔ نہ ان میں کہیں لوگوں کو شرک سے دور کرنے کے دلائل آپ کو ملیں گے۔ صرف چند باتیں ہیں جو آپ کو تقریباً ہر جلد میں بار بار ملیں گی۔ بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مراقی اپنے دورہ مراق میں مستغرق زمین وآسمان کی ہر حرکت کو اپنی سچائی کا نشان بتارہا ہے وہ اپنی اس محنت میں اتنا خدا کو ماننے پر زور نہیں دے رہا ہے، جتنا اپنے آپ کو منوانے پر دے رہا ہے۔ کہیں آپ کو ان صفحات میں بار بار لعنتیں ملیں گی۔ کہیں

آپ مرزا قادیانی کو گالیوں کی گردان میں گھرا پائیں گے۔ کہیں آپ کو احادیث کی ایسی تشریحات ملیں گی جنہیں آپ کا دل کسی طرح قبول نہ کرے گا۔ کہیں کی آیتیں آپ کو کہیں منطبق ہوتی نظر آئیں گی۔ آپ اپنے کو یہی سمجھیں گے کہ آپ ایک حیرت خانہ طلسمات میں گھوم رہے ہیں۔ ایک طرف حضورﷺ کے عہد نبوت کے ۲۳ سال دیکھیں کہ دنیا نے کتنا بڑا انقلاب دیکھا اور دوسری طرف ایک مراقی کی یہ ۲۳ جلدوں میں کی گئی دماغی محنت کو دیکھیں کہ اس کے لئے کس قدر بادام روغن جھلّی سے غیر مخلوط کستوری اور ٹانک وائن (طاقت دینے والی شراب) ضائع کی گئی اور پھر بھی دنیا کو علمی اور عملی طور پر اس سے کچھ نہ ملا۔ خود قادیانیوں کے ہاں بھی یہ بس روحانی خزانے ہی ہیں۔ اس سے ان کو بھی اس عالم اجسام کے لئے کوئی رہنمائی نہیں ملی ...... ان سے ان کو کیا کچھ ملا؟ کچھ بھی نہ ملا:

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

☆ ...... شاعر اپنے دماغ سے چلتا ہے

پیغمبر کبھی شاعر نہیں ہوتا اور نہ شعر کہنا اس کی شان کے لائق ٹھہرتا ہے یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ شاعر کا میدان اس کے تخیل کی پرواز ہے اور ظاہر ہے کہ تخیل دماغ کا عمل ہے مرزا غالب کا مقام شعر اس کے اونچے تخیل سے ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علماء بھی شعر کہنے میں بہت آگے نکلے ہیں لیکن ان کے اشعار میں بھی بوجہ دینی علم کے تخیل کی پرواز زیادہ اونچی نہ ملے گی۔ مرزا غلام احمد کے قصیدوں اور اشعار میں شاعروں کی شعری شان چھلکتی ہے اور مرزا قادیانی ان میں نشے اور خمار کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نبوت کبھی خمار کی حد تک نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمﷺ پر ملکۂ شعر گوئی نہیں اتارا اور نہ وہ حضورﷺ کی شان کے لائق تھا۔ قرآن کریم میں ہے: ’’وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِی لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِیْنٌ‘‘ (یٰسین:۶۹)

(ترجمہ) اور ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ آپ کی شان کے لائق تھا آپ پر جو اتارا گیا وہ ذکر ہے اور قرآن مبین ہے۔

سو اس میں شک نہیں کہ شعر کہنا ایک دماغی کارروائی ہے یہ کوئی آسمانی کارروائی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے لائق اطاعت انبیاء کو بنایا ہے۔ شعراء کو نہیں، شعراء کو پیشواء کون بناتے

ہیں، جو اصل راہ سے بہک چکے ہوں: ’’وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الغَاوٗنَ‘‘ (الشعراء:۲۲۴)

اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے ہیں اور ہر وادی میں گھومتے ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت پر اس وقت کے حاذق حکماء نے مختلف رسالے بھی لکھے ہیں۔ ان میں امرتسر کے زبدۃ الحکماء حکیم محمد علی صاحب مرحوم (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا رسالہ ’’سودائے مرزا‘‘ بہت مفید ہے۔ لندن میں ان کے نواسے جناب محمد خوشنود صاحب ختم نبوت پر بہت کام کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم لندن میں زیادہ تر ان کے ہاں قیام کرتے تھے۔

اس بحث کا حاصل یہی ہے کہ جس طرح فرشتوں پر دماغی محنت نہیں ڈالی جاتی اللہ کے سچے پیغمبر بھی کبھی دماغی محنت سے نہیں چلتے اور دماغی محنت سے چلنے والے کبھی اطاعت کے لائق نہیں ہوتے۔

ہم ڈاکٹر علاّمہ اقبال کے بہت متشکر اور ممتنن ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو کبھی مقتداء نہ بنایا۔ وہ صاف کہتے رہے کہ قوموں کی راہیں تخیل کی پرواز سے نہیں بنتیں۔ اس کے لئے آنحضرت ﷺ سے آشنائی اور اپنے آپ کو ان کی ذہنی غلامی میں دینا ضروری ہے۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

پھر اقبال نے حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر اپنی حاضری کی اس طرح خبر دی:

کل ایک شوریدہ خوابگاہ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائران حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

سو یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ اسلام میں لائحہ عمل تجربات اور تخیلات سے نہیں اس کے لئے سایہ نبوت درکار ہے اور اس کے بدوں کوئی جادۂ شریعت نہیں بن سکتا۔

ترمیم شریعت

ازمرزا غلام احمد قادیانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ!

مرزا غلام احمد کے پیرو عام طور پر یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی شریعت مکمل ہے، سو آپ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن غیرتشریعی نبی جو اس شریعت کا تابع رہے آ سکتا ہے، وہ حدیث: ''لا نبی بعدی'' میں تخصیص کرتے ہیں۔ ہم آج اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کے یہ دونوں دعوے غلط ہیں۔ مرزا غلام احمد نے شریعت محمدی میں کئی اضافے کئے ہیں اور محققین کے نزدیک حدیث: ''لانبی بعدی'' میں بھی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ چودہ سو سال سے اس میں فہم امت یہی ہے کہ اس حدیث میں نفی عام ہے اور یہ کہ ایسے قطعی امر میں تاویل کرنے والا صف اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ شریعت کی نصوص اپنے ظواہر سے جانی اور پہچانی جاتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ نئے حالات کے کچھ نئے تقاضے ہوتے ہیں۔ شریعت محمدی آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت خاتم النّبیین ﷺ پر مکمل ہو چکی اور قضا و قدر کا فیصلہ ہوا کہ آپ کی امت پر ہی دنیا کا اختتام ہو۔ دنیا کے حالات پہلے کے سے نہیں رہتے۔ نئے حالات کے نئے تقاضوں کو یہ امت اجتہاد کی راہوں سے پورا کرتی آئی ہے اور اس امت میں بڑے بڑے مجتہدین پیدا ہوئے۔ یہ مجتہدین نئے پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب وسنت سے ہی کشید کرتے رہے ہیں اور اس بناء پر یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ شریعت محمدی دنیا کے ہر دور کو کافی اور جملہ نئے پیش آمدہ حوادث کو وافی رہی ہے۔ مجتہد نئے مسائل میں موجد نہیں ہوتا، صرف مظہر ہوتا ہے۔ جو مسائل کتاب وسنت میں خفی درجے میں لپٹے تھے، مجتہد انہیں ظاہر کر دیتا ہے۔ سو یہ شاہراہ کتاب وسنت سے باہر کی کوئی کارروائی نہیں ہے۔ کسی غیرتشریعی نبوت سے اجتہاد کی یہ راہ اگر بند کی جائے تو کیا یہ خود ترمیم شریعت نہیں؟ شریعت میں تو کتاب وسنت کے بعد تیسرا ماخذِ علم اجتہاد تھا، یہ غیرتشریعی نبوت کہاں سے آ گئی اور شریعت میں یہ ترمیم کیسے روا ہو گئی؟

مجتہدین کتاب وسنت کو اس طریق سے کس حد تک آگے لے جاسکتے ہیں؟ جب تک اور نبی پیدا نہ ہو، جب کوئی نیا نبی آئے تو یہ ضرورت بذریعہ اجتہاد نہیں، بذریعہ نبوت پوری کی جائے گی، اجتہاد کا مقام بہرحال نبوت سے نیچے ہے۔ قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت کو لے کر اٹھے تو انہیں نئے حالات کے کچھ نئے تقاضے پورے کرنے پڑے، انہوں نے وہ اجتہاد کی راہ سے نہیں، اس نام نہاد نبوت کی راہ سے پورے کئے مرزا غلام احمد نے خود انہیں ترمیم شریعت کی یہ راہ مہیا کی۔

اس نے اسلام کے علم کے تقاضوں میں بھی کچھ تبدیلیاں کیں اور عمل کے تقاضوں میں بھی۔ ہم ان تبدیلیوں کو قادیانیوں کا ترمیم شریعت بل کہتے ہیں آج کی مجلس میں ہم اسے ان کی معتبر کتابوں سے ثابت کئے دیتے ہیں۔ اس سے قادیانیوں کے اس دعوے کی کھلی تردید ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد غیر تشریعی نبوت کا مدعی تھا اور شریعت محمدی میں اس نے کوئی ترمیم نہیں کی۔ اس نے شریعت محمدیہ میں کئی تبدیلیاں کی ہیں اور کھلے طور پر کی ہیں۔

اسلام کے علمی تقاضوں میں تبدیلی

قرآن کریم کی آیات جس قسم اور درجے کی ہیں وہ حضورﷺ کے زمانے سے اسی درجے میں چلی آرہی ہیں۔ کوئی شخص ان کا حکم نہیں بدل سکا۔ کچھ محکمات ہیں اور کچھ متشابہات، کچھ عام ہیں اور کچھ خاص اور کچھ مجمل ہیں اور کچھ مفصل ہیں، یہ سب اپنے اپنے درجہ میں ہیں اور شریعت میں اب تک کسی ترمیم کی ضرورت نہیں پڑی۔ تاہم مرزا غلام احمد کے ہاں ان کے کچھ احکام ضرور بدل گئے ہیں۔

۱...... قرآن پاک کی تیس آیات کا حکم بدل گیا

قادیانیوں کے نزدیک قرآن کی تیس آیات مرزا غلام احمد کے آنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نص صریح ہوگئی ہیں۔ پہلے یہ حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح نہ تھیں اور وفات مسیح کا منکر گنہگار یا گمراہ نہ تھا۔ مرزا غلام احمد کی آمد سے ان آیات کا حکم بدل گیا۔ اب وفات مسیح کو نہ ماننا شرک ٹھہرا۔ پہلے مرزا غلام احمد خود بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی حیات کا قائل تھا اور وہ اپنے اس عقیدہ کی بناء پر ہرگز کافر یا مشرک نہ تھا لیکن اب جو لوگ اس عقیدہ کے ہیں، وہ مرزا غلام احمد کے بیان کے مطابق گمراہ اور مشرک ہیں۔ یہ تضاد کیوں؟ یہ

اس لئے کہ اب ان تیس آیات کا حکم بدل گیا ہے۔ پہلے یہ آیات وفات مسیح پر نص صریح نہ تھیں، اب یہ وفات مسیح ہو چکنے پر نص صریح ہوگئیں اوران کے ہاں وفات مسیح کا منکر اب مشرک قرار پا گیا ہے۔

ان آیات کا پہلا حکم

مرزاغلام احمد نزول مسیح ماننے والوں کے بارے میں لکھتا ہے:

۱...... ’’مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ صرف اجتہادی خطاء ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی بعض پیش گوئیوں کے سمجھنے میں ہوتی رہی ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳۰ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۳۲)

۲...... ’’ان الذین خلوا من قبلی لا اثم علیهم وهم مبرؤون‘‘

(حقیقت الوحی ص۴۲، خزائن ج۲۲ ص۶۶۴)

(ترجمہ) بے شک جو لوگ مجھ سے پہلے اس عقیدہ (حیات مسیح) پر ہو چکے ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں اور وہ اللہ کے ہاں اس پر کسی مواخذہ سے بری ہیں۔

مرزا غلام احمد کا اپنا اعتقاد بھی یہی تھا کہ: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور وہ قرب قیامت میں دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۹، خزائن ج۱ ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

اس سے صاف طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی وفات پر کہیں صراحت موجود نہ تھی، ورنہ مرزا کو اتنی بڑی غلطی نہ لگتی۔ پھر مرزا غلام احمد کو الہام ہوا اور اس نے اپنے اس الہام کی بناء پر اپنا یہ عقیدہ بدل لیا اور اب تیس آیات حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح قرار پائیں اور قرآن کریم کی ان آیات کا حکم بدل گیا اور اس حکم کا نہ ماننے والا ملحد اور مشرک ٹھہرا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’اس نے (یعنی اللہ نے) مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۶۱، خزائن ج۳ ص۴۰۲)

اس الہام کے ہوتے ہی یکا یک قرآن کی تیس آیات وفات مسیح پر قادیانیوں کے ہاں نص صریح ہوگئیں اور تب سے حیات مسیح کا عقیدہ شرک ٹھہرا اور قرآن کا حکم بدل گیا۔ کیا

یہ ترمیم شریعت نہیں ہے؟ یہ تیس آیات کہاں سے ظاہر ہوئیں؟ اسی قرآن سے جو مرزا نے اس الہام سے پہلے بھی کئی دفعہ پڑھا تھا، اب ان بدلے حالات میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

ابن مریم مر گیا حق کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم
وہ نہیں باہر رہا اموات سے ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

(ازالہ اوہام ص۷۶۴، خزائن ج۳ ص۵۱۴)

کیا اس الہام سے پہلے جواب مرزا کو ہوا یہ تیس آیات قرآن میں موجود نہ تھیں؟ اور اگر یہ اس میں تھیں تو کیا ان کے یہ معنی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں، ان سے ظاہر تھے؟ نہیں! سو یہ آیتیں اب اگر نص صریح بن گئیں اور فیصلہ دے رہی ہیں کہ حیات مسیح کا قائل مشرک ہے تو قادیانیوں کے اس عقیدے کی اساس قرآن کریم ہوا یا مرزا غلام احمد کا مذکورہ الہام؟

ان آیات کا دوسرا حکم

بہر حال حیات مسیح کے قائلین کے بارے میں اب قادیانی عقیدہ یہ ہے: ’’فَمِنْ سُوْءِ الْاَدَبِ اَن یُّقَالَ اِنَّ عِیْسَی مَا مَاتَ وَاِنْ هُوَ اِلَّا شِرْکٌ عَظِیْمٌ‘‘

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

(ترجمہ) یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بے ادبی ہوگی کہ کہا جائے حضرت عیسیٰ پر موت نہیں آئی۔ سوائے اس کے نہیں کہ یہ ایک بڑا شرک ہے۔

اب آپ غور فرماویں مرزا غلام احمد کی اس بات میں کتنا صدق رہ جاتا ہے کہ: ’’آیات بینہ ان کے (عیسیٰ بن مریم کے) دنیا میں واپس آنے سے سخت انکار کرتی ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۴۸۶، خزائن ج۳ ص۳۶۱)

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے: ’’اگرچہ آیات ممدوحہ بالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نصوص صریحہ قطعیہ ہیں مگر تاہم اگر قرآن شریف کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں جن سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت ہوتی ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، خزائن ج۲۱ ص۳۹۰)

جناب آپ کو (اپنے الہام سے پہلے) یہ آیتیں کیوں نظر نہ آئی تھیں؟ اگر وہ صریح نہ تھیں تو اب کیسے صریح بن گئیں۔ کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟

قارئین کرام! اگر آپ ان تیس آیات کو ان کے مواقع متعلقہ میں دیکھیں تو ان میں ایک آیت بھی ایسی نہ ملے گی جس میں (۱) حضرت عیسیٰ کا نام ہو اور ان کے لئے موت کا لفظ صیغہ ماضی سے موجود ہو۔ ان میں زیادہ آیتیں وہ ہیں جن کے عموم میں مرزا قادیانی بڑی چستی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کر دیتے ہیں اور وہ تخصیص بعد تعیم کے قاعدہ کو بھول کر انہیں حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات پر نص صریح کہتے ہیں۔ اگر کہیں حضرت عیسیٰ کا نام ہے تو وہاں لفظ موت یا توفی صیغہ ماضی سے مذکور نہیں جیسے یا عیسیٰ ''انی متوفیک'' میں ایک آئندہ کی توفی کی خبر دی گئی ہے اور اگر کہیں توفی ماضی کے صیغہ میں ہے تو اسے پہلے ایک مستقبل کے ضمن میں لایا گیا ہے تاکہ وہ ماضی بھی نزول آیت کے وقت ایک ماضی کی حقیقت نہ رہے جیسے ''توفیتنی'' کا لفظ ''اذ قال اللہ'' کی آئندہ کی خبر کے ضمن میں وارد ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ کہا جائے گا اس وقت تو واقعی وہ ایک ماضی کی خبر ہوگی۔ نہ یہ کہ نزول آیت کے وقت یہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر توفی آجانے کی کوئی خبر تھی۔

مرزا قادیانی جب توفی کا معنی موت کرتے ہیں تو اس وقت وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ توفی کا معنی موت اس کا حقیقی معنی نہیں ہے، صرف مجازی معنی ہے۔ جیسا کہ معتبر ائمہ لغت لکھ چکے ہیں تو جب کوئی لفظ حقیقی معنی پر محمول کیا جا سکے، وہاں اس کے مجازی معنی نہیں لئے جاتے۔ اس بات کی مزید تفصیل درکار ہو تو ہماری تالیف ''عقیدہ خیر الامم'' میں اسے اس بحث میں دیکھ لیں۔ یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان تیس آیات کے حکم میں اب جو تبدیلی کی ہے وہ مرزا قادیانی کی طرف سے ایک کھلی ترمیم شریعت ہے۔

اگر قادیانی یہاں لفظ تیس آیات کو نہ سمجھے اور پھر عقیدہ میں ترمیم کرنے کے لفظ سے چڑتے ہیں تو پھر ان کے لئے اس الزام سے مخلصی کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ وہ یہ کہ وہ مرزا غلام احمد کو پہلے انتہائی غبی تسلیم کریں کہ عربی جاننے کے باوجود وہ ان تیس آیات سے کہیں حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت کو سمجھ نہ پایا تھا۔ اب ان کی زندگی کی ترتیب اس طرح سامنے آئے گی کہ آپ پہلے غبی تھے، پھر نبی ہوئے۔ وہ بھی کب؟ جب خود ان پر وحی آئی پھر وہ ان تیس آیات کو سمجھ پائے۔

قادیانیوں میں مرزا قادیانی پر غبی ہونے کا یہ الزام کوئی نیا نہیں۔ مرزا قادیانی کے

پیروؤں میں جب ان کے نبی ہونے یا نہ ہونے پر اختلاف ہوا تو مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا بشیرالدین محمود کو ان الفاظ میں عار دلائی تھی: ’’بتاؤ کہ ان خرافات کے پیشِ نظر مرزا قادیانی کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟ کسی نے ان قادیانیوں کے متعلق سچ کہا تھا کہ تم مرزا قادیانی کو نبی بناتے ہو یا نعوذ باللہ غبی بناتے ہو۔ ان لوگوں کو شرم آنی چاہئے کہ یہ حضرت مسیح موعود کی کیا پوزیشن بنا رہے ہیں؟ بات اصل میں یہ ہے کہ جو قوم قول سدید کو چھوڑتی ہے وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتی چلی جاتی ہے۔‘‘ (خطبات محمد علی لاہوری مرزائی ج۱۹ص۲۶۳)

شریعت میں مرزا غلام احمد کی دوسری ترمیم

۱…… حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضور اکرم ﷺ کے عہد میں زندہ ہونے کا عقیدہ امت میں پہلے کبھی زیر بحث نہ آیا تھا۔ آپ کے بارے میں مسلمانوں کا تیرہ سو سال سے یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ صاحب شریعت پیغمبر تھے۔ ان پر تورات اتری تھی اور پھر ان کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد وہ عالم برزخ میں زندہ ہیں اور اس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی وہاں زندہ ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اسلام میں اس عقیدے کا اضافہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی تک فوت نہیں ہوئے اور وہ اب تک فوت شدگان میں داخل نہیں ہوئے اور یہ کہ حیات موسیٰ پر اس طرح عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ مرزا غلام احمد سے پہلے یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا۔ مرزا غلام احمد نے اسے فرض بتلایا ہے کہ سب لوگوں کو اس کا ماننا ضروری ہے کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟ پھر قادیانی کس طرح سمجھتے ہیں کہ مرزا کی نبوت نئی شریعت والی نہ تھی۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’**وفرض علینا ان نؤمن بانه حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین واما نزول عیسیٰ من السماء فقد اثبتنا بطلانه فی کتابنا الحمامة وخلاصته**‘‘ (نور الحق ج اوّل ۵۰، خزائن ج۸ ص۶۹)

(ترجمہ) اور ہم پر (ہماری وحی کی رو سے) فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ حضرت موسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا، اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں بخوبی ثابت کردیا ہے۔

۲...... ’’حیاة کلیم اللّٰہ ثابت بنص القرآن الکریم الا تقرء فی القرآن ما قال اللّٰہ تعالٰی فلا تکن فی مریة من لقائه؟ وانت تعلم ان هذه الایة نزلت فی موسی فهی دلیل صریح علی حیات موسٰی علیہ السلام لانه لقی رسول اللّٰہ والاموات لا یلاقون الاحیاء ولا تجد مثل هذه الایات فی شان عیسٰی علیہ السلام‘‘ (حمامة البشریٰ ص۳۵، خزائن ج۷ص۲۲۱)

(ترجمہ) حضرت موسیٰ کی حیات نص قرآن سے ثابت ہے۔ کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتے آپ حضرت موسیٰ کی ملاقات میں کسی قسم کا شک نہ کریں۔ یہ تم جانتے ہی ہو کہ یہ آیت حضرت موسیٰ کے بارے میں اتری سو یہ حیات موسیٰ پر صریح دلیل ہے کیونکہ وہ حضور سے ملے ہیں اور فوت شدگان زندوں سے کبھی نہیں ملتے اور اس طرح کی آیات تمہیں حضرت عیسیٰ کے بارے میں نہ ملیں گی۔

حیات موسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ کہ وہ ابھی تک مرگ آشنا نہیں ہوئے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی طرف سے اسلام میں داخل کیا ہے اور یہ شریعت میں ایک کھلی ترمیم ہے۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی تیسری ترمیم

قرآن کریم اجازت دیتا ہے کہ بدی کا بدلہ بدی سے دیا جائے اور اگر معاف کیا جائے تو اسے اللہ کے ہاں اجر ملے گا، مگر بدی کا مقابلہ بدی سے کرنا گناہ نہیں ہے۔ اللہ فرماتے ہیں: ’’وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ‘‘ (الشوریٰ:۴۰)

(ترجمہ) اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ہاں۔

مرزا غلام احمد نے قرآن کی یہ دی ہوئی رخصت ختم کر دی اور کہا کہ: ’’جو بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔‘‘ (ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ر، خزائن ج۱۶ص۲۹)

یعنی وہ پہلی امت مسلمہ میں سے ہے اس جماعت سے نہیں جو ہم نے بنائی ہے کیا یہ کھلی ترمیم شریعت نہیں؟

شریعت میں مرزا غلام احمد کی چوتھی ترمیم

اسلام میں قوموں کی تفریق نہیں ہے اور کوئی قوم دوسری قوموں سے نیچے نہیں رکھی

گئی۔ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور بزرگی عمل وتقوی پر ہے کسی قوم کو اس عزت سے محروم نہ کیا جائے۔ قرآن کریم میں ہے: ''یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقنٰکُم مِّن ذَکَرٍ وَّاُنثٰی وَجَعَلنٰکُم شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوآ اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم'' (الحجرات:۱۳)

(ترجمہ) اے لوگو ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق اللہ کے یہاں عزت اسی کو ملے گی جس کو تقوی کی دولت ملی ہو۔

مگر مرزا غلام احمد نے کہا اسلام میں حجام، موچی، دھوبی، قصائی اور جولاہے نیچی قومیں سمجھی گئی ہیں۔ یہ غلط ہے، اسلام نے ان قوموں کو کہیں بھی حقیر نہیں کہا ہے، مگر غلام احمد شریعت میں اس طرح ترمیم کرتا ہے: ''ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کی خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں۔ جیسے حجام، موچی، تیلی، ڈوم، میراثی، سقے، قصائی، جولاہے، کنجری، تنبولی، دھوبی، مچھوے، بھڑبھونجے، نانبائی وغیرہ۔

(تریاق القلوب ص ۶۶، خزائن ج ۱۵ ص ۲۷۷)

مرزا غلام احمد نے یہ بات اسلام میں اپنی طرف سے ڈالی ہے قرآن وحدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ یہ قومیں حقیر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت ہونے کا معیار تقوی بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ قرآن کریم میں اسے مطالعہ کر چکے ہیں۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی پانچویں ترمیم

جہاد بالسیف جہاد کی ایک صورت عمل ہے۔ یہ جہاد کی ایک ایسی صورت تھی جو مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے جائز تھی، مگر مرزا غلام احمد کے آنے کے بعد اسے منع کر دیا گیا۔ اسے مرزا غلام احمد نے اس حکم کے تحت بند کیا جو اسے خدا سے ملا تھا یہ پہلی شریعت میں کھلی مداخلت اور تبدیلی ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔'' (ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ذ، خزائن ج ۱۶ ص ۲۸)

جو پہلے حکم شریعت تھا، اب اسے ناجائز کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ اس پہلی شریعت میں ترمیم نہیں ہے؟

شریعت میں مرزا غلام احمد کی چھٹی ترمیم

قرآن کریم سے واضح ہے کہ قیامت کی گھڑی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں قرآن کریم میں ہے: ''یسئلونک عن السّاعۃ ایّان مرسٰھا قل انّما علمھا عند ربّی لا یجلّیھا لوقتھآ الّا ھو'' (الاعراف:۱۸۷)

(ترجمہ) تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت......تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر۔

مگر غلام احمد لکھتا ہے: ''یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں۔'' (لیکچر سیالکوٹ ص۸، خزائن ج۲۰ ص۲۰۹)

مسیح موعود کا ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔ وانہ لعلم للساعۃ اس کے بارے میں مرزا غلام احمد نے نشاندہی کر دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر آئے گا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''اولیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ (یعنی مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''

(اربعین نمبر۲ ص۲۳، خزائن ج۱۷ ص۳۷۱)

اس کا مطلب اس کے سواء کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور قیامت اس کے آخر پر آ جائے گی۔ یہ بات احادیث صحیحہ کی رو سے سب کو معلوم ہو چکی ہے۔ کیا یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس نص کے خلاف نہیں ہے کہ وقت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ البتہ جب حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے تو بے شک ان کو پتہ ہوگا کہ اب دنیا اپنے آخری موڑ پر آ گئی ہے۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی ساتویں ترمیم

سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ آنے کا نیا حکم:

مذہب اسلام حضور ﷺ کے حین حیات مکمل ہو گیا تھا اور آیت: ''الیوم اکملت لکم دینکم'' نازل ہو چکی تھی اور آپ نے اس کا اعلان بھی فرما دیا تھا، اس کامل دین میں سلطنت برطانیہ کا تصور تک نہ تھا مگر غلام احمد نے آدھا اسلام سلطنت برطانیہ کے نام کر دیا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت برطانیہ ہے۔‘‘ (ضمیمہ شہادۃ القرآن ص۴، خزائن ج۶ ص۳۸۰)

’’ہم لوگ گورنمنٹ برطانیہ کی کسی ذاتی منافع یا کسی خودغرضی کی بناء پر تعریف وتوصیف نہیں کرتے بلکہ از روئے مذہب اسلام ہم مامور ہیں کہ ہم نہایت صفائی باطن اور صدق دل سے عملاً وقولاً وفاداری کا ثبوت دیں۔‘‘ (روئیداد جلسہ دعا ص۵، خزائن ج۱۵ ص۵۹۷)

یعنی مرزا قادیانی کے مذہب میں یہ ایک شرعی حکم ہے جو کسی سیاسی مصلحت یا چاپلوسی کی بناء پر نہیں، اسے وہ حکم خداوندی کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

شریعت میں مرزا غلام احمد کی آٹھویں ترمیم

اسلام کی عملی زندگی میں بنیادی ترمیمات:

جہاں تک کلمہ، نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کا تعلق ہے یہ پانچ اسلام کے بنیادی ستون ہیں۔ مرزا غلام احمد نے ایک نیا کلمہ اپنے ماننے والوں میں جاری کیا جسے اس کے جانشین نورالدین نے (اس وقت جب کہ قادیانی اور لاہوری گروہ کی تفریق نہ تھی) مرزا کے ماننے والوں میں اس طرح لازم بتلایا۔

ا...... قادیانیوں کا نیا کلمہ

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل فرمایا کرتے تھے کہ: ’’ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۳ ص۳۰۵ روایت ۹۷۴، سیرت المہدی جدید حصہ سوم ج اوّل ص۸۲۴ روایت ۹۷۴)

اہل علم سے مخفی نہیں کہ دنیا کے مقابل لفظ آخرت ہے نہ کہ دین مگر قادیانیوں کے کلمہ میں دنیا کے مقابل دین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں دنیا میں کسی کام کو دین سمجھ کر نہیں کیا جاتا۔

قادیانی اگر ہمارے سامنے کبھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے ہیں تو یہ اسی طرح ہے، جیسے مسلمان کبھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہِ کہیں۔ مسلمان حضرت

موسیٰ کو تاریخی اعتبار سے نبی کہتے ہیں نہ کہ وقت کا نبی۔ اسی طرح قادیانی حضور اکرم ﷺ کو تاریخی اعتبار سے اللہ کا رسول کہتے ہیں نہ کہ وقت کا نبی۔ وقت کا نبی ان کے ہاں مرزا غلام احمد ہے اور اسے وہ اس دوسری بعثت میں حضور کی شان سے بڑھ کر شان دیتے ہیں۔

۲......قادیانیوں کی نئی نماز کچھ حصہ فارسی میں

سب مسلمان نماز عربی میں پڑھتے ہیں، اس میں کسی انسانی کلام کو داخل نہیں کرتے۔ قادیان کی عبادت گاہ میں ایک دن پیر سراج الحق نے مغرب کی نماز پڑھائی تو تیسری رکعت میں رکوع کے بعد مرزا غلام احمد کی ایک فارسی نظم پڑھی۔

مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے: ''حضور (مرزا) بھی اس نماز میں شامل تھے۔''

(سیرت المہدی قدیم ج۳ص ۱۳۸ روایت ۷۰۷، سیرت المہدی جدید حصہ سوم ج اوّل ص ۶۴۴ روایت ۷۰۷)

مسلمانوں میں پنجگانہ نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔ اتفاقاً کوئی جماعت میں شامل نہ ہو سکے تو اکیلے نماز پڑھ سکتا ہے لیکن ایسا نظام عمل ترتیب دینا جس میں دین کا سب سے بڑا عمل نماز باجماعت کسی سے رہ جائے اس کی قرآن وحدیث میں اجازت نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد نے ہوشیار پور میں شیخ مہر علی کے مکان پر جنوری ۱۸۸۶ء میں بالاخانے میں چلہ کیا اور اپنے خدام عبداللہ سنوری حامد علی اور فتح خان سے کہا کہ تم نیچے پڑھ لیا کرو اور اپنے بارے میں کہا کہ نماز میں اوپر الگ پڑھ لیا کروں گا۔''

(سیرت المہدی قدیم ج اص ۵۶ روایت ۸۶، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ۶۳، ۶۴ روایت ۸۸)

اسلامی فقہ میں یہ صورت نماز کسی امام کے ہاں نہیں ہے۔

شریعت محمدی میں نماز کا یہ تصور ایک نیا تصور ہے اور یہ حکم قرآنی: ''وارکعوا مع الراکعین'' کے صریح خلاف ہے۔ شریعت محمدی میں اس طرح ترک جماعت کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں؟

۳......مرزا غلام احمد کی مسئلہ روزہ میں ترمیم

اب روزے کو لیجئے! اگر کوئی شخص بیمار ہو تو قرآن کہتا ہے کہ وہ دوسرے دنوں ان روزوں کی قضا کر لے۔ قرآن کریم میں ہے: ''فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ'' (البقرہ:۱۸۴)

(ترجمہ) پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے۔

مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ: ’’جب آپ نے ابتدادوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۵۲ روایت ۷۹، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص۵۹ روایت ۸۱)

اگر کوئی مسافر روزہ نہ رکھنا چاہے تو اسے شریعت نے رخصت دی ہے لیکن اگر وہ روزہ رکھ لے تو اب یہ کہہ کر وہ روزہ نہیں توڑ سکتا کہ میں مسافر ہوں۔ مرزا غلام احمد نے مسافر کے روزے کے مسئلہ میں کیا ترمیم کی اسے دیکھئے۔ مرزا بشیر احمد عبداللہ سنوری کے حوالہ سے نقل کرتا ہے: ’’ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں کوئی مہمان یہاں حضرت صاحب کے پاس آیا اسے اس وقت روزہ تھا اور دن کا زیادہ حصہ گزر چکا تھا بلکہ شاید عصر کے بعد کا وقت تھا حضرت صاحب نے اسے فرمایا آپ روزہ کھول دیں اس نے عرض کیا کہ اب تھوڑا سا دن رہ گیا ہے اب کیا کھولنا ہے حضور نے فرمایا آپ سینہ زوری سے خداتعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں...... جب اس نے فرما دیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو نہیں رکھنا چاہئے اس پر اس نے روزہ کھول دیا۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۹۰ روایت ۱۱۴، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص۹۷ روایت ۱۱۷)

کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں؟ مسلمان نفل کی نیت باندھ لے اور پھر اس کا وضو جاتا رہے تو اسے وضو کر کے وہ نماز پھر سے پڑھنی ہوگی اور وہ یہ رعایت نہ پائے گا کہ نماز نفل تھی۔

۴...... قادیانیوں کا نیا نظام زکوٰۃ وصدقات

اب زکوٰۃ کو لیجئے! شریعت اسلام میں فرض صدقات زکوٰۃ اور عشر ہیں اور ان کے لئے بھی سال گزرنا شرط ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی شریعت میں ایک ماہواری چندہ بھی فرض کیا جو ہر ایک کی اپنی حیثیت کے مطابق ہوگا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’سو ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔...... اب چاہئے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندے کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۶۸، ۴۶۹)

قادیانی عقیدے میں اس نئے ٹیکس کو فرض حتمی کہا گیا ہے۔ کیا یہ شریعت میں کھلی ترمیم نہیں؟ پیغمبر جب کوئی بات کہے تو وہ شریعت کا حکم کہلاتا ہے اور یہاں تو فرض حتمی کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

۵......قادیانیوں کے ہاں حج کی برکات قادیان سے

اب حج کو لیجئے! شریعت اسلام میں حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے سب مسلمان حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہاں کا فیض قیامت تک رہے گا، کبھی ختم نہ ہوگا مگر قادیانی سربراہ نے یہ دعویٰ کیا کہ: ’’مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔‘‘ (حقیقت الرؤیا ص۴۶، انوار العلوم ج۴ ص۱۳۶)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حرمین شریفین انوارات و برکات سے خالی ہوگئے ہیں تو یہ شرف پھر کسے ملا۔ قادیانی سربراہ کا کہنا ہے کہ اب یہ شرف قادیان کو ملا ہے: ’’میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔‘‘ (الفضل قادیان ج۲۰ نمبر۰ ۷ ص ۱ کالم۲، مؤرخہ ۱۱ردسمبر ۱۹۳۲ء)

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(الفضل قادیان ج۱۲ نمبر۶۶ ص۳ کالم۱، مؤرخہ ۱۶ردسمبر ۱۹۲۴ء)

قادیان کو مکہ مدینہ کے مشابہ قرار دینا اور اسے ارض حرم بتانا یہ کھلے بندوں شریعت میں ترمیم نہیں تو اور کیا ہے؟

قادیان کو دارالامان قرار دینے کا عقیدہ

مرزاغلام احمد نے قادیان کو اس طرح قرآن میں داخل کیا اور اسے مکہ اور مدینہ کے ساتھ جمع کیا۔ وہ لکھتا ہے: ’’آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں کشفی طور پر لکھا گیا تھا کہ قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔ یہ کشف نہایت صحیح اور درست تھا۔‘‘

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ث، خزائن ج۱۶ ص۲۰ حاشیہ ملخصاً)

یعنی قرآن میں واقعی قادیان کا ذکر ہے۔ (استغفراللہ)

اس کشف کو صحت کے درجے میں لانا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں واقعی قادیان کا نام ہو پھر ایک دوسرے مقام پر غلام احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا نام ہے۔

قادیان کے بارے میں پیش گوئی کی گئی کہ یہ دارالامان ہے۔ یہاں ہمیشہ کے امان کی خبر خدا نے دی ہے۔ کبھی لوگوں کو اس پناہ گاہ سے نکلنے کی ضرورت درپیش نہ ہوگی۔ (تریاق القلوب ٹائٹل مندرجہ خزائن ج ۱۵) پر یہ الفاظ مرقوم ہیں: ''مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان میں باہتمام حکیم فضل الدین مالک مطبع چھپی۔''

یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے چھ سال بعد مرزا غلام احمد کی وفات ہوئی۔ مرزا قادیانی کی طرف سے کبھی اس پر انکار نہیں کیا گیا بلکہ ان کے سامنے ان کے مدح خواں برابر اسے دارالامان کہتے رہے:

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

(قادیانی شاعر غلام رسول راجیکی)

شرعی طور پر کسی شہر کو مکہ و مدینہ کے برابر لا کھڑا کرنا کیا یہ شریعت محمدی میں ایک کھلا اضافہ نہیں ہے؟ اور اسے پورے قرآن میں دکھانا کیا یہ قرآن کریم میں ترمیم نہیں؟ اب ان کی عید کی نماز میں بھی ایک ترمیم ملاحظہ ہو۔

عید کی نماز اکیلے پڑھنے کا نیا مسئلہ

اب عید کی نماز کو لیجئے! مسلمانوں میں عید کی نماز سے کون واقف نہیں۔ یہ سالانہ نمازیں ہیں۔ ان کا اجتماع نماز جمعہ سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سنت ہے کہ یہ نماز مسجدوں میں نہیں باہر کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ جمعہ کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز اکیلے نہیں ہوسکتی۔ (المجموع شرح المهذب ج۴ ص۵۰۸، الامام النوی)

اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ جو شرائط جمعہ کے ہیں وہ سب عید کے لئے بھی ہیں۔ علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں: ''اَنَّ جَمِیعَ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ وُجُوبًا وَصِحَّةً شَرَائِطُ لِلْعِیدِ اِلَّا الْخُطْبَةَ'' (البحر الرائق ج۱ ص۱۷۰)

(ترجمہ) نماز جمعہ کیسے واجب ہوتی ہے اور اس کی صحت ادا کی کیا شرائط ہیں یہ سب شرطیں نماز عید کے لئے بھی ہیں۔ سوائے خطبہ کے (کہ یہ نماز جمعہ کے لئے واجب ہے اور نماز عید کے لئے سنت ہے)

اب قادیانی عقیدہ ملاحظہ کریں اور سوچیں کہ کیا یہ ایک نئی شریعت نہیں ہے؟

''ایک شخص نے عرض کی کہ میں اکیلا ہوں باقی سب مخالف ہیں، نماز جمعہ اور عیدین میں کیا کروں؟ فرمایا: مؤمن کو ضرور ہے کہ اپنے ساتھ کسی کو ملا لے۔ تنہاء رہنا اچھا نہیں اور نماز ظہر بدلہ جمعہ کے پڑھ لیں۔ عید اکیلے پڑھ لیں جو ہمیشہ سفر میں ہے وہ مقیم ہے۔''
(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۱۵۷، ازخلیفۃ المسیح الاوّل اخبار بدر مؤرخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۸ء)

یہ عید کی نماز اکیلے پڑھنا کیا یہ شریعت محمدی میں ترمیم نہیں؟ یہ گو فرض نہیں لیکن جمعہ تو فرض ہے اور وہ بھی اکیلے نہیں پڑھا جاسکتا اور خطبہ کے بغیر تو وہ ہوتا نہیں۔ لا جمعة الا بالخطبة (السنن الکبریٰ للبیهقی ج۳ ص۱۹٦) اس صورت میں عید اکیلے پڑھنے کی تجویز یقیناً شریعت محمدی میں ایک زیادتی ہے۔

اسلام کے عملی تقاضوں میں مرزا غلام احمد نے جو تبدیلیاں کیں، اس کا ایک اجمالی نقشہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب آیئے! اس کے کچھ اخلاقی پہلو بھی دیکھیں۔

مرزا کی مسئلہ جہاد میں ترمیم

اسلام میں جہاد بالسیف سے جنگ بدر اور جنگ احد لڑی گئیں۔ یہ حکم شریعت محمدی میں قیامت تک حسب ضرورت وصحت شرائط قائم چلا آرہا تھا۔ مرزا غلام احمد نے اس حکم کو کیسے بدلا، اسے اس خط میں ملاحظہ کریں جو مرزا قادیانی نے جملہ اہل اسلام کو وہ ہندوستان میں ہوں یا عرب میں یا فارس میں عربی میں لکھا اور وہ تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں لگا ہوا ہے:

''ولا شک ان وجوه الجهاد معدومة فی هذا الزمن وهذه البلاد فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین...... ولا یخفی ان الزمان قد بدل احواله تبدیلاً صریحا و ترک طوراً قبیحا...... فلاجل ذلک بدل الله حکمه فی هذا الاوان'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۰، خزائن ج۱۷ص۸۲)

(ترجمہ) اوراس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ آج کل کہیں پائی نہیں جاتیں۔سو مسلمانوں کے لئے حرام ہے کہ دین کے لئے کہیں بھی جنگ کریں...... اور یہ بات کسی سے چھپی نہیں کہ زمانے نے حالات میں بڑی تبدیلیاں کی ہیں اوراس بڑے پیرایہ عمل کو بالکل چھوڑ دیا ہے......اوراللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم اس وقت بدل دیا ہے۔

آپ اس میں صریح طور پر لکھا پائیں گے کہ اسلام میں جہاد کا جو طریق پہلے رائج تھا۔(معاذاللہ) وہ ایک طور قبیح تھا اور خدا نے اب اس زمانہ میں اپنا یہ پہلا حکم بدل دیا ہے۔ کیا یہ ترمیم شریعت نہیں جو مرزا غلام احمد کے ہاتھوں شریعت محمدی میں کی گئی ہے اور ایک عمل جو ایک عمل محمود تھا۔اب امر قبیح قرار دیا گیا ہے۔

اب شریعت محمدی سے قادیانیوں کے کچھ اور عملی اختلافات بھی دیکھیں۔

شریعت محمدی سے عملی اختلافات

۱...... ہندو عورتوں سے نکاح جائز کیا گیا اور ویدوں کو تورات وانجیل کے برابر کر دیا گیا۔

شریعت محمدی میں خاوند اور بیوی میں وحدت دین چاہئے۔ مال غنیمت میں آئی عورتوں کے بارے میں خبر ملے کہ ان میں کچھ مسلمان عورتیں بھی ہیں تو انہیں کسی معاہدے سے کافروں کی طرف واپس نہ کیا جائے گا۔غنیمت سے آئی عورتوں کو کسی طرح بھی کافروں کی طرف واپس نہیں بھیجا جا سکتا۔

قرآن کریم میں ہے:''فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ'' (الممتحنہ:۱۰)

(ترجمہ) سو اگر تم معلوم کر پاؤ کہ وہ مومنہ ہیں تو انہیں کافروں کی طرف ہرگز واپس نہ کرو وہ ان کے لئے ہرگز حلال نہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں۔

اس میں صرف ایک استثناء رکھا گیا وہ یہ کہ اہل تورات اور اہل انجیل کی عورتوں سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں۔

''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ'' (المائدہ:۵)

(ترجمہ) اور پاک دامنی میں آنے والی عورتیں (نکاح میں آنے والی عورتیں) مؤمنات میں ہوں اوران میں سے جن کوتم سے پہلے کتاب دی گئی اس طرح کہ تم ان کے مہر ادا کرو۔

اسلام کی چودہ سوسال کی تاریخ میں کبھی ہندوؤں کو اہل کتاب تسلیم نہیں کیا گیا۔مگر مرزابشیرالدین محمود نے اپنے باپ مرزاغلام احمد کی یہ شریعت پیش کی۔ ہندوستان پر مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی اوران میں بڑے بڑے علماء بھی ہوئے لیکن کبھی کسی مسلمان کو ہندو عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہاں! بعض علماء نے صرف اتنا فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کا نکاح بہمن پڑھا سکتا ہے۔سو یہ نکاح پڑھانے کی بات ہے، نکاح کرنے کی نہیں۔ مگر قادیانیوں کی شریعت ملاحظہ ہو:''ہندو اہل کتاب ہیں اور سکھ بھی کیونکہ وہ مسلمانوں کا ہی بگڑا ہوا فرقہ ہے۔'' (الفضل قادیان ج۱۰ نمبر۵ ص۵ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۱۷رجولائی ۱۹۲۲ء)

اور پھر یہ بھی کہا:''ان تمام لوگوں کی عورتوں سے جو وید پر ایمان رکھتے ہیں، نکاح جائز ہے۔'' (الفضل ج۱۷ نمبر۶۵ ص۸ کالم نمبر۳، مؤرخہ ۱۸رفروری ۱۹۳۰ء)

۲......قادیانی شریعت میں مرد اورعورتیں نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہوں

''شریعت محمدی میں عورتیں اور مرد نماز میں ایک ساتھ کھڑے ہوکر جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔عورت کے لئے نماز میں پیچھے کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ مرزاغلام احمد عورتوں میں بھی جماعت کراتا تھا اوراس کی بیوی اس کے ساتھ کھڑی ہوتی تھی۔ مرزاقادیانی کے ساتھی مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:''حضور کسی تکلیف کی وجہ سے جب مسجد میں نہ جا سکتے تھے تو اندر عورتوں میں نماز باجماعت پڑھاتے تھے اور حضرت کی بیوی صاحبہ صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں بلکہ حضرت کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔''

(تقریر مفتی محمد صادق قادیان، الفضل قادیان ج۱۲ نمبر۷۷ ص۸ کالم۱، مؤرخہ ۱۷رجنوری ۱۹۲۵ء)

۳......الہام ولایت سے کوئی قانونی حیثیت قائم نہیں ہوتی

اسلام میں غیر منصوص مسائل کا حل اجتہاد سے تو معلوم کیا جاسکتا ہے لیکن الہام ولایت کو اسلام کے علمی ماخذ میں جگہ نہیں دی گئی۔ مرزاقادیانی قوم کے مغل تھے جو ترکوں کی اولاد ہیں مرزاغلام احمد کو اپنے آپ کو ابناء فارس سے ثابت کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ وہ

حضور ﷺ کی اس پیشین گوئی کو کہ اگر ایمان ثریا ستاروں تک بھی اٹھ جائے تو بعض ابناء فارس (جیسے امام ابوحنیفہ ابناء فارس میں سے تھے) اسے وہاں سے بھی پالیں گے۔ اپنے اوپر منطبق کرنا چاہتے تھے انہوں نے اپنے ابناء فارس میں سے ہونے کا اعلان کر دیا۔ مگر مرزا کا لقب اپنے نام سے نہ اٹھایا۔ جب ان سے اس پر دلیل پوچھی گئی تو مرزا غلام احمد نے لکھا:

''میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۸، خزائن ج۱۷ ص۱۱۶)

شریعت محمدی میں ماخذ علمی صرف چار ہی ہیں۔ کشف والہام کوئی حجت شرعی نہیں۔ قادیانی مبلغین اس کے جواب میں کہتے ہیں وہ الہام ولایت ہے جو اسلام کے ماخذ علمی میں سے نہیں لیکن مرزا قادیانی یہاں اپنے الہام نبوت سے دلیل لے رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اس سے تو پھر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت کچھ نئی شریعت کا بھی حامل ہے اور اس الہام سے نسب میں تبدیلی کی جا سکتی ہے اور بعض مغلوں کو فارسی النسل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اَب آپ ہی غور فرمائیں کیا اس میں ترمیم شریعت کا کھلا دعویٰ نہیں؟

۴......لڑکیوں کے جیسے نظارے

اسلامی معاشرے میں غیر محرم عورت کو غور سے دیکھنا اور نظر ثانی سے دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی غیر عورت کے ہاتھ کو چھونا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فضل بن عباس کو اپنی سواری پر بٹھایا: ''وَكَانَ الفَضْلُ رَجُلًا وَضِيئًا، فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ لِلنَّاسِ يُفْتِيهِمْ، وَاَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ مِنْ خَثْعَمَ وَضِيئَةٌ تَسْتَفْتِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَطَفِقَ الفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا، وَاَعْجَبَهُ حُسْنُهَا، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ ﷺ وَالفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا، فَاَخْلَفَ يَدَهُ فَاَخَذَ بِذَقَنِ الفَضْلِ، فَعَدَلَ وَجْهَهُ عَنِ النَّظَرِ اِلَيْهَا'' (صحیح بخاری ج۲ ص۹۲۰ باب یاایہاالذین اٰمنوالاتدخلوابیوتاًالخ)

(ترجمہ) اور فضل خوبصورت مرد تھے آنحضرت ﷺ لوگوں کو مسائل بتانے کے لئے کھڑے تھے اتنے میں قبیلہ خشعم کی ایک خوبصورت عورت بھی حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھنے آئی۔ فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اس کا حسن انہیں پسند آ گیا۔ حضور ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو فضل اس عورت پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جا کر فضل

کی ٹھوڑی پکڑلی اوران کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا کہ وہ اس عورت کی طرف نہ دیکھ سکیں۔‘‘

حدیث میں غیرمحرم پر دوسری نظر کو وبال بتایا گیا ہے۔ **اَلنَّظْرَۃُ الاُوْلٰی لَکَ وَالثَّانِیَۃَ عَلَیْکَ** شریعت محمدی کے اس حکم کو بھی مرزا قادیانی نے بدلا۔

مرزا غلام احمد غیرمحرم لڑکیوں کو دیکھنا اورانہیں کسی دوسرے کے لئے بطور بیوی پسند کرنا جائز قرار دیتا تھا۔ ’’کپورتھلہ کے میاں ظفر احمد کی بیوی فوت ہوگئی۔ مرزا غلام احمد کے گھر دو لڑکیاں رہتی تھیں۔ ہم نہیں جانتے وہ کس لئے رہتی تھیں۔ مرزا نے انہیں دونوں کو چک کے اندر سے دکھائیں اور میاں ظفر احمد سے پوچھا تمہیں کون سی پسند ہے؟ اس نے کہا لمبے منہ والی۔ آپ نے کہا گول منہ والی اچھی ہے جس کا چہرہ لمبا ہوتا ہے وہ بیماری سے بدنما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرے کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۱ص۱۴۰، ۲۴۱روایت ۲۶۳، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص ۲۴۱ روایت ۲۶۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد غیر لڑکیوں پر نظر ثانی کو جائز سمجھتا تھا۔ کیا یہ شریعت محمدی میں کھلی ترمیم نہیں ہے؟

۵...... غیرمحرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا

آنحضرت ﷺ پیغمبر اسلام باوجودیکہ معصوم تھے غیر عورت سے کبھی ہاتھ نہ ملاتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ’’**مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَدَ امْرَاَۃٍ اِلَّا امْرَاَۃً یَمْلِکُھَا**‘‘ (صحیح بخاری ج۲ص۱۰۷۱ باب بیعۃ النساء)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے کبھی کسی غیرمحرم عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا۔

مرزا غلام احمد نے اس حکم شریعت میں تبدیلی کی اور غیرمحرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانا جائز کیا۔ مرزا غلام احمد کے اخبار الحکم میں ہے۔ حکیم فضل الدین سے سوال کیا گیا کہ مرزا قادیانی غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟ اس کا اس میں یہ جواب دیا گیا ہے: ’’وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے اور یہ لوگ احکام حجاب سے مستثنیٰ ہیں۔‘‘ (الحکم ج۱۱ نمبر۱۳، مؤرخہ ۱۷؍اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد کا یہ اپنا اخبار تھا۔ اس کی زندگی میں چھپا اوران کے دارالافتاء سے اس کا جواب دیا گیا۔ اب کیا یہ کھلے بندوں حضور کی شریعت میں ترمیم نہیں؟ قادیانی غلط کہتے

ہیں کہ یہ صرف بوڑھی عورتیں تھیں جو مرزا قادیانی کے پاؤں دباتی تھیں۔ مرزا غلام احمد کے ہاں ایک پندرہ سالہ لڑکی عائشہ نامی بھی رہا کرتی تھی اور وہ ان کے پاؤں دباتی تھی اور مرزا قادیانی اس کے دبانے سے بہت لطف اٹھاتے تھے۔

(قادیانی اخبار الفضل ج۱۵ نمبر۷۶ ص۷ کالم۲، مؤرخہ ۲۰ رمارچ ۱۹۲۸ء) کی اشاعت میں ہے: ''حضور کو مرحومہ کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔''

اس لڑکی کا نکاح غلام محمد نامی ایک شخص سے ہوا تو مرزا غلام احمد سے برداشت نہ ہو سکا۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ شادی اسی وقت منظور ہوگی جب کہ لڑکی یہاں رہے گی۔ یہ شرط کی جاوے گی کہ غلام محمد اسی جگہ پر رہے۔ (قادیان میں ہی رہے) کسی دوسرے شہر نہ چلا جائے۔

غلام محمد کے کسی دوسرے شہر چلے جانے سے مرزا قادیانی کو کیا تکلیف ہو سکتی تھی، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ لیکن یہ بات کھلے طور پر ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے دعویٰ نبوت میں شریعت محمدی میں واقعی کئی تبدیلیاں کی تھیں۔

۶...... جدی جائیداد سسر کے نام کرنا کہ وہ لڑکی دے دے

مرزا غلام احمد کو الہام ہوا تھا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں ضرور اس کے نکاح میں آئے گی۔ اب مرزا پر فرض ہو گیا تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ خدا کی اس بات کو پورا کرے۔ اس نے اپنے ہونے والے سسر کو لالچ دیا کہ وہ اس جدی زمین پر دستخط کر دے گا جسے مرزا احمد بیگ لینا چاہتا ہے بلکہ کہا کہ اگر وہ اپنی لڑکی دے دے تو وہ اپنی اور بھی بہت سی زمین اس کے نام کر دے گا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ: ''آپ کے ساتھ اپنا عہد پورا کروں گا اور آپ کی دختر کو اپنی زمین اور تمام جائیداد کا دوتہائی حصہ دوں گا اور جو بھی حصہ تم مانگو گے تم کو دوں گا اور میں سچا ہوں صلہ رحمی میں اور اقارب سے محبت کرنے میں اور میل جول رکھنے میں تم مجھ سا کسی کو نہ پاؤ گے...... میں نے یہ خط خدا کے حکم سے لکھا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳، ۵۷۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس سے پہلے مرزا غلام احمد یہ لکھ آیا ہے کہ خدا نے مجھے وحی کی ہے: ''اس شخص کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہدیہ

کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲، خزائن ج۵ص ایضاً)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وارثوں کو جدی جائیداد سے محروم کر کے وہ قطعہ زمین ایک لڑکی حاصل کرنے کے لئے بطور رشوت اس کے باپ کو دینا کیا شرعاً اس کی کوئی راہ ہے اور اگر یہ از قبیل وصیت تھا تو کیا یہ اس کی جائیداد سے تہائی سے زیادہ تو نہ تھی؟ اس پر کیا مرزا غلام احمد نے اپنی بیوی نصرت بیگم اور اس کے بیٹوں کو اور والدہ فضل احمد اور اس کے بیٹے سلطان محمد کو اعتماد میں لیا تھا۔

مرزا غلام احمد نے دوسری غلطی اس میں یہ کی کہ اس نے اپنی اس پیش گوئی کو اپنے صدق وکذب کے لئے ایک معیار ٹھہرایا اور اسے درجہ انذار میں نہ رہنے دیا اور کہا کہ اگر مرزا احمد بیگ نے اس کی شادی کسی اور جگہ کر دی تو بھی یہ بیوہ ہو کر ایک بوڑھے کے نکاح میں آئے گی۔ تا خدا کا یہ الہام پورا ہو بکر وثیب ایک کنواری ملے گی اور ایک بیوہ ہاتھ لگے گی۔

جب یہ بات بھی پوری نہ ہوئی اور محمدی بیگم کا خاوند نہ مرا اور مرزا غلام احمد کی موت واقع ہوگئی تو قادیانی مبلغ جلال الدین شمس نے اس کی مضحکہ خیز تاویلیں کیں۔ سوال یہ ہے کہ نصرت بیگم تو بحالت بکر مرزا غلام احمد کی بیوی بنی۔ بیوگی میں وہ کس کی بیوی بنی تا کہ یہ الہام اسی ایک پر پورا ہو۔ اگر وہ بطور بیوہ کسی کی بیوی نہ بنی تو اس الہام کا مصداق وہ ہرگز نہ ہوئی۔ بکر وثیّب۔ خدا کا یہ وعدہ محمدی بیگم کے بارے میں تھا اور وہ پورا نہ ہو سکا۔ اس سے نکاح ہوتا تو بے شک غلام احمد سے ایک بیوہ بیاہی جاتی۔ نصرت بیگم بیوہ کا نکاح مرزا غلام احمد کے بعد ہمارے علم کے مطابق کسی سے نہیں ہوا۔

ہمیں اس وقت اس نکاح سے بحث نہیں اس زمین کی شرعی تقسیم سے ہے جو مرزا غلام احمد اپنے ہونے والے سسر کو بطور رشوت دے رہا تھا اور اسے خلاف شریعت نہ سمجھ رہا تھا اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ پہلی شریعت میں کسی تبدیلی کا قائل ہو۔

یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ اسلام میں کسی کو اس طرح رشوت دینا جائز ہے کہ وہ مال کے لالچ میں آ کر اپنی کمسن بیٹی کسی بوڑھے کے حوالے کر دے۔ اسلام میں اگر اس کی اجازت نہیں تو آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا مرزا غلام احمد نے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے شریعت محمدیہ میں ترمیمات نہیں کیں۔

اتنی بڑی پیشکش کے باوجود مرزا احمد بیگ نے اپنی بیٹی اس بوڑھے کے نکاح میں نہ دی۔ اس ہمت اور جرات کی ہم اسے داد دیتے ہیں لیکن اس سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اپنے مقاصد کے لئے نئے مسئلے وضع کرنا، مرزا غلام احمد کا ایک عام کھیل تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا اقرار کہ وہ صاحب شریعت ہے

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''ماسواء اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی ہیں۔'' (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

اس کا حاصل اس کے سواء کیا ہے کہ میں ایک صاحب شریعت نبی ہوں۔

مرزا غلام احمد کا بیان کہ کس پیغمبر کا انکار موجب کفر ہے؟

غلام احمد لکھتا ہے: ''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔'' (تریاق القلوب ص۱۳۰ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

مرزا کا اپنے منکرین کو کافر قرار دے کر اپنے آپ کو صاحب شریعت ثابت کرنا

''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

اب آپ مرزا غلام احمد کی ان دونوں عبارتوں کا صغریٰ کبریٰ ملائیں۔ اگر اس سے یہ نتیجہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت شرعی نبوت کا تھا اور اس لئے وہ اپنے نہ ماننے والوں کو علی الاطلاق کافر سمجھتا تھا اور قادیانی لوگ اب تک مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ سو یہ اسی صورت میں ہی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے لئے تشریعی نبوت کا مدعی ہو۔

اب غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد کا یہ فیصلہ بھی دیکھئے

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا

وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۱۰)

ان تحریرات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانیوں کے ہاں صاحب شریعت پیغمبر ہے اور اس نے شریعت محمدیہ میں اپنی ضرورت کے تحت واقعی تبدیلیاں کی ہیں اور اپنے نہ ماننے والوں کو کھلے بندوں کافر ٹھہرایا ہے۔

مرزا غلام احمد کی تاریخ میں ترمیم کی کوششیں

مرزا غلام احمد نے اپنی وحی سے جن تاریخی حقائق کو غلط قرار دیا اور ان معلومات میں ترمیم کی کچھ انہیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ترمیمات مسخ تاریخ کی بدترین مثالیں ہیں۔

۱...... مسلمانوں کے بچے بچے کو یہ بات معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ آپ کی پیدائش سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد اس تاریخی حقیقت میں اس طرح ترمیم کرتا ہے: ''تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت ﷺ وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا۔'' (پیغام صلح ص۳۸، خزائن ج۲۳ ص۴۶۵)

مرزا غلام احمد کا یہ کہنا غلط ہے کہ تاریخ کو دیکھو ہم نے تاریخ دیکھی ہمیں یہ بات کہیں نہیں ملی اور اگر کسی تاریخ میں یہ بات تھی تو مرزا قادیانی کو اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی یا اتباع؟ مجدد امت میں کی گئی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے نہ کہ ان کی اتباع کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کی ایک اور تاریخی ترمیم ملاحظہ ہو۔

۲...... آنحضرت ﷺ کی اولاد میں چار لڑکیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور لڑکوں میں حضرت قاسم، حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اس کی بھی اصلاح کر ڈالی۔ وہ لکھتا ہے: ''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے (یعنی آنحضرت ﷺ کے) گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔'' (چشمہ معرفت ص۲۸۶، خزائن ج۲۳ ص۲۹۹، تجلیات الٰہیہ ص۲۹، خزائن ج۲۰ ص۴۱۴)

۳...... سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ رمضان کے دن ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے ہاں رمضان کتنے دنوں کا تھا، کچھ اسے بھی پڑھیئے: ''فِیْ سَبْعِیْنَ یَوْمًا مِنْ شَھْرِ الصِّیَامِ''

(ترجمہ) ماہ رمضان کے ستر دنوں میں۔

(تفسیر الہامی فاتحہ ص۱، ماخوذ از حرف محرمانہ ص۳۵۴، از ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

یہ ایک مہینہ میں ستر دن کیسے ہوگئے یہ صرف قادیانی ہی بتا سکتے ہیں۔

چودہ سو سالوں میں ایک رمضان بھی ایسا نہ آیا جس کے ستر دن ہوئے ہوں مگر مرزا غلام احمد نے ایک ایسا رمضان پایا ہے۔ فَیَا لِلْعَجَب!

مرزا قادیانی کے کچھ اور نئی معلومات سے بھی مستفید اور متمتع ہوں۔

۴...... اسلامی مہینوں میں ماہ صفر دوسرا مہینہ ہے پہلا ماہ محرم ہے اور چہار شنبہ (بدھ) ہفتہ میں چوتھا دن ہے۔ مرزا غلام احمد نے اس کی اس طرح اصلاح کی اور بتایا کہ صفر چوتھا مہینہ ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا۔ صفر ۱۳۱۷ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چہار شنبہ پیدا ہوگیا۔ عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔'' (تریاق القلوب ص۴۳، خزائن ج۱۵ص۲۲۳)

وہ لکھتا ہے: ''اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چار شنبہ۔''

(تریاق القلوب ص۴۱، خزائن ج۱۵ص۲۱۸)

۵...... حضرت امام بخاری (۲۵۶ھ) کا نام محمد تھا ان کے باپ کا نام اسمٰعیل تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ آپ کا نام اسمٰعیل تھا۔ باپ کو بیٹا بنانا یہ سب وحی کی روشنی میں ہوا۔ وہ لکھتا ہے: ''ہمارے امام المحدثین حضرت اسماعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں...... الخ!''

(ازالہ اوہام ص۲۷۳، خزائن ج۳ص۲۳۸،۲۳۹)

۶...... اہل علم جانتے ہیں کہ مشہور محدث ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) شافعی المذہب ہیں اور معروف عالم حافظ ابن حجر مکی (۹۷۶ھ) بھی شافعی ہیں۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ وہ حنفی تھے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''فتاویٰ ابن حجر میں بھی لکھا گیا تھا جو حنفیوں کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے۔'' (ایام الصلح ص۸۰، خزائن ج۱۴ص۳۱۵)

ہم نے فتاوے ابن حجر منگوا کر دیکھی معلوم ہوا کہ یہ تو شافعی مذہب کی کتاب ہے۔ ابن حجر مکی کو حنفی بتلانا یہ مرزا قادیانی کی تاریخ میں ترمیم ہے۔

۷...... اسلامی اصطلاح میں میاں بیوی کی رضامندی سے مہر (یا کچھ مال) کی واپسی کے بدلے علیحدگی کا نام خلع ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''جب عورت بذریعہ حاکم کے طلاق لیتی ہے تو اسلامی اصطلاح میں اس کا نام خلع ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۲۷۵، خزائن ج۲۳ص۲۸۸)

قادیانیوں کی مباہلہ میں الحاد کی نئی راہ
یہ بھی شریعت میں ایک ترمیم ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أَمَّا بَعْدُ!

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے دیگر کئی آیات الٰہیہ میں ملحدانہ تحریف کی اور ختم نبوت جیسے قطعی عقیدے کو اس کے اصل اسلامی معنی سے نکال کر متوازی شرح مہیا کی۔ اسلام کا موضوع مباہلہ بھی اس کی ظالمانہ دستبرد سے بچ نہ سکا۔ مباہلہ اعتقادی جھوٹ پر اڑنے والے کے لئے ایک خدائی مار کی دعوت ہے جو ایک عذاب الٰہی کی شکل میں پڑتی ہے۔ یہ خدا کے جلال کی ایسی تلوار ہے کہ دنیا کے اسباب ووسائل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس میں کسی سازش کے احتمال کو راہ نہیں ملتی یہ صحیح ہے کہ اتنے واضح آسمانی فیصلہ کے بغیر حق کے مقابلہ میں باطل کی یہ ضد ٹوٹتی بھی تو نہیں۔

دنیا میں حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ غلط کاروں کے لئے اصل سزا کا گھر آخرت ہے۔ دنیا میں کبھی سزا ملتی ہے اور کبھی نہیں بھی ملتی۔ قرآن کریم میں ہے: ’’ثُمَّ اِلَیَّ مَرجِعُکُم فَاحکُمُ بَینَکُم فِیمَا کُنتُم فِیہِ تَختَلِفُونَ‘‘ (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) پھر تم سب نے آخر میری طرف ہی آنا ہے۔ سو میں تم میں فیصلہ کروں گا ان باتوں کا جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے رہتے تھے۔

لیکن جب کوئی فرد یا گروہ کسی دینی مقابلہ میں آکر باطل پر اڑے اور حق اس کے لئے آسمانی فیصلہ طلب کرے اور وہ پھر بھی اپنی اڑ پر کھڑا رہے تو اس پر اسی دنیا میں عذاب الٰہی اترتا ہے۔ یہ مباہلہ ہے جو حق و باطل میں آخری درجے میں ہوتا ہے: (۱) پہلا درجہ مباحثہ کا ہے جس میں دوسرے فریق پر علمی حجت پوری کی جاتی ہے۔ (۲) دوسرا درجہ دعوت کا ہے جس میں دوسرے فریق کو مشترکہ طور پر بددعا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ (۳) جب وہ اپنی اڑ پر کھڑا رہے تو پھر مل کر جھوٹے کے لئے بددعا کی جاتی ہے اور اس پر آسمانی عذاب مانگا جاتا ہے اور سب اس پر آمین کہتے ہیں۔

نجران کے نصاریٰ جب حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان پر علمی حجت پوری کی اور پھر بھی وہ حق قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو آپ نے حکم الٰہی سے انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور بطور نمونہ آپ کے بچے آپ کے ساتھ تھے۔ عیسائیوں نے اس دعوت پر ہاں نہ کی۔ اگر وہ دعوت مباہلہ منظور کر لیتے تو پھر حضور اکرم ﷺ قرآن کریم کی شرطوں کے مطابق مباہلہ میں آتے اور آپ کی ازواج مطہرات بھی ساتھ ہوتیں۔ حقیقت یہ کہ وہ مباہلہ کے لئے آمادہ ہی نہ ہوئے اور نہ آپ کو آیت مباہلہ کے مطابق سامنے آنا پڑا اور نہ نصاریٰ نجران پر کوئی عذاب آسمانی اترا۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلام میں مباہلہ کی ایک حقیقت ہے اور کچھ اس کی شرائط ہیں۔ تاہم یہ بات مسلم بین الفریقین ہے کہ مباہلہ کی مار انسانی ہاتھوں سے نہیں خدائی ہاتھوں سے پڑتی ہے اور اس میں اس احتمال کو کوئی راہ نہیں ملتی کہ شاید اس کے پیچھے کوئی انسانی سازش کارفرما ہو۔ انسانی سازش اور خدائی کارروائی میں بہت فرق ہے۔ مرزا غلام احمد خود اس کے لئے ایک معیار مقرر کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اور ایسی ہی کوئی سزا حق و باطل میں کھلا فیصلہ کر سکتی ہے۔ مرزا غلام احمد مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

مرزا طاہر بھی اس معیار کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''دنیا خوب اچھی طرح دیکھ لے کہ ان آفات میں بندے کی شرارت اور دشمنی اور بغض کا دخل نہیں بلکہ محض خدا کی غیرت اور قدرت کا ہاتھ یہ سب عجائب کام دکھلا رہا ہے۔ اس رنگ میں اس جھوٹے گروہ کو سزا دے کہ اس سزا میں مباہلہ میں شریک کسی فریق کو مکر و فریب کے ہاتھ کا کوئی بھی دخل نہ ہو...... ہر وہ آنکھ جو اخلاص کے ساتھ حق کی متلاشی ہے۔ اس پر معاملہ مشتبہ نہ رہے اور ہر اہل بصیرت پر خوب کھل جائے کہ سچائی کس کے ساتھ ہے اور حق کس کی حمایت میں کھڑا ہے۔''

(مباہلہ کا کھلا چیلنج ص۸،۹)

دنیا جانتی ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی شہادت میں بندوں کی شرارت اوران کی سازش کا دخل تھا اور یہ بات مسلم ہے کہ وہ تخریب کاری ہی تھی۔ گو اس میں اختلاف ہو کہ کس کی تھی اور کس کی نہیں۔ آموں کی ٹوکری میں بم رکھنا ہو یا پائلٹ سے کارروائی کرائی گئی ہو، خواہ جہاز کے انجینئر اس میں ملوث ہوں، کوئی صورت بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ اس میں انسانی ہاتھوں کا دخل تھا۔ اب اسے مباہلہ کی مار کہنا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو مرزا طاہر کی طرح عقل سے خالی ہو۔ اب یہ فیصلہ ہمارے قارئین کریں کہ مرزا طاہر اپنے بیان میں کیا واقعی لغویت کا شکار تھا یا اس بیان میں جسے ضیاء الحق کو وہ اپنے مباہلہ کی مار بتاتا رہا ہے۔

پولیس امن وامان کی ذمہ دار ہوتی ہے مباہلوں کی نہیں

جو امن وامان انسانی ہاتھوں پامال ہو اس کی ذمہ دار پولیس ہوتی ہے اور جو عذاب زلزلوں، وباؤں، آندھیوں اور سیلاب کی شکل میں آتے ہیں، ان کی ذمہ داری پولیس پر نہیں آتی۔ مباہلہ کی صورت میں جو عذاب اترے حکومت اسے سنبھالنے کی تگ ودو نہیں کرتی نہ اس کے لئے پولیس کو کوئی احکام جاری کرنے پڑتے ہیں کہ دیکھو کوئی مباہلہ نہ کرنے پائے۔

سو اگر مباہلہ پر حکومت پابندی لگائے تو اس کی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ حکومت کو اس مباہلہ کے پیچھے کسی سازش کا علم ہوگیا ہے اور اس نے اس راہ سے بدامنی روکنے کے لئے داعی کو پکڑ لیا ہے اور اس سے عہد لیا ہے کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کرے گا اور اگر وہ واقعی خدا کی طرف سے نہیں کسی سازش کے تحت یہ ساری آسمانی کارروائی دکھلا رہا ہے تو وہ بھی اپنا پردہ رکھنے کے لئے حکومت کے اس حکم پر دستخط کردے گا کہ آئندہ نہ میں کوئی ایسی کارروائی کروں گا اور نہ میری جماعت کا کوئی ذمہ دار اس قسم کی پیش گوئی کرے گا۔ اس پر پولیس مطمئن ہو جاتی ہے اور اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد کو ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء میں جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے عدالت میں بلایا تھا اور اسے سرزنش کی کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کرے۔ حکومت چاہتی تھی کہ مرزا کی کوئی سازش مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف کامیاب نہ ہو۔ سو مرزا غلام احمد نے لکھ دیا: ''میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا

ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ میرے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔‘‘

اس کارروائی کی پوری تفصیل آپ کو تریاق القلوب طبع قدیم میں (ص۱۳۰تا۱۳۱، خزائن ج۱۵ ص۴۳۱تا۴۳۲، اخبار الحکم قادیان جلد۵ نمبر۲۹ منظور الٰہی ص۲۴۵ پیغام صلح ۱۰؍اکتوبر ۱۹۱۷ء) میں ملے گی۔

پھر مرزاغلام احمد کے یہ الفاظ بھی سامنے رہیں: ’’جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱تا۵ میں اقرار کیا ہے۔

العبد...... گواہ شد

مرزاغلام احمد بقلم خود...... خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط۔ جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء

منقول از قادیانی مذہب ص۴۵۵

اس اقرار نامہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

آئندہ کسی کی نسبت موت کا الہام شائع نہیں کروں گا جب تک کہ مجسٹریٹ سے اجازت نہ ملے۔ آپ غور کریں کہ آسمانی دعوؤں کا حکومت سے کیا تعلق اور انہیں امن و امان کا مسئلہ کس طرح بتایا جا سکتا ہے۔ مرزاغلام احمد اگر یہ تمام کارروائیاں جن میں مباہلہ بھی شامل ہے، خدا کے حکم سے کرتا رہا تو اب اس پر انگریز حکومت سے سمجھوتہ کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ سب کام حکومت کے مشورے سے ہو رہے تھے تو آپ ہی سوچیں کہ سازش اور مباہلے میں کیا اتنا کم فاصلہ رہ جاتا ہے جو پولیس کی ایک جست سے مٹ جاتا ہے۔

قادیانیوں کی لاہوری جماعت نے مرزاغلام احمد کے اس اقرار نامہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا تھا کہ مرزاغلام احمد نبی نہ تھا۔ مرزامحمود کا اسے نبی بتانے پر اصرار صحیح نہیں۔

پیغام صلح لاہور نے لکھا: ’’میاں صاحب جو آپ کو نبی بتاتے ہیں تو منجملہ اور ادلہ قاطعہ کے آپ کا یہ اقرار نامہ لکھ کر دینا بھی اس کے (نبی ہونے کے) قطعاً خلاف ہے۔ کیونکہ نبی مکلف

ہوتا ہے کہ جو کچھ اس پر نازل ہو سب کو سنائے بحکم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ ۱۸۹۹ء میں آپ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل عدالت میں جانا پڑا اور وہاں آپ یہ بھی لکھ کر دے آئے کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو کاذب اور کافر اور دجال نہیں کہوں گا۔‘‘

اسی سال اسی مقدمہ میں آپ نے ایک اور اقرار نامہ بھی لکھ کر دیا جس کے یہ لفظ ہیں کہ: ’’میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔‘‘

(مرزا غلام احمد ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء، پیغام صلح ج ۵ نمبر ۱۵، مؤرخہ ۹ رجنوری ۱۹۱۸ء)

یہاں مرزا کے لفظ جتا کر پر غور فرمائیں۔ جتانے کی ضرورت سچے الہامات میں کبھی نہیں ہوتی۔ یہ جھوٹے الہامات ہیں جن میں بات کچھ ہوتی ہے جتائی کچھ جاتی ہے اور وقت آنے پر اس کی کٹائی کچھ اور ہوتی ہے۔

ہمیں اس وقت مرزا کے الہامات سے بحث نہیں یہاں بات مباہلہ کی ہو رہی ہے کوئی مامور من اللہ اگر خدا کی طرف سے مباہلہ کرے تو اس میں اسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے منع کرنے سے اس سے رک جائے تو یہ اس بات کی قوی شہادت ہے کہ اس پر کوئی وحی نہیں آ رہی وہ اسے صرف جتا رہا ہے اور دوسروں کو بنا رہا ہے اور حکومت کے روکنے پر اس سے باز بھی آ رہا ہے۔

مرزا غلام احمد نے یہ اقرار اپنے اور اپنے پیروؤں کی طرف سے کیا تھا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اب اگر مرزا طاہر مرزا غلام احمد کے اس عہد کو توڑ رہا ہے اور پھر مباہلوں پر آ رہا ہے تو کیا یہ اس بات کی شہادت نہیں کہ مرزا طاہر اپنے دادا کے مذہب سے نکل گیا ہے؟

مرزا محمود نے جب اپنے باپ کے لئے مستقل نبوت ثابت کی تو قادیانیوں کا ایک گروہ کا گروہ قادیان سے نکل گیا مگر افسوس کہ مرزا طاہر کے اپنے دادا کا عہد توڑنے سے ناراض ہو کر کوئی قادیانی اس کے خلاف کھڑا نہ ہوا۔

یک طرفہ کارروائی کو مباہلہ کا نام دینا

مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف یکطرفہ بددعا کی اور اسے مولانا امرتسری کے قبول کرنے پر موقوف نہ رکھا بلکہ صاف لکھ دیا کہ یہ بددعا مولانا کے ہاں

لکھنے پر موقوف نہیں۔ معاملہ اب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا جو چاہیں لکھ دیں مرزا کی بددعا یہ تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے مرزا قادیانی کی یہ بددعا قبول ہوگئی اور مولانا امرتسری مرزا کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ ہمیں اس وقت اس قضیہ سے بحث نہیں کہ کیا ہوا ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں نے یکطرفہ بددعا کو مباہلے کا نام دے کر شعائر اسلام میں ایک اور نئی راہ قائم کی ہے۔ مرزا طاہر کے ایک نمائندے نے روزنامہ جنگ لندن میں یہ بیان دیا ہے: ’’جہاں تک ایک میدان میں اکٹھے ہوکر مباہلہ کرنے کا تعلق ہے۔ ہم بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ مباہلہ دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ طلبی کا نام ہے۔ اس کے لئے کسی مخصوص مقام پر اجتماع ضروری نہیں۔‘‘ (جنگ لندن مؤرخہ ۶؍اگست ۱۹۹۵ء)

قادیانیوں کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ مباہلہ کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری نہیں۔ یکطرفہ بددعا بھی مباہلہ ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ مباہلہ میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آنا بھی ضروری نہیں، اسے قادیانیوں کی اپنی شریعت تو کہا جاسکتا ہے لیکن شریعت محمدی میں مباہلہ کا کوئی ایسا تصور نہیں ہے۔ صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نہ کبھی مرزا طاہر سے ملے اور نہ ان کے سامنے مرزا طاہر نے کوئی دعوت مباہلہ پڑھی۔ بس ایک سازش کے تحت اس کا نام مباہلہ رکھ دیا گیا اور پھر مرحوم کی شہادت کا وہ سانحہ وجود میں آیا جس کے بارے میں آج سو فیصد مسلمان جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا ایک سازش کے تحت ہوا ہے۔ یہ ہرگز کوئی آسمانی کارروائی نہ تھی مگر مرزا طاہر نے ۱۰؍جون ۱۹۸۸ء کو جو پمفلٹ شائع کیا۔ اس میں صریح طور پر اسلام کے مؤقف مباہلہ کا انکار کیا ہے۔

مرزا غلام احمد کے پہلے تینوں جانشین حکیم نورالدین، مرزا بشیرالدین محمود اور مرزا ناصر، مرزا غلام احمد کے اس عہد کے پابند رہے اور انہوں نے کبھی کسی کو مباہلہ کی دعوت نہ دی مگر مرزا طاہر پہلا قادیانی سربراہ ہے جس نے مرزا غلام احمد کے اس معاہدے کو جو اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے کیا تھا، کھلے طور پر مسترد کر دیا اور مرزا قادیانی کے اس بیان کو کہ وہ آئندہ کبھی علماء اسلام کو مخاطب نہیں کرے گا، کھلے طور پر رد کر دیا۔

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مرزا طاہر نے اپنے دادا مرزا قادیانی کے بیانات اور تصریحات کا کتنا خون کیا ہے، یہ بات قادیانیوں کے لئے قابل غور ہے۔ ہمیں اس

سے انکار نہیں کہ مرزا قادیانی کی اس تصریح کے باوجود مرزا طاہر نے علماء اسلام کو مخاطب کر کے خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔ مرزا قادیانی جو لکھ چکا ہے، اسے ملاحظہ کر لیں: ’’**الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات...... و عزمنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوضیحات ...... وهذه منا خاتمة المخاطبات**‘‘

(انجام آتھم ص۲۸۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

(ترجمہ) آج ہم نے وہ سب ذمہ داریاں پوری کر دیں جو ہمارے ذمہ تھیں اور ہم نے عزم کر لیا ہے کہ اب ہم ان وضاحتوں کے بعد کبھی علماء کو مخاطب نہ کریں گے...... ہماری طرف سے یہ تحریر ان سے آخری مخاطبت ہے۔

مرزا غلام احمد کو معلوم نہ تھا کہ اس کا پوتا اس کے کئے اس عہد کو توڑے گا اور پھر وہ بھی علماء کے مقابلہ میں اتنا ناکام ہوگا جتنا اس کا دادا مسٹر ڈوئی کی عدالت میں عاجز اور کمزور رہا تھا۔

پھر جب علماء اسلام مرزا طاہر کو پھر ایک میدان میں آنے کے لئے للکارتے رہے اور اسے میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی تو اس پر لاہوری قادیانی کہتے تھے کہ یہ دادا کی بددعا کا اثر ہے کہ اس ناخلف پوتے نے اس کا عہد کیوں توڑا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں ہی جھوٹے ہیں دادا ہو یا پوتا، لاہوری ہوں یا قادیانی، یہ فیصلہ وہ خود کریں کہ ان میں کون بڑا جھوٹا ہے اور کون چھوٹا ہے۔

روزنامہ جنگ لندن کی ۳؍اگست کی اشاعت میں مرزا طاہر کا بیان شائع ہوا تھا کہ جنرل ضیاء میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے اور میں نے ۱۰؍جون ۱۹۸۸ء کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کی تقدیر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی تمہارا نام و نشان مٹا دے گی اور دنیا تمہیں ذلت و رسوائی سے یاد کرے گی۔

مثل مشہور ہے کہ ہر فرعونے را موسی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو ۳۲ سال پہلے ۱۹۶۳ء میں یہ عزت بخشی تھی کہ آپ کو ملک کی چار دینی جماعتوں نے مرزا بشیر الدین محمود سے مباہلہ کرنے کے لئے اپنا امیر مقرر کیا تھا اور آپ نے مرزا محمود کو مباہلہ میں آنے کی دعوت دی تھی مگر مرزا محمود نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں مباہلہ میں آنے سے منع کر دیا ہے۔ پھر مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے چنیوٹ کے دو پلوں کے درمیان مرزا محمود کو ایک

میدان میں آنے کی دعوت دی اور جب وہ نہ آیا تو مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے دعائے مباہلہ پڑھی اور مرزا محمود اپنے باپ سے جا ملا، پھر مولانا موصوف نے مرزا ناصر کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اس نے بھی مباہلہ سے انکار کر دیا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔ (کاش کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ انگریز ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بھی ہمیں اس سے روکا تھا) مولانا موصوف نے پھر مرزا ناصر کے لئے بھی وہیں چنیوٹ میں دو پلوں کے درمیان دعائے مباہلہ پڑھی اور وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا۔ عرف عام میں تو یہ یکطرفہ بددعا ہے جو مولانا موصوف ہر سال ۲۶ر فروری کو دعوت مباہلہ کے نام سے دو پلوں کے درمیان پڑھتے رہے۔

مرزا طاہر نے جو ۳ر اگست کو یہ بے معنی بات کہی تھی کہ صدر ضیاء الحق مرحوم میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے تو مولانا موصوف نے پھر سے مرزا طاہر کو ہائیڈ پارک لندن میں آنے اور آمنے سامنے ہو کر مباہلہ کرنے کی دعوت دی تھی اور آپ انگلینڈ کے کثیر تعدادی علماء کو اپنے ساتھ لے کر وقت مقررہ پر ہائیڈ پارک لندن تشریف لے گئے تھے اور وہاں بھی مرزا طاہر سامنے نہ آسکا۔

ہمارے قارئین دیکھیں کہ مباہلہ کا جو طریقہ قرآن کریم میں مذکور ہے مرزا غلام احمد یا مرزا طاہر نے کبھی اس طریقہ پر مسلمانوں کے سامنے آنے اور اپنے اوپر خدا کی عذاب لانے کی کوئی صورت اختیار کی؟ اس نے قرآن کے تجویز مباہلہ کے معنی بھی اس طرح بدلے جس طرح انہوں نے اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کو ایک دوسرے الحادی معنی دیئے۔

آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو شخص نہ صرف مسائل بدلے بلکہ تاریخی حقائق بھی بدلے اور پھر کہے کہ جو میری ان کتابوں کی تصدیق نہ کرے وہ حرامزادہ ہے۔ کیا وہ کسی درجے میں خدائی خدمت گار ہوسکتا ہے؟ قادیانی نوجوان جو مرزا غلام احمد کو اپنا دینی پیشواء سمجھتے ہیں، پھر سے سوچیں کہ کیا ایسا آدمی کوئی دینی پیشواء ہوسکتا ہے؟ قرآن پاک نے مباہلہ کی جو صورت نجران کے عیسائیوں کے سامنے رکھی اور وہ اسے قبول نہ کر پائے۔ آپ اسے قرآن کریم (آل عمران:۶۱) میں مطالعہ کریں اور پھر غور کریں کہ مرزا طاہر نے اسے جو ایک نئی صورت دی ہے، کیا کتاب وسنت میں اس کی کہیں بھی تائید ملتی ہے؟

ترمیم عقیدہ
مرزا غلام احمد کی تبدیلی عقائد کی افسوسناک داستاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

قادیانی مرزا غلام احمد کو غیر تشریعی نبی کہنے کے لئے اس کی ترمیم شریعت کا تو انکار کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام میں جسے شریعت کہا جاتا ہے وہ صرف ایک لائحہ عمل ہے۔عقیدہ اس سے بھی ایک آگے کی چیز ہے۔ مسلمان جس نظام عبادت اور لائحہ شریعت پر چلے آرہے تھے، قادیانی کہتے ہیں مرزا قادیانی نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ لیکن مرزا قادیانی کی تبدیلی عقیدہ کو وہ کھلے بندوں تسلیم کرتے ہیں اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے عقائد میں تبدیلی قرآن وحدیث کی وجہ سے نہیں کی، وہ اپنی وحی کی بناء پر اپنے پہلے عقائد سے ہٹا ہے اور پھر اسے قرآن وحدیث سے اپنے نئے عقائد کی تائید ملی ہے۔ سو اب مرزا مسلمانوں کو اپنی نئی تعلیمات سے اپنے سلسلے میں آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ خود قرآن وحدیث کی وجہ سے ادھر نہیں لوٹا اپنی وحی سے وہ اپنے ان عقائد پر آیا ہے۔ہم اسے کہتے ہیں کہ ہم پر تو کوئی وحی نہیں آئی ہم اپنے پہلے عقائد کیوں چھوڑیں۔

ہمیں قرآن کریم میں کوئی ایسا نبی نہیں ملتا جس نے اپنے اوپر آنے والی وحی سے اپنے پہلے عقائد چھوڑے ہوں۔ آج کی مجلس میں ہم مسلمانوں کے چند وہ عقائد ذکر کرتے ہیں جو پہلے مرزا غلام احمد کے بھی تھے، مگر مرزا غلام احمد نے ان میں تبدیلی کی، ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ انہیں خدا کا حکم ملا تھا کہ اپنے ان عقیدوں کو تبدیل کرو۔ یہ سب کچھ اس کی اپنی راہ الحاد ہے جو اب کسی پر چھپی نہیں ہے۔ بہر حال اس کے یہ چند عقائد دیکھیں جن میں وہ اس راہ الحاد پر چلا ہے۔

۱...... تصلیب مسیح علیہ السلام

پوری اسلامی تاریخ میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی صحابی کسی مجتہد، تابعی، کسی امام یا کسی محدث اور فقیہ نے یہ بات کہی ہو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ (گو اس پر ان

کی موت نہ ہوئی) مسلمان جس طرح اس کا انکار کرتے ہیں کہ یہودیوں نے انہیں قتل کیا ہو، وہ اس بات کا بھی انکار کرتے ہیں کہ انہیں سولی پر لٹکایا گیا ہو، وہ اپنے یہ دونوں عقیدے قرآن سے لیتے ہیں: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ'' (النساء:۱۵۷)

(ترجمہ) اور انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا لیکن وہی (صلیب کی) صورت بن گئی ان کے سامنے۔

لیکن مرزا قادیانی نے اب یہ نیا عقیدہ بنایا کہ ان کو سولی پر چڑھایا تو گیا تھا لیکن سولی پر ان کی جان نہیں نکلی۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کو روکنے کے لئے نہایت مفید ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک ہی صلیب کا حادثہ ان کو پیش آیا تھا...... اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے (انہوں نے) شفا پائی...... حضرت مسیح کو اس ابتلاء کے زمانہ میں جو صلیب کا ابتلاء تھا، حکم ہوا کہ کسی اور ملک کی طرف چلا جا کہ یہ شریر یہودی تیری نسبت بد ارادے رکھتے ہیں اور فرمایا کہ ایسا کر جو ان ملکوں سے دور نکل جا تا تجھ کو شناخت کر کے یہ لوگ دکھ نہ دیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۸، خزائن ج۱۷ ص۹۹،۱۰۰)

''جس وقت حضرت مسیح کا بدن صلیب کی کیلوں سے توڑا گیا اس زخم اور شکست کے لئے تو خدا نے مرہم عیسیٰ طیار کر دی تھی جس سے چند ہفتوں میں ہی حضرت عیسیٰ شفا پا کر اس ظالم ملک سے ہجرت کر کے کشمیر جنت نظیر کی طرف چلے آئے۔''

(تریاق القلوب ص۸، خزائن ج۱۵ ص۱۴۴)

مرزا غلام احمد نے مسلمانوں کے عقیدہ کو چھوڑ کر یہ نیا عقیدہ اختیار کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ وہ اپنی جماعت کو اپنے اس عقیدے میں چھوڑ گئے تو یہ غلط بات نہیں، ترمیم شریعت نہ بھی کریں تو یہ کوئی بات نہ تھی۔ ترمیم عقیدت (تبدیل عقیدہ) تو اس سے بھی ایک بڑا اقدام تھا جو وہ کر گزرے۔

یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے بزور بازو انہیں سولی پر چڑھایا وہ اپنی خوشی سے سولی پر نہ آئے تھے۔ عیسائیوں کا عقیدہ صلیب یہ ہے کہ حضرت مسیح بنی نوع انسان کی خیرخواہی میں سولی چڑھے اور اپنے خون سے وہ انسانوں کے گناہوں کو دھو گئے۔ اب مرزا غلام احمد کو بھی

نوٹ کریں۔ وہ حضرت عیسیٰ کو ظلماً سولی پر چڑھائے جانے کی بات کہتا ہے یا وہ اس بات کا مدعی ہے کہ حضرت عیسیٰ انسانوں کی خیرخواہی کے لئے سولی چڑھے۔

غلام احمد لکھتا ہے: ''حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے۔ گو خدا کے رحم نے ان کو بچا لیا اور مرہم عیسیٰ نے ان کے زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنت نظیر میں ان کو پہنچا دیا۔ سوانہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا اور اس طرح اس پر چڑھ گئے۔ جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے۔''

(اشتہار حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست ملحق بہ تریاق القلوب ص ش، خزائن ج۱۵ ص۴۹۸،۴۹۹)

''اس نبی نے سچائی کے لئے صلیب کو قبول کیا۔''

(اشتہار حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست ملحق بہ تریاق القلوب ص ش، خزائن ج۱۵ ص۴۹۹)

عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ یہیں سے جنم لیتا ہے کہ حضرت مسیح مخلوق کی بھلائی کے لئے (کہ ان کے گناہ دھوئے جائیں) سولی چڑھے۔ مرزا غلام احمد یہاں یہودیوں کے مؤقف سے یکسر علیحدہ ہو کر حضرت عیسیٰ کے بطور کفارہ سولی چڑھنے کا عقیدہ اختیار کرتا ہے۔ یہ عقیدہ اہل اسلام کی پوری تاریخ میں کسی محدث اور فقیہ کا نہیں رہا۔ نہ اسے کسی مسلمان کا عقیدہ کہہ سکتے ہیں۔ غلام احمد اپنے اس مؤقف میں بالکل عیسائیوں کے ساتھ آ لگا ہے۔

۲...... عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام

مرزا غلام احمد کا حضرت مسیح کے بارے میں پہلے عقیدہ وہی تھا جس پر مسلمان اب تک چلے آرہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اس وقت جب وہ مسلمانوں کے عقیدے پر تھا اور اس نے اپنی تبدیلی عقیدہ نہ کی تھی اپنے اسلامی عقیدہ کو اس طرح رکھا۔

مرزا غلام احمد کا اپنے اس پہلے عقیدے پر اصرار

مرزا غلام احمد اپنے عام الہامات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے: ''**واللہ قد کنت اعلم من ایام مدیدۃ اننی جعلت المسیح ابن مریم وانی نازل فی منزلہ (ولکن اخفیت) نظراً الی تاویلہ بل ما بدلت عقیدتی و کنت علیہا من المستمسکین وتوقفت فی الاظہار عشر سنین**''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۵۱، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) خدا کی قسم میں کئی دنوں سے جانتا تھا کہ میں عیسیٰ بن مریم ٹھہرایا گیا ہوں اور یہ کہ میں ان کی جگہ اتارا گیا ہوں۔ لیکن میں نے اپنی اس بات کو چھپائے رکھا کہ شاید اس کی کوئی اور مراد کھلے میں نے اپنے پہلے عقیدے کو تبدیل نہ کیا اور میں اس میں اس پہلے عقیدہ پر رہا اور میں نے اس کے اظہار میں پورے دس سال لے لئے۔

جب مرزا غلام احمد پر یہ بات کھل بھی گئی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہو چکے ہیں اور اب اسے عیسیٰ بن مریم ٹھہرایا گیا ہے تو بھی وہ پہلے مسلمانوں کے عقیدہ پر ہی رہا وہ لکھتا ہے: ’’**واعلم ان الهامی لا غبار علیه ولا تلبیس ولا تخلیط ومع ذلک کان یقینی ان اعتقاد المسلمین فی نزول المسیح حق لاشبة فیه ولا ریب فعسر علی تطبیقهما وکنت من المتحیرین**‘‘ (ایضاً ۵۵۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) اور میں جانتا تھا کہ میرے اس الہام پر کوئی غبار نہیں اور نہ اس میں کوئی دھوکہ اور ملاوٹ ہے اور اس کے باوجود میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ نزول مسیح حق ہے اور اس میں ہرگز کوئی شبہ نہیں۔ سوان دونوں باتوں میں تطبیق دینا مجھ پر مشکل ہو گیا اور میں ایک عجیب وادی حیرت میں گھرا ہوا تھا۔

پھر کیا تھا مرزا قادیانی پر بارش کی طرح وحی ہوئی اور مرزا قادیانی نے اپنا عقیدہ بدلا اس بدلے عقیدہ میں انہوں نے حضرت مسیح کو اس درجے میں رکھا کہ ان کے کئی ظہور تجویز کئے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کو بھی حضرت مسیح کا ہی ایک ظہور بتلایا۔

غلام احمد لکھتا ہے: ’’یہ ایک سر اسرار الٰہیہ میں سے ہے کہ جب کسی رسول یا نبی کی شریعت اس کے فوت ہونے کے بعد بگڑ جاتی ہے...... تب اس نبی کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قائم مقام اس کا زمین پر پیدا ہو۔ اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا۔

اوّل جب کہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ! مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا اور اس لئے وہ مصلوب ہوا اور عیسائیوں نے اس بات پر غلو کیا کہ وہ خدا تھا اور خدا کا بیٹا تھا اور دنیا کو نجات دینے کے لئے اس نے صلیب پر جان دی...... یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاء علیہم السلام کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی...... پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا...... وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا۔ کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا...... پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔'' (دافع الوساوس ص۳۴۱ تا ۳۴۶، خزائن ج۵ ص ایضاً)

قارئین کرام! مرزا غلام احمد نے حضرت مسیح کی روحانیت کے یہ تین نزول جو بیان کئے ہیں ان میں تیسرا نزول کب ہوگا۔ (۱) پہلا تو وہ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری بتلاتا ہے۔ (۲) دوسرا وہ اپنے آپ کو ٹھہراتا ہے۔ (۳) تاہم وہ تیسرے کا (دنیا کے آخر میں آنے کا) منتظر ہے جس کی خبر وہ پہلے ازالہ اوہام میں دے چکا تھا۔

وہ لکھتا ہے: ''ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لئے اشکال ہی کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہو جائے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷، ۱۹۸)

یہاں پھر قادیانی مرزا غلام احمد کے پہلے عقیدے کے کچھ قریب ہو جاتے ہیں اور اپنے ہاں بھی وہ ایک منتظر کی خبر دیتے ہیں وہ آنے والا ایک جلالی شان کے ساتھ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا تو کوئی جانشین نہ ہوگا اور نہ وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں دربدر پھرے گا کہ کوئی اسے اپنے ہاں پناہ دے۔

ہم اس وقت اس مسئلے سے بحث نہیں کر رہے۔ یہ ساری بحث مرزا غلام احمد کے تبدیلی عقیدہ پر ہو رہی ہے۔ وہ اپنے ان عقائد میں مسلمانوں کے عقائد سے اتنا دور نکل گیا ہے کہ اب اس منتظر کے آنے سے پہلے یہ لوگ مسلمانوں کے عقیدہ پر کہیں آتے دکھائی نہیں

دیتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اس منتظر کے آنے تک مسلمانوں سے مسیح کی آمد ثانی پر زیادہ بحث کر کے لوگوں کی تضییع اوقات نہ کریں۔

۳...... ختم نبوت کے عقیدہ میں بھی ترمیم کی گئی

مسلمانوں میں یہ عقیدہ شروع سے چلا آرہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ہر دعویٰ نبوت کفر ہے۔ مرزا غلام احمد کا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا۔ امام طحاوی (۳۲۸ھ) کے لفظ کل پر نظر رکھیں: ''وکل دَعْوَۃ النُّبوۃِ بَعْدَہُ بَغْیٌ وَھَوَی، وَھُو الْمَبْعُوْثُ الَي الجِنِّ وکَافَّۃ الوَرَیٰ'' (عقیدہ طحاویہ ص۳۳ طبع گوجرانوالہ وشرح عقیدہ طحاویہ شارح ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی ص۲۴۹، ۲۵۰ طبع ثانی بیروت ۲۰۰۳ء)

اب دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری کی عبارت بھی دیکھیں: ''وَدَعْوَۃ النُّبُوۃِ بَعْدَ نَبِیِّنَا ﷺ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ'' (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲ مکتبہ مجتبائی)

مرزا غلام احمد کا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا۔ یہ کوئی نظری بات نہ تھی۔ پوری امت نے اجماعاً اس عقیدے کو قبول کر رکھا ہے۔ غلام احمد خود لکھتا ہے کہ اس کا انکار کفر ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کے بعد جو مدعی نبوت ہو، وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

وہ لکھتا ہے: ''وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین وھا اننی لا اصدق الھاماً من الھاماتی الا بعد ان اعرضہ علی کتاب اللّٰہ واعلم انہ کل ما یخالف القرآن فھو کذب والحاد وزندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین'' (حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

(ترجمہ) اور یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں نبی ہونے کا دعوی کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں کے ساتھ جاملوں اور میں اپنے الہامات میں سے بھی کسی الہام کی تصدیق نہیں کرتا، جب تک کہ اسے کتاب اللہ پر پیش نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ ہر چیز جو قرآن کے خلاف ہو وہ جھوٹ ہے اور الحاد ہے اور زندقہ ہے اور میں کیسے نبی ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔ دریں حال کہ میں مسلمان ہوں۔

دیکھئے! یہاں مرزا غلام احمد نے کہیں یہ قید نہیں لگائی کہ تشریعی نبوت کا دعوی ہی کفر والحاد اور زندقہ ہے۔ حضور ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔ استغفر اللہ!

مرزا غلام احمد نے اپنے اس اسلامی عقیدہ میں قرآن وحدیث کے باعث کوئی تبدیلی نہ کی۔ وہ برابر اسی عقیدہ پر تھا، یہاں تک کہ جبراً وحی نے اس سے تبدیلی کرائی اور اب اس کا عقیدہ یہ بنا کہ حضرت خاتم النّبیین کے بعد کوئی نبی جدید شریعت لے کر تو نہیں آ سکتا۔ البتہ حضرت خاتم النّبیین کے تابع غیر تشریعی نبی اور بھی آ سکتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کے چودہ سو سال سے چلے آنے والے عقیدہ میں ایک کھلی ترمیم تھی۔ مرزا نے اسلام کے اس عقیدے میں ترمیم قرآن اور حدیث کی کسی نص سے نہیں کی، اپنی وحی سے کی۔ ظاہر ہے کہ یہ وحی ربانی نہیں ہوسکتی جو چودہ صدیوں کے اجماعی عقیدہ کو غلط ٹھہرائے اور یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ شیطانی وحی سے قطعیات اسلام میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔

مرزا غلام احمد کے اس پہلے اور پچھلے عقیدہ میں کتنا فاصلہ رہا

غلام احمد کے پہلے عقیدہ میں اس کی صراحت ہے کہ اس سے نکلنا اسلام سے نکلنا اور ایک دوسری قوم (کفار) میں جا شامل ہونا ہے۔ اب مرزا قادیانی جو دوسرے عقیدہ پر آ گئے اور کافروں سے جا ملے تو ظاہر ہے کہ ان کے ان دونوں عقیدوں میں خود ان کے الفاظ میں بھی کفر واسلام کا فاصلہ قائم ہوگیا۔ اب یہ بات ہمارے قارئین کے سوچنے کی ہے کہ کبھی کسی نبی کے پہلے اور دوسرے عقائد میں کفر واسلام کے فاصلے کو جگہ دی جاسکتی ہے اور یہ کہ کیا کوئی نبی اپنے پہلے عقیدے میں کبھی کافر بھی رہا ہے کہ اسے پھر اس کی وحی نے کفر سے نکالا ہو۔ نبی کی کسی پہلی اور پچھلی رائے میں اجتہادی فاصلے تو ہو سکتے ہیں لیکن ان میں کفر واسلام کے قطعی فاصلے کبھی راہ نہیں پا سکتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی نبی سے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی کفر صادر نہیں ہوا۔

۴......عقائد اسلام میں مرزا غلام احمد کی ایک اور تبدیلی

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسلّم رہا ہے۔ بارھویں صدی کے مجدد حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) (العقیدۃ الحسنہ ص ۹۵ مترجم طبع گوجرانوالہ مع عقیدۃ الطحاویہ) میں لکھتے ہیں کہ:
''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق کا ہے اور اس پر بارہ سو سال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کاربند چلی آ رہی ہے۔''

مرزا غلام احمد کے ہاں مسیح موعود مسیح ناصری نہیں، اس امت کا ایک فرد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ اس صورت میں افضل ترین امت وہ ہوگا نہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ اب دوسری طرف دیکھئے پورے اسلامی لٹریچر میں (وہ حدیث کی کتابیں ہوں یا عقائد کی) سب میں فضائل کے باب اس طرح باندھے گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد فضائل ابی بکر، فضائل عمر، فضائل عثمان اور فضائل علیؓ کے ابواب اسی ترتیب سے ہیں لیکن قادیانیوں نے امت کے اس چودہ صدیوں کے عقیدے میں یہ ترمیم کی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اب مسیح موعود ہی افضل ترین امت ٹھہرتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ دوسرے نمبر پر آجاتے ہیں بعض قادیانی دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ کو نہیں بھیرہ کے حکیم نورالدین کو سمجھتے ہیں۔

۵...... عقائد اسلام میں قادیانیوں کی ایک اور تبدیلی

اسلام میں تین بقع ہائے ارض افضل ترین قطعات ارض ہیں اور ان میں سے ایک میں پڑھی نماز لاکھ نمازوں کے برابر اور دوسری دو جگہوں میں پڑھی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ مکہ و مدینہ اور بیت المقدس صفحہ زمین کے بہترین قطعات ہیں۔ مرزا غلام احمد کے عقیدے میں مکہ اور مدینہ کے ساتھ تیسری جگہ قادیان ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے کشف میں قرآن میں یہ تین نام مکہ، مدینہ اور قادیان لکھے دیکھے ہیں اور اس نے خدا کے نام پر یہ آیت گھڑی ہے: ’’انا انزلناہ قریباً من القادیان‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۷، خزائن ج۳ص۱۴۰،۱۴۱ حاشیہ)

مسلمانوں کے عقیدے میں تبدیلی کر کے ان کے ہاں اب بیت المقدس کی بجائے قادیان کو اس فضیلت کا مرکز قرار دیا گیا ہے اور پوری قادیانی قوم اسے دارالامان کا نام دیتی آئی ہے۔ پرانے قادیانی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی کا یہ ولولہ عقیدت ملاحظہ ہو:

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

(الفضل قادیان ج۲۳ نمبر۹ ص۵ کالم۱،۲، مؤرخہ ۱۱؍جولائی ۱۹۳۵ء)

اب ان کے ہاں قادیان ایک نیا بقعہ مقدس ان کے عقیدے کا جز ہے۔ کیا یہ عقائدِ اسلام پر ایک اضافہ نہیں؟

۶......عقیدہ میں دو نئے فرشتوں کا اضافہ

اسلامی عقیدہ میں آٹھ فرشتے جنہیں حملۃ العرش کہا جاتا ہے (جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں) معروف ہیں اور قرب باری میں حاضری پائے ہوئے چار مقرب ترین فرشتے ہیں: حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل اور حضرت روح الامین جبریل علیہم السلام اور ان چار میں سے سب سے اقرب حضرت جبریل امین ہیں۔

''وَیَحمِلُ عَرشَ رَبّکَ فَوقَھُم یَومَئِذ ثَمٰنِیَة'' (الحاقہ:۱۷)

مرزا غلام احمد نے قادیانی عقیدہ میں دو اور فرشتوں کا اضافہ کیا ہے۔

(۱) ایک حضرت درشنی اور دوسرا (۲) حضرت ٹیچی۔ یہ دونوں فخر عجم ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے نام ہندی اور انگریزی ہیں۔ درشنی کا معنی ہے لوگ جس کے درشن کے خواہشمند رہیں اور ٹیچی وہ جو آ کر نبی کو کوئی بات سکھائے۔ ٹیچ کرنا پڑھانے کو کہتے ہیں۔ لفظ ٹیچر اسی سے بنا ہے۔ قرآن پاک میں عَلَّمَہُ شَدِیدُ الْقُوٰی اس فرشتے کا تعارف ہے جو حضور ﷺ کی خدمت میں آتا تھا۔ مرزا غلام احمد ٹیچی کا معنی اور بتاتے رہے یعنی ٹچ پہنچنے والا فوراً پہنچنے والا غالباً ان کا ذہن ٹچ بٹن کی طرف چلا گیا ہوگا، جو فوراً لگ جاتا ہے۔

مرزا قادیانی کے دعوے نبوت سے پہلے حضرت درشنی اور حضرت ٹیچی پر ایمان لانا ضروری نہ تھا۔ اب مرزا قادیانی کے آنے سے اسلامی عقیدہ میں اضافہ ہوا کہ ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ یہ بھی عقائدِ اسلام میں ترمیم ایک نیا اضافہ ہے۔

مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اترے گا

مسیح موعود کی خاص علامتوں میں لکھا ہے کہ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''دو فرشتوں سے مراد اس کے لئے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر ان کی اتمام حجت موقوف ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۰۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۲۱)

پھر آگے جا کر حضرت ٹیچی کا آنا اس طرح بیان کرتے ہیں: ''۵ر مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں میں

نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی، ٹیچی پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا تب میری آنکھ کھل گئی۔''

(حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

ٹیچی پنجابی لفظ نہیں نہ ٹیچر پنجابی لفظ ہے۔

یہ ٹیچی روپیہ دینے کیسے آ گیا؟ مرزا قادیانی کو روپیہ دینے کے لئے تو کسی انگریز کو آنا چاہئے تھا۔ ہم اس پر کچھ کہنا نہیں چاہتے لیکن ایک دوسرے موقعہ پر ایک انگریز بھی آ گیا۔ مرزا قادیانی اس کے حسن میں گھر گئے۔ اس پر اس نے اپنا نام درشنی بتایا یعنی دیکھنے والے اسے دیکھنے کے منتظر رہیں۔ مرزا قادیانی اپنا ۱۸۷۶ء کا ایک کشف اس طرح لکھتے ہیں: ''انہی دنوں میں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور میں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ تب اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بخت بیدار ہوں (یعنی میں آدمی نہیں ہوں) اور میرے اس سوال کے جواب کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے۔ اس نے یہ جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں (یعنی فرشتہ ہوں)''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۱۳، ۲۱۴، خزائن ج۳ ص۲۰۶)

''ایک فرشتہ کو میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا۔ صورت اس کی مثل انگریزوں کے تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ بہت خوبصورت ہیں، اس نے کہا ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔''

(ملفوظات ج۷ ص۸۹ طبع قدیم، ملفوظات طبع جدید ج۴ ص۶۹)

حضرت ٹیچی اور حضرت درشنی پر ایمان لانا ضروری ہوگیا؟

یہ سوال مرزا بشیر الدین محمود سے کیا گیا تو اس نے کہا کہ: ''جب یہ دو نام حضرت مسیح موعود نے ذکر کئے ہیں تو ان پر ایمان لانا کیوں ضروری نہ ہوگا ہم تو ان قصابین پر بھی ایمان رکھتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے کہنے پر سینکڑوں بھیڑوں پر چھریاں چلادی تھیں۔ ہمارے مخالف بھی تو کروبین پر ایمان رکھتے ہیں ہم قصابین پر ایمان رکھیں یہ کون سی زیادتی ہوگی۔'' (تذکرہ محمود)

مرزا غلام احمد کی وحی میں قصابین فرشتوں کا ذکر

یہ ۱۸۷۴ء کی وحی ہے...... ’’تب میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی...... اور میرا یہ کہنا ہی تھا کہ فرشتوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں اجازت ہو گئی۔ گویا میرے منہ کے لفظ خدا کے لفظ تھے۔ تب فرشتوں نے جو قصابوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فی الفور اپنی بھیڑوں پر چھرئیں پھیر دیں...... ان (قصابین) فرشتوں نے سختی سے ان بھیڑوں کی گردن کی تمام رگیں کاٹ دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو؟ گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔‘‘ (تذکرہ مجموعہ الہامات وکشوف ورویاء ص۱۵ طبع چہارم)

فرشتوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں کا ایک اور اختلاف

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ فرشتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ قرآن کریم میں ہے:

’’لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون‘‘ (التحریم:۶)

(ترجمہ) وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو وہ انہیں فرمائے اور وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے۔

مگر مرزا غلام احمد کے بیان کے مطابق یہ کبھی جھوٹ بھی بول دیتے ہیں۔ حضرت ٹیچی کبھی جھوٹ بھی بول لیتے تھے۔ پہلے انہوں نے کہا کہ میرا نام کچھ نہیں پھر کہا کہ میرا نام ٹیچی ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ’’اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

ہوسکتا ہے اس نے اللہ رب العالمین سے جبریل کے بارے میں سنا ہو علمہ شدید القویٰ اور اسی مناسبت سے اس نے اپنا نام ٹیچی رکھ لیا ہو اور پہلے واقعی اس کا کوئی نام نہ ہو تاہم اس بحث میں ہم نہیں جاتے۔

قاضی محمد یوسف قادیانی لکھتا ہے: ’’قرآن کریم میں نزول جبریل بہ پیرایہ وحی صرف حضرت محمد رسول ﷺ کے واسطے ثابت ہے۔ دوسرے انبیاء کے واسطے جبریل کا نزول ازروئے قرآن شریف ثابت نہیں...... وحی کے ساتھ فرشتہ ضرور آتا ہے خواہ اس کو کوئی دوسرا فرشتہ کہو۔‘‘ (النبوۃ فی الالہام ص۳۰ رسالہ احمدی بابت ۱۹۱۹ نمبر۵،۶،۷)

تاہم مرزاغلام احمد کے امت مسلمہ کے سے عقائد نہیں رہے۔ مرزاغلام احمد نے امت مسلمہ کے پہلے چودہ سو سال کے عقائد میں واقعی تبدیلی کی ہے اور اس نے قرآن وحدیث کے جو نئے مفاہیم اختیار کئے وہ اس نے قرآن وحدیث سے نہیں لئے بلکہ انہیں اس نے اپنی وحی سے اخذ کیا ہے اور وحی کا یہ عمل بھی اس پر جبراً تھا طوعاً نہ تھا۔ وہ تو امت مسلمہ کو کسی طرح ناراض نہ کرنا چاہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنی وحی سے نبی ہونے کی خبر پانے کے باوجود ایک دفعہ اپنی نبوت سے پیچھے ہٹنے کا بھی ارادہ کرلیا تھا۔ افسوس کہ اس فیصلہ پر بھی وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا اور وہ اپنی وحی کے ہاتھوں نبی بننے پر مجبور کردیا گیا۔

اپنی وحی سے بوکاٹا کے عقیدے پر لوٹنا

وہ گھڑی اس پر کتنی حیرت افزاء ہوگی جب وہ لوگوں کو اپنی نبوت پر کاٹا لگانے کا مشورہ دے رہا تھا۔ وہ لکھتا ہے: ’’میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید ومولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے...... دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۲ ص۹۵، مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۳۱۳)

نبوت کی اس بوکاٹا کی مثل ایسی چلی کہ اب تک پنجاب میں پتنگ کٹنے پر لڑکے بوکاٹا کے الفاظ دہراتے ہیں اور بوکاٹا کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہیں۔

بعض قادیانیوں نے مرزاغلام احمد سے پوچھا کہ ہندو اکثریت کے اس ملک میں ہم ایک چھوٹے سے قصبہ کو کیسے دارالامان بنا سکیں گے۔ مرزاقادیانی نے انہیں مطمئن کرنے کے لئے ایک یہ پیشین گوئی کردی: ’’ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے

یا مسلمان اکٹھے ہوکر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہورہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے گا۔‘‘ (پیغام صلح ص۸، خزائن ج۲۳ ص۴۴۳)

جب مرزا قادیانی یہ پیش گوئی کررہے تھے ان کو یہ علم نہ تھا کہ آئندہ اس دوقومی اختلاف میں ملک بھی دوحصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور پھر دوخطوں میں بڑے پیمانے پر جنگیں بھی ہوں گی اور لوگ ان کی اس پیش گوئی کو ایک مذاق کے سواء اور کچھ نہ سمجھیں گے۔

بہرحال اس پیش گوئی سے وہ لوگ مطمئن ہوگئے جو قادیان کو دارالامان اس لئے نہ مان رہے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ یہاں کسی وقت ہندو یلغار کریں اور ہمیں یہاں اپنے گھروں سے نکلنا پڑے۔

مرزا بشیراحمد نے جب مرزا قادیانی کی حدیثیں سیرت المہدی میں تین حصوں میں شائع کیں تو سرورق، ٹائٹل پر لکھا۔ از قادیان دارالامان کہ یہ اس نبی کی احادیث ہیں جس کو خدا یہ خبر دے چکا کہ یہاں کا امن کبھی برباد نہ ہوگا۔ قادیان آسمانوں میں ہمیشہ کے لئے دارالامان قرار دیا جاچکا ہے۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

(الفضل قادیان ج۲۳ نمبر۹، ص۵ کالم۱،۲، مؤرخہ ۱۱رجولائی ۱۹۳۵ء)

مگر افسوس کہ سکھوں نے نہایت سختی کی اور بقول مرزا بشیرالدین محمود خدا کے اس وعدے کو کہ قادیان ہمیشہ دارالامان رہے گا۔ ایک ہی حملے میں تارتار کر دیا اور مرزا بشیر الدین محمود قادیان سے لاہور کی طرف چل پڑے۔

اقَامَةُ الْبُرُهَانِ
عَلَی اَنَّ الْقَادِیَانَ لَیْسَ بِدَارِ الْاَمَانِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور نے قادیان کو دارالامان کا نام دیا ابھی اس کی وفات پر چالیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ اس کے جانشین مرزا بشیرالدین محمود کو ۱۹۴۷ء میں اپنے اعوان وانصار کے ساتھ قادیان سے نکلنا پڑا اور پوری دنیا نے دیکھا کہ وہ ان کے لئے دارالامان نہ رہا تھا۔ یہ مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک بڑی روشن دلیل ہے۔ خدا نے جس بستی کو بلدالامان کہا ہو، اس پر سکھوں کی اس طرح یلغار نہ ہوسکتی تھی، جیسا کہ اس وقت ہوئی۔ آج کی مجلس میں ہم اس موضوع پر کچھ حقائق ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ هوَ الْمُوَفِّقُ لِمَا یُحِبُّهُ وَیَرْضَی بِه!

انگریزی دورحکومت میں ہندوستان میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں قصبہ قادیان انگریز حکومت کے وفاداروں کی ایک معروف بستی تھی۔ وہاں کے مرزا غلام مرتضٰی نے ۱۸۵۷ء میں انگریز حکومت کی بہت مدد کی تھی۔ مرزا غلام مرتضٰی کے بیٹے مرزا غلام احمد نے جب دعویٰ نبوت کیا تو اسے انگریزی عملداری میں پورا یقین تھا کہ اتنے بڑے دعوے کے باوجود اس کے مخالفین یہاں کبھی اس پر یلغار نہ کرسکیں گے۔ اس نے اپنی اس بستی کو حکومت کے پورے اعتماد سے دارالامان قرار دیا اور یہیں تک نہیں اسے مکہ و مدینہ کے برابر تیسرا مقدس مقام ٹھہرایا اور دعویٰ کیا کہ قرآن کریم میں بھی یہ نام موجود ہے۔ قادیان کے ناظر اعلیٰ کا ایک مضمون ۱۹۲۱ء میں الفضل میں چھپا تھا۔ وہ ملاحظہ ہو: ’’اللہ تعالیٰ نے قادیان کی بستی کو اپنے نبی کی زبان پر دارالامان کا خطاب بخشا ہے چنانچہ فرمایا: ’’ومن دخله کان امنا ‘‘ جو یہاں آیا وہ ہمیشہ کا امن پا گیا۔‘‘ (الفضل ج۱۸ نمبر۱۲۸ ص۳ کالم۱، مؤرخہ ۷رمئی ۱۹۳۱ء)

اب ان کے نزدیک یہ قادیان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قرار پایا۔ مرزا بشیرالدین محمود نے ۵رجنوری ۱۹۳۳ء میں قادیان میں اپنی ایک تقریر میں کہا تھا: ’’حضرت مسیح موعود کا یہ جو الہام ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں اس کے متعلق ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نام قادیان کے ہیں۔‘‘ (الفضل ج۲۰ نمبر۸۰ ص۴ کالم۲، مؤرخہ ۵رجنوری ۱۹۳۳ء)

اس کا مطلب اس کے سواء کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مکہ اور مدینہ سے اب پہلی برکات اٹھ چکی ہیں اور اب وہ قادیان ضلع گرداسپور میں آ گئی ہیں۔

ہم اس بحث میں نہیں جاتے کہ مرزا غلام احمد کی موت لاہور میں ہوئی قادیان میں نہیں۔ لیکن ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ غلام احمد نے قادیان کو نہ صرف دارالامان کہا بلکہ اسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے برابر لا کھڑا کیا اور یہاں تک کشف میں دیکھا کہ یہ نام (معاذ اللہ) قرآن شریف میں درج ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’اس وقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے۔ یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ اس بات کو قریباً بیس برس ہو گئے۔‘‘ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح مندرجہ خطبہ الہامیہ ص ث، خزائن ج۱۶ ص۲۰ حاشیہ)

اور پھر اپنے اس کشف کو ہر شک سے بالا قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے: ’’پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔‘‘ (ص۲۱)

روئیداد جلسہ دعا میں جو ۲؍فروری ۱۹۰۰ء میں قادیان میں منعقد ہوا، اس کے ٹائٹل پر لکھا ہے: ’’مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی مسعود کی تحریک پر دارالامان قادیان میں بتاریخ ۲؍فروری ۱۹۰۰ء میں منعقد ہوا۔‘‘

از فیض آسمان آراستہ دار الاماں　　شد منور خلق و عالم نیز از گرد و جوار

(روئیداد جلسہ دعا ص۴۰، خزائن ج۱۵ ص۶۳۲)

جب مرزا غلام احمد نے خود اسے (قادیان کو) دارالامان کہا اور اپنے ماننے والوں کو یقین دلایا کہ یہ نام قرآن کریم میں موجود ہے تو پھر مرزا غلام احمد کے پیرو اسے اسی پیرایہ میں قادیان کی گلیوں میں پڑھتے سنے گئے:

زمین قادیاں اب محترم ہے　　ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص۵۰)

مرزا غلام احمد کے پیرو (مولوی) غلام رسول آف راجیکی کے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

یہ قادیاں ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

ہزاروں آئیں عذاب دنیا میں لاکھوں برباد شہر بھی ہوں
مگر یقیناً یہ شہر احمد نبی بہ حفظ و اماں رہے گا

(الفضل قادیان ج ۲۳ نمبر۹ ص ۵ کالم نمبر۱،۲ مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۵ء)

اب اس تصویر کا ایک یہ رخ بھی دیکھئے:

قادیانیوں کا مقصد قادیان کو یہ درجہ دینے سے قادیان کو اٹھانا تھا یا اس سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقامات مقدسہ کو گرانا تھا؟ ان کا پہلا عنوان اسے عرب کے برابر کرنا تھا۔ عرب کی ایک اپنی روشن تاریخ تھی۔ اس کے مقابل انگریزی عملداری کے قادیان کو کھڑا کرنا اس کے پیچھے امت مسلمہ کے مستقبل کو داؤ پر لگانے کا ایک خطرناک منصوبہ تھا۔ پہلے اس پر غور کیجئے: ازاں بعد ان کی سازش تھی کہ مکہ و مدینہ کو ویرانے بتلا کر قادیان کو پوری دنیا کی ناف بتلایا جائے۔ پہلے عرب وعجم کا یہ تقابل ملاحظہ ہو:

عرب نازاں ہے گر ارض حرم پر تو ارض قادیاں فخر عجم ہے

(الفضل قادیان ج ۲۰ نمبر ۷۶ ص ۹ کالم ۱، مؤرخہ ۲۵ ر دسمبر ۱۹۳۲ء)

کعبہ کو ہندوستان میں لانے کی ایک یہ صدا بھی ملاحظہ ہو:

اے قادیاں اے قادیاں تیری فضاء نور کو
دیتی ہے ہر دم روشنی جو دیدہ ہائے حور کو
میں قبلہ و کعبہ کہوں یا سجدہ گاہ قدسیاں
اے تخت گاہ مرسلاں اے قادیاں اے قادیاں

(الفضل قادیان ج ۲۰ نمبر ۲۱ ص ۲ کالم ۲، مؤرخہ ۱۸ ر اگست ۱۹۳۲ء)

اس کے ساتھ مرزا بشیر الدین محمود کا یہ بیان بھی پڑھ لیں:

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔''

(الفضل قادیان ج ۲۰ نمبر ۷۰ ص ۱ کالم ۲، مؤرخہ ۱۱ ر دسمبر ۱۹۳۲ء)

جب قادیانی اس عقیدے پر آ گئے تھے تو پھر مرزا محمود نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو ان برکات سے اس طرح خالی کیا: ''مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔''

(حقیقت الرؤیا ص ۴۶، انوار العلوم ج ۴ ص ۱۳۶)

مرزا محمود نے اس میں اپنے باپ کی بھی تردید کردی جس نے سلطنت عثمانیہ میں بھی مکہ اور مدینہ کی تقدیس کا اقرار کیا تھا۔ مرزاغلام احمد، سلطان مرحوم کے بارے میں لکھتا ہے: ’’ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں (مکہ اور مدینہ) کو سپرد کر رکھا ہے۔‘‘ (ضمیمہ کتاب البریہ ص۲، خزائن ج۱۳ ص۳۲۶)

باپ نے تو صرف اتنی زیادتی کی تھی کہ قادیان کو مکہ ومدینہ کے برابر لے آیا تھا، بیٹے نے سرے سے مکہ ومدینہ کی تقدیس کو ختم کر دیا اور ان کے فیض رواں کے چشمے خشک کر دیئے۔

اس قسم کے بیانات سے ہندوؤں سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا وہ رعب اٹھ گیا جو وہ ہندوستان کی مسلم حکومتوں کے ماتحت صدیوں سے محسوس کرتے آرہے تھے۔ یہ اسی طرح تھا جس طرح انگریزی عملداری میں ہندوستان کے نوجوان لندن کی عظمت وصولت کو اپنے ذہنوں میں بسائے ہوئے تھے۔

قادیانیوں کے اس مؤقف نے ہندوستان کے ہندوؤں کو عرب اور مکہ ومدینہ کے رعب وعظمت سے یکسر خالی کر دیا۔ گویا اسلام اب عرب سے نکل کر ہندوستان میں آبسا ہے۔ اب ہندوؤں کا مسلمانوں سے برتاؤ وہ پہلے جیسا نہ رہا۔ نہ وہ یہاں پہلے کی طرح مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہاں کے مسلمان اپنے لئے ایک علیحدہ خطہ ہند مانگنے پر مجبور ہوئے۔ اس خطے نے پھر پاکستان کا نام پایا۔

قادیانیوں کے قادیان کو دارالامان بتانے کو ہندوؤں نے کس قدر پسند کیا، اسے ڈاکٹر شنکر داس کے اس بیان میں دیکھیں جو ہندوؤں کے اخبار بندے ماترم میں اپریل ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ موصوف لکھتے ہیں: ’’سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کسی طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کئے جاتے ہیں، کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاسیات کا جزو بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے، مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ ہر جگہ عرب کے ہی گیت گاتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔ اس تاریکی میں اس مایوسی کے عالم میں

ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محبّ ہند اور قوم پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں احمدیہ تحریک کی ترقی ہی عرب تہذیب اور پان اسلام ازم کو ختم کر سکتی ہے۔‘‘

آگے جا کر شنکر داس لکھتا ہے: ’’جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے، اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی، اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے اور مکہ اور مدینہ اس کے لئے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔‘‘

ڈاکٹر شنکر داس کے اس بیان کو جناب پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قادیانی مذہب کی پانچویں اشاعت میں اس کی تمہید میں ص ۶۷ پر ذکر کیا ہے۔

یہاں تک معاملہ مرزا بشیر الدین محمود کی تگ ودو سے پہنچا ورنہ مرزا غلام احمد تو آخر دن تک مکہ اور مدینہ سے صرف برابری کا مدعی تھا مکہ اور مدینہ کی برکات کو انقضائے عالم تک تسلیم کرتا تھا۔ وہ اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں لکھتا ہے: ’’مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظّمہ کے دجال محیط ہو جائے گا۔‘‘

(چشمہ معرفت ص ۷۸ حاشیہ، خزائن ج ۲۳ ص ۸۶)

اس کا مطلب اس کے سواء کیا لیا جا سکتا ہے کہ مکہ کی برکات اور اس کے اثرات رہتی دنیا تک رہیں گے۔ سوال یہ ہے کہ قادیان کیا اس وقت کرہ زمین سے کہیں باہر چلا جائے گا یا اس وقت دجال اسے بھی محیط ہوگا اور مسیح موعود اس وقت اس میں گھرے ہوں گے، کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت کوئی قادیانی مولوی غلام رسول آف راجیکی کے اس شعر کی تصدیق کر سکے گا؟

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالامان رہے گا

(الفضل قادیان ج ۲۳ نمبر ۹ ص ۵ کالم ۱، ۲، مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۵ء)

اب تاریخ کو ذرا اگلے موڑ پر دیکھیں:

تاہم مرزا بشیرالدین محمود کے اس بیان میں کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اور غلام احمد کے بیان میں کہ مکہ مکرمہ میں آخر تک برکات رہیں گی، صریح تناقض ہے۔ قادیانی ۱۹۴۶ء تک سلطنت برطانیہ کے سہارے قادیان کو دارالامان کہتے اور لکھتے رہے لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت ایسی تیز آندھی چلی کہ دارالامان میں اچانک کثیر تعداد سکھ گھس آئے۔ ہم اس وقت ان کی ان شرمناک حرکتوں کا نوٹس نہیں لیتے جوانہوں نے وہاں کیں لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ دارالامان کے اعتبار سے اس غبارے کی پوری ہوا نکل گئی وہاں امان نہ رہی۔ قصر خلافت کے چاروں مینار گرے اور مرزا بشیرالدین محمود دارالامان کے باسیوں کو ساتھ لے کر سخت بدحالی میں وہاں سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ وہ منظر دیکھنے کے لائق تھا جب دارالامان کا قافلہ دارالامان سے لاہور آ رہا تھا۔ مرزا بشیرالدین محمود کو اس بدحالی میں پناہ کہاں ملی؟ انہی لوگوں کے نقش قدم میں جن کو اس کا والد ہمیشہ ذریۃ البغایا کہتا رہا۔ آج اس کے اس لخت جگر کو ان لوگوں کے سواء سہارا دینے والا اور کوئی نہ تھا۔ مرزا محمود کا پاکستان میں پہلا پڑاؤ لاہور کی جودھامل بلڈنگ میں ہوا۔

روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خاں اس وقت بقید حیات تھے اور پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے ممبر تھے۔ اتفاقاً جودھامل بلڈنگ کے پاس سے گزرے تو مرزا محمود نے جھک کر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مرزا بشیرالدین محمود سے فی البدیہ یہ سوال کیا

ذریۃ البغایا کل تک تھا نام جن کا   آج ان کی چاپلوسی کیوں ہوگئی ضروری

مرکز کو چھوڑ آیا کیوں قادیاں کا نوری

برصغیر پاک و ہند میں دونوں ملکوں کی سرحد پر اس وقت دارالامان لاہور تھا، قادیان نہ تھا۔ ہاں! جو ہندو اور سکھ شرنارتھی، اس وقت شمالی مغربی علاقوں سے مشرق میں آ رہے تھے، ان کے لئے بے شک قادیان دارالامان تھا۔ لیکن ان میں مولوی غلام رسول راجیکی والے کا یہ شعر پڑھنے والا کوئی نہ تھا ۔

یہ قادیاں ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

(الفضل قادیان ج ۲۳ نمبر ۹ ص ۵ کالم ۱، ۲، مؤرخہ ۱۱؍ جولائی ۱۹۳۵ء)

خلاصہ کلام یہ سمجھئے کہ مرزا غلام احمد نے جس قادیان کو خدا کی طرف سے دارالامان بتلایا تھا، پورے ہندوستان میں وہ اب کسی مدعی اسلام کے لئے دارالامان نہ رہا تھا۔ مرزا

بشیرالدین محمود نے اپنے پیروؤں کو تسلی دینے کے لئے کہا وہ قادر (یعنی اللہ تعالیٰ) اب ہمیں پاکستان میں پناہ گاہ دے گا اور اس کی بشارت پہلے سے قرآن پاک میں اس طرح موجود ہے۔اب ربوہ ہمیں پاکستان میں ملے گا۔

’’واٰوینا ھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین‘‘ (المؤمنون:۵۰)

(ترجمہ) اور ہم نے عیسیٰ اور مریم کو ربوہ میں پناہ دی وہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور وہاں پانی ستھرا (دریائے چناب) بہہ رہا ہے۔

ربوہ ضلع جھنگ صرف دو خلافتوں (مرزامحمود، مرزاناصر) تک ان کی پناہ گاہ رہی۔ پھر مرزاطاہر نے راتوں رات اسے چھوڑا کہ اب ربوہ ہماری پناہ گاہ نہیں رہا۔اس نے بجائے (ہندوستان جانے کے) لندن کا رخ کیا کہ اب ہمارا دارالامان یہ رہے گا۔اس کا لندن میں جانشین اب مرزامسرور ہے۔ جب ربوہ ان کی پناہ گاہ نہ رہا، پھر اس کا نام بھی بدل دیا گیا۔اب اس کا نام چناب نگر قرار پایا اور شرط یہ قرار پائی کہ اس میں مسلمانوں کے محلے ان کی مساجد اور ان کے مدارس بھی ہوں گے۔ ریلوے اسٹیشن کا نام ربوہ بھی بدل دیا گیا۔

۲۰۰۸ء میں مرزامسرور نے قادیان میں عالمی سطح پر اپنا صدسالہ جشن خلافت منانے کا فیصلہ کیا۔اس کے لئے تاریخ رکھی گئی۔ (مرزاغلام احمد کی وفات ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی تھی اور اب اس پر اگلی صدی بھی پوری ہوگئی تھی) حکمت ہند نے پاکستان سے قادیانیوں کو قادیان آنے کی اجازت نہ دی اور یہ ان کے لئے اب بھی دارالامان نہ ہوسکا۔ مرزامسرور لندن سے دہلی پہنچا۔ ہندوستان کے قادیانی بڑے ذوق وشوق سے اس کے منتظر تھے، مگر حکومت نے اسے کہا کہ موجودہ حالات میں ہم تمہارے امن وتحفظ کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔تم اپنی ذمہ داری پر قادیان جاسکو گے۔ قادیانی جماعت کی طرف سے دہلی سے امرتسر ہوائی جہاز کی سیٹ اور امرتسر سے قادیان ریل کے سفر کے انتظامات کر دیئے گئے لیکن مرزامسروران پر اپنے امن وتحفظ کا بھروسہ نہ کر پایا اور وہ دہلی سے پھر سیدھا لندن واپس آ گیا۔ مرزامسرور نے اب اپنے عمل سے اس پر مہر لگادی کہ اب ۱۹۴۷ء پر ساٹھ سال گزرنے کے بعد بھی قادیان ان کے لئے دارالامان نہیں ہے۔ حکومت ہند اگر وہاں کے امن وتحفظ کی ذمہ داری لے تو وہ قادیان جا سکے گا، ورنہ خدا نے جو مرزاغلام احمد سے وعدہ کیا تھا کہ قادیان ہمیشہ ان کے لئے دارالامان رہے گا۔ اس پر بھروسہ کر کے مرزامسرور قادیان نہ جا سکا۔ معلوم ہوا اس بستی کا دارالامان ہونا صرف اس کی ایک اپنی بنائی بات تھی، خدا کی آواز نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے رسولوں سے کئے گئے

وعدوں کو کبھی الٹ نہیں کرتا۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلا!

مرزا غلام احمد کے کذب پر قادیان کی سو سال سے دارالامان نہ ہونے کی ابتر صورتحال مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک نہایت روشن برہان ہے۔ اب قادیانیوں کے کسی جلسے میں آپ کسی قادیانی سے یہ شعر نہ سن پائیں گے۔

یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر کا ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا

(الفضل قادیان ج۲۳ نمبر۹ ص۵ کالم۱،۲، مؤرخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۳۵ء)

ان تاریخی حقائق کی بناء پر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ قادیان کو دارالامان کہنے کی کارروائی یہ ہرگز کوئی آسمانی بشارت نہ تھی۔ آسمانی بشارتوں کا کبھی یہ حشر نہیں ہوتا جو قادیان کا ہوا۔

مرزا محمود کو پاکستان آنے کا مشورہ چودھری ظفر اللہ خاں نے دیا تھا؟

کئی قادیانی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ مرزا بشیر الدین محمود تو اپنے آپ کو سکھوں اور ہندوؤں کے آگے خصی کہنے کے لئے بھی تیار تھا اور ہوسکتا تھا کہ کانگرسی حکومت انہیں امن فراہم کر دیتی، مگر چودھری ظفر اللہ خاں نے اسے یقین دلایا تھا کہ پاکستان میں ہم ایک پورا صوبہ بلوچستان اپنے زیر حکومت لاسکیں گے اور ایشیاء میں ہمارا یہ پہلا دارالسلطنت ہوگا۔ مرزا بشیر الدین محمود چودھری ظفر اللہ خان کی باتوں میں آ گیا اور اس نے اپنے باپ کے قادیان کو دارالامان کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اللہ تعالیٰ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں تحریک ختم نبوت چلا کر چودھری ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان اور تمام قادیانیوں کو پاکستان کی سیاست اور اس کی کسی درجہ کی قیادت سے یکسر فارغ کر دیا۔ قائداعظم اگر چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ نہ بناتے تو شاید چودھری ظفر اللہ خاں، مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان چلے آنے کا مشورہ نہ دیتے۔ قائداعظم کے اس انتخاب میں شاید اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت لپٹی ہوئی تھی کہ قادیانیت اس طرح در بدر پھرنے سے اس درجہ میں بدنام ہو جائے کہ دنیا میں کہیں بھی اسے امن سے رہنا نصیب نہ ہو اور:

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش جس کی تکذیب میں قادیانی دن رات کوشاں ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۷ء میں لکھا تھا: ’’میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ بقیہ حاشیہ)

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے یہ غلط لکھا ہے پرانے دور میں حکومت کی طرف سے پیدائش کے رجسٹر نہ رکھے جاتے تھے۔ اس لئے ان دنوں انڈیا میں لوگ اپنی عمر اندازے سے یاد رکھتے تھے۔ مرزا قادیانی اپنے پیدا ہونے کے عمل کو خود کیسے جانے ہوئے تھے۔ یہ کوئی نہیں بتلاسکتا وہ کہتے ہیں کہ یہاں مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے صحیح نہیں ہے۔ آپ نے محض اندازے سے یہ لکھا تھا۔

☆ ...... الجواب

مرزا قادیانی کسی عام گھرانے میں پیدا نہ ہوئے تھے۔ آپ کا خاندان انگریزی حکومت کے حامیوں میں خاصا معروف تھا۔ آپ کے والد نے ۱۸۵۷ء میں برطانوی افواج کو پچاس گھوڑے دیئے تھے۔ سو یہ نہیں ہوسکتا کہ اس گھر کے لوگ اس جاہلی فضاء میں اس بچے کی تاریخ پیدائش تک یاد نہ رکھ سکیں اور مرزا قادیانی خود اپنے پیدا ہونے کے عمل کی گواہی نہ دے سکیں۔ آپ نے تو اپنے گھر کے لوگوں سے یہاں تک روایات لی تھیں کہ آپ توامان (جڑواں) پیدا ہوئے تھے اور یہ کہ پہلے وہ نکلی تھی۔ پھر وہ نکلے تھے تو یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنا سال پیدائش اپنے بڑوں سے نہ لیا ہو اور خود اپنے طور پر بات اٹکل پچو کہہ دی ہو۔

مرزا قادیانی اپنے پیدا ہونے کا عمل اس طرح لکھتے ہیں: ’’میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔‘‘ (تریاق القلوب ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹)

پھر مرزا قادیانی جب احتیاطاً ایک سال کے آگے پیچھے ہونے کو ذکر کر رہے ہیں تو اس یقین سے چارہ نہیں کہ آپ نے نہایت احتیاط سے اپنی تاریخ پیدائش سپرد قلم کی ہوگی۔

آیئے! ہم آپ کے سامنے چند خارجی شہادتیں بھی لائیں کہ مرزا قادیانی نے جو یہاں لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے۔ مرزائیوں کا یہ کہنا بالکل درست نہیں کہ مرزا قادیانی نے غلط لکھا ہے وہ یونہی بلا دلیل مرزا قادیانی کی تردید کر رہے ہیں۔

☆......مرزا قادیانی کی عمر کے صحیح اندراج پر پہلی شہادت

انسان پندرہ سولہ سال کی عمر میں اپنی عمر خوب پہچانتا ہے۔ چہرے پر داڑھی کا اترنا اپنے قد کا بڑھنا اور اپنا بالغ ہونا اسے خوب جانتا ہے۔ اس عمر میں ایک سال کے آگے پیچھے ہونے کے سوا اس میں کوئی بڑا مغالطہ نہیں لگتا۔

مرزا قادیانی سترہ برس کی عمر میں تھے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کو اپنی عمر کا پورا احساس نہ ہو، اس عمر کی بات کسی کے بتانے سے نہیں کہی جاتی۔ یہ اپنا احساس اپنی یاد بنتا ہے جو اس عمر کی باتیں بتلاتا ہے۔ اب مرزا قادیانی کی اس شہادت سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ کا مندرجہ بالا بیان کہ آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے یا ۱۸۴۰ء میں بالکل درست ہے۔ یہاں بھی وہ صرف ایک سال کا آگے پیچھے ہونا بیان کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے پہلے اپنی عمر پر پورا یقین تھا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ بقیہ حاشیہ)

اس بیان میں اس بات کا کوئی شائبہ نہیں کہ آپ نے یہ بیان پورے ہوش وحواس سے نہ دیا ہو اور اپنے سولہ یا سترہ سال کے حالات کو نہ پہچانتے ہوں۔ اگر ۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی کی عمر سترہ برس کی تھی تو آپ کی پیدائش ۱۸۴۰ء ہی ہوتی ہے۔ یہ وہی بات ہے جو مرزا قادیانی پہلے ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کے الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔

☆......مرزا قادیانی کے اس بیان کے درست ہونے پر دوسری شہادت

مرزا قادیانی کے والد کی وفات ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ مرزا قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں اپنے رسالہ نزول مسیح میں اپنے والد کا سال وفات ۱۸۷۴ء لکھا ہے۔

(نزول المسیح ص۱۱۶، خزائن ج۱۸ ص۴۹۴)

اب مرزا قادیانی کی عمر اپنے والد کے وفات کے وقت کی ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’میری عمر قریباً ۳۴ یا ۳۵ برس ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا تب میں جلدی سے قادیان میں پہنچا۔‘‘

(کتاب البریہ ص۱۵۹، خزائن ج۱۳ ص۱۹۲)

والد کی وفات کے وقت جب ان کی عمر ۳۴ سال کی ہے تو اس میں آپ ۱۹۰۸ء (سال وفات مرزا) سے ۱۸۷۴ء کا فرق (جو ۳۴ سال کا ہے) جمع کرلیں تو آپ کی عمر وفات کے وقت (۳۴ جمع ۳۴) ۶۸ سال بنتی ہے۔ ۳۴ یا ۳۵ کے اختلاف میں زیادہ سے زیادہ اسے ۶۹ تک لایا جاسکتا ہے وہ بھی اس احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے جو مرزا قادیانی نے کتاب البریہ کے اس بیان میں کی ہے، اس سے بھی واضح ہوا کہ ان کی بیان کردہ اپنی تاریخ پیدائش درست ہے۔

☆......مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا بیان کے صحیح ہونے پر تیسری شہادت

یہ شہادت ہمیں مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے سلطان احمد کی پیدائش سے ملتی ہے۔ مرزا سلطان احمد کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں ہوئی تھی۔

مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد مولوی شیر علی سے روایت کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے (ایک دفعہ نہیں) کئی دفعہ بتلایا کہ سلطان احمد کی پیدائش کے وقت ان کی عمر کتنی تھی۔ آپ نے بتایا: ’’جب سلطان احمد پیدا ہوا اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال کی تھی۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۲۵۶ روایت ۲۷۸، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص۲۵۵ روایت ۲۸۳)

جب ۱۸۵۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر سولہ سال کی تھی تو ۱۹۰۸ء (سال وفات) میں کتنی ہوگی؟ ۱۹۰۸ء میں سے ۱۸۵۶ء نکال لیں تو باون رہ جاتے ہیں۔ ان ۵۲ میں اب آپ ۱۶ جمع کرلیں تو مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ سال ہی ٹھہرتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کے اسی بیان کی تصدیق ہے جو اس نے (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ حاشیہ) میں لکھا ہے کہ میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔

مولوی شیر علی کی روایت مرزا بشیر احمد کے ہاں کس درجہ کی ہے، اسے آپ مرزا بشیر احمد کے اس بیان میں دیکھیں: ’’جن راویوں سے میں نے اخذ روایت کی ہے ان میں

سے دو یعنی مکرمی مولوی شیر علی اور مکرمی میاں عبداللہ صاحب سنوری کو میں نے طریق روایت میں خاص طور پر محتاط پایا ہے۔'' (سیرت المہدی قدیم ج افرنٹ ٹائٹل ص ب)

مرزا بشیر احمد دل سے اس روایت کو کہ مرزا قادیانی کی عمر سولہ سال کی تھی۔ جب مرزا سلطان احمد پیدا ہوا تھا، اتنا پختہ سمجھتے تھے کہ آپ نے اسے اپنے الفاظ میں پہلے اس طرح بھی بیان کیا ہے: ''حضرت صاحب ابھی گویا بچہ ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے تھے۔''

(سیرت المہدی ج اص ۴۰ روایت ۵۸ طبع قدیم، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص ۴۷ روایت ۵۹)

سولہ سال کے لڑکے کو بچہ کہا جاسکتا ہے لیکن ۲۱ سال کے جوان کو بچہ نہیں کہتے۔ سو یہاں مرزا بشیر احمد نے جب خود مرزا قادیانی کو مرزا سلطان احمد کی پیدائش کے وقت بچہ کہا ہے تو اس وقت مرزا قادیانی کی عمر یقیناً سولہ سال کی ہی تھی، اکیس سال نہ تھی۔

افسوس کہ مرزا بشیر احمد نے اس روایت کے بعد جو بات لکھی ہے اس پر شاید ہی کوئی منصف مزاج یقین کر سکے۔ کیونکہ یہ بات کسی طرح بھی لائق قبول نہیں بنتی۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ عمر کے متعلق حضرت صاحب کے سب اندازے ہی ہیں۔ کوئی یقینی علم نہیں ہے...... محض اندازے ہیں جو آپ نے لگائے ہیں۔''

(سیرت المہدی قدیم ج اص ۲۵۶ روایت ۲۷۸، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ص ۲۵۵ روایت ۲۸۳)

کوئی بات محض ایک اندازے سے کہی جائے تو غلط ہو سکتی ہے لیکن جب اس پر مختلف جہات سے اندازے لائے جائیں اور وہ بات ایک ہی رہے تو وہ بات بلاشبہ درست سمجھی جائے گی۔ کیونکہ مختلف پہلوؤں سے لگائے گئے اندازے اور مختلف جہات سے کی گئی غور وفکر جب ایک ہی نکلے تو اس یقین سے چارہ نہیں رہتا کہ یہ بات یقیناً درست ہے۔ مرزا بشیر احمد نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی عمر کسی ایک اندازے سے نہیں لکھی بلکہ اس پر مختلف جہات سے کئی اندازے لگائے گئے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ان متعدد اندازوں سے کہی ہوئی بات کو یونہی جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

پھر مرزا غلام احمد کے بارے میں ملحوظ رہے کہ انہوں نے پہلے ہی اپنے اندازے میں ایک سال کا فرق بیان کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے بیان میں پہلے ہی پوری احتیاط کر لی ہے۔ اب اگر انہیں کسی اندازے کی رعایت دی جاسکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ ۱۸۳۹ء کی بجائے

۱۸۴۰ء کو اختیار کرلیا جائے یا ۱۸۴۰ء کی بجائے ۱۸۳۹ء کا اعتبار کرلیا جائے۔ یہ محض تک بندی ہوگی کہ ۱۸۳۹ء کو ۱۸۳۵ء تک لے چلیں۔ جب مرزا قادیانی نے اپنے ان تمام بیانات میں ایک سال کا فرق پہلے ہی ملحوظ رکھا اور کسی جگہ بھی اس کو ایک سال سے بڑھنے نہیں دیا تو مرزا بشیر احمد کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی بات کو ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے یکسر غلط ٹھہرائے اور اسے محض اندازے سے کہی بات بتلائے۔

۱...... مرزا قادیانی نے اپنے والد کی وفات کے وقت اپنی عمر ۳۴یا ۳۵ سال کی بیان کی ہے۔ (کتاب البریہ ص۱۵۹، خزائن ج۱۳ ص۱۹۲ حاشیہ) یہاں بھی انہوں نے صرف ایک سال کا فرق رکھا ہے۔

۲...... ۱۸۵۷ء میں اپنی عمر ۱۶یا ۱۷ برس کی بیان کی۔ (دیکھئے کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ بقیہ حاشیہ) یہاں بھی صرف ایک سال کا فرق رکھا ہے۔

۳...... مرزا قادیانی نے جب مولوی گل علی شاہ سے پڑھنے کا آغاز کیا تو اپنی عمر ۱۷یا ۱۸ سال کی بتائی۔ (سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۱۰۱ روایت ۱۲۶، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ص۱۰۹ روایت ۱۲۹) یہاں بھی صرف ایک سال کا فرق بتایا ہے۔

۴...... مرزا قادیانی نے جب صرف ایک روٹی پر کفایت کرنے کا ذکر کیا تو بھی آٹھ یا نو ماہ کی مدت بتائی۔ (سیرت المہدی ج۱ ص۱۰۷ روایت ۱۲۶ قدیم، سیرت المہدی حصہ اوّل ج اوّل ص۱۱۴ روایت ۱۲۹ جدید) اور ایک ماہ کا فرق ملحوظ رکھا۔ یہ آپ کی عادتِ احتیاط تھی۔

۵...... بچپن کی تعلیم کے بارے میں کہا کہ: ’’میں چھ سات سال کا تھا کہ ایک فارسی کا معلم مولوی فضل الٰہی میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ یہاں بھی فرق ایک سال کا ہی بتایا ہے۔‘‘

(سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۱۰۱ روایت ۱۲۶، سیرت المہدی جدید حصہ اوّل ج اوّل ص۱۰۹ روایت ۱۲۹)

ان متعدد شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی ان مختلف مواقع پر اپنے غلط ہونے کو ایک سال سے زیادہ کی گنجائش نہیں دیتے تھے۔ اب یہ ان کے بیٹے کی سعادت مندی نہیں کہ اپنے باپ کے ایک سال کے احتمال کو اٹھا کر انہیں چھ سال کے اختلاف کی ڈگر میں ڈال دے۔ معلوم نہیں کہ قادیانی مبلغین پر مرزا قادیانی کے اس بیان کو غلط قرار دینے کا بھوت کیوں اس شدت سے سوار ہے، صرف اس لئے کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ ان کی اپنی عمر کی پیش گوئی کو صحیح ثابت کرسکیں۔ ان کی پیش گوئی کے مطابق ان کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہونی چاہئے تھی نہ کہ ۶۸ سال۔

پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا غلام احمد کی کتاب کے بیان کو سچا ماننے کی اور کئی شہادتیں بھی تو موجود ہیں۔

☆......مرزا قادیانی کی اپنی لکھی تاریخ کے صحیح ہونے پر چوتھی شہادت

اب ہم آپ کے سامنے اس کی چوتھی شہادت پیش کرتے ہیں۔ اس میں مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش پر ان کے عقائد کے مطابق ایک آسمانی شہادت بھی مل رہی ہے وہ یہ کہ جب ان کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو انہیں الہام ہوا تھا: ''**فقد لبثت فیکم عمرا من قبله**''

اب کوئی قادیانی یہ عذر نہ لا سکے گا کہ خدا نے بھی یہ بات محض ایک اندازے سے کہہ دی ہوگی۔ مرزا قادیانی جب براہین احمدیہ لکھ رہے تھے تو انہیں بقول خود یہ الہام ہوا تھا:

''**فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون**''

یہ قرآن پاک کی ایک آیت ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے چالیس سالہ پاکیزہ کردار کی شہادت سے اپنے دعوی کی تصدیق میں پیش کیا تھا۔ مرزا غلام احمد نے اسے بروئے الہام اپنی عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر اپنے مخاطبین کے سامنے پیش کیا۔ اب یہ آیت ان کے ہاں بطور آیت قرآنی نہ پڑھی جاتی تھی۔ اب وہ اسے مرزا قادیانی کے الہام کے طور پر پڑھتے رہے اور کچھ نہ سہی اس سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ اس الہام کے وقت مرزا قادیانی کی عمر چالیس سال کی تھی۔

مرزا قادیانی کا یہ الہام براہین احمدیہ کے ص ۵۱۲ پر موجود ہے۔ آپ نے یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں شروع کی تھی۔ (خزائن ج۱ ص۶۱۱ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

مرزا غلام احمد نے تریاق القلوب ۱۸۹۹ء میں لکھی تھی وہ اس میں لکھتے ہیں: ''اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذبین کو ملزم کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۲ پر میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گزر گئے اور وہ یہ ہے: ''**فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون**'' یعنی ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افتراء اور دروغ نہیں ہے۔'' (تریاق القلوب ص۶۸، خزائن ج۱۵ ص۲۸۳)

تریاق القلوب لکھتے وقت اس الہام کو شائع کئے بیس سال ہو چکے تھے۔ اس وقت مرزا غلام احمد کی عمر ۶۰ سال کی ہوئی۔ ۴۰ اور ۲۰ کا مجموعہ یہی ۶۰ بنتا ہے۔ اب اس میں کوئی

شک نہیں رہتا کہ ۱۸۹۹ء میں تریاق القلوب لکھتے وقت آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ ۵۹ سال کی تھی یا زیادہ سے زیادہ ۶۰ سال بنتی ہے اور اس کے ساتھ آپ کی دوسری تحریرات بھی یہی کہتی ہیں اس کے بعد مرزا قادیانی تقریباً آٹھ سال اور زندہ رہے اور آپ کی کل عمر وفات کے وقت ۶۸ سال ہی نکلی۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی کا سال پیدائش جیسا کہ انہوں نے خود بیان کیا ہے۔ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء ہی ہے اور اس اندازے میں زیادہ سے زیادہ ایک سال کا فرق نکل سکتا ہے اور وہ مرزا قادیانی نے احتیاطی طور پر خود ہی بیان کردیا ہے۔ سو اب مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کے مقابلہ میں ان کے پیروؤں کی بودی تاویلات کچھ وزن نہیں رکھتیں۔

☆ ...... مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر پانچویں شہادت

مرزا قادیانی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ گلاب شاہ نے جب یہ بات کہی تو میں بیس سال کی عمر کا تھا۔ اب آپ معلوم کریں کہ مجذوب گلاب شاہ نے کب یہ بات کہی تھی؟ اس سے بیس سال پیچھے جائیں تو آپ کو مرزا قادیانی کا سال پیدائش مل جائے گی۔ اس کے لئے مرزا قادیانی کا یہ بیان سامنے رکھیں: ''کریم بخش نے اس زمانہ میں جب کہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گزرے تھے یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ صاحب نے آج سے تیس برس پہلے اس زمانہ میں جب کہ یہ عاجز قریباً بیس سال کی عمر کا تھا خبر دی تھی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ پیدا ہوگیا ہے۔''

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۵۰ سال کی تھی۔ مرزا قادیانی اس کے اٹھارہ سال بعد ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے ۵۰ سال پر ۱۸ سال جمع کردیں تو آپ کی عمر ۶۸ سال ہی بنتی ہے اور ان کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء ہی ٹھہرتی ہے۔ (ملخص تحفہ گولڑویہ ص ۳۷، خزائن ج۱۷ ص ۱۴۹)

☆ ...... مرزا قادیانی کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش پر چھٹی شہادت

مرزا قادیانی کی عمر تحفہ گولڑویہ لکھتے وقت (یہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی) ساٹھ سال کی تھی۔ اس کے لئے مرزا قادیانی کا یہ بیان دیکھیں: ''اگر وہ ساٹھ برس الگ کردیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ھ تک بھی اشاعت کے وسائل کالعدم تھے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۰، خزائن ج۱۷ ص ۲۶۰)

۱۳۱۸ھ میں عمر ساٹھ سال ہو تو ۱۳۲۶ھ تک جو مرزا قادیانی کا سال وفات ہے پہنچنے میں آٹھ سال اور لگیں گے اور ۱۳۲۶ھ میں آپ کی عمر ۶۸ سال ہی ٹھہرے گی۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے آپ کی پیدائش واقعی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہی ہوئی اور مرزا قادیانی نے کتاب البریہ میں اپنی یہ تاریخ پیدائش غلط نہیں لکھی۔ قادیانی مبلغین کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی نے اپنی تاریخ پیدائش غلط لکھی ہے، ہرگز صحیح نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی مندرجہ بالا عبارت کے چار صفحات بعد پر بھی یہ لکھا ہے اور اپنی پہلی بات کی خود ہی توثیق کر دی ہے۔

''بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا اور جو کچھ ان میں موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۰، خزائن ج۱۷ ص۲۶۴)

ان ساٹھ میں آٹھ ملانے سے ان کی عمر ۶۸ سال رہی اور وہ اس عمر میں ۱۹۰۸ء میں وبائی ہیضہ سے انتقال کر گئے اور ان کی اپنی عمر کے بارے میں کی گئی پیش گوئی غلط نکلی وہ ۷۴ سال تک نہ جا سکے۔ ان کی پیش گوئی تھی کہ میری عمر کم از کم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہوگی۔

☆......مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ سال ہونے کی ساتویں شہادت

مرزا غلام احمد نے حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور فروری ۱۹۰۸ء میں ان کی وفات ہوئی۔ مرزا قادیانی اس کتاب کے لکھتے وقت اپنی عمر اس طرح لکھتے ہیں کہ: ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے کہ سورۃ والعصر کے حروف حساب جمل کی رو سے ابتدائے آدم سے لے کر آنحضرت ﷺ تک جس قدر برس گزرے ہیں، ان کی تعداد ظاہر کرتے ہیں۔ سورہ ممدوحہ کی رو سے جب اس زمانہ تک حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ اب ساتواں ہزار لگ گیا ہے اور اسی حساب کی رو سے میری پیدائش چھٹے ہزار میں ہوئی ہے کیونکہ میری عمر اس وقت قریباً ۶۸ سال کی ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۰۱ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۲۰۹)

اگلا سال مرزا غلام احمد کا سال وفات ہے۔ اب آپ خود اندازہ کریں کہ اگلے سال مرزا غلام احمد کی عمر کہاں تک پہنچی ہوگی۔

☆......مرزا قادیانی کی لکھی تاریخ پیدائش پر آٹھویں شہادت

مرزا غلام احمد نے ۲۴ ر فروری ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار دیا۔ اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ’’میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اور اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

قریباً کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی مرزا قادیانی ساٹھ برس تک نہ پہنچے ہوں گے ۵۸ یا ۵۹ سال کی عمر کے ہوں گے یہ بات کب کہی گئی؟ ۲۴ ر فروری ۱۸۹۸ء میں اس کے بعد مرزا قادیانی کب تک زندہ رہے۔ ۲۶ ر فروری ۱۹۰۸ء تک یعنی دس سال اور ان دس سال کو ۵۸ یا ۵۹ میں جمع کریں تو مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہی بنتی ہے۔

☆......مرزا قادیانی کی لکھی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے کی نویں شہادت

دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار کب ختم ہوا؟ جب مرزا قادیانی تحفہ گولڑویہ لکھ رہے تھے اور ساتویں ہزار سے بھی پچاس سال گزر گئے تھے اور دنیا ساتویں ہزار میں جارہی تھی۔

یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں لکھی گئی اس سے پچاس سال پہلے چھٹا ہزار کب ختم ہوا ہوگا؟ ۱۳۱۸ھ سے ۵۰ کم کریں یہ ۱۲۶۸ رہ گئے تو ۱۲۶۸ میں چھٹا ہزار ختم ہوا ۱۳۱۸ھ میں سن عیسوی ۱۹۰۰ء تھا۔

مرزا قادیانی کی پیدائش کب ہوئی؟ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اس عاجز کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی جب کہ یوم محمدی میں سے صرف گیارہ سال باقی رہتے تھے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۳، خزائن ج ۱۷ ص ۲۸۵)

اب ۱۲۶۸ سے یہ گیارہ سال کم کریں تو یہ ۱۲۵۷ھ بنتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی کا سال پیدائش ہے۔ اس سے پہلے مرزا قادیانی لکھ آئے ہیں: ’’مدت ہوئی کہ ہزار ششم گزر گیا اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جارہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گزر گئے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص ۹۵، خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۲)

یہ تحریر آپ ۱۳۱۸ھ میں لکھ رہے ہیں جب چودھویں صدی سے بھی ستر برس گزر گئے تھے۔

مرزا قادیانی کا سال وفات ۱۳۲۶ھ ہے اور سال پیدائش ۱۲۵۷ھ ہے تو

۱۳۲۶ھ سے ۱۲۵۷ نکال دیئے جائیں تو آپ کی کل عمر ۶۹ بنتی ہے اور یہ آپ کی اس تحریر کے بالکل مطابق ہے جو آپ نے کتاب البریہ میں لکھی ہے: میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔'' (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ حاشیہ)

''اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔'' (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷)

۱۹۰۰ء میں ۶۰ سال کم کر کے ۱۸۴۰ سال بنے تو ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال ہی ہو سکتی ہے۔ کچھ فرق رہے تو زیادہ سے زیادہ سے ۶۹ سال کہہ لیں۔

☆...... مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کے صحیح ہونے پر دسویں شہادت

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''آتھم کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔'' (اعجاز احمدی ص۳، خزائن ج۱۹ ص۱۰۹) ۶۴ سال کے قریب ۶۳ سال ہی ہو سکتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اعجاز احمدی ۱۹۰۲ء میں لکھی۔ اس وقت مرزا قادیانی کی عمر ۶۳ سال ہو تو اس کے چھ سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۹ برس ہی ہوتی۔ ایک سال کے فرق کو جگہ دیں تو آپ کی عمر اس سے آگے نہیں جاتی اور ۶۴ سے بھی شروع کریں تو بھی ستر سال سے آگے نہیں بڑھتی۔

مرزا قادیانی کی ان اپنی دس شہادتوں کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ہم اس پر کوئی خارجی شہادت بھی لائیں۔ اتنی بات تو ہمارے قارئین کے ذہن میں جم گئی ہوگی کہ جو شخص اپنی عمر کی تاریخ کے مختلف پیرائیوں کو بار بار ذکر کرتا ہے اور تاریخ کے ہر موڑ پر اپنی عمر بتاتا ہے۔ کیا وہ اپنی عمر میں کسی بڑے مغالطے کا شکار ہو سکتا ہے؟...... ہرگز نہیں۔

پھر جب کہ وہ سیالکوٹ میں ایک انگریزی ملازمت میں رہ چکا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ اس نے اپنی ملازمت کے لئے پہلے کوئی درخواست ضرور دی ہوگی اور یہ محتاج بیان نہیں کہ انگریز تاریخ پیدائش کو ہر وقت ملحوظ رکھتے ہیں تو یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ انگریز حکومت اپنے پروردہ پودا کو بلا ذکر کئے اپنی تاریخ پیدائش کے اپنے ہاں ملازمت دے دے۔ ایک قادیانی نے ہمارے اس سوال پر یہ جواب دیا کہ ہم ان سرکاری کاغذات کے بارے میں بھی کہہ دیں گے کہ حضرت کو وہاں بھی اپنی تاریخ پیدائش کا گھپلہ لگ گیا ہوگا اور اس کے گواہوں نے بھی غلط گواہی دے دی ہوگی۔

قارئین کے مزید اطمینان کے لئے ہم اب یہاں مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش پر کچھ عصری شہادتیں بھی پیش کرتے ہیں اور پھر ہم تحریف کے ان مجرموں کو بھی سامنے لائیں گے جنہوں نے محض ضد سے مرزا قادیانی کے ان تمام بیانات کو تاریخی گھپلے قرار دیا ہے۔

☆......مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش پر چار عصری شہادتیں

(۱)مرزا قادیانی کے پہلے جانشین حکیم نورالدین کا بیان

’’سن پیدائش حضرت مسیح موعود ۱۸۳۹ء‘‘ (نورالدین ص۱۷۰)

(۲)یعقوب علی عرفانی مؤلف حیات احمد کا بیان

’’مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔‘‘(حیات النبی ج۱ ص۴۹)

(۳)رسالہ تشحیذ الاذہان مرزا قادیانی کی وفات کے ساتھ ہی شائع ہوا۔

اس میں ہے:’’حضرت مرزا قادیانی ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔‘‘

(تشحیذ الاذہان ج۳ نمبر۲ ص۵۶، فروری مارچ ۱۹۸ء)

براہین احمدیہ جو ۱۹۰۶ء میں چھپی اس میں ایک مضمون اس عنوان سے بھی شامل ہے۔’’مسیح موعود کے مختصر حالات‘‘ اس میں یہ عبارت ملاحظہ کریں اور اسے تشحیذ الاذہان کے اس عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھیں:’’۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی تواریخ میں بہت مبارک سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں موعود مہدی پیدا فرمایا جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین وآسمان میں ہو رہی تھیں۔‘‘

اس میں یہ عبارت بھی ملاحظہ کریں:’’مسیح موعود کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال واقعہ ہونا مرسلانہ بعثت کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہا راجہ رنجیت سنگھ سکھ سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی ۲۷؍جون ۱۸۳۹ء کو گر کر خاک میں مل گیا۔‘‘

(۴) مرزا غلام احمد کے معتقد خاص مرزا خدا بخش لکھتے ہیں:’’حضرت مرزا قادیانی کی ولادت باسعادت سکھوں کے آخری وقت یعنی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔‘‘

(عسل مصفیٰ ج۲ ص۶۳۶)

☆......ایک سرکاری سطح کی شہادت

انگریز مؤرخ مسٹر لیپل گریفن سے آپ ضرور آشنا ہوں گے۔ اس نے پنجاب کے زمینداروں کی ایک تاریخ انگریزی میں (ChiefsPunjab) کے نام سے لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ تاریخ روسائے پنجاب کے نام سے سید نوازش علی نے کیا جو لکھنو کے مطبع نولکشور سے مرزا قادیانی کی وفات کے تین برس بعد ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔ مسٹر گریفن نے یہ تاریخ مرزا غلام مرتضٰی (والد غلام احمد) کے دور میں لکھی تھی اور ان کے مرزا غلام مرتضٰی سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔ اس میں مرزا قادیانی مسٹر گریفن کا اس طرح ذکر کرتے ہیں: ’’عرصہ قریب بیس برس کے ہوا ہوگا کہ ایک انگریز مسٹر گریفن نام نے بھی جو اس ضلع میں ڈپٹی کمشنر رہ چکا ہے اور ریاست بھوپال اور راجپوتانہ ریاستوں کا ریزیڈنٹ بھی رہا ہے۔ پنجاب کے رئیسوں کا ایک سوانح تاریخ کے طور پر تالیف کر کے چھپوایا تھا اس میں انہوں نے میرے والد مرحوم مرزا غلام مرتضٰی کا ذکر کر کے کچھ مختصر طور پر ان کے زمینداری خاندان کا حال اور سمرقندی الاصل ہونا لکھا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۱۲، خزائن ج۳ ص۱۵۹ حاشیہ)

انگریز لوگ تاریخ پیدائش کے بیان میں بہت محتاط ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۹۸ء میں کتاب البریہ میں لکھی ہے، اس سے تقریباً ۲۸ سال پہلے مسٹر گریفن مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء تاریخ رؤسائے پنجاب میں لکھ چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ تاریخ مرزا غلام مرتضٰی (۱۸۷۴ء) سے ہی دریافت کی ہوگی۔ بچوں کی تاریخ پیدائش والدین سے ہی پوچھی جاتی ہے نہ کہ بچوں سے سو مسٹر گریفن کے اس بیان کے بعد اس میں اور کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

معلوم ہوتا ہے مرزا غلام احمد نے بھی اپنی تاریخ پیدائش بطور عبارت اسی سے لی ہوگی۔ مرزا قادیانی نے اس کتاب کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس کی کسی بات کی تردید نہیں کی۔ سو مرزا قادیانی نے بھی اپنی تاریخ پیدائش کے بارے میں وہی بات لکھی جو گریفن نے لکھی تھی تو اب کسی قادیانی کو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے۔ لیجئے! اب ہم یہ خارجی شہادت آپ کے سامنے لاتے ہیں۔

مسٹر گریفن کی یہ خارجی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے

مسٹر گریفن نے تاریخ رؤسائے پنجاب مرزا قادیانی کے باپ کی زندگی میں مرتب کی تھی۔ یہ کتاب پنجاب چیفس کے نام سے پنجاب کی ہر لائبریری میں ملے گی۔ اس میں مرزا غلام احمد کے خاندان کا بھی تذکرہ ہے۔ مرزا غلام مرتضیٰ کے ذکر میں مرزا غلام احمد کی پیدائش کا ذکر اس طرح ملتا ہے: ’’یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور مذہبی فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔‘‘ (تذکرہ رؤسائے پنجاب (گریفن) ترجمہ سید نوازش علی مطبوعہ ۱۹۱۱ء مطبع نولکشور)

(نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی لائبریری میں تذکرہ رؤسائے پنجاب ج ۲ کا نسخہ مطبوعہ پاپولر پریس لاہور ص ۶۹ پر ملعون قادیان کی پیدائش کا سن ۱۸۳۹ء لکھا ہے)

۱۹۱۱ء کا یہ ایڈیشن پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ وہاں اسے آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

ہم نے مرزا غلام احمد کی اپنی تحریرات سے دس شہادتیں اور ان کی معتبر پانچ بیرونی شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کتاب البریہ میں اپنا جو سن پیدائش بتایا ہے وہ صحیح ہے اور وفات کے وقت ان کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال کی تھی۔ اُسے کھینچ کر زیادہ سے زیادہ ۶۹ یا ۷۰ سال کے قریب کیا جاسکتا ہے۔ اس سے آگے یہ ڈور نہیں جاتی۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد نے ایک دفعہ اپنی عمر ۶۹ کے بجائے ستر کے قریب لکھ دی۔ ستر کے قریب کون ساعدد ہوتا ہے؟ یہی ۶۹ ہی۔ مرزا قادیانی نے یہاں اپنی وہ پیش گوئی بھی لکھ دی ہے جس کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے قادیانی مرزا غلام احمد کی اپنی لکھی تاریخ پیدائش کو غلط کہہ رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس (۳۰) برس کی مدت گزر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷، خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۸)

یہاں ستر سال کے قریب سے بھی ۶۹ یا ۶۸ برس ہی مراد ہیں نہ یہ کہ اسے ستر سے بھی آگے کھینچا جائے۔ تاہم مرزا قادیانی نے آگے جا کر پھر وہی بات کہی جو وہ پہلے کہتے چلے

آ رہے تھے اور اگلے سال ۱۹۰۷ء میں اپنی عمر پھر ۶۸ سال بتائی۔

حقیقت الوحی، براہین احمدیہ حصہ پنجم کے بعد کی تالیف ہے۔ اس میں مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے: ’’میری عمر اس وقت ۶۸ سال کی ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۰۱، خزائن ج۲۲ ص۲۰۹ حاشیہ)

حقیقت الوحی کے اس بیان نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کی مندرجہ بالا بات یکسر ختم کر دی۔ تاہم ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے اس بیان سے قادیانیوں کی اس ضرورت سے بھی پردہ اٹھ گیا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی اس اپنی لکھی تاریخ پیدائش کو کیوں غلط کہہ رہے ہیں۔

☆...... قادیانیوں کو مرزا قادیانی کی تاریخ ولادت کیوں بدلنی پڑی؟

مرزا قادیانی کی ناگہانی موت نے مرزا قادیانی کے پیروؤں کو ان کی زندگی میں ان کی اس تاریخ پیدائش کو بدلنے کا کوئی موقع نہ دیا، نہ اُن کو اس وقت اس کی کوئی ضرورت تھی۔ لیکن جب ان کی اس اچانک موت نے جو وبائی ہیضہ سے واقع ہوئی، ان کی اس پیش گوئی کو یکسر غلط کر دیا کہ ان کی عمر کم اَزکم ۷۴ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال کی ہوگی تو اب قادیانیوں کو اس میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مرزا قادیانی کے سالِ وفات ۱۹۰۸ء میں تو کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی تھی۔ سو وہ اس پر آئے کہ اب جس طرح بھی بن پائے ان کے سالِ پیدائش کو بدلا جائے۔ اُسے بدلنے میں وہ کس طرح ناکام ہوئے۔ یہ فیصلہ ہم نہیں دیتے۔ یہ حق ہمارے قارئین کا ہے کہ وہ تحریف کے مجرموں کا کچھ دقت نظر سے محاسبہ کریں۔ ماننا یا نہ ماننا یہ ہر کسی کے اپنے ضمیر کی آواز ہوتی ہے۔

ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے دیتے ہیں

☆...... چودھویں صدی کے تحریف کے مجرم

ان پندرہ واضح بیانات کو بدلنے کے لئے کون سے سورما میدان میں نکلے، اُن میں سرفہرست ہم یہ آٹھ مجرم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۱) بشیر الدین محمود، (۲) مرزا بشیر احمد ایم.اے، (۳) میاں معراج الدین عمر، (۴) قاضی محمد نذیر لائل پوری، (۵) دوست محمد شاہد (مؤلف تاریخ احمدیت)، (۶) جلال الدین شمس، (۷) عبدالرحیم درد سیکریٹری، (۸) ڈاکٹر بشارت احمد (مؤلف مجدد اعظم)۔

تذکرہ رؤسائے پنجاب اُردو طبع ۱۹۱۱ء کے حصہ دوم میں (ص ۶۷ سے ۶۹) تک مرزا

غلام احمد کے خاندان کا تذکرہ ہے۔ مسٹر گریفن اُس کے (ص ٦٩) پر لکھتے ہیں: ”یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غلام احمد جو غلام مرتضٰی کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک مشہور فرقہ احمدیہ کا بانی ہوا۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔“ (یہ نسخہ عالمی مجلس کی لائبریری ملتان میں نامکمل موجود ہے)

مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے باپ کی زندگی پر سیرت مسیح موعود لکھی تو اس میں مسٹر گریفن کے حوالہ سے باپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء سے بدل کر ۱۸۳۷ء لکھ دی۔ مسٹر گریفن کے نام سے یہ ۱۸۳۷ء لکھنا ایک صریح خیانت ہے۔

راقم الحروف خالد محمود نے مرزا بشیرالدین محمود کی زندگی میں ۱۹۶۴ء میں یہ سوال اُٹھایا تھا جس کا جواب مرزا محمود کی طرف سے قاضی نذیر احمد لائل پوری نے ہفت روزہ ”الفضل“ کی ۱۹۶۴ء کی یکم رنومبر کی اشاعت میں دیا، اسے ہم آگے جاکر نقل کریں گے۔

آپ یہاں صرف یہ نوٹ کریں کہ مرزا بشیرالدین محمود نے یہاں جو اپنے باپ کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء کے بجائے ۱۸۳۷ء لکھا۔ اُس میں بھی قادیانیوں کو نکلنے کی راہ نہ ملتی تھی۔ سو مرزا بشیرالدین محمود نے آگے جاکر پھر اُسے ۱۸۳۵ء سے بدلا اور ۱۸۳۷ء کو محض سہو کاتب قرار دیا۔ یہ بیک وقت چار سال کا فاصلہ قائم کرنے کی اپنی تحریف کی یہ کارروائی دو مختلف اوقات میں کی قاضی نذیر احمد مہتمم شعبہ نشر واشاعت ”الفضل“ کی یکم رنومبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں: ”تذکرہ رؤسائے پنجاب اردو میں آپ کی پیدائش کا سن ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء درج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو (سیرت مسیح موعود) تحریر فرمائی ہے۔ اس میں لیپل گریفن کے اقتباس میں ۱۸۳۷ء کا درج ہونا محض سہوِ کاتب ہے۔“

قاضی صاحب کو کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ مرزا بشیرالدین محمود کا ۱۸۳۹ء کو ۱۸۳۷ء لکھنا سہوِ کاتب ہے۔ اصل ۱۸۳۹ء تھا مگر پڑھنے والے جب یہ پڑھتے ہیں کہ ۱۸۳۷ء محض سہوِ کاتب ہے۔ اصل ۱۸۳۵ء تھا تو اس سے قادیانیوں کی دیانت اور امانت پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے کہ کس ہوشیاری سے اُنہوں نے ۱۸۳۹ء کو ۱۸۳۵ء سے بدل دیا ہے کہ کسی طرح مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش کو ان کی عمر کی پیش گوئی کہ ان کی اپنی عمر کم اَز کم ۷۴ سال ہوگی، کے مطابق کیا جاسکے۔

قادیانیوں کے لمبے ہاتھ پھر لیپل گریفن کی کتاب کے اُردو ترجمے تک جا پہنچے۔

تذکرہ رؤسائے پنجاب کے اُردو ترجمے کے ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں بھی ۱۸۳۹ء کو ۱۸۳۵ء سے بدل دیا گیا اور اصل کتاب کو مرزابشیرالدین محمود کے بیان کے مطابق کر دیا گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ مرزابشیرالدین محمود کے بیان کو اصل کتاب کے مطابق کرتے مگر اُنہوں نے مرزابشیر الدین محمود کی سعی تحریف کو داد دیتے ہوئے اصل کو مرزابشیرالدین کی تحریف کے مطابق کر دیا۔

اس کتاب کے ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن میں اس کا ایک تتمہ بھی لگایا گیا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے پورے خاندان کا شجرۂ نسب، مرزامحمود کے سترہ بیٹوں کے نام، مرزابشیراحمد اور مرزاشریف احمد کے بیٹوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ایڈیشن اس وقت ان لمبے ہاتھوں سے عمل میں آیا ہے جنہوں نے اپنے قادیانی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے اصل کتاب کو بالکل نذرِ تحریف کر دیا ہے۔

قادیانیوں نے اس کتاب کے ص ۷۰ کے اس حوالہ میں ایک تبدیلی یہ بھی کی ہے۔ اس کتاب میں ہے: ''مرزاغلام احمد کا اپنا رشتہ دار ایک بھی اس کا پیرو نہیں ہے۔''

مرزامحمود نے تو اسے اپنی کتاب سیرت مسیح موعود میں کوئی جگہ نہیں دی لیکن مرزا غلام احمد کے دوسرے بیٹے مرزابشیراحمد نے اسے اس طرح بدل دیا ہے: ''حضرت مسیح موعود کے اپنے رشتہ داروں میں سے بہت ہی کم ان کے معتقد ہیں۔''

(سیرت المہدی قدیم حصہ اوّل ص ۱۸۸، روایت ۱۳۱، سیرت المہدی جدید ج اوّل ص ۱۲۴ روایت ۱۳۴)

مرزابشیرالدین محمود نے اس چھپے انداز میں اپنے والد کی تاریخ پیدائش کو بدلا لیکن اس کے بھائی مرزابشیراحمد نے اپنے والد کی اپنی بیان کردہ تاریخ پیدائش کی کھلے پیرایہ میں تردید کی اور لکھا کہ: ''خاکسار عرض کرتا ہے کہ عمر کے متعلق حضرت صاحب کے سب (پندرہ) اندازے ہی ہیں۔ (آپ کو اپنی تاریخ پیدائش کا) کوئی یقینی علم نہیں ہے۔''

(سیرت المہدی قدیم ج اص ۲۵۶ روایت ۲۷۸، سیرت المہدی حصہ اوّل ج اص ۲۵۵ روایت ۲۸۳ طبع جدید)

پھر اس پر مرزابشیراحمد نے جو شبہات اُٹھائے ہیں ہم پہلے اُن کے جوابات دے آئے ہیں۔

ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کوئی شخص اگر سو قلابازیاں بھی لگائے تو جھوٹ جھوٹ ہی رہتا ہے اور وہ کبھی سچ نہیں ہو پاتا۔ یہی حال قادیانیوں کے اس جرم تحریف کا بھی ہے۔ ۱۸۳۹ء کسی راہ سے بھی ۱۸۳۵ء نہیں بنایا جا سکتا۔

اس تمام تفصیل سے ہم یہ بات اپنے قارئین کے سامنے لانا چاہتے ہیں کہ مرزاغلام احمد نے خدائی الہام کے حوالے سے اپنی جو عمر بتائی تھی کہ وہ کم ازکم ۷۴سال کی ہوگی، وہ غلط نکلی اور یہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے رسولوں سے کئے گئے وعدے کبھی غلط نہیں ٹھہرتے۔

’’فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذوانتقام‘‘ (ابراہیم:۴۷)

(ترجمہ) سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ جو کیا اس نے اپنے رسولوں سے بے شک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔

یعنی نہ کوئی مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے کہ اس نے اس سے یہ وعدہ کیا ہی نہ ہو اس نے خود ہی بات بنالی ہو اور نہ وہ خدا پر جھوٹ بولنے والوں کو اپنی انتقامی کارروائی سے روکے گا۔

قادیانیوں نے پھر اپنی اس بدلی تاریخ کو انگریزی پریس میں بھی بدل دیا ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر اے.جے.آربری نے بھی انہی کے بھیجے مضامین سے اپنے مجموعہ **Religions of the World** میں قادیانیت کا تعارف کرایا اور وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ یہ تو ایک سیاسی تحریک تھی جو انگریزی حکومت نے ہی ہندوستان میں قائم کی تھی اور یہ انہی کا قادیان میں لگایا ہوا پودا تھا۔ آربری کے اس مجموعہ کی دوسری جلد میں ص۱۹ میں قادیانیوں کا تعارف دیا گیا ہے۔ یہ مضمون مانچسٹر یونیورسٹی کے پروفیسر جیمز رابسن کا ہے اس کے ص۳۴۹ میں لکھا ہے۔

Mirza Ghulam Ahmed was born about 1935 and he died 1908.

یہ وہی تاریخ پیدائش ہے جو مرزا بشیر الدین محمود نے تدریجاً گھڑی ہے۔ پہلے ۱۹۳۹ء کو ۱۹۳۷ء بنایا پھر ۱۹۳۷ء کو سہو کاتب کہہ کر ۱۹۳۵ء بنایا اور پھر انگلینڈ اور یورپ کے مستشرقین کو یہ تحریف مہیا کی۔

قارئین! اندازہ کریں کہ جو لوگ ان پندرہ صریح شہادتوں کے بعد بھی اپنی تاریخ میں یہ کھلی تحریف کر رہے ہیں وہ پورے دین کی تحریف میں اللہ کی پکڑ سے کس قدر بے خوف ہوں گے؟ گویا کہ وہ آخرت کے حساب کو کسی طرح سے مانتے ہی نہیں۔ سچائی کے طالبین کے لئے قادیانیوں کی یہ تحریف ان کی باقی تحریفات کو سمجھنے کی ایک بڑی روشن دلیل ہے۔

قادیانی اس تحریف پر اس شدت سے کیوں ڈٹے ہیں

قادیانی مبلغین مرزا غلام احمد کی بیان کردہ اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء۱۸۴۰ء کو اس لئے غلط ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ ان کے سامنے مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت بری طرح سوہان روح بنی ہوئی ہے۔ اگر اسے واقعی آسمانی کارروائی کہیں تو اس سے قادیانیت کی پوری عمارت یکسر دھڑام سے آ گرتی ہے۔ مرزا غلام احمد کی وہ عبارت ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں اس طرح ہے: ''الہامات میں خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت نہیں کہ صرف معمولی مکالمہ الٰہیہ ہو بلکہ اکثر الہامات میرے پیش گوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور دشمن کے بدارادوں کا ان میں جواب ہے۔ مثلاً چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مر گیا۔ اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''**ثمانین حولاً او قریبا من ذلک او تزید علیه سنینا وتری نسلا بعیداً**'' یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا اور یہ الہام قریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۶۶)

اور پھر (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۱، خزائن ج۱۷ ص۶۹) پر بھی ہے: ''**لنحیینک حیوۃ طیبة ثمانین حولاً او قریباً من ذالک وتری نسلاً بعیداً**''

ناظرین! پیدائش ۱۸۳۹ء ۱۸۴۰ء ہو اور موت ۱۹۰۸ء تو مرزا قادیانی کی عمر ۶۸ سال یا ۶۹ سے آگے نہ گئی۔ اب اسے اسّی سال کے قریب کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین محمود، مرزا بشیر احمد اور دوسرے قادیانی مبلغ اگر ان تحریفات سے کام نہ لیں تو مرزا قادیانی کا یہ الہام ہی ان کے تابوت کی آخری میخ بن جاتا ہے۔ یہ صرف الہام نہیں بقول مرزا غلام احمد یہ اس سے خدا کا وعدہ تھا کہ اس کی عمر کم از کم ۷۴ سال ہوگی۔

''خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسّی برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴)

خدا کی قدرت دیکھئے آج مرزا غلام احمد کے مخالفین مرزا کے اس الہام سے اس کے کاذب ہونے کا نتیجہ کس جلی روشنی میں حاصل کر رہے ہیں۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

عقل کو گم کرنے والے سنسنی خیز انکشافات

برأۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى.
آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ. أَمَّا بَعْدُ!

قادیانیوں نے حکیم الامت حضرۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’المصالح العقلیہ‘‘ میں بعض عبارات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے لفظاً لفظاً ملتے پایا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضرۃ تھانوی نے یہ عبارات مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں سے لی ہیں، اور یقیناً انہی سے لی ہیں۔

ان کے دوست محمد شاہد نے (الفضل قادیان ج۷۲،۳۷،ش نمبر۱۰۱،۱۰۳ دونوں شمارہ کے ص۳ مؤرخہ ۵رمئی اور ۷رمئی ۱۹۸۳ء) میں پہلی بار یہ انکشاف کیا اور پھر ان کے ہفت روزہ لاہور نے اس مضمون کو اپنے اہتمام سے شائع کیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا تھانوی نے یہ مضامین مرزا قادیانی کی کتابوں سے لئے ہیں اور یہ بھی الزام لگایا کہ مولانا تھانوی نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لئے ہیں۔

دوست محمد شاہد کے اس الزام نے عوام میں ایک عجیب پریشانی پیدا کر دی کہ مولانا تھانوی جیسے جلیل القدر اور شہرۂ آفاق عالم نے مرزا غلام احمد کی عبارات کو کیوں اپنا ظاہر کیا ہے۔ مگر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ مولانا تھانوی نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بعض مضامین کسی اور کتاب سے لئے ہیں اس میں چونکہ بہت سی باتیں غلط بھی تھیں اور کچھ مضامین صحیح تھے۔ اس لئے مولانا تھانوی نے اس کتاب کا نام ذکر نہ کیا تاکہ اس میں لوگوں کی غلط رہنمائی کا گناہ ان پر نہ آئے، لیکن یہ صاف لکھ دیا کہ کچھ مضامین آپ نے کسی اور کتاب سے لئے ہیں اور آپ نے یہ بات کسی معرض خفاء میں نہیں رکھی۔

المصالح العقلیہ کے اس مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں حضرت تھانوی کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے اور یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ دوست محمد شاہد کا یہ الزام کہ حضرت تھانوی نے کہیں نہیں لکھا کہ مضامین انہوں نے کسی اور مصنف سے لئے ہیں، کہاں تک صحیح ہے۔

حضرت تھانوی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں: ’’احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں مگر یہ مصلحتیں نہ سب خصوص ہیں نہ سب مدارِ احکام اور نہ ان میں انحصار ہے۔‘‘ (المصالح العقلیہ ص۲۷ کتب خانہ جمیلی لاہور طبع مارچ ۱۹۸۰)

ہم نے حضرت تھانوی کی یہ تصریح دیکھی تو قادیانی خیانت کا پردہ اچانک چاک ہو گیا۔ وہ حیرت جاتی رہی جو دوست محمد شاہد قادیانی کے مذکورہ سابقہ مضمون سے پیدا ہوئی تھی مگر اس پر حیرت ضرور رہی کہ دوست محمد قادیانی کو اتنا صریح جھوٹ بولنے اور مغالطہ دینے کی جرأت کیسے ہوئی کہ مولانا تھانوی نے کسی قسم کا حوالہ دیئے بغیر دوسروں کی عبارات کو اپنا ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ یوں کہتے کہ مولانا تھانوی نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لیا، جہاں سے بعض عبارات انہوں نے لی ہیں تو بے شک انہیں اس سوال کا حق پہنچتا تھا لیکن اس حوالے کا سرے سے ذکر نہ کرنا اور لوگوں کو یہ تأثر دینا کہ مولانا تھانوی نے غلام احمد کی یہ عبارات بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنے نام سے پیش کردی ہیں۔ قادیانیوں کی کھلی خیانت اور ان کے صریح جھوٹ کی ایک نئی مثال ہے۔ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ شرمائیں ان کے لئے حضرت تھانوی پر جھوٹ باندھنا کوئی بعید از عقل بات نہ تھی۔

ہم نے ماہنامہ ’’الرشید‘‘ ساہیوال کی اگست ۱۹۸۳ء کی ایک اشاعت میں دوست محمد شاہد سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس غلط بیانی پر برسرِ عام معافی مانگیں، مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی۔ البتہ ان کے ایک ایڈووکیٹ محمد شبیر ہرل نے ہفت روزہ لاہور کی ۲۷؍اگست کی اشاعت میں دوست محمد صاحب کی اس خیانت کو حق بجانب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ہم نے ہفت روزہ خُدام الدین لاہور کی ۱۶؍ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے عُنوان سے اس کا پورا تعاقب کیا۔ قادیانیوں کے دو پہلوان دوست محمد اور محمد شبیر ہرل چت گرے تو ان کی طرف سے بورے والا کے عبدالرحیم بھٹہ، ہفت روزہ لاہور کی ۲۹؍اکتوبر کی اشاعت میں سامنے آئے اور ایک ایسا مضمون لکھا جو تضاد بیانی، حیرت سامانی اور بوکھلاہٹ میں اپنی مثال آپ ہے اور اس لائق نہیں کہ اس کی تردید کرنے کی کہیں ضرورت محسوس ہو۔

یہ قادیانی مضمون نگار اگر یہ کہتے کہ مولانا تھانوی نے اپنے اس مقدمہ کتاب میں صرف ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ ان کی کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا قادیانی کی ایک کتاب سے نہیں ان کی پانچ کتابوں کے اقتباسات ہیں تو پھر بھی کوئی بات تھی اور ہمارے ذمہ ہوتا کہ ہم حضرت تھانوی کی طرف سے کوئی جواب گزارش کریں۔ مگر افسوس کہ دوست محمد قادیانی نے اپنے اس انکشاف کی خشتِ اوّل ہی کچھ ایسی ٹیڑھی رکھی تھی کہ اس پر جو دیوار بنتی گئی ٹیڑھی ہی بنتی گئی۔ یہاں تک کہ عبداللہ ایمن زئی نے اس پر ایک رسالہ ''کمالاتِ اشرفیہ'' لکھ مارا، اس طنز آمیز نام سے کتاب کی خوب اشاعت کی۔ ایمن زئی صاحب نے بھی کہیں یہ ذکر نہ کیا کہ مولانا تھانوی نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے بعض مضامین کسی دوسری کتاب سے لئے ہیں۔ اگر وہ یہ بات لکھ دیتے تو ان کی یہ نشان دہی ''مذہبی دنیا میں زلزلہ'' کیسے بنتی اور وہ اپنے اس رسالہ کو ''عقل کو گم کر دینے والے انکشافات'' کیسے کہتے۔ اس کی انہیں کوئی راہ نہ ملتی تھی۔

تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے

افسوس کہ یہ لوگ ایک ہی لکیر پیٹتے رہے کہ مولانا تھانوی نے یہ مضامین مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں سے بغیر کسی قسم کا حوالہ دیئے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ ہم نے ان قادیانی مضموں نگاروں کے ہر مضمون پر ان کا نوٹس لیا اور انہیں اس غلط بیانی اور خیانت سے رجوع کرنے کی دعوت بھی دی مگر افسوس کہ ان حضرات نے کہیں بھی اپنی اس خیانت پر پریشانی کا اظہار نہ کیا اور نہ انہیں اپنی اس علمی خیانت سے توبہ کی توفیق ہوئی۔

آیئے اب ہم اصل موضوع پر کچھ حقائق عرض کرتے ہیں۔

عقلی حکمتیں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت بلند پایہ اور راسخ فی العلم عالم دین تھے۔ ان کے ہاں احکام دین کی یہ مصلحتیں نہ منصوص ہیں اور نہ مدارِ احکام، بلکہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ لوگ اس قسم کے مباحث میں نہ پڑیں لیکن وہ انہیں اس سے روکنے پر قادر نہ تھے، مجبوراً انہوں نے ایک صحیح سمت رخ موڑا۔

آپ نے ان میں سے وہ مضامین جو ان کے نزدیک اصولِ شریعت کے خلاف نہ تھے لے لئے اور اس کتاب کے مؤلف کا نام نہ بتایا کہ اس کی نشاندہی پر لوگ اس کتاب کی

طرف نہ دیکھیں جو تمام تر رطب و یابس سے پُر تھی اور عامۃ الناس کو اس کا دیکھنا سخت مضر تھا۔

مولانا تھانوی لکھتے ہیں: ''غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ وفرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں لیکن اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں مصالح اور اسرار بھی ہیں اور اگر مدار ثبوت ان احکام کا ان پر نہ ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لیکن ان میں خاصیت ضرور ہے کہ بعض طبائع کے لئے ان کا معلوم ہو جانا احکامِ شرعیہ میں مزید اطمینان پیدا کرنے کے لئے ایک درجہ میں معین ضرور ہے۔ گو اہل یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں۔'' (المصالح العقیہ ص۲۵، جمیلی طبع ۱۹۸۰ء)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ انہوں نے اس ایک کتاب سے مضامین اس لئے نہیں لئے کہ مولانا کو خود ان کی ضرورت تھی یا وہ انہیں کسی درجہ میں علم ومعرفت کا سرمایہ سمجھتے تھے، بلکہ محض اس لئے کہ ان کے بیان سے وہ علم ویقین کے ضعفاء کو کسی درجہ میں کچھ تسلی دے سکیں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح کے باوجود عبداللہ ایمن زئی (قادیانی)، حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس آبِ حیات کا متلاشی بتلا رہے ہیں۔ جو ہندوستان کے کئی راہ گم کردہ لوگوں کے لئے زہر ثابت ہو چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ حضرت مولانا جیسے راسخین فی العلم کے ہاں ان مضامینِ عقلیہ کا کچھ وزن نہیں وہ حضرت مولانا کو اس ''چشمۂ فیض'' سے سیراب ہوتا یوں پیش کرتے ہیں۔

ان کے مندرجہ ذیل پانچ نکات ملاحظہ کیجئے:

۱...... حضرت تھانوی اس نکتے پر غور فرما رہے تھے کہ خنزیز کو حرام قرار دینے کا عقلاً کیا جواز ہے، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء ومفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرت تھانوی کی نظر میں تھا مگر انہوں نے یہ سارا سرمایۂ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کئے تھے وہ اپنی کتاب میں نقل کر دیئے۔ (کمالات اشرفیہ ص۷ مرتبہ عبداللہ ایمن زئی قادیانی طبع جون ۱۹۸۳ء)

۲...... حضرت تھانوی اپنی کتاب کی تصنیف کے وقت غور فرما رہے تھے کہ نماز پنجگانہ میں کیا حکمتیں ہیں اسی دوران میں ''ان کی نظر سے مرزا قادیانی کی مذکورہ کتاب گزری'' اس میں بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانوی کو اس قدر پسند آئیں کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں۔'' (کمالات اشرفیہ ص۱۶)

۳...... ’’حضرت مولانا تھانوی اپنی کتاب کے لئے اس موضوع پر غور وفکر اور مطالعہ فرما رہے تھے۔ تلاش وتحقیق کے دوران مرزا قادیانی کی کتاب ’’نسیم دعوت‘‘ انہیں ملی انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا صاحب نے قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد بیان کئے ہیں ان سے بہتر نکات بیان نہیں کئے جاسکتے۔‘‘

(کمالات اشرفیہ ص۲۰)

۴...... روح اور قبر کے تعلق کے بارے میں صدیوں تک علماء اور حکماء اسلام نے بحث کی اور آخر یہی نتیجہ نکالا کہ قبر کے ساتھ روح کا تعلق کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی کے پیش نظر بھی یہی مسئلہ تھا...... اسی دوران میں حضرت تھانوی کی نظر سے مرزا قادیانی کی ایک تقریر گزری...... مرزا قادیانی کی تقریر کی ساری عبارت حضرت تھانوی نے اپنی کتاب میں شامل کرلی۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۳۷)

۵...... ’’حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نکاح اور طلاق کی حکمتوں پر غور فرمارہے تھے۔ مرزا قادیانی اپنی کتاب آریہ دھرم میں نکاح وطلاق کی حکمتوں پر بحث کر چکے تھے۔ حضرت تھانوی نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا۔ مولانا مغفور مرزا قادیانی کی بحث کو پڑھ کر اسے اپنے رنگ میں اور اپنے الفاظ میں بیان کر سکتے تھے...... مگر حضرت تھانوی کو خراجِ تحسین ادا کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے دھوکہ فریب سے کام لینے کی بجائے مرزا قادیانی کی یہ ساری بحث مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں اپنی کتاب کی زینت بنادی۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۳۳)

ان پانچوں اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان مسائل میں واقعی ضرورت مند تھے اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں ان کی مشکل کا حل موجود تھا اور انہوں نے اپنی یہ مشکل مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی حل کی۔ جناب عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے یہ عبارات لکھتے ہوئے حضرت تھانوی کے اس جُملہ کو چھوا تک نہیں جو حضرت تھانوی اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھ چکے تھے اور اس سے پوری حقیقتِ حال سے پردہ اُٹھتا تھا۔ وہ جُملہ یہ ہے: ’’اہلِ یقین راسخ کو اس کی ضرورت نہیں لیکن بعض ضعفاء کے لئے تسلی بخش اور قوت بخش بھی ہے...... الخ‘‘ (المصالح العقلیہ ص۲۵ طبع ۱۹۸۰ء)

اب آپ ہی غور کریں کہ حضرت تھانوی تو ان مضامین عقلیہ کو کوئی علم وعرفان کا موضوع قرار نہیں دے رہے۔ ضعفاء ایمان کے لئے محض ایک تسلی کا سامان کہہ رہے ہیں اور

عبداللہ ایمن زئی قادیانی ہیں کہ خلاف مراد متکلم حضرت تھانوی کو ان مضامین میں تحقیقِ حق کا جو یا بتلا رہے ہیں۔ حضرت تھانوی کو غور و فکر میں ڈوبا ہوا۔ ظاہر کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں اب جو شخص حضرت تھانوی کے اس مقدمہ کو پڑھے گا اور پھر ایمن زئی قادیانی کی ان عبارات کو دیکھے گا وہ بلا تامل کہے گا کہ ایمن زئی قادیانی نے ان عبارات میں حق و انصاف کا خون کیا ہے، اور کچھ بھی خدا کا خوف نہیں کیا، جو بات حضرت تھانوی نے نہ صرف ضعفاء ایمان کے لئے تسلی کا سامان بتائی تھی اسے ایمن زئی قادیانی نے خود حضرت تھانوی جیسے راسخ فی العلم کے لئے سرمایہ یقین ٹھہرایا ہے۔ **سبحانک ھٰذا بھتان عظیم!**

یہ کھلی خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟

عقلی حکمتیں اور رُوحانی معارف

عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے یہ جانتے ہوئے کہ مولانا تھانوی کے نزدیک احکامِ اسلام کی مصلحتوں اور حکمتوں کا علم سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ وہ اسے کسی پہلو میں روحانی معارف میں جگہ دیتے ہیں مولانا تھانوی کی کتاب المصالح العقلیہ کو روحانی معارف کی کتاب سمجھ لیا ہے۔ ایمن زئی قادیانی یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ مولانا تھانوی تو سرے سے ہی ان کے خلاف تھے، انہیں محض ضعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے سامانِ تسلی سمجھتے تھے۔ کاش کہ ایمن زئی صاحب حضرت تھانوی کی یہ عبارت ہی مقدمہ میں دیکھ لیتے۔

’’ہمارے زمانہ میں تعلیم جدید کے اثر سے جو آزادی طبائع میں آ گئی ہے اس سے بہت سے لوگوں کو ان مصالح کی تحقیق کا شوق اور مذاق پیدا ہو گیا ہے اور گو اس کا علاج تو یہی تھا کہ ان کو اس سے روکا جائے۔‘‘ (المصالح العقلیہ ص۲۶ طبع ۱۹۸۰ء)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی کے ہاں ان کی یہ کتاب کوئی روحانی معارف کی کتاب نہ تھی، انہوں نے ادنیٰ سمجھ والوں کے لئے احکامِ اسلام کی یہ چند مصلحتیں ذکر کی ہیں تاکہ عوام کو ان میں رغبت ہو۔ افسوس کہ ایمن زئی قادیانی نے انہیں روحانی معارف کا خزانہ یا قرآن مجید کی کوئی بہت بڑی تفسیر سمجھ لیا اور ثابت کرنے کی کوشش کی اور کہا دیکھو مولانا تھانوی جیسا جلیل القدر عالمِ مرزا قادیانی سے روحانی معارف کا سبق لے رہا ہے۔

ایمن زئی قادیانی لکھتے ہیں: ’’لاکھوں انسانوں کے پیشواء حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مشہور و معروف کتاب ’’احکامِ اسلام عقل کی نظر میں‘‘ ایک ایسی پر

معارف تصنیف ہے جس کے اسرار و معارف مرزا غلام احمد قادیانی کی مختلف اور متعدد کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔'' (کمالات اشرفیہ ص۵)

پھر ایمن زئی (قادیانی) یہ بھی لکھ گئے: ''اپنے زمانے کا اتنا بڑا عالم جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین پڑھایا، وہ اپنی کتاب احکامِ اسلام عقل کی نظر میں لکھتے ہوئے اتنا بے بس ہوگیا کہ روحانی معارف بیان کرنے کے لئے اسے مرزا قادیانی کی کتابوں کا سہارا لینا پڑا۔'' (کمالات اشرفیہ ص۵ عبداللہ ایمن زئی قادیانی)

مولانا تھانوی تو اپنی اس کتاب کو روحانی معارف کا خزانہ بالکل نہیں کہہ رہے بلکہ صراحت کررہے ہیں کہ راسخ العلم اہلِ یقین کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف ضعفاء اسلام کے لئے اس میں کچھ تسلی کا سامان ہے مگر ایمن زئی قادیانی ان کی کتاب پر عقیدت کا وہ حاشیہ چڑھارہے ہیں جو حضرت تھانوی کے مریدین میں سے بھی کسی کو آج تک نہیں سوجھا ہوگا۔ یہ اس لئے نہیں کہ انہیں حضرت تھانوی سے عقیدت ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے اس اظہار سے مرزا غلام احمد کے بارے میں اپنے بیمار ذہن کو کچھ تسکین دینا چاہتے ہیں۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں غیر مسلموں کی نقول

مولانا تھانوی نے اپنی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی بعض حکمتیں غیر مسلموں سے بھی نقل کی ہیں۔ آپ ایک مقام پر ایک جرمن مقالہ نویس سے اسلام کے حفظِ صحت کے اصولوں میں ایک حکمت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: ''اسلام نے صفائی اور پاکیزگی اور پاک بازی کی صاف وصریح ہدایات کو نافذ کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے غسل اور وضو کے واجبات نہایت دُوراندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک ہونا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ کو صاف کرنا اور دانتوں کو مسواک کرنا، ناک کے اندرونی گردوغبار وغیرہ کو دُور کرنا یہ تمام حفظ صحت کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آب رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے لحم خنزیر اور بعضے ممنوع جانوروں کے اندر امراضِ ہیضہ وٹائی فائیڈ بخار وغیرہ کا خطرہ دریافت کرلیا تھا۔'' (المصالح العقلیہ ص۴۰۶ طبع ۱۹۸۰ء منقول از اخبار وکیل مؤرخہ ۱۸ رجون ۱۹۱۳ء)

عبداللہ ایمن زئی قادیانی کیا اس جرمن مقالہ نویس کو قرآنی معارف کا سرچشمہ کہیں

گے؟ کہ مولانا تھانوی جیسا بڑا عالم احکام اسلام کی ایک حکمت اس غیر مسلم سے نقل کر رہا ہے۔ مولانا تھانوی نے جرمنی کے ڈاکٹر کوخ کی بھی ایک تحریر احکام اسلام کے مصالح عقلیہ میں پیش کی ہے۔ہم اس کا بھی ایک اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں: ’’جس وقت مجھ کو نوشادر کا داء الکلب کے لئے تیر بہدف علاج ہونا دریافت ہوگیا ہے اس وقت سے میں اس عظیم الشان نبی (ﷺ) کی خاص طور پر قدر و منزلت کرتا ہوں۔اس انکشاف کی راہ میں مجھ کو انہیں کے مبارک قول کی شمع نور نے روشنی دکھائی۔ میں نے ان کی وہ حدیث پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات بار دھو ڈالو چھ مرتبہ پانی سے ایک مرتبہ مٹی سے یہ حدیث دیکھ کر مجھ کو خیال آیا کہ محمد ﷺ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی شان میں فضول گوئی نہیں ہوسکتی۔ضرور اس میں کوئی مفید راز ہے اور میں نے مٹی کے عنصروں کی کیمیائی تحلیل کر کے ہر ایک عنصر کا داء الکلب میں الگ استعمال شروع کیا۔اخیر میں نوشادر کے تجربہ کی نوبت آتے ہی مجھ پر منکشف ہوگیا کہ اس مرض کا یہی علاج ہے۔‘‘ (المصالح العقلیہ ص۴۰۹،۴۱۰ منقول از اخبار مدینہ بجنور مؤرخہ ۹؍مارچ ۱۹۱۷ء)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے احکامِ اسلام کے مصالح عقلیہ بیان کرنے میں کچھ مضامین غیر مسلموں سے بھی لئے ہیں۔ ڈاکٹر موریس فرانسیسی، مسٹر آرنلڈ وہائٹ، مسٹر ایڈورڈ براؤن کی تحریرات کے ساتھ ساتھ آپ نے گورو بابا نانک سے بھی کچھ باتیں نقل کی۔ یہ کوئی دینی سند یا قرآن وحدیث کی تفسیر نہیں جو غیر مسلموں سے نقل کی جارہی ہے۔مباحث عقلیہ میں غیر مسلموں سے کوئی بات لے لینا ہرگز کسی پہلو سے ممنوع نہیں، کوئی پڑھا لکھا شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے اس جرمن مقالہ نویس یا ڈاکٹر کوخ سے یا ان دوسرے غیر مسلم مضمون نگاروں سے روحانی معارف حاصل کئے ہیں۔اب آپ نے اگر ان غیر مسلموں میں مرزا غلام احمد سے بھی کچھ باتیں مباحثِ عقلیہ میں لے لیں تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا جو ایمن زئی قادیانی ان الفاظ میں نکال رہے ہیں: ’’راقم تو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اگر علامہ تھانوی جیسے عالم بے بدل اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشواء نے روحانی علم مرزا غلام احمد قادیانی کے چشمہ علم و معرفت سے حاصل کیا تو پھر اس زمانے میں علم دین اور روحانیت کا سرچشمہ تو مرزا قادیانی ہوئے۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۴۸)

محترم! اگر آپ اپنی اس عبارت کا یہ آخری جزء یوں لکھتے تو آپ کی دیانتداری کسی درجہ میں لائق تسلیم ہوتی اور پھر ہم اس کا بھی کچھ جواب عرض کرتے: ’’مسلمانوں کے

روحانی پیشواء نے روحانی علم جرمنی کے غیر مسلم مستشرق، جرمنی کے ڈاکٹر کوخ، بابا نانک اور مرزا غلام احمد قادیانی کے چشمۂ علم ومعرفت سے حاصل کیا ہے۔‘‘

ایمن زئی قادیانی کا اِس مقام پر صرف مرزا غلام احمد کو ذکر کرنا ان کے رازِ دروں کا پتہ دے رہا ہے۔ اوپر کی عبارت میں اگر ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ واقعتاً حضرت تھانوی نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی بات نہیں لی اور محض الفاظ اور عبارات کے ملنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت تھانوی نے یہ مضامین واقعی غلام احمد کی کتابوں ہی سے لئے ہیں، علمی اور منطقی پہلو سے کسی طرح صحیح نہیں۔ آئندہ ہم اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کا موضوع سرے سے روحانی معارف نہیں۔ یہ سب مباحث عقلیہ ہیں جو اس کتاب میں پائے جاتے ہیں اور ان میں غیر مسلم کی بات لے لینی بھی کسی پہلو سے محلِ کلام نہیں۔ مولانا تھانوی کی اس کتاب میں احکامِ اسلام کی ہزاروں عقلی مصلحتیں مذکور ہیں، ان میں سے جو باتیں مرزا غلام احمد کے ساتھ مشترک ہیں وہ مولانا تھانوی کی بیان کردہ کل مصالح عقلیہ کا ۱/۱۰۰ حصہ بھی نہیں جس کا دل چاہے گِن کر دیکھ لے اور موازنہ کرلے اور پھر اس پر قادیانیوں کے اس دعوے کو بھی منطبق کرے کہ یہ سب روحانی معارف مرزا غلام احمد سے ہی ماخوذ ہیں۔ ہم بطور اصول تسلیم کرتے ہیں کہ مصالح عقلیہ کے اخذ کرنے میں ماخوذ منہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں حکمت کی بات مؤمن کی اپنی متاع گمشدہ ہے۔ جہاں سے اسے ملے وہ اسی کی ہے۔ ’’**الحکمة ضالة المومن حیث وجدها هو احق بها**‘‘

ایمن زئی قادیانی کی عقیدت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف لفظی ہے۔

عبداللہ ایمن زئی قادیانی کی سطر سطر رازِ دروں پردہ کا پتہ دے رہی ہے۔ حضرت تھانوی کی عقیدت میں بھی وہ رطب اللسان ہیں لیکن ان کی ایک بات پر بھی وہ پورا یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مولانا تھانوی کی وہ کون سی بات ہے جسے ایمن زئی قادیانی تسلیم نہیں کر رہے۔ وہ حضرت تھانوی کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ مضامین ایک کتاب سے لئے ہیں: ’’احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے ہیں۔‘‘ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۲۷)

ایمن زئی قادیانی نے کمالات اشرفیہ کے ص ۵، ۷، ۱۶، ۲۰، ۳۷، ۴۸، ۳۳ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت تھانوی نے مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں سے اقتباسات لئے ہیں۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک کتاب (اور وہ بھی مرزا غلام احمد کی نہیں) سے یہ لئے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جو شخص حضرت تھانوی کی بات کا اعتبار نہیں کرتا وہ کہاں تک ان کا معتقد ہوسکتا ہے۔ سو ایمن زئی قادیانی کی حضرت تھانوی سے عقیدت محض ایک لفظی کھیل ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ میں مصنف کا نام کیوں نہیں؟

حضرت تھانوی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ حوالہ تو دیا کہ انہوں نے اس کے بعض مضامین ایک کتاب سے نقل کئے جس میں رطب و یابس ہر طرح کے مضامین تھے جو مضامین ان کے ہاں روبصحت تھے انہوں نے ان میں سے بہت سے مضامین لے لئے۔ لیکن یہ سوال باقی رہا کہ اس کتاب کا مصنف کون تھا اور یہ کہ حضرت تھانوی نے اس کا نام کیوں نہیں لیا؟

اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے آپ اس مصنف کے بارے میں حضرت تھانوی کی رائے معلوم کرلیں اور پھر خود سوچیں کہ آپ کے لئے ان کا نام لینا مناسب تھا یا نہ تھا؟ اور آپ نے اس کا نام نہ لے کر مسلمانوں کے ساتھ اور خود اس مصنف کے ساتھ خیر خواہی کی ہے یا بدخواہی؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھے ان کے ہر عمل میں دینی حکمت جھلکتی ہے وہ ایک کم علم اور کمزور فکر آدمی کا تعارف کراکر اس کے غلط افکار کی اشاعت میں حصہ دار بننا نہیں چاہتے تھے اور جو باتیں اس کے قلم سے صحیح نکلیں انہیں بفحوائے حدیث ضائع جانے دینا بھی نہیں چاہتے تھے کہ حکمت کی بات مؤمن کی گمشدہ چیز ہے جہاں سے بھی ملے وہ اسے لے لے۔ اس نازک مرحلہ پر حضرت حکیم الامۃ ایک بیچ کی راہ پر چلے، کتاب کا ذکر کردیا کہ انہوں نے کچھ باتیں ایک کتاب سے لی ہیں، جس کا مصنف علم و عمل کی کمی کے باعث اس کتاب میں رطب و یابس لے آیا ہے اور اس کتاب کا نام نہ لیا کہ لوگ اس کے غلط مندرجات سے گمراہ نہ ہوں اور نہ مصنف کا نام لیا تا کہ اس کی مزید رسوائی نہ ہو۔ حکیم الامت اس نازک موڑ پر ایک ایسی راہ چلے ہیں جو ان کے پیرووں کے لئے واقعی ایک نمونہ ہے۔ کوئی

غیرمحتاط عالم ہوتا وہ کبھی نہ اس سلامتی سے اس منجدھار سے باہر نکلتا، حضرت تھانوی نے اس کتاب اوراس کے مصنف کے بارے میں جو رائے تحریر فرمائی ہے اسے ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ اس کی روشنی میں اس کتاب اوراس کے مصنف کا نام ذکر نہ کرنے میں جو دینی حکمت تھی وہ خود آپ کے سامنے آجائے گی۔

آپ لکھتے ہیں: ’’چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی کتاب ہے جس کو صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم وعمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب ویابس اور غث وسمین سے پُر ہے۔ ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے رکھی ہے اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدوں اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعے سے روکنا بھی خارج من القدرۃ ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا ہو جو ان مفاسد سے مُبَرَّا ہو۔ ایسے لوگوں کے لئے مہیا کیا جاوے تاکہ اگر کسی کو ایسا شوق ہو تو وہ اس کو دیکھ لیا کریں کہ اگر مورث منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا۔ البتہ جس طبیعت میں مصالح کے علم سے احکامِ الٰہیہ کی عظمت ورفعت کم ہو جاوے یا وہ ان کو مدارِ احکام سمجھنے لگے کہ ان کے انتفاء سے احکام کو منتہی اعتقاد کرے یا ان کو مقصود بالذات سمجھ کر دوسرے طریق سے ان کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے، جیسا کہ اوپر بھی ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مضر بھی ہوتا ہے تو ایسے طبائع والوں کو ہرگز مطالعہ کی اجازت نہیں ہے۔ احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے ہیں اوراس میں احکامِ مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصولِ شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب مدار احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے۔‘‘

(المصالح العقلیہ ص۲۶،۲۷ طبع ۱۹۸۰ء)

یہ عبارت خود بول رہی ہے کہ حضرت تھانوی نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام کیوں نہیں لیا۔ افسوس کہ قادیانی مضمون نگار اس بات کو پا نہ سکے اورانہوں نے مصنف کا نام نہ لکھنے کی یہ وجہ اپنی طرف سے تصنیف کی۔

’’اگر حضرت مولانا تھانوی اپنی کتاب میں مرزا قادیانی کا نام یا ان کی کسی کتاب کا

نام درج کردیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہوجاتے اور ان کی کتاب کو نذرِ آتش کردیتے۔ یقین ہے کہ انہیں اپنے وطن (تھانہ بھون) کو بھی خیر باد کہنا پڑتا، اس لئے حضرت مولانا نے فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرزا قادیانی کا حوالہ دیئے بغیر ان کے بیان کردہ معارف اپنی کتاب میں درج کردیئے۔'' (کمالات اشرفیہ ص۴۶)

جواباً گزارش ہے کہ مصنف کا نام نہ لکھنے کی اگر یہی وجہ ہوتی اور حقیقت میں فیض حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا تو حضرت تھانوی چلتے چلتے مصنف پر یہ تبصرہ ہرگز نہ کرتے جاتے کہ موصوف علم وعمل کی کمی کے باعث رطب ویابس میں فرق کرنے کے لائق نہیں۔ مولانا کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت کے دل میں اس کی کوئی عظمت نہ تھی اور نہ ہی حضرت نے اس سے کوئی اکتسابِ فیض کیا تھا، انہوں نے اس کا نام محض اس لئے نہ لیا کہ اسے مزید بے آبرو نہ کیا جائے نہ اس کتاب کی غلط اشاعت سے اپنے اوپر کوئی گناہ کا بار لیا جائے۔

کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں اسرار حکمت کہاں؟

رہا یہ سوال کہ ایک کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں یہ اسرار حکمت کہاں سے آگئے؟ جواباً گزارش ہے کہ یہاں علم سے مُراد کتاب وسنت کا علم ہے اور مصنف مذکور کو کم علم اسی پہلو سے کہا گیا ہے۔ رہے عقلی مباحث اور خیالی باتیں تو ان میں بعض دفعہ اَن پڑھ لوگ بھی بڑی دُور کی بات کہہ جاتے ہیں۔ فلسفہ اور حکمت پر لکھنے والے غیر مسلموں میں بھی بہت گزرے اس سے کوئی تاریخ کا طالبعلم انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت تھانوی کی اس کتاب کا موضوع کوئی علمی معارف نہ تھے محض عقلی باتیں تھیں جو ضعفاء ایمان کو کسی درجہ میں تسلی دیں ایسی بعض باتیں اگر کسی کم علم اور کم عمل شخص پر بھی کھل جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی کم علم آدمی علماء سلف کی تحریروں میں غور وفکر کرتے کرتے اور ان سے اس قسم کا سرمایہ دانش اکٹھا کرتے کرتے بات سے بات نکالنے میں اس درجہ کامیاب ہوجائے کہ اس کے بعض مضامین جورو بصحت ہوں اور اصولِ شرعیہ سے نہ ٹکراتے ہوں وہ بعض راسخ فی العلم اہلِ یقین کو پسند آجائیں اور وہ انہیں اپنے الفاظ میں بدلنے کی محنت کئے بغیر انہیں ان کے اپنے لفظوں میں ہی نقل کردیں اور سرقہ کے الزام سے بچنے کے لئے محض اِتنا کہہ دیں کہ انہوں نے بعض مضامین کسی اور کتاب سے لئے ہیں۔

حضرت تھانوی نے جس کتاب سے مضامین مذکورہ لئے اس کا مصنف اسی قبیل کا شخص معلوم ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضرت تھانوی نے یہ مضامین ہرگز مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لئے ان کا ماخذ صرف ایک کتاب ہے نہ کہ مرزا قادیانی کی پانچ کتابیں۔ کشتیٔ نوح، آریہ دھرم، اسلامی اصول کی فلاسفی، نسیم دعوت اور برکات الدعا۔ ان پانچ کتابوں کے کچھ مضامین بھی تو کسی ایک کتاب سے ہی ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

عبارات ملنے سے کیا ضروری ہے کہ وہ انہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟

حضرت تھانوی جیسے جلیل القدر عالم کی کتاب میں مرزا غلام احمد کی کتابوں کی بعض طویل عبارات کا من وعن پایا جانا ہمیں اس باب میں زیادہ غور وفکر اور تحقیق وتفحص پر مجبور کرتا ہے۔ عبارات ملنے سے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی ہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟ کیا اس میں کسی اور احتمال کی گنجائش نہیں کیا انسانی عقل وتجربہ یہاں کسی اور احتمال کو جگہ نہیں دیتے؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی اور مصنف سے مرزا قادیانی نے اپنی پانچ کتابوں کے یہ اقتباسات بلاحوالہ دیئے اپنی کتب میں لئے ہوں اور حضرت تھانوی نے انہیں اس مصنف کی اصل کتاب سے لیا ہو؟ مرزا قادیانی کی ان کتابوں کو دیکھا بھی نہ ہو؟ ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے ایک ہی رٹ لگائے جانا کہ حضرت تھانوی نے ضرور یہ مضامین مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی لئے ہیں انہیں عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کے نام سے عوام کے سامنے لانا قادیانی علمِ کلام ہی ہو سکتا ہے کسی دیانتدار صاحبِ علم کو ایسا کہنے کی کبھی جرأت نہیں ہو سکتی۔

قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ سب احتمالات عقلی ہیں اور ایسے موضوعات میں محض امکان کوئی وزن نہیں رکھتا۔ صرف اسی احتمال کو اہمیت دی جا سکتی ہے جو ناشی عن الدلیل ہو۔ ہم جواباً کہیں گے کہ حضرت تھانوی نے جب واشگاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے یہ اقتباسات ایک کتاب سے لئے ہیں (نہ یہ کہ پانچ کتابوں سے) تو کیا یہ دلیل اس احتمال کو جگہ نہیں دیتی کہ حضرت تھانوی کے سامنے واقعی کوئی اور کتاب تھی۔ اس ناشی عن الدلیل احتمال کو کلیتہً نظرانداز کرنا اور اس پر اصرار کرنا کہ حضرت تھانوی نے یہ مضامین لازماً مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی لئے محض ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

دوست محمد شاہد (قادیانی)، محمد شبیر ہرل (قادیانی) اور عبداللہ ایمن زئی (قادیانی) میں کچھ بھی تحقیق کا پاس ہوتا تو وہ اس کتاب کی ضرور تلاش کرتے جس میں انہیں مرزا قادیانی کی کتابوں کے پانچ اقتباسات ایک ہی کتاب میں مل جاتے مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت تھانوی کی اس بات کو صحیح مانا جائے کہ انہوں نے یہ مضامین واقعی ایک کتاب سے لئے ہیں تو پھر ان دو احتمالات میں سے ایک کو ضرور اپنے ہاں جگہ دینی ہوگی اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت تھانوی نے یہ عبارات یقیناً مرزا قادیانی کی کتابوں سے نہیں لیں۔ کسی دوسرے کی ایک کتاب سے لی ہیں۔ ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کا مطالعہ کیا اور پھر ایمن زئی صاحب کی کتاب زلزلہ فگن دیکھی تو اس یقین سے چارہ نہ رہا کہ حضرت تھانوی نے قطعاً یہ مضامین مرزا قادیانی کی کتابوں سے نہیں لئے اس پر ہم نے ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی ۱۶ر ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں ایک مضمون اس عنوان کے تحت لکھا تھا۔

صورت حال کا صحیح جائزہ

’’قادیانیوں نے اس بحث میں اب تک جتنے مضمون لکھے ہیں ان میں سے کسی میں حضرت مولانا تھانوی کی دیانت اور نیت پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صِدق مقالی پر انہیں بھی عمومی اتفاق رہا ہے اور واقعی حضرت تھانوی اس صدی کے مجدد دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا تھانوی المصالح العقلیہ کے مقدمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مضامین ایک ایسی کتاب سے نقل کئے ہیں جس میں بیشتر باتیں غلط تھیں۔ مولانا تھانوی نے اس ایک کتاب کے سواء اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایک ہی ایسی کتاب تھی جس سے آپ نے اپنی پسند کی بعض باتیں لے لیں اور انہیں عام عقل کے قریب پایا۔

دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ حضرت تھانوی کی اس کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں کی عبارات ملتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضرت تھانوی اپنے مقدمہ میں اگر ایک کتاب کا ذکر کر سکتے تھے تو پانچ کتابوں کا ذکر کرنے میں انہیں انکار کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ کوئی نہیں! سو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے سامنے واقعی ایسی ایک کتاب تھی جیسا کہ آپ نے بیان کیا نہ کہ پانچ۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ المصالح العقلیہ میں مرزا قادیانی کی

پانچ کتابوں کی عبارات موجود ہیں جو انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے نہیں بلکہ کسی دوسری کتاب سے لی ہیں۔

تینوں مضمون نگار اپنے کسی مضمون میں اس تعارض کو حل نہیں کر پائے۔ نہ انہوں نے کوئی اور خارجی حوالے پیش کئے ہیں کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مضامین واقعی مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں سے ہی اخذ کئے ہیں۔ **فمن ادّعی فعلیه البیان!**

رفع تعارض

رفع تعارض کے لئے تمام عقلی احتمالات سامنے لائے جاتے ہیں۔ یہاں رفع تعارض اس صورت میں ہوتا ہے کہ کسی اور کتاب کو مرزا قادیانی اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں واسطہ بنایا جائے اور سمجھا جائے کہ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی پانچوں کتابوں کے مضامین بلاحوالہ منقول ہوں گے اور مولانا تھانوی نے اس کتاب سے وہ مضامین اپنی کتاب میں لئے ہوں گے۔ رفع تعارض کے لئے سب احتمالات کو دیکھنا ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے اگر اس رفع تعارض کے لئے کہ ایسا عین ممکن ہے اگر ان قادیانیوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد شبیر ہرل علمی مضامین اور تاریخی تحقیقات کے کوچہ میں کبھی بھول کر بھی نہیں گزرے۔ ورنہ وہ کبھی اسے عذر گناہ بدتر از گناہ کا عنوان نہ دیتے۔

قادیانی حضرات ہمارے اس بیان پر بہت سیخ پا ہوئے ہیں لیکن علمی طور پر وہ ان دو احتمالات کی راہ بند نہ کر سکے، ہمارے پیش کردہ احتمال ناشی عن الدلیل تھے اور قادیانیوں کو انہیں قرار واقعی جگہ دینی چاہئے تھی مگر وہ تو اسی نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انہوں نے واقعی عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کئے ہیں۔ ہم کہیں گے کہ ان سے عقل واقعی گم ہوئی ہے جنہوں نے اور طرف سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ ہماری نہیں نہ ان کی جنہوں نے صورتِ حال کا صحیح جائزہ لیا اور آخر کار وہ اپنے اس دعویٰ پر آ گئے کہ کتاب بھی پیش کرو جن سے دونوں نے یہ مضامین لئے ہوں۔

قادیانیوں کو نصف صدی بعد یہ انکشاف کیوں ہوا؟

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے اب اس مسئلہ کو کیوں اُٹھایا اور نصف صدی اس پر کیوں خاموش رہے؟ اگر یہ بات اس وقت اٹھائی جاتی جب حضرت تھانوی کے وہ

احباب وخلفاء موجود تھے جو اپنے وقت میں اس کا جواب دے سکتے تھے وہ حضرت تھانوی سے بھی بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے وہ فوراً بتادیتے کہ حضرت تھانوی نے کس ایک کتاب سے یہ اقتباسات لئے ہیں۔ لیکن قادیانیوں نے یہ بات اس وقت اُٹھائی جب حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہم ایک ایک کر کے جاچکے تھے۔ جونہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات ہوئی، قادیانی یہ انکشاف لے کر سامنے آ گئے کہ شاید اب اس دور کا کوئی شخص نہ ملے جو حضرت تھانوی کی اس تالیف کا پس منظر سامنے لاسکے۔

قادیانیوں کی یہ اتنی طویل خاموشی خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت تھانوی نے بہت سی عبارات مرزا قادیانی کی کتابوں سے نہیں لیں لیکن محض اس امید پر کہ اب شاید اس دور کا کوئی آدمی نہ رہا ہو۔ جو صورتِ واقعہ کی عینی شہادت دے سکے وہ اچانک یہ انکشاف سامنے لے آئے۔

اہل اسلام کی طرف سے جوابی کارروائی

ہم نے دوست محمد شاہد (قادیانی) کے اس انکشاف کو پڑھتے ہی مذکورہ احتمالات جو ناشی عن الدلیل تھے پیش کر دیئے تھے تاکہ وہ اس ایک کتاب کی تلاش کریں جہاں سے مرزا قادیانی اور مولانا تھانوی دونوں نے یہ اقتباسات لئے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ ہماری اس درخواست پر کچھ عمل کیا جاتا، عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے کمالاتِ اشرفیہ کے نام سے ایک رسالہ اس میں لکھ مارا اور وہی لکیر پیٹتے رہے کہ کچھ بھی ہو حضرت تھانوی نے یہ مضامین صرف مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی لئے ہیں۔

دوست محمد شاہد تو اس مذکورہ انکشاف کے بعد سامنے نہیں آئے ممکن ہے انہیں وہ کتاب مل گئی ہو جہاں سے حضرت تھانوی نے یہ اقتباسات لئے تھے لیکن ان کی (قادیانی) جماعت کے محمد شبیر ہرل اور عبدالرحیم بھٹہ (بورے والا کے) اس پر برابر مصر رہے کہ حضرت تھانوی نے یہ ''کسبِ فیض'' مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی کیا ہے دوست محمد شاہد کو چاہئے تھا کہ اگر انہیں وہ کتاب مِل گئی تھی تو وہ اپنے ان ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ دے دیتے۔

ہم نے ان قادیانی مضمون نگاروں کا پورا تعاقب کیا اور ان کے مبلغ و مؤرخ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ہم نے انہیں یہ اصولی بات سمجھائی کہ حضرت تھانوی نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ ایک کتاب ہے اور حضرت نے یہ باتیں سب اسی کتاب سے لی ہیں نہ کہ مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں سے اور انہیں (قادیانیوں کو) حضرت تھانوی کی اس بات کو سچ جاننا چاہئے اور حضرت کا دیا ہوا حوالہ ذکر کرنے کے بغیر اپنے اس انکشاف کو آگے نہ پھیلانا چاہئے۔ کیونکہ پھر یہ ایک انکشاف نہ ہوگا ایک خیانت ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل ماخذ کی نشاندہی

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی محمد فضل خان کی کتاب ہے جو موضع چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا، انگریز حکومت کے بہت قریب تھا۔ ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں اس نے جو لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ غیر مقلد تھا اور کئی غیر مقلد (جیسے حکیم نورالدین بھیروی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی) مرزا غلام احمد کے پیروؤں میں شامل تھے۔ یہ غیر مقلد فضل محمد خاں بھی مرزا غلام احمد کا معتقد تھا۔ فلسفہ وحکمت کے پیرائے میں لکھنے کی اسے اچھی مشق تھی۔ یہاں تک کہ مرزا قادیانی بھی اس سے بہت استفادہ کرتے تھے اور حکیم نورالدین بھی اس سے اس کی کتابیں بڑی عقیدت مندی سے لیتے تھے۔ مرزا غلام احمد کی پانچوں کتابوں کی عبارات اس کی کتاب ''اسرارِ شریعت'' میں مختلف مواقع پر من وعن موجود ہیں۔ ان مباحث میں نہ جائیں اس مؤلف نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے یہ مضامین لئے ہیں یا مرزا قادیانی نے اس کے مسودات سے یہ مضامین نقل کئے ہیں یا دونوں نے اپنے سے پہلے کی کسی کتاب سے لئے ہیں۔ سردست ہم اس پر بحث نہیں کرتے اس وقت صرف حضرت تھانوی کی براءۃ پیشِ نظر ہے کہ حضرت نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں لئے اس ایک کتاب سے لئے ہیں اور اس کتاب کا نام ''اسرارِ شریعت'' ہے۔

کتاب اسرارِ شریعت کا تعارف

''اسرارِ شریعت'' تین ضخیم جلدوں میں ایک اُردو تالیف ہے۔ مؤلف نے شریعت کے جملہ مسائل واحکام کو عقلی اور فطری استناد مہیا کرنے کی ایک بھرپور کوشش کی ہے۔ ناپختہ علم کے باعث جابجا ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور کئی بے بنیاد باتیں بھی کی ہے۔ تاہم اندازہ ہوتا

ہے کہ مؤلف مذکور نے اس عظیم مہم کو سرانجام دینے میں تیرہ سو سال کے علماء اسلام اور فلاسفہ حکمت کی کتابوں کا بھی کچھ مطالعہ کیا ہوگا۔ یہ کاوش ان کی پوری زندگی کا نچوڑ معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ضمنی طور پر بعض مسائل شریعت کو ہی عقل کے ڈھانچے میں نہیں ڈھالا گیا۔ بلکہ جملہ مسائل شریعت کو باب وار عقلی اور فطری استناد مہیا کیا گیا ہے۔ سو اس باب میں یہ کتاب اصول کی حیثیت رکھتی ہے بڑی جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی پانچ کتابوں میں جہاں یہ بحثیں کی ہیں۔ ان کی ان کتابوں کا موضوع مسائل شریعت کا فطری جائزہ نہیں ماسوائے ایک کتاب کے (اسلامی اصول کی فلاسفی) باقی سب کتابوں کے موضوع دوسرے ہیں۔ مرزا قادیانی نے ان میں ضمناً یہ عقلی مباحث ذکر کئے ہیں کتابوں کے نام خود ان مختلف موضوعات کا پتہ دے رہے ہیں۔ کشتی نوح، آریہ دھرم، برکات الدعا، نسیم دعوت وغیرہ۔ سو اس میں شک نہیں کہ کتاب اسرارِ شریعت اس موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور مرزا قادیانی کی کتابیں ضمناً کہیں کہیں ان عقلی مباحث کو لے آئی ہیں۔ اسرارِ شریعت تین جلدوں کی ایک ضخیم کتاب ہے جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف کے کم از کم پندرہ بیس سال اس کتاب کی تالیف پر لگے ہوں گے۔

مؤلف نے اس کے سرورق پر لکھا ہے: ’’یہ کتاب صرف میری طبع زاد یا خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام میں تیرہ سو سال سے اس زمانہ تک جو بڑے بڑے مشہور و معروف روحانی فلاسفر اور ربانی علماء اسلام گزرے ہیں۔ اکثر مسائل کے اسرار و فلاسفیاں ان کی تقاریر مقدمہ سے بھی اخذ کی گئی ہیں۔ الغرض اسلامی تائید کے لئے اُردو زبان میں جامع بے نظیر اس فن میں یہی ایک کتاب شائع ہوئی ہے اور اسلامی علوم کے اسرار بیان کرنے میں بحر محیط ہے۔‘‘

(اسرار شریعت ج۱ ص۱)

اہلِ علم اور اہلِ قلم پر مخفی نہیں کہ تیرہ سو سال کے بڑے بڑے علماء کی کتابوں کو کھنگالنا، ان کے خلاصے نکالنا اور ان پر غور و فکر کرنا اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں باب وار لانا اور تین ضخیم جلدوں پر ایک بحر محیط پیش کرنا کوئی ایسا کام نہیں جو چار پانچ سال کی پیداوار ہو۔ یہ عظیم کام پندرہ بیس سال سے کم کسی طرح اس نہج پر ترتیب نہیں پا سکتا۔ یہ مؤلف کی پوری زندگی کا حاصل ہوگا۔ تاہم مؤلف اس کتاب میں حضرت امام غزالی، حضرت امام فخرالدین رازی، حضرت شیخ سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مولانا محمد قاسم

نانوتوی جیسے حکماء اسلام کے پیرایہ بیان تک نہیں پہنچ سکے۔ ورنہ حضرت تھانوی یہ نہ کہتے کہ اس کتاب کے بہت سے ایسے مضامین بھی ہیں جو شیرازہ شریعت سے منطبق ہوتے کہیں نظر نہیں آتے۔ معلوم ہوتا ہے مصنف اپنی اس علمی کاوش میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد سے وابستگی کے بعد اس کے اس علمی سفر میں کافی روک آ گئی تھی اور اس سے بہت سے ایسے مضامین بھی صادر ہوئے جن میں کوئی فکری اور علمی جھلک نہیں پائی جاتی۔ اس کتاب (اسرارِ شریعت) کا یہ تعارف آپ کے سامنے آچکا ہے۔ اس کے ان انکشافات کا بھی کچھ مطالعہ فرمائیں۔ اب ہم بھی چند انکشافات ہدیہ قارئین پیش کرتے ہیں۔

انکشاف نمبر۱: مرزا غلام احمد کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسرارِ شریعت ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں ہی کتاب نے ترتیب پائی ہے اور جونہی کتاب شائع ہوئی قادیانی سربراہ حکیم نورالدین نے بیس کتابوں کا آرڈر دے دیا اور اسے عام تقسیم کیا۔ قادیانیوں کی یہ اس قسم کی کارروائی پتہ دیتی ہے کہ قادیانی حلقے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس کتاب سے اچھی طرح واقف تھے اور انہیں اس کی اشاعت کا شدید انتظار تھا۔ ورنہ کسی کتاب کا اشتہار دیکھ کر (انسان پہلے وہ کتاب منگاتا ہے اسے صحیح پائے تو مزید نسخوں کا آرڈر دیتا ہے۔ (اسرارِ شریعت ج دوم ص۴۶۹) پر مؤلف مولوی محمد فضل خاں صاحب لکھتے ہیں: ''علامہ حکیم نورالدین امام فرقہ احمدیہ نے کتاب اسرارِ شریعت کا اشتہار دیکھتے ہی محض ازراہ امداد اسلامی بیس نسخے خریدنے کا خط خاکسار کو لکھا اور بعد طبع سالم قیمت پر بیس نسخے خرید لئے ......''

یہ خط کب لکھا گیا؟ کتاب کی طباعت سے پہلے، کتاب چھپنے پر سالم قیمت پر بیس کتابیں خرید لی گئیں ...... کتاب کب شائع ہوئی ۱۳۲۷ھ میں ...... ظاہر ہے کہ یہ خط کتاب کی اشاعت سے ایک دو سال پہلے لکھا گیا ہوگا۔ اُن دِنوں کتابوں کے اشتہار ان کی اشاعت سے کافی پہلے نکلتے تھے۔ خود مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار اس کے چھپنے سے کتنا پہلے نکلا تھا؟ سو اس میں شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ حکیم نورالدین صاحب کا یہ خط خود مرزا قادیانی کی زندگی میں لکھا گیا ہے اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے ایماء سے ہی لکھا گیا ہوگا۔ ہاں! جس وقت مؤلف نے مذکورہ بالا نوٹ لکھا اس وقت حکیم نورالدین بے شک جماعت کے امام بن چکے تھے۔ اگر یہ خط واقعی مرزا قادیانی کے ایماء سے لکھا گیا تھا تو ظاہر

ہے کہ مرزا قادیانی اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس سے اچھی طرح باخبر تھے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مسودہ یا مؤلف کی بعض تحریرات خطوط کی شکل میں مرزا قادیانی کی نظر سے گزری ہوں اور مؤلف نے مرزا قادیانی کی علمی امداد کے لئے یہ انہیں بھیجی ہوں۔

انکشاف نمبر۲: حکیم نورالدین سے زیادہ کون مرزا غلام احمد کے قریب ہوگا اور ان سے زیادہ کس کی مرزا قادیانی کی کتابوں پر نظر ہوگی؟ انہوں نے کتاب اسرارِ شریعت اتنے شوق سے منگائی بھی اور پڑھائی بھی اور اس میں بعض لمبے لمبے مضامین کو مرزا قادیانی کی کتابوں سے لفظ بہ لفظ ملتے بھی پایا ہوگا۔ مصنف نے ان عبارات کے آگے مرزا قادیانی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اس پر حکیم نورالدین صاحب اور ان کے حلقے کے لوگ برابر خاموش رہے اور کسی نے یہ بات نہ اٹھائی کہ اس کے بعض مندرجات مرزا قادیانی کی پانچ کتابوں کے مندرجات سے ہو بہو ملتے ہیں۔ حکیم صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے یہ آواز کیوں نہ اٹھائی......؟ اور عقل کو گم کردینے والا جو انکشاف آج نصف صدی بعد مولانا تھانوی کے خلاف ہوا وہ اسی وقت مولوی محمد فضل خاں آف گوجرخاں کے خلاف کیوں نہ ہوسکا۔ اس پس منظر میں جھانکنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس کا ایک ہی جواب ہے جو قرینِ قیاس ہے وہ یہ کہ اس وقت مولوی محمد فضل خاں زندہ تھے جو اس بات پر واضح طور پر کہہ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد نے ان مضامین کا کسبِ فیض خود ان سے کیا ہے اور یہ کہ یہ مرزا قادیانی کی عادت تھی کہ اپنی کتابوں کے دوران تصنیف وہ وقت کے دیگر اہل قلم سے قلمی امداد لیتے تھے۔ اگر اس بات کے کھلنے کا ڈر نہ تھا تو بتلایئے حکیم نورالدین صاحب اور ان کے احباب اس پر کیوں بالکل خاموش رہے؟ اور پوری جماعت پون صدی تک اس پر خاموش کیوں رہی؟...... آئندہ ہم ان اقتباسات کو جو دوست محمد شاہد یا عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے مرزا غلام احمد اور حضرت تھانوی کی عبارات کے تقابلی مطالعہ میں پیش کئے ہیں۔ ہم مولوی محمد فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی تقابلی عبارات میں پیش کریں گے۔

انکشاف نمبر۳: یہ گمان نہ کیا جائے کہ مولوی محمد فضل خان نے ان مضامین پر مرزا غلام احمد کا حوالہ اس لئے نہ دیا ہوگا کہ عام لوگ ان کے مخالف نہ ہوجائیں۔ یہ وہ توجیہ ہے جو عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے حضرت تھانوی کے بارے میں اختیار کی ہے۔

ایمن زئی قادیانی، حضرت تھانوی کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں کے صفحات نقل کرتے ہوئے ان کی کتب کے حوالے کیوں درج نہیں کئے...... اگر حضرت تھانوی اپنی کتاب میں مرزا قادیانی کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کردیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہوجاتے اور ان کی کتاب کو نذر آتش کردیتے۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۴۵،۴۶)

ممکن ہے قادیانی مضمون نگار مولوی محمد فضل خاں کے بارے میں بھی یہی توجیہہ اختیار کریں۔ ہم جواباً عرض کریں گے۔ یہاں ایسا کوئی احتمال سِرے سے نہیں ہے۔ مولوی محمد فضل خاں نے اس کتاب اسرارِ شریعت میں بعض مضامین مرزا غلام احمد کے دوسرے ساتھیوں سے لئے ہیں اور انہیں ان کا حوالہ دے کر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے...... غلامی کی فلاسفی پر مولوی محمد علی لاہوری کا ایک پورا مضمون مصنف نے اپنی اس کتاب (اسرار شریعت) کی دوسری جلد کے ص ۲۶۵ پر دیا ہے جو ص ۳۲۹ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ مضمون کے آخر میں لکھا ہے: ’’حقیقت غلامی کا مضمون رسالہ ریویو آف ریلیجنز مؤلفہ علاّمہ مولوی محمد علی سے لیا گیا ہے۔‘‘ (اسرار شریعت ج۲ص۳۲۹)

مؤلف نے ایک مقام پر مرزا غلام احمد کا بھی نام لیا ہے اور انہیں ایسے الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ: ’’جسے دیندار مسلمان کسی طرح پسند نہیں کرتے لیکن مؤلف نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کا نام واضح طور پر لیا ہے۔ حکیم نورالدین کا حوالہ بھی ایک جگہ دیا ہے اور اسے علامہ لکھا ہے۔‘‘ (اسرار شریعت ج دوم ص ۳۸۰)

مرزا غلام احمد کے بارے میں موصوف لکھتے ہیں: ’’مرزا غلام احمد قادیانی مرحوم اور ان کے حلقہ کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ مانتے اور ان کے نزول بروزی وظہور مہدی وخروج دجال کے قائل ہیں۔‘‘ (اسرار شریعت ج۳ص۲۷۶)

آنحضرت ﷺ کے معراج کے متعلق مؤلف مذکور نے جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاف واشگاف لفظوں میں لکھا ہے اور اسے یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ موصوف لکھتے ہیں: ’’درحقیقت یہ سیرِ کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے...... یہ سفر اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔‘‘ (اسرار شریعت ج۳ص۲۶۱)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اس احتمال کو قطعاً کوئی راہ نہیں کہ مؤلف نے عامۃ الناس کے دباؤ کے تحت ان اقتباسات کو مرزا قادیانی کے نام سے نہ لکھا ہوگا...... حق یہ ہے کہ اس نے یہ مضامین مرزا قادیانی کی کتابوں سے نہیں لئے نہ اسے دوسروں کی محنت کو اپنے نام سے پیش کرنے کا شوق تھا، اگر وہ مولوی محمد علی لاہوری کا مضمون اس کے نام سے پیش کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا تو مرزا قادیانی کی باتیں ان کے نام سے پیش کرنے میں اسے کیا خوف محسوس ہوسکتا تھا۔ سو یہ واضح ہے کہ اس نے یہ عبارت مرزا قادیانی سے نہیں لیں۔ بلکہ اس کے برعکس مرزا قادیانی نے یہ مضامین مولوی محمد فضل خاں سے لئے ہیں۔

انکشاف نمبر۴: ممکن ہے قادیانی کہیں کہ مرزا قادیانی ملہم ربانی تھے اور مولوی محمد فضل خاں ایک عام مؤلف اور دونوں ایک زمانے کے تھے۔ سوقرین قیاس یہ ہے کہ مولوی محمد فضل خاں نے مرزا قادیانی سے مضامین لئے نہ کہ مرزا قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں سے جواباً گزارش ہے کہ مولوی محمد فضل خاں بھی اپنی جگہ مدعی الہام تھے اور اپنے آپ کو مرزا قادیانی سے کم نہ سمجھتے تھے ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”کئی ایام سے میں اسی مضمون بعث اخروی کو مرتب کررہا ہوں۔ پرسوں دوپہر کے وقت لکھتے ہوئے مجھ پر نیند غالب آ گئی اور بین النوم والیقظہ مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی جس کو میری روح اور جسم دونوں نے یکساں محسوس کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ حشر اجسام ضرور ہوگا اور قبر وحشر میں عذاب وثواب روح وجسم دونوں پر وارد ہوگا...... لیکن اس اجمال کی تفصیل منکشف نہیں ہوئی۔“ (ایضاً ج۳ ص۴۹۰)

مؤلف جب خود اس روحانی مقام کے مدعی ہیں کہ ایسی کیفیات ان پر اجمالاً منکشف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ انہیں مرزا قادیانی کی کتابوں سے ان اقتباسات کو بلاحوالہ لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی۔ سوقرین قیاس یہی ہے کہ خود مرزا قادیانی نے ہی ان سے قلمی استفادہ کیا ہے۔ ورنہ ان کی جماعت کے لوگ اسرارِ شریعت کے ان مندرجات پر ضرور سوال اٹھاتے۔

ایک سوال: یہ بات کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں کے قلمی مسودات سے یا ان کے خطوط سے یہ مضامین لئے ہوں، تبھی لائق تسلیم ہوسکتی ہے کہ مرزا نے کبھی اپنی کتابوں کے دورانِ تالیف وقت کے دوسرے اہلِ علم سے بھی کبھی مدد مانگی ہو اور

انہیں کہا ہو کہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے مضامین کو بھی حسبِ موقع جگہ دیں گے اور اس طرح اسلام کی ایک مشترکہ خدمت ہوگی۔

جواباً عرض ہے کہ ہاں مرزا غلام احمد کی واقعی عادت تھی کہ وہ وقت کے دیگر اہلِ علم سے علمی مدد مانگتے اور انہیں برملا کہتے تھے کہ وہ اسے اپنی کتابوں میں حسبِ موقع جگہ دیں گے۔ سو یہ کیا ممکن نہیں کہ مرزا قادیانی نے مولوی محمد فضل خان صاحب سے بھی اسی قسم کی مدد مانگی ہو اور یہ اقتباسات مولوی محمد فضل خاں کے ہوں جنہیں مرزا قادیانی نے اپنی پانچ کتابوں میں حسبِ موقع پھیلا دیا ہو۔

انکشاف نمبر۵: مرزا غلام احمد قادیانی کی عام عادت تھی کہ وہ اپنی کتابوں کے دورانِ تالیف وقت کے دوسرے اہل علم سے مدد مانگتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم مرزا قادیانی کے ہی چند خطوط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مولوی چراغ علی صاحب (متوفی ۱۸۹۵ء) کو لکھے تھے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب آنریری سیکرٹری انجمن ترقی اُردو سلسلہ مطبوعات انجمن اُردو پاکستان نمبر۱۹۲ میں ''چند ہمعصر'' کے نام سے مولوی چراغ علی صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں: ''جس وقت ہم مولوی صاحب مرحوم کے حالات کی جستجو میں تھے تو ہمیں مولوی صاحب کے کاغذات میں سے چند خطوط مرزا غلام احمد قادیانی مرحوم کے بھی ملے جو انہوں نے مولوی صاحب کو لکھے تھے اور اپنی مشہور اور پُرزور کتاب براہین احمدیہ کی تالیف میں ان سے مدد طلب کی تھی۔'' (چند ہم عصر ص۳۷، ۳۸ طبع مئی ۲۰۱۷ء الفیصل ناشران کتب لاہور)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسروں سے کسبِ فیض کرنے کے بارے میں یہ ایک غیر جانبدار شہادت ہے مولوی عبدالحق صاحب کا مرزا غلام احمد کے نام کے ساتھ مرحوم لکھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب قادیانی اختلافات میں جمہور علمائے اسلام کے ساتھ نہ تھے اور مرزا قادیانی کی تکفیر نہ کرتے ہوں گے۔ سو ان کی یہ شہادت ایک غیر جانبدار شہادت ہے جسے تسلیم کیا جانا چاہئے ممکن ہے اسی طرح کے خطوط مرزا قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں کو بھی لکھے ہوں۔

اب ہم یہاں مرزا قادیانی کے چار خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے مولوی چراغ علی صاحب کو لکھے معلوم نہیں اس قسم کے اور کتنے لاتعداد خطوط ہوں گے جو مرزا قادیانی نے وقت کے دیگر اہلِ علم کو لکھے ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خط بنام مولوی چراغ علی صاحب

آپ کا افتخار نامہ محبت آمود ورود لایا۔ اگرچہ پہلے سے مجھ کو بہ نیت الزام خصم اجتماع براہین قطعیہ اثبات نبوت وحقیقت قرآن شریف میں ایک عرصہ سے سرگرمی تھی۔ مگر جناب کا ارشاد موجب گرم جوشی و باعث اشتعال شعلہ حمیت اسلام علی صاحبہ السلام ہوا اور موجب ازدیاد وتقویت وتوسیع حوصلہ خیال کیا گیا کہ جب آپ سا اولوالعزم صاحبِ فضیلت دینی ودنیوی تہہ دل سے حامی ہواور تائید دینِ حق میں دلی گرمی کا اظہار فرماوے تو بلاشائبہ ریب اس کوتائید غیبی خیال کرنا چاہئے۔ جزاکم اللہ نعم الجزاء! ماسواء اس کے اگر اب تک کچھ دلائل یا مضامین آپ نے نتائج طبع عالی سے طبع فرمائے ہوں وہ بھی مرحمت ہوں......'' (چند ہم عصر ص ۳۸ طبع لاہور مئی ۲۰۱۷ء)

مرزا قادیانی یہاں وہ مضامین مانگ رہے ہیں جو کہیں چھپے ہوئے نہیں۔ مولوی صاحب کے اپنے طبع زاد اور ان کی اپنی فکر کا نتیجہ ہوں، مرزا قادیانی یہاں انہیں اپنے مضامین میں جگہ دینا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اگر مرزا قادیانی نے مولوی محمد فضل خاں سے علمی مدد مانگی ہو یا ان کے قلمی مسودوں سے استفادہ کیا ہو تو یہ بالکل قرین قیاس ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی وقت کے دوسرے اہل علم سے اپنے مضامین میں ضرور مدد لیتے تھے اور لکھتے تھے۔ مضمون مبارک سے ممنون فرماویں۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط مولوی چراغ علی صاحب کے نام

(یہ خط ۱۹ر فروری ۱۸۷۹ء کا ہے)

''قرآن مجید کے الہامی اور کلامِ الٰہی ہونے کے ثبوت میں آپ کا مدد کرنا باعث ممنونی ہے نہ موجب ناگواری، میں نے بھی اسی بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ تالیف کرنا شروع کیا ہے۔ خدا کے فضل سے یقین کرتا ہوں کہ عنقریب چھپ کر شائع ہو جائے گا۔ آپ کی اگر مرضی ہو تو وجوہات صداقت قرآن جو آپ کے دل پر القاء ہوں (قرآن مجید کی صداقت پر مولوی چراغ علی کے دلائل اپنے رسالہ میں مختلف مواقع پر درج کرنا مرزا قادیانی کے ذوق تصنیف کا پتہ دے رہا ہے۔ مضامین القاء تو ہوں مولوی چراغ علی کے دل پر اور چھپیں مرزا غلام احمد کے نام

سے سلطان القلم کا یہ عجیب ذوق تصنیف ہے) میرے پاس بھیج دیں تا کہ اسی رسالہ میں حسبِ مواقع اندراج پا جائے یا سفیرِ ہند میں لیکن جو براہین (جیسے معجزات وغیرہ) زمانہ گزشتہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ان کا تحریر کرنا ضروری نہیں کہ منقولات مخالف پر حجت تو یہ نہیں آسکتیں جو نفس الامر میں خوبی اور عمدگی کتاب اللہ میں پائی جائے یا جو عندالعقل اس کی ضرورت ہو وہ دکھلانی چاہئے۔ بہرصورت میں اس دن بہت خوش ہوں گا کہ جب میری نظر آپ کے مضمون (دوسروں کے مضمونوں کا انتظار اوران کی طلب میں یہ لجاجت اور عاجزی آج تک کسی ایک شخص کے کلام میں نہیں دیکھی گئی جو آسمانی امامت کا مدعی اور الہامی علوم کا دعوے دار ہو۔ مرزا قادیانی کی یہ عاجزی یا وقت کے ان اہل علم کے سامنے ہوتی تھی جن سے انہیں علمی مدد ملتی ہو یا انگریزوں کے سامنے جن کے مراحم خسروانہ مرزا قادیانی کے شامل حال ہوتے تھے) پر پڑے گی۔ آپ بمقتضاء اس کے کہ **الکریم اذا وعد وفی** مضمون تحریر فرمادیں لیکن کوشش کریں کہ **کیف ما اتفق** مجھ کو اس سے اطلاع ہو جائے۔'' (چندہم عصر ص۳۸،۳۹)

مرزا غلام احمد کا ایک اور خط بنام مولوی چراغ علی

(یہ خط ۱۰رمئی ۱۸۷۹ء کا ہے)

''کتاب (براہین احمدیہ) ڈیڑھ سو جزو ہے جس کی لاگت تخمیناً نو سو چالیس روپے ہے اور آپ کی تحریر ملحق ہو کر اور بھی زیادہ ضخامت ہو جائے گی۔''

(مولوی عبدالحق صاحب ان خطوط کو نقل کرنے کے بعد اپنی رائے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں اور یہ رائے ہماری رائے کے بہت قریب ہے)

''ان تحریروں سے ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب مرحوم نے مرزا قادیانی مرحوم کو براہینِ احمدیہ کی تالیف میں بعض مضامین سے مدد دی ہے۔'' (چندہم عصر ص۴۰)

ایک دفعہ حکیم نورالدین نے مرزا قادیانی کو بڑے سخت پیرایہ میں کہا تھا کہ تم نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کا عقیدہ اس طرح کیوں لکھ دیا ہے تو مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ آپ کو کیا پتہ کہ براہین لکھتے کون کون سے قلم میرے ساتھ چلے اور وہ قلم کن کن کے تھے۔

اِس انکشاف کے بعد اس بات کے جاننے میں کوئی دقت نہیں رہی کہ مولوی محمد فضل خان کے بعض مضامین شائع ہونے سے پہلے مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس طرح نقل کئے گئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

حرمتِ خنزیر سے متعلق ایک یادداشت

قرآن شریف نے ہی خنزیر کو حرام قرار نہیں دیا اس سے پہلے توراۃ میں بھی اس کی حرمت بیان کی گئی تھی جس طرح مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں خنزیر جیسے نجاست خور اور بے غیرت جانور کو حرام کیا گیا۔ یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اصول تمہارے ہاں ہی کارفرما نہیں ہمارے ہاں بھی اسی طرح کارفرما ہے۔

تورات میں ہے: ’’اور سؤر تمہارے لئے اسی سبب سے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا تم نہ ان کا گوشت کھانا اور نہ ان کی لاش کو ہاتھ لگانا۔‘‘ (کتاب مقدس استثناء باب۱۴ آیت ۶،۷،۸)

ہوسکتا ہے اس میں اسرارِ شریعت سے استفادہ کیا گیا ہو۔

مرزا قادیانی نے اسے جن الفاظ میں پیش کیا ہے اس میں بہت سی عبارت کی غلطیاں بھی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: ’’یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص۲۰، خزائن ج۱۰ ص۳۳۸)

اس میں اور کے بعد نیز کا لفظ لائقِ غور ہے اور کا بھی وہی معنی ہے جو نیز کا ہے۔ مرزا قادیانی سے اس قسم کی غلطیاں بہت ہوتی تھیں۔ پھر مرزا قادیانی کے یہ الفاظ بھی ہم نے دیکھے ہیں: ’’غذاؤں کا بھی اِنسان کی رُوح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔‘‘ (ایضاً)

ذہن اِس طرح گیا کہ عبارت یوں ہونی چاہئے غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد کی اور تحریرات بھی ہم نے دیکھی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں ان سے متصور نہ تھیں معلوم ہوتا ہے ان کے روحانی خزائن میں کئی قلم چلتے تھے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت انہوں نے کسی اور صاحبِ قلم سے لی ہے اور اسے اپنا بنانے کے لئے کہیں کہیں الفاظ بدلے ہوں اور اسی کوشش میں ان سے یہ غلطیاں صادر ہوئی ہوں۔

اب مولوی فضل خاں اور مرزا غلام احمد کی ایک ہی عبارت دو کتابوں میں دیکھئے

مولوی محمد فضل خاں کی کتاب اسرار شریعت (جس کے مسودہ سے مرزا قادیانی نے یہ مضامین لئے)	مرزا غلام احمد کی اسلامی اصولوں کی فلاسفی
’’اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور، بے غیرت و دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی ہوگا۔ جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔‘‘ (اسرار شریعت ج۲ ص۳۳۶،۳۳۷)	’’اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور، اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو، کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑیگا جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی ص۲۰، خزائن ج۱۰ ص۳۳۸)

یہ دونوں مصنف ایک دور کے ہیں جو مولانا تھانوی سے قریباً ربع صدی پہلے ہوئے۔ مولانا تھانوی نے جیسا کہ وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لئے ہیں۔ یہ مضمون اسرار شریعت سے لیا ہے۔ خواہ مخواہ کہے جانا کہ انہوں نے یہ مضامین مرزا قادیانی کی کتابوں سے ہی لئے ہیں۔ یہ منہ زوری اور سینہ زوری ہے۔ اسرارِ شریعت میں اور نیز کے الفاظ نہیں۔ مولانا تھانوی کی عبارت میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ ان کی عبارت اسرارِ شریعت کے مطابق ہے، اس میں ہے: ’’کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔‘‘

(اسرار شریعت ج۲ ص۳۳۶)

مولانا تھانوی کی عبارت بھی یہی ہے لیکن مرزا قادیانی نے اسے اس طرح لکھا ہے: ’’کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۲۰)

اب آپ ہی یہ فیصلہ کریں کہ حضرت تھانوینے یہ اقتباس اسرارِ شریعت سے لیا ہوگا یا مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اور عبداللہ ایمن زئی قادیانی کی اس غلط بیانی کی بھی دل کھول کر داد دیں۔ وہ لکھتا ہے:

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’ہم ثابت کر چکے ہیں‘‘ حضرت تھانوی نے ان الفاظ کو اس طرح تبدیل کر دیا ہے کہ: ’’یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے۔‘‘ دیکھئے کیا یہ الفاظ اسرارِ شریعت کے نہیں؟

اب ایمن زئی (قادیانی) کا یہ کہنا ہے کہ حضرت تھانوی نے یہ الفاظ بدلے ہیں۔ کس قدر کھلا جھوٹ ہے جو قادیانیوں کو ہی زیب دیتا ہے۔

اسرارشریعت کی عبارت اصل معلوم ہوتی ہے۔ مباحث عقلیہ میں اپنے خیالات اور نتائج فکر سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ یہاں امور مسلمہ پیش کئے جاتے ہیں۔ مولوی محمد فضل خاں کا یہ کہنا کہ: ’’یہ بات ثابت شدہ اور مسلمہ ہے۔‘‘ ایک وزن رکھتا ہے اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا: ’’کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔‘‘ یہ محض ان کا ایک اپنا نتیجۂ فکر ہے جس کو عام مباحث عقلیہ میں جگہ نہیں دی جاسکتی۔

دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھو دونوں میں زیادہ صحیح اور موقعہ کے مطابق اسرار شریعت کی عبارت ملے گی۔ معلوم ہوتا ہے یہی اصل عبارت ہے۔ مرزا غلام احمد کی عبارت اس میں چند غلطیاں ملا کر مرتب ہوئی ہے۔ اسرارشریعت کا مرزا قادیانی کی وفات کے ایک سال بعد چھپنا اس سے اس احتمال کی نفی نہیں ہوتی کہ مرزا قادیانی کی نظر سے اسرارشریعت کے کچھ حصے بصورت مسودہ بطریق خط وکتابت نہ گزرے ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ مؤلف اسرارشریعت قادیان سے بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے۔ دونوں عبارتیں خود بول رہی ہیں کہ اصل کون سی عبارت ہوگی۔ پھر کس نے کس سے لیا ہوگا۔

مرزا قادیانی نے اس عبارت میں ایک اور بے ڈھب اضافہ کیا ہے اور وہ قانونِ قدرت کے الفاظ ہیں، ان پر غور کیجئے: ’’اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ

قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر پلید ہو۔‘‘
یہ عبارت اسرارِ شریعت میں ان خط کشیدہ الفاظ کے بغیر ہے اور حضرت تھانوی کی کتاب میں بھی اس طرح ہے مگر مرزا غلام احمد کی عبارت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ آپ ان الفاظ پر غور کریں اور ان کے بغیر عبارت کو آگے پیچھے سے پڑھ کر دیکھیں کہ یہ الفاظ جلی طور پر زائد اور بعد میں ملائے ہوئے معلوم ہوئے ہیں۔

ایک پڑھا لکھا آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ اسرارِ شریعت کی عبارت یقیناً پہلے کی ہے۔ گو چھپی بعد میں ہو اور مرزا قادیانی کی عبارت اس میں چند غلطیوں کا اضافہ ہے گو وہ چھپی پہلے ہو اور مرزا قادیانی نے اس کے مسودات سے اکتسابِ فیض کیا ہو۔ جیسا کہ ان کی عادت تھی کہ وہ معاصر اہلِ قلم سے علمی امداد لیا کرتے تھے۔

کچھ بھی ہو یہ کوئی علمی معارف یا قرآن کریم کی کوئی عمیق تفسیریں نہیں جو ان مصنّفین پر ہی کھلی ہوں بلکہ یہ وہ باتیں جو ان دونوں نے قبل از اسلام کے یونانی طبیبوں سے لی ہیں اور دونوں عبارات میں اس کا واضح اعتراف موجود ہے۔ اب اگر حضرت تھانوی بھی یہ عبارات اسرارِ شریعت سے لے لیں تو اس میں کیا اعتراض ہے یہ وہ باتیں ہیں جو کافروں سے بھی لی جاسکتی ہیں اور اس پر کسی کو تعجب نہ ہونا چاہئے۔ ہاں! یہ حضرت تھانوی کا کمالِ دیانت ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاف لکھ دیا کہ انہوں نے بعض مضامین ایک کتاب سے لئے ہیں۔

عبداللہ ایمن زئی کا ایک اور جھوٹ

ایمن زئی (قادیانی) حضرت مولانا تھانوی کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں جو لٹریچر تخلیق ہوا اور بڑے بڑے علماء ومفسرین نے اس مسئلے پر جو کچھ لکھا وہ سب حضرت تھانوی کی نظر میں تھا، مگر انہوں نے یہ سارا سرمایہ معرفت ایک طرف رکھ دیا اور مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں حرمت خنزیر کے جو اسباب بیان کئے تھے وہ اپنی کتاب میں نقل کر دیئے۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۷)

ایمن زئی (قادیانی) نے خط کشیدہ الفاظ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولانا نے اس موضوع پر پہلے لکھے گئے لٹریچر کو بالکل درخور اعتنا نہیں سمجھا اور مرزا قادیانی کی عبارت کو اپنی

کتاب میں جگہ دی ہے۔ہم نے حضرت تھانوی کی کتاب پھراس مقام سے دیکھی۔آپ نے اسرارِشریعت کی عبارت نقل کرنے بعداس موضوع پر پھراور مواد بھی فراہم کیا ہےاوراسرارِ شریعت کی عبارت میں جوکمی رہ گئی تھی۔اسے دیگر مصنّفین کی عبارات سے پُر کیا ہے۔بقول ایمن زئی (قادیانی) اسے یوں سمجھئے کہ مرزا قادیانی کی عبارت میں جوکمی رہ گئی تھی وہ حضرت تھانوی نے مخزن الادویہ سے پوری کی ہے۔

حضرت تھانوی لکھتے ہیں:''صاحب مخزن الادویہ فساد گوشت خوک (خنزیر) اور اس کی حرمت کے بارہ وجوہ ذیل تحریر کرتے ہوئے ظاہر فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرتِ انسانی کے برخلاف ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ:''(۱) گوشت خوک مولد خلط غلیظ است۔(۲) وموروث حرصِ شدید۔(۳) وصداع مزمن۔(۴) وداء الفیل۔(۵) واوجاع مفاصل۔(۶) وفساد عقل۔(۷) وزوال مروت۔(۸) وغیرت۔(۹) وحمیت۔(۱۰) وباعث فحش است واکثرے از فرق غیراسلامی آں رامے خورند وقبل ظہور نوراسلام گوشت آں رادر بازارمے فروختند وبعد ازاں درمذہب اسلام حرام و بیع آں ممنوع و موقوف گردید۔(۱۱) بسیار کثیف۔(۱۲) وبدہیبت است۔نیز اس کا گوشت کھانے سے انسان پرفوراً سوداوی امراض حملہ آور ہوتے ہیں۔'' (المصالح العقلیہ ص۲۷۹-۲۸۰طبع مارچ ۱۹۸۰ء)

ناظرین!غورفرمائیں کہ حضرت تھانوی نے دوسروں کی تحقیقات کیا یکسرنظرانداز کی ہیں یاانہیں بھی اپنی اس کتاب میں نقل کیا ہے۔

تأثیرِدُعا

مولوی محمد فضل خان نے اسرارِشریعت میں حقیقت دعاء وقضا پرایک مستقل عنوان قائم کیا ہےاور بات اس طرح واضح کی ہے۔گویا وہ اصولی طور پر دعاء وقضا کی حقیقت سمجھ رہا ہے۔مرزا غلام احمد کا اس موضوع پرسرسید احمد خاں سے واسطہ پڑا تھا۔اس نے اس میں عمومی پیرایہ ترک کر کے سرسید کومخاطب بنایا ہے۔اسرارِشریعت مباحثِ عقلیہ کے موضوع کی ایک اصولی کتاب ہےاورایسی کتابوں کا پیرایہ بیان عام ہوتا ہے۔ایسی کتابوں میں خاص افراد سے خطاب نہیں ہوتا۔اب آپ دونوں کتابوں کو دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ اصل عبارت

کون سی ہو گی اور اسے کس نے بدل کر اپنے خاص موضوع میں پیش کیا ہے۔ کچھ بھی ہو حضرت تھانوی نے یہ عبارات اسرارِ شریعت سے لی ہیں اور یہ بات ان کے دیئے حوالے کے عین مطابق ہے۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے انہوں نے انہیں نقل نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے یہ مواد مولوی محمد فضل خاں سے لیا ہے۔

اسرار شریعت مولوی محمد فضل خان	برکات الدعاء مرزاغلام احمد
''اگرچہ دنیا کی کوئی خیر وشر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کی حصول کے لئے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقل مند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترکِ دعا مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کرسکتا ہے کہ مثلاً علمِ طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا جب کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈالدی کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہان سے رخصت کر دے تو پھر کیونکر یہ امید کی جائیکہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرح کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ	''اگرچہ دُنیا کی کوئی خیر وشر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لئے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگرچہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعاء یا ترکِ دعا۔ مگر کیا سید صاحب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علمِ طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا...... خدا تعالیٰ اس بات پر تو قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سنا اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہاں سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مُردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی

بھی اثر نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ نظامِ الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دواؤں میں مرعی نہ ہو۔ جو شخص دواؤں کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعاء کا قائل نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور سال خوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پا کر اس دوا پر عام حکم لگا دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (اسرار شریعت ج۱ ص۲۴۴، ۲۴۵)	میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندوں کی بھلائی کے لئے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو؟ نہیں نہیں! ہرگز نہیں!! بلکہ خود سید صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بے خبر ہیں اور ان کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہیں رکھتے اور ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پرانی اور سالخوردہ اور مسلوب القوی دوا کو استعمال کرے اور پھر اسکو بے اثر پا کر اس دوا پر عام حکم لگا وے کہ اس میں کچھ بھی تاثیر نہیں۔ (برکات الدعا ص۴، خزائن ج۶ ص۷، ۸)

دونوں عبارتوں کے آخری کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے۔ اسرار شریعت کی عبارت میں کاتب کی غلطی سے دُعا کی بجائے دوا کا لفظ لکھا گیا جب کہ مرزا قادیانی کی عبارت میں لفظ دعا لکھا ہوا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں غلطی پہلے ہوئی ہے یا اصلاح اسرارِ شریعت کی عبارت اگر مرزا قادیانی کی کتاب سے ماخوذ ہوتی تو اس میں یہ غلطی نہ ہوتی۔ اس قسم کی غلطیاں عام طور پر پہلی تحریر میں ہی ہوتی ہیں اور زیادہ تر وہیں ہوتی ہیں جہاں کاتب قلمی مسودوں سے لکھ رہے ہوں غلطیوں کی اصلاح بعد میں ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد کی عبارت اصلاح شدہ ہے اور اس میں اسرارِ شریعت کے کتابت شدہ مسودہ کو ہی درست کیا گیا ہے...... حقیقت حال کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں کہ حضرت تھانوی نے مرزا غلام احمد کی پانچ کتابوں سے عبارات نہیں لیں۔ جیسا کہ ایمن زئی (قادیانی) کا دعویٰ ہے بلکہ ایک کتاب سے لی ہیں اور وہ اسرارِ شریعت ہے جس میں مرزا قادیانی کی پانچوں کتابوں کی زیرِ بحث عبارات موجود ہیں۔ اس میں کوئی شخص اختلاف کرے کہ ان دو میں سے پہلا لکھنے والا کون ہے۔ بے شک اسے اس اختلاف کا حق ہے ہم اس میں دخل نہیں دیتے لیکن اپنی رائے ہم نے عرض کر دی ہے یہ بات ہر شبہ سے بالاتر ہے کہ حضرت تھانوی نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے کوئی عبارت نہیں لی۔ اسی ایک کتاب سے آپ نے یہ عبارات لی ہیں اور آپ نے اسی ایک کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

نمازِ پنجگانہ کی عقلی حکمتیں

اسرارِ شریعت مولوی محمد فضل خاں	کشتی نوح مرزا غلام احمد
’’الغرض پنجگانہ نمازیں کیا ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہو یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا...... کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔‘‘ (اسرار شریعت ج۱ ص۱۰۴)	’’پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے (۱) پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۳،۶۴، خزائن ج۱۹ ص۶۹)

مرزا قادیانی کی عبارت میں ان الفاظ پر غور کیجئے۔

’’تمہاری زندگی کے لازمِ حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں۔‘‘

بلا کے وقت کے یہ الفاظ اسرارِ شریعت میں نہیں ہیں۔ اسرارِ شریعت میں پنجگانہ نمازوں کا جو نقشہ دیا گیا ہے۔ اس میں پانچویں نماز (نماز فجر) کو بلا کا وقت نہیں نجات کا وقت بتلایا گیا ہے۔ چار وقت بلا کے تھے اور یہ پانچواں نجات کا۔ مرزا قادیانی نے بھی پانچویں نماز کو نجات کا وقت بیان کیا ہے۔ یہ عبارت کہ پانچ تغیر بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں بعد میں بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سیاق وسباق سے ملتی عبارت وہی ہے جو اسرارِ شریعت میں دی گئی ہے۔ مرزا قادیانی نے اسے نقل کرنے میں جو اضافے کئے سب زائد عبارتیں معلوم ہوتی ہیں۔

مولوی محمد فضل خان صاحب نے اس کے بعد اپنی تائید میں کچھ ارشاداتِ نبوی اور بعض اطبّاء کے اقوال بھی درج کئے ہیں انہیں دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث اور اقوال مولوی صاحب کے مضمون کا جزو ہیں۔ مرزا قادیانی کی کتاب میں یہ موجود نہیں ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اسرارِ شریعت کے مسودے سے حسبِ خواہش تلخیص کی ہے۔ مرزا قادیانی نے اسرارِ شریعت کی جو عبارت چھوڑ دی ہے اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ نے زوال کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ فرمایا رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ اس وقت کے تغیرات کے آثار جو جسم انسانی پر ظاہر ہوتے ہیں۔ طبیبوں نے اپنی طبی کتابوں میں بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ مفرح القلوب شرح قانونچہ میں لکھا ہے...... الخ'' (اسرارِ شریعت ج اوّل ص۱۰۴)

اب عبداللہ ایمن زئی (قادیانی) کی ان سطور پر بھی غور کرو جب خدا کا خوف نہ رہے تو انسان اس قسم کے جھوٹ سے بھی پرہیز نہیں کرتا۔ ایمن زئی (قادیانی) لکھتے ہیں: ''بیان کردہ حکمتیں حضرت تھانوی کو اس قدر پسند آئیں کہ لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل فرما دیں۔ البتہ اتنا کیا کہ مرزا قادیانی کی بیان کردہ حکمتوں کی مزید تشریح کے لئے ارشاداتِ نبوی، شرح وقایہ اور اطبّاء کے اقوال درج کر دیئے۔'' (کمالات اشرفیہ ص۱۶)

اسرارِ شریعت کی وہ عبارات جو مرزا قادیانی نے چھوڑ دیں ان میں واقعی کچھ ارشاداتِ نبوی اور کچھ اقوال اطبّاء موجود ہیں۔ حضرت تھانوی کی عبارت میں بھی یہ ارشاداتِ نبوی اور اقوال اطبّاء موجود ہیں۔ اس سے یہ حقیقت نصف النہار کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حضرت تھانوی نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لئے ہیں نہ کہ مرزا قادیانی کی کتابوں سے...... اسرارِ شریعت اور المصالح العقلیہ کی عبارات ایک دوسرے کے مطابق ہیں اور مرزا غلام احمد کی تلخیص کچھ مختلف ہے۔ دونوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرت مولانا تھانوی) کی عبارات میں وہ پورے مضامین موجود ہیں۔ اب کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ حکیم الامۃ حضرت تھانوی نے یہ مضامین مرزا غلام احمد کی کتابوں سے لئے ہیں۔ ایمن زئی (قادیانی) نے غلط کہا ہے کہ مولانا تھانوی نے شرح وقایہ اور اطبّاء کے اقوال اپنی طرف سے

درج کئے ہیں۔ اقوالِ اطبّاء اسرارِشریعت سے ماخوذ ہیں اور شرح وقایہ کا تو اس عبارت میں سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ایمن زئی قادیانی کو اس میں شرح وقایہ کا نام لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی سے شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھ رہے ہیں شاید وہ شرح قانونچہ کو شرح وقایہ پڑھتے رہے ہوں۔

نمازعصر کی بحث میں ایمن زئی (قادیانی) نے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت کو مرزا قادیانی کی عبارت کے بالمقابل نقل کرتے ہوئے معلوم نہیں یہ فقرہ کیوں حذف کردیا ہے: ’’صریح نظر آتا ہے کہ اب غروب نزدیک ہے جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہئے۔ اس روحانی حالت کے مقابل نماز عصر مقرر ہوئی۔‘‘

(کمالات اشرفیہ ص۱۸)

ایمن زئی (قادیانی) نے خط کشیدہ فقرہ شاید اس لئے حذف کردیا ہے کہ یہ عبارت مرزا قادیانی کی عبارت کے مقابل ایک سی دکھائی دے اور وہ کہہ سکیں کہ حضرت تھانوی نے لفظ بہ لفظ مرزا قادیانی سے نقل کی ہے۔ اس لئے اس فقرے کا حذف کرنا ضروری تھا۔

اسرارِ شریعت	کشتی نوح
’’خدا تعالیٰ نے تمہارے فِطرتی تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لئے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہارے اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کی قضاء وقدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر وبرکت کا دن چڑھے۔ (خاتم الاولیاء اسرارِ شریعت ص۱۰۶، ۱۰۷)	’’اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدے کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں، تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء وقدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر وبرکت کا دن چڑھے۔ (کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ص۷۰)

ان دونوں عبارتوں میں اختلاف الفاظ کا جائزہ لیجئے۔ انسانی زندگی کے یہ پانچ تغیرات ہی اس کی پانچ حالتیں ہیں جن میں پانچ نمازیں مقرر کی گئی ہیں۔ تغیر حالت بدلنے کو ہی کہتے ہیں اور یہ پانچ تغیرات پانچ حالتیں ہی ہیں۔ پانچ تغیرات میں پانچ حالتیں بالکل بے معنی بات ہے۔

اسرارِ شریعت میں ہے: ’’خدا تعالیٰ نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔‘‘ (اسرار شریعت ج اوّل ص۱۰۶)

اور مرزا غلام احمد کی عبارت یہ ہے: ’’خدا نے تمہارے فطری تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۰)

یہاں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اصل عبارت کون سی ہے اور نقل کون سی۔ فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں وہی کہہ سکتا ہے جو تغیر کے معنی حالت بدلنا نہ جانے۔ اصل عبارت اپنی جگہ پوری طرح واضح اور صحیح ہے اور مرزا قادیانی کی عبارت واقعی ایک بدلی عبارت معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح اس عبارت کے آخری حصہ میں مرزا غلام احمد کے الفاظ: ’’پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو‘‘ کا مولوی محمد فضل خاں کے الفاظ: ’’پس تم قبل اس کے جو دن چڑھے اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو‘‘ سے مقابلہ کرو لفظ تم کو مقدم لانے میں جو زور ہے وہ پچھلی عبارت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ مرزا قادیانی کی عبارت اسی میں ایک تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ اب بتایئے چور کون نکلا۔

پھر اس فقرہ کو اس کے سیاق میں دیکھئے: ’’نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔‘‘ (اسرارِ شریعت ج۱ ص۱۰۷)

اور مرزا غلام احمد کے اس فقرہ پر بھی غور کیجئے: ’’نمازوں میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۰)

جس سیاق وسباق میں اس مضمون پر بحث کی گئی ہے وہ مختلف حالتوں کا بیان ہے۔ اس کے پیشِ نظر اسرارِ شریعت کا فقرہ صاف طور پر نظر آرہا ہے اور مرزا قادیانی کا پیرایہ یہاں وہ وزن نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا یہاں وہ نماز کی تعریف کر رہے ہیں پنجگانہ نمازوں کی

تعریف نہیں کر رہے۔ حالانکہ موضوع وہی تھا۔ سو بات وہی صحیح ہے جو اسرار شریعت کے مصنف نے کہی ہے کہ نمازیں آنے والی بلاؤں کا علاج ہیں۔

مولوی محمد فضل خاں نے جہاں اس بات کو ختم کیا ہے وہاں خاتم اولیاء کا حوالہ دیا ہے۔ مرزا غلام احمد نے جہاں یہ بات ختم کی ہے وہاں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ مولوی محمد فضل خان نے یہ مضمون خاتم اولیاء سے لیا ہے۔ مرزا قادیانی سے نہیں افسوس کہ مرزا قادیانی نے اسے خاتم اولیاء یا اسرار شریعت کا حوالہ دیئے بغیر نقل کیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں عبارت چور کون نکلا۔

صورت حال کچھ بھی ہو یہ ہمارا اصل موضوع نہیں۔ ہاں! یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبارت زیرِ بحث اسرارِ شریعت سے لی ہے۔ مرزا غلام احمد کی کتاب کشتیٔ نوح سے نہیں۔ اختلافی الفاظ میں مولانا تھانوی کی عبارت اسرارِ شریعت کے موافق ہے کشتی نوح کے موافق نہیں۔ اس تقابلی مطالعہ سے دوست محمد شاہد یا ایمن زئی قادیانی کا یہ دعویٰ کہ مولانا تھانوی نے یہ عبارات مرزا غلام احمد کی کتابوں سے ہی لی ہیں اعلانیہ طور پر غلط ٹھہرتا ہے اور قادیانی الزامات کی عمارت دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے۔

قویٰ انسانی کا استعمال

عبداللہ ایمن زئی قادیانی نے (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۰) پر یہ عنوان قائم کیا ہے اور لکھا ہے: ’’حضرت مولانا تھانوی اپنی کتاب کے لئے اس موضع پر غور فکر اور مطالعہ فرما رہے تھے۔ تلاش و تحقیق کے دوران مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت انہیں ملی۔ انہوں نے یہ کتاب پڑھی اور محسوس کیا کہ انسانی قویٰ کے استعمال کے جو طریقے مرزا قادیانی نے قرآن شریف پر تدبر کرنے کے بعد بیان کئے ہیں ان سے بہتر نکات بیان نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ انہوں نے مرزا قادیانی کی کتاب کا یہ اقتباس پسند فرمایا اور اپنی کتاب کو اس سے آراستہ فرمالیا۔‘‘

(کمالات اشرفیہ ص۲۰)

سابقہ الزامات کی طرح یہ الزام بھی بالکل بے وزن ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کی کتاب سے یہ اقتباس لیا نہ اس سے اپنی اس کتاب کو آراستہ

کیا۔ یہ مضمون بھی آپ نے اس کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا تھا۔ یہی عبارت نہیں۔ حضرت تھانوی پیچھے کئی عنوانات سے اس کتاب کے مضامین کو آگے لا رہے ہیں ہم دونوں کے عنوانات درج ذیل کرتے ہیں:

۱...... ’’برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں ڈوبا دے کر نکالنے کی وجہ۔‘‘

(اسرار شریعت ج۲ص ۳۶۷)

۲...... ’’پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔‘‘ (ص۳۶۸)

۳...... ’’انسان کے لئے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟‘‘ (ص۳۶۹)

۴...... ’’گوشت وترکاری کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔‘‘

(ص۳۶۹)

۵...... ’’انسان میں قوتِ غضبیہ وحلم وغیرہ کی حکمت۔‘‘ (ص۳۷۰)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے عنوانات بھی یہی ہیں:

۱...... ’’برتن میں مکھی پڑنے سے اس کو اس میں غوطہ دے کر نکالنے کی وجہ۔‘‘

(احکام اسلام عقل کی نظر میں المصالح العقلیہ ص۳۰۰ طبع مارچ ۱۹۸۰ء)

۲...... ’’پانی اور برتن میں سانس لینا و پھونکنا منع ہونے کی وجہ۔‘‘ (ص۳۰۱)

۳...... ’’انسان کے لئے گوشت کھانا کیوں جائز ہوا؟‘‘ (ص۳۰۲)

۴...... گوشت اور ترکاریاں کھانے سے انسان کے روحانی اخلاق کیسے پیدا ہوتے ہیں۔‘‘ (ص۳۰۲)

۵...... ’’انسان میں قوتِ غضبیہ وحلم وغیرہ کی حکمت۔‘‘ (ص۳۰۳)

آپ نے دیکھا یہ عنوانات کس طرح ہو بہو ایک دوسرے کے مطابق آ رہے ہیں۔ پانچویں نمبر کا عنوان ہے جس کے تحت وہ عبارت درج ہے جسے ایمن زئی مرزا قادیانی کی کتاب سے لیا گیا۔ اقتباس کہہ رہے ہیں جب حضرت تھانوی کے پچھلے چار عنوانات اسرارِ شریعت سے منطبق چلے آ رہے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مرزا قادیانی کا موضوع نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضرت نے یہ مضامین اسرارِ شریعت سے لئے ہیں نہ کہ غلام

احمد سے اور ایمن زئی کا یہ کہنا کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب سے لئے ہیں اس میں کسی طرح کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ پھر ان دونوں کتابوں (مولوی محمد فضل خاں اور حضرت تھانوی کی کتابوں) کے مذکورہ پانچویں عنوان کو جو مناسبت ان کے چوتھے عنوان سے ہے وہ بتارہی ہے کہ مولوی محمد فضل خاں کا یہ مضمون اپنے ماقبل سے مسلسل اور مربوط ہے اور یہ صورت اس بات کی شاہد ہے کہ مضمون اسرارِ شریعت میں اصل ہے نسیم دعوت میں نہیں۔ اب اسے مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت میں دیکھئے انہوں نے یہاں کوئی ایسے عنوانات نہیں دیئے۔ البتہ پیرا بندی ضرور کی ہے جو ایک مضمون کو دوسرے سے جُدا کرتی ہے۔ ہم ان پیراجات کے ابتدائی الفاظ درج کرتے ہیں: ''کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے اس جگہ انجیل کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا۔'' (نسیم دعوت ص ۶۸، خزائن ج۱۹ ص ۴۳۶)

''علاوہ اس کے یہ بھی سخت غلطی ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔'' (ایضاً)

''اب دیکھو آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے۔''

(نسیم دعوت ص ۷۰، خزائن ج۱۹ ص ۴۳۸)

''اب ہم آریہ مذہب میں کلام کرتے ہیں۔'' (ایضاً)

وہ عبارت جو اسرارِ شریعت اور حضرت تھانوی کی کتاب میں مشترک ہے وہ مرزا قادیانی کے مندرجہ بالا پیراجات میں سے دوسرے کے تحت دی گئی ہے کہ: ''یہ بھی سخت غلطی ہے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل کہا جائے۔''

اب جو شخص ان تینوں کتابوں کو دیکھے اسے اس یقین سے چارہ نہ رہے گا کہ حضرت تھانوی کی کتاب، اس کے عنوانات اور سیاق وسباق اسرار شریعت سے ملتے جلتے ہیں نہ کہ مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت سے۔

اب عبداللہ ایمن زئی کے کہنے پر کیسے باور کر لیا جائے کہ حضرت تھانوی نے مضمون زیرِ بحث مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت سے لیا ہے۔

پھر مرزا قادیانی کی عبارت میں یہ جُملہ بھی لائقِ غور ہے: ''اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے۔'' (کمالات اشرفیہ ص ۲۱)

اب اسے حضرت تھانوی کی کتاب میں دیکھئے: ’’اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر...... الخ۔‘‘ (ازکمالات اشرفیہ ص۲۱)

اب آیئے دیکھیں کہ یہ جملہ اسرارِ شریعت میں کس طرح ہے اور پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ حضرت تھانوی نے اسے اسرارِ شریعت سے لیا ہے یا نسیم دعوت سے۔ اسرارِ شریعت میں یہ جملہ اس طرح ہے

’’اگر خدا نے انسان میں ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے۔‘‘

(اسرارشریعت ج۲ ص۳۷۰)

اب بھی کیا کسی پڑھے لکھے آدمی کو یہ کہنے کی ہمت ہے کہ حضرت تھانوی نے مرزا قادیانی کی کتاب نسیم دعوت سے یہ اقتباس لیا ہوگا۔

جہاں تک اسرارِ شریعت اور نسیم دعوت کے تقابلی مطالعہ کا تعلق ہے، اسرارِ شریعت کی عبارت اپنے محل اور سیاق وسباق میں خوب چسپاں دکھائی دیتی ہے اور ذہن گواہی دیتا ہے کہ اصل عبارت یہیں کی ہے اور مرزا قادیانی نے اسے جس محل میں سمویا ہے وہاں اسے تکلف سے چسپاں کیا گیا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ مرزا قادیانی نے اسرارِ شریعت کے مسودے سے کسی نہ کسی طرح استفادہ کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی علمی قابلیت مولوی فضل خاں کی قابلیت کے برابر نظر نہیں آتی۔

پھر ایمن زئی (قادیانی) نے (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۲) پر مرزا قادیانی کا ایک نوسطری اقتباس درج کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ: ’’مرزا قادیانی کی جو عبارت حضرت تھانوی نے حذف کر دی ہے وہ یہ ہے۔‘‘ (کمالات اشرفیہ ص۲۲)

جواباً عرض ہے کہ یہ نوسطریں اسرارِ شریعت میں جہاں سے حضرت تھانوی یہ عبارت لے رہے ہیں نہیں ہیں۔ وہاں عبارت اسی طرح ہے جیسے حضرت تھانوی نے پیش کی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ ایمن زئی اقرار کریں کہ حضرت تھانوی نے واقعی مرزا قادیانی کی نسیم دعوت سے یہ اقتباس نہیں لیا۔ اُلٹا یہ دعوے کر رہے ہیں کہ حضرت تھانوی نے ان نوسطروں کو حذف کر دیا ہے۔ انہیں اگر یہ الزام کسی پر لگانا ہی تھا تو مولوی محمد فضل خان پر لگاتے نہ کہ حضرت تھانوی پر۔ ایمن زئی قادیانی کی اس جسارت پر ہمیں حیرت ہوتی ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ وارد

مولوی فضل خاں کا کچھ اور تعارف
مرزا غلام احمد کے حلقہ میں وحی کا عام سلسلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

وحی نبوت ملاء اعلیٰ سے اترتی ہے اور زمین پر جو جگہیں محل شیاطین ہوتی ہیں۔ بسا اوقات وہاں کے درختوں پر جنات کے کڑے بسیرے ہوتے ہیں۔ یہاں سے شیاطین اپنے دوستوں پر وحی اتارتے ہیں اور وہ غلط فہمی سے اسے آسمانی وحی سمجھ لیتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:''ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افّاک اثیم یلقون السمع واکثرھم کاذبون'' (الشعراء:۲۲۱ تا ۲۲۳)

(ترجمہ) میں بتاؤں کن پر اترتے ہیں شیطان؟ اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہگار پر لا ڈالتے ہیں (ان پر) کوئی اوپر سے سنی بات اور زیادہ وہ ہیں جو جھوٹ ہی کہتے ہیں۔

شیطان کبھی ایک آدھ ناتمام بات امور غیبیہ جزئیہ کے متعلق اوپر سے لے بھاگتے ہیں اور اس میں اپنے سو جھوٹ ملا کر اپنے کاہن دوستوں کو پہنچاتے ہیں۔ حقیقت ان کی وحی کی بس یہی ہے۔

جہاں شرک کے مراکز ہوں یا گندگی کے ڈھیر ہوں، وہاں ان شیاطین کے مرکز ہوتے ہیں۔ حضورﷺ کو شروع وحی سے کہا گیا تھا۔ وَالرُّجْزَ فَاھْجُر (مدثر:۵) آپ ہر گندگی سے کنارے پر رہیں، وحی نبوت ستھرے ماحول میں اترتی ہے اور پاک فطرت لوگوں پر آتی ہے۔

''فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطّھّرین'' (التوبہ:۱۰۸)

(ترجمہ) اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کے متلاشی ہیں اور اللہ ایسے پاکیزہ لوگوں سے پیار کرتے ہیں۔

سیالکوٹ میں شہر کے ریلوے پھاٹک کے قریب ایک لال حویلی تھی جس میں کسی پرانے دور میں شیاطین کا ایک بڑا بسیرا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی جب سیالکوٹ میں ملازم تھا اسے اس حویلی میں شیطان نے آ گھیرا۔ پھر اس قسم کے کئی دوسرے بسیروں میں بھی ارتعاش

پیدا ہوا اور مرزا غلام احمد کے ان لوگوں سے بھی رابطے قائم ہوگئے جن پر شیاطین اترتے تھے۔ مرزا کے الہامات کا ایک شکار پٹیالہ کا ایک ڈاکٹر عبدالحکیم بھی تھا وہ بیس سال تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتا رہا اور اس کا معتقد رہا۔ اس پر بھی الہامات اترتے تھے۔ الہامات کے ایک ٹکراؤ میں ڈاکٹر عبدالحکیم مرزا غلام احمد کی عقیدت سے نکل گیا اور اسے الہام ہوا کہ مرزا غلام احمد پر ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے موت آجائے گی اور پھر یہ بھی امر واقع ہے کہ مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو اس دار فانی سے چل بسا۔

اس زمانے میں بڑی تعداد میں الہام کے مدعی اٹھے

’’ایسی خوابیں اور ایسے الہام مختلف قسم کے لوگوں کو ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی سچے بھی ہوجاتے ہیں اور ایسے آدمی اس ملک میں پچاس سے بھی زیادہ ہیں جو الہام اور وحی کے مدعی ہیں اور ان لوگوں کا ایسا وسیع دائرہ ہے کہ کوئی شرط سچے مذہب اور نیک چلنی کی بھی نہیں۔ اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ باوجود اختلاف مذہب اور عقیدہ کے ہر ایک فرقہ کے لوگوں کو خوابیں اور الہام ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنی خوابوں اور الہاموں کے ذریعہ سے جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں اور بعض خوابیں ہر ایک فرقہ کی سچی بھی ہوجاتی ہیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۴، خزائن ج۲۲ ص۶)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوجاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ پہلے اس نے میری بیعت کی تھی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا...... پھر مرتد ہوگیا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۳۲۱، خزائن ج۲۳ ص۳۳۶، ۳۳۷)

ڈاکٹر عبدالحکیم کا مرزا غلام احمد کے بارے میں بیس سالہ تجزیہ

مرزا غلام احمد اپنے بارے میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی رائے اس طرح نقل کرتا ہے:

’’عبدالحکیم خاں نے اپنے دوسرے ہم جنسوں کی پیروی کر کے میرے پر یہ الزام لگائے ہیں کہ: (۱) میں جھوٹ بولتا رہا ہوں، (۲) اور میں دجال ہوں، (۳) حرامخور ہوں، (۴) اور خائن ہوں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں طرح طرح کی میری عیب شماری کی ہے۔ چنانچہ میرا نام (۴) شکم پرست، (۶) نفس پرست، (۷) متکبر، (۸) دجال شیطان، (۹) جاہل، (۱۰) مجنون، کذاب، سست، حرام خور، عہد شکن اور خائن رکھا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۸۱،۱۸۲، خزائن ج۲۲ ص۱۸۸)

اس عبدالحکیم نے اپنے رسالہ الذکر الحکیم کے ص۴۵ پر مرزا غلام احمد کے بارے میں لکھا تھا: ’’مجھے آپ کی طرف سے کوئی لغزش نہیں ہے۔ وہی ایمان ہے کہ آپ مثیل مسیح ہیں، مسیح ہیں اور مثیل انبیاء ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۸۳، خزائن ج۲۲ ص۱۹۰)

ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کے شیطانی ہونے کا دعویٰ

مرزا غلام احمد ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کو شیطانی الہام قرار دیتا تھا۔ وہ لکھتا ہے: ’’یہ تو ہم قبول کر سکتے ہیں کہ اس کو بوجہ فطرتی مناسبت کے شیطانی خوابیں آتی ہوں گی اور شیطانی الہام بھی ہوتے ہوں گے ...... شیطانی خوابیں اور شیطانی الہام وہ ہیں جو اب میری مخالفت کی حالت میں اس کو ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ کوئی نمونہ خدائی طاقت کا نہیں۔ سو اس کو کوشش کرنی چاہئے کہ شیطان اس سے دور ہو جائے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۸۵، خزائن ج۲۲ ص۱۹۱،۱۹۲)

(نوٹ) کیا ڈاکٹر عبدالحکیم کا یہ الہام بھی شیطانی تھا کہ مرزا غلام احمد ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے ہلاک ہو جائے گا؟ کیا شیطان علم غیب رکھتا ہے؟ اور کیا حقیقت نہیں کہ مرزا غلام احمد واقعی اس الہام کے مطابق ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ سے مر گیا تھا؟

اسی طرح جموں کشمیر کا چراغ دین بھی مرزا غلام احمد کے ہم عصر ملہمین میں سے تھا وہ بھی ان عصری ملہمین میں مرزا غلام احمد کو بڑا مانتا تھا اور اس نے بھی مرزا کی بیعت کی تھی۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’میں نے رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پا کر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلاء ہو کر ہلاک کیا جائے گا تو بعض مولویوں نے میری ضد سے اس کی رفاقت اختیار کی۔ (جب چراغ دین جموں والا جو

میرا مرید تھا مرتد ہوگیا اور بعد ارتداد میں نے خداتعالیٰ سے یہ الہام پاکر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہوکر ہلاک کیا جائے گا......) اس نے ایک کتاب بنائی جس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں مجھے دجال قرار دیا اور اپنا یہ الہام شائع کیا کہ میں رسول ہوں اور خدا کے مرسلوں میں سے ایک مرسل ہوں اور حضرت عیسیٰ نے مجھے ایک عصا دیا ہے کہ میں اس عصاء سے اس دجال کو (یعنی مجھ کو) قتل کروں ...... پھر بعد اس کے ایک اور چراغ دین یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے بھی میری وفات کے بارے میں کوئی پیش گوئی کی ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۱۲۳ بمع حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۲۶)

''ایک شخص مسمی چراغ دین ساکن جموں والا جو میرا مرید تھا پھر مرتد ہوگیا......اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا میں عیسیٰ کا رسول ہوں (مجھے عیسیٰ بن مریم نے بھیجا ہے) اور اس نے میرا نام دجال رکھا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ نے مجھے عصا دیا ہے کہ اس دجال کو اس عصاء کے ساتھ قتل کروں۔'' (حقیقت الوحی ص۱۲۲، خزائن ج۲۲ ص۱۲۶)

اس چراغ دین کی دعائے مباہلہ بھی مرزا غلام احمد نے اپنی اس کتاب کے ص۳۷۴ سے ۳۷۸ تک نقل کی ہے۔ مرزا نے اس کتاب کے (ص۱۵۹، خزائن ج۲۲ ص۱۶۳) پر چراغ الدین جموی اور ڈاکٹر عبدالحکیم دونوں کو مرتد لکھا ہے۔ سو اگر اب مسلمان مرزا غلام احمد کو مرتد کہیں تو قادیانیوں کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے۔

مرزا غلام احمد کا ایک اور ملہم مرید مولوی فضل خاں آف چنگا بنگیال

مولوی فضل خاں کی کتاب اسرار شریعت میں بہت سی غلط باتیں بھی ملتی ہیں۔ یہ کتاب صحیح اور غلط باتوں کا مجموعہ ہے۔ مولوی فضل خاں کو مرزا غلام احمد کی زندگی میں قادیانیت سے نکلنے کا موقعہ نہ ملا تاہم وہ بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہے جنہیں اللہ رب العزت نے قادیانی الحاد سے نکلنے کی سعادت عطاء فرمائی۔

مولوی فضل خاں کا ایک مختصر تذکرہ

گوجر خاں (ضلع راولپنڈی) کے مشرق کی طرف موضع چنگا بنگیال میں ایک مولوی فضل خان اچھے صاحب قلم تھے۔ مرزا غلام احمد اپنی تالیفات میں ان سے علمی مدد لیتا تھا۔ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد سے عمر میں کچھ کم لیکن علمی قابلیت میں اس سے فائق تھے

ان دو کے علمی رابطے تھے پھر معلوم نہیں کیا ہوا کہ مولوی فضل خاں مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے مغالطے میں آ گئے اور اس کے الہامات کا ان پر اثر ہو گیا۔ حکیم نورالدین بھی مولوی فضل خاں کے معتقد تھے اور وہ مولوی فضل خاں کی کتابوں کی اشاعت کرتے تھے۔ مولوی فضل خاں کا مسکن چنگا بنگیال کافی عرصے سے شیاطین کا مرکز چلا آ رہا تھا۔ ان کے بھی ان شیاطین سے رابطے قائم ہو گئے جو مرزا غلام احمد پر اترتے تھے یہاں تک کہ پھر مولوی فضل خاں پر بھی بقول خود وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تاہم مولوی فضل خاں نے مرزا غلام احمد کی زندگی میں کھلا دعویٰ نبوت نہ کیا۔ ہم ذیل میں مولوی فضل خاں کی ایک پرانی تحریر جو ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں کے پاس موجود ہے۔ ہدیہ قارئین کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس وقت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے تھے۔ مولوی محمد فضل خاں کی وہ پرانی تحریر یہ ہے: ’’میرے پر اب بھی وحی کا سلسلہ جاری و ساری ہے مگر میں حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مولوی فضل خاں بقلم خود۔‘‘

موضع چنگا بنگیال میں ایک غیبی پیر کی آمد

مولوی فضل خاں (۱۹۳۸ء) کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں بیان کرتے ہیں ہم بچپن میں تھے کہ ہمارے گاؤں میں اچانک ایک پیر صاحب کی آمد ہوئی۔ پروفیسر صاحب ان کا نام اور مقام معلوم نہ کر سکے۔ تاہم وہ ان کے دادا کو لے کر گاؤں کی مسجد میں گئے۔ وہ اہل سنت کی مسجد تھی۔ وہاں پیر صاحب نے ان کے دادا کو امامت کے لئے کہا میرے دادا نے کہا آپ مسافر ہیں آپ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ ان پیر صاحب نے نماز پڑھائی اور میرے دادا نے اس کے پیچھے اہل سنت کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔ یہ گویا کھلے طور پر ان کے دادا کا قادیانیت چھوڑنے کا ایک اعلان تھا۔

مولوی فضل خاں تک غیب کی باتیں کس طرح پہنچتی رہیں؟

پروفیسر آصف خاں اپنے بچپن کی یہ حکایت عام بیان کرتے ہیں: ’’کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہمارے دادا نے ہمیں علی الصبح کہا کہ اپنے گاؤں میں فلاں آدمی کے گھر جاؤ اور اسے یہ دوا دے آؤ اسے نصف رات سے پیٹ میں درد ہے۔ کبھی کہا۔ فلاں گلی میں فلاں گھر میں یہ سر درد کی دوا دے آؤ۔ اس سے ہم بھی اور گاؤں کے عام لوگ بھی حیران ہوتے کہ مولوی فضل خاں

یہ غیبی خبریں کہاں سے سن پاتے ہیں۔اس وقت تک شاید مولوی فضل خاں پر یہ حقیقت نہ کھلی تھی کہ خواب یا کشف میں کسی غیبی بات کا معلوم ہو جانا یہ کوئی وحی نبوت نہیں ہے۔‘‘

ان حالات کی صور ممکنہ معلوم نہیں کس طرح ان پر کھلتی تھیں؟

ویسے تو ان حالات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔حقیقت حال کیا تھی اسے وہی جانے۔ تاہم بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ کسی محل شیاطین میں ہزاروں جنّات کسی پورے علاقے اور ہر گھر میں گھس کر وہاں کی باتیں سنیں اور جس گھر میں کوئی مریض اپنی کوئی شکایت اپنے اہل خانہ کو بتا رہا ہو اسے سن پائیں اور اپنے کسی سربراہ کو وہ مولوی فضل خاں ہو یا مرزاغلام احمد قادیانی یا چراغ دین جموی یا کسی اور مورد الہام شیطانی کو بتا دیں کہ فلاں گھر میں ایک شخص اور فلاں گھر میں دوسرا شخص فلاں فلاں تکلیف میں مبتلاء ہیں اور یہ حکیم اپنی تجویز سے کوئی نہ کوئی دوا انہیں بھیج دے۔اس سے شیطانی جنّات کی یہ خواہش پوری ہوگی کہ یہ جہلاء دیہاتی لوگ آہستہ آہستہ ان کفریات کو بآسانی قبول کرسکیں گے کہ انہوں نے خود ان ملہمین شیطانی کو بارہا غیبی خبروں پر مطلع پایا ہے۔

اس قسم کی غیبی خبریں اور ان پر مرزاغلام احمد کو مختلف اوقات میں اطلاع ہو جائے ایسے واقعات ایک نہیں بیسیوں آپ کو حقیقت الوحی میں ملیں گے اور ان جیسے حیرت افزاء واقعات سے سطحی سمجھ رکھنے والے لوگوں کا کسی ابتلاء میں آجانا بہت آسان معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح بعض لوگوں کو جنّات کی ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اسی طرح بعض اوقات وقت کے برگزیدہ لوگ بھی ان جنّاتی ڈیروں اور شیطانی مراکز پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے نورانی علم سے ان کی ظلمت تار تار کر دیتے ہیں۔مولوی فضل خاں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا کہ اچانک ایک پیر صاحب ان کے ہاں آوارد ہوئے اور انہیں لے کر گاؤں کی مسجد میں پہنچ گئے اور وہاں مولوی فضل خاں کے قادیانیت سے توبہ کرنے کی خبر عام ہوگئی۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلفاء میں مانسہرہ کے نور عالم چشتی بھی ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا ذکر فوز المقال فی خلفاء پیر سیال میں ملتا ہے۔حضرت نور عالم چشتی کے بیٹے قاضی عبدالحق فاضل دیوبند تھے اور انہیں ان کے والد نے ہی دیوبند بھیجا تھا۔ان

کے بیٹے[1] مولوی محمود حسن کئی رات چنگا بنگیال مولوی محمد فضل خاں کے کمرہ میں (مرتب) ٹھہرے۔ چنگا بنگیال کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں چھپر شریف کے نام سے معروف ہے وہاں آج کل وارثی سلسلہ کے ایک پیر اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں۔

مولوی محمود حسن مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ وہاں بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا کہ وہاں میں نے بھی ایک رات دو غیبی آوازیں سنیں میں جس کمرہ میں سویا ہوا تھا وہاں اور کوئی نہ تھا۔ میں یہ آوازیں سنتے ہی پسینہ سے شرابور ہوگیا۔ اس گھبراہٹ میں میں اٹھا اور میں نے بتی روشن کی کمرہ میں کوئی نہ تھا اور کواڑ بھی اندر سے بند تھا۔ میں پھر سویا تو وہی دو شخص پھر اس کمرے میں باتیں کرنے لگے۔ میرے دل میں خیال گزرا شاید یہ وہی جن ہیں جو مولوی فضل خاں کے پاس آتے سنے گئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان دونوں کو خوب سنائیں اور ان پر بہت لعن طعن کی تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غیبی پیر تھا یا کوئی فرشتہ جو مولوی فضل خاں کو مسجد میں لے گیا تھا اور اسے توبہ نصیب ہوئی تھی۔

اس سے پہلے ایک دفعہ مولوی منظور احمد شاہ عاصی اور گوجر خاں کے مولوی محمد متین صاحب مولوی فضل خاں کو عقیدہ ختم نبوت کی دعوت دینے کے لئے گئے تھے اور ان کے پوتے محمد آصف نے ان پر فائرنگ کی تھی۔

پٹیالہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم پر کب الہامات ہونے شروع ہوئے؟

جس طرح ڈاکٹر عبدالحکیم مرزاغلام احمد کے پہلے دور کے ساتھیوں میں سے تھے پھر ان پر بھی الہامات کا آغاز ہوگیا۔ اب مرزاغلام احمد نے کہا میں اپنے حلقہ میں دوسرا نبی نہ بننے دوں۔ اس دور کے دعویٰ نبوت کو صرف اپنے لئے مخصوص کروں۔ چنانچہ اس نے حقیقت الوحی میں لکھا: ''نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷)

مولوی محمد فضل خاں نے اسی لئے اپنے دعویٰ نبوت کو مرزاغلام احمد سے چھپا رکھا

[1] یہاں پر مؤلف سے تسامح ہوا۔ مولانا عبدالحق صاحب کے بیٹے مولانا عبداللہ خالد تھے۔ خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ، ان کے بیٹے مولانا محمود حسن کا یہ واقعہ ہے۔ (فقیر مرتب)

تھا کہ مرزا غلام احمد نہ چاہتا تھا کہ اس کے سواء کوئی اور بھی اسی دور میں نبی ہو اس کا دعویٰ بھی رہا کہ نبی کا نام پانے کے لئے اس دور میں میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ مولوی فضل خاں کو قادیانیت سے توبہ نصیب ہوئی اور آج ان کے پوتے پروفیسر محمد آصف خاں تبلیغ و دعوت کے کام میں ایک سرگرم رکن ہیں۔ وللہ الحمد!

یہ بات بھی ہمارے قارئین کے لئے کچھ کم سنسنی خیز نہ ہوگی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے مرزا قادیانی کو اپنے اس الہام سے خبر دی تھی کہ وہ ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ مرزا قادیانی نے اسے ایک مضحکہ خیز بات قرار دیا اور پھر دنیا نے ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو یہ خبر سنی کہ مرزا قادیانی وبائی ہیضہ سے اپنے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے ہیں۔ اس پر پورے ہندوستان میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی اس پیش گوئی پر اظہار حیرت کیا گیا اور متعدد مسلمانوں نے انہیں مبارک باد دی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم کی اس پیش گوئی کو مرزا غلام احمد نے بھی اپنی آخری کتاب چشمہ معرفت میں نقل کیا ہے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے...... اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلاء کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۳۲۱،۳۲۲، خزائن ج۲۳ ص۳۳۶،۳۳۷)

اس سنسنی خیز انکشاف پر کہ مرزا قادیانی واقعی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ سے مر گئے، ہم سنسنی خیز انکشافات کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

چودھویں صدی کا ایک ناکام مصلح

اب اس کی موت سے اگلی صدی بھی اپنی انتہاء پر آ لگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان ضلع گورداسپور سے مرزا غلام احمد قادیانی اس آسمانی دعوے سے اُٹھا کہ اب بین الاقوامی سطح پر دنیا میں ایک بڑا انقلاب آنے والا ہے اور کسر صلیب کا وقت آ گیا ہے اور وہ میرے ہاتھ سے ہوگا۔ اہل اسلام ایک مدت سے جس وقت کا انتظار کر رہے تھے اب وہ وقت آ گیا ہے۔ اب بین الاقوامی سطح پر مذہب عیسائی کی قوت ٹوٹ جائے گی اور مسیح پرستی کہیں باقی نہ رہے گی۔ اب کسر صلیب ہو کر رہے گا۔ اس نے کہا کہ خدا نے اُسے اِس صدی میں کسر صلیب کے لئے بھیجا ہے۔

اب آسمانوں میں سچائی کے ظہور کا وقت بہت قریب آ لگا ہے اور ملاء اعلیٰ میں ایک شور بپا ہے۔ اسلام میں جس مسیح کے آنے کی خبر تواتر سے چلی آ رہی تھی وہ آ گیا ہے اور وہ میں ہوں۔ مجھے خدا نے اس کی خبر دی ہے۔

یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۰۸ء میں تقریباً ۶۹ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے چلا گیا۔ ۱۹۰۸ء تک عالمی پیرائے میں کہیں کسر صلیب نہ ہوا۔ اس کے بعد برطانیہ نے دو بڑی عالمگیر جنگیں جیتیں۔ انہیں عیسائی اپنی ہی فتوحات سمجھتے رہے اور امریکہ میں بھی عیسائی ایک بڑی مذہبی قوت ہیں اور اب ان کے ایک بہت بڑی سیاسی قوت ہونے میں تو کسی دنیا کی کسی ریاست کو کوئی کلام نہیں رہا اور اب ۲۰۰۸ء میں مرزا غلام احمد کی موت ۱۹۰۸ء پر اگلی صدی بھی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اب اُن کی اپنی اگلی صفوں میں بھی اس ناکام مصلح کا نام بڑے تاسف سے ذکر کیا جا رہا ہے اور اب وہ وقت دور نہیں کہ مسلمانوں سے نکلا یہ ایک نیا مذہب توبہ کر کے پھر سے صفِ اسلام میں آ لگے۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ!

مرزا غلام احمد نے پچھلی صدی میں کسر صلیب کی ایک یقینی اطلاع دی اور اس کے لئے وہ ایک مصلح کی ادا میں برابر کھڑا رہا۔ آپ اس کی ان مندرجہ ذیل تحریرات کو دیکھیں۔ اِنہیں کسی تاویل سے بھی ان کے ظاہر معنی سے نہیں ہٹایا جا سکتا اور تاریخ گواہ ہے کہ اس نے جو کچھ کہا اور اس کے لئے اس نے بڑی بڑی اونچی صدائیں لگائیں اس کے کہنے کے مطابق

ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ اب آپ اس کی ان عبارات پر غور کریں اور اس بات کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں کہ ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت کے وہ دعوے کہ اب کچھ ہو کر رہے گا وہ کسی درجے میں دنیا کو اب تک امن اور چین کی گھڑی نہیں دے سکے۔ آپ مرزا غلام احمد کے یہ دعوے پڑھتے جائیں اور حیرت سے سر دھنتے جائیں:

۱...... ''اے تمام لوگو! سن رکھو یہ اس کی پیش گوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص۶۴،۶۵، خزائن ج۲۰ ص۶۶)

افسوس کہ مرزا کے اس دعوی کے مطابق سو سال گزرنے تک بھی کچھ نہیں ہوا اور سنئے:

۲...... ''میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادے کا مقابلہ کرے۔ وہ فعال لما یرید ہے۔''

(لیکچر لدھیانہ ص۴۲، خزائن ج۲۰ ص۲۹۰)

سو سال گزر گئے مگر اب تک بین الاقوامی سطح پر کوئی مذہبی انقلاب ظہور میں نہیں آیا۔

۳...... میں آخری خلیفہ ہوں اس لئے جیسا کہ تمام نبی لکھ چکے ہیں میرے وقت میں انواع واقسام کے عجائب نشان اور قہری تجلیات کا ظہور ضروری تھا۔ سو ضرور ہے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں کہ جب تک قہری نشان اور عجائباتِ قدرت ظاہر ہو جائیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی یہ زمانہ کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ خدا کے فرشتوں اور شیاطین کی آخری جنگ ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۸، خزائن ج۲۲ ص۵۲۴،۵۲۵)

وہ جنگ شروع ہوئے ایک صدی بھی گزر گئی ہے اور ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا مغربی اقوام کی مسلمانوں پر چڑھائی پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

۴...... غلام احمد کہتا ہے کہ مجھے خدا نے کہا ہے: ''رفیقوں کو کہہ دو کہ عجائب در عجائب کام دکھلانے کا وقت آگیا ہے۔ اِنَّا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم

من ذنبک وما تاخر‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۳، خزائن ج۲۲ ص۹۶،۹۷)

۵...... ’’خدا کے وہ جلالی معجزات اور وہ ہیبت ناک آیات اور وہ ڈرانے والی چمک جو کوہِ طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ پھر اب دوبارہ وہی قہری نشان دنیا میں ظاہر ہورہے ہیں۔ چنانچہ طاعون تمام قوموں کو تباہ کررہی ہے۔ زلزلے آرہے ہیں اور ستارے ہیبت ناک آواز کے ساتھ ٹوٹتے ہیں اور وہ خدا جو غافلوں کی آنکھوں سے مخفی تھا اب وہ چاہتا ہے کہ کھلے طور پر اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۸، خزائن ج۲۳ ص۳۹۹)

خدا نے اس طرح دنیا میں کہیں اپنے کو ظاہر کیا ہو یہ وہ لوگ ہی بتا سکتے ہیں جو راتوں رات پاکستان سے نکل کر لندن آنے پر مجبور ہوئے اور یہ کہتے نکلے کہ خدا اب ظاہر ہوگیا ہے اور سنئے۔

۶...... ’’میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا میں اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں۔ کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام ۵۶۳، خزائن ج۳ ص۴۰۳)

۷...... آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں میر ناصر نواب کا یہ بیان ملاحظہ ہو: ’’دریا میں بند باندھنے سے دریا رُک نہیں سکتا لیکن چند روز رکا معلوم ہوتا ہے۔ آخر بند ٹوٹے گا اور نہایت زور سے دریا بہہ نکلے گا اور آس پاس کے مخالفین کی بستیوں کو بہا لے جائے گا۔ آندھی اور ابر سورج کو چھپا نہیں سکتے۔ خود ہی چند روز میں گم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح چند روز میں یہ غل غپاڑہ فرو ہوجائے گا اور مرزا قادیانی کی صداقت کا سورج چمکتا ہوا نکل آوے گا...... بدنصیب اپنے مولویوں کے مکر اور غلط بیانی کے پہاڑوں پر چڑھ کر جان بچانا چاہیں گے مگر ایک موج میں غرق بحر ضلالت ہوکر فنا ہوجاویں گے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۳، ۵۴۴، خزائن ج۵ ص۵۴۳، ۵۴۴)

۸...... ’’مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں۔ ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے...... اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تو تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔‘‘ (فتح الاسلام ص۱۷، خزائن ج۳ ص۱۱ حاشیہ)

’’وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیاء اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔‘‘

(فتح الاسلام ص۲۱، خزائن ج۳ ص۱۳ حاشیہ)

۹...... مرزا غلام احمد نے خدا تعالیٰ کے اس عام قانون مکافات کے تحت بھی اپنی فتح کا اس طرح دعویٰ کیا: ’’ما ارسل نبی الا اخزی به الله قوماً لا یؤمنون‘‘

(حقیقت الوحی ص۹۰، خزائن ج۲۲ ص۹۲)

(ترجمہ) کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان نہیں لائے رسوا نہ کیا ہو۔

اب دیکھیں کہ مرزا غلام احمد کے منکرین نے اپنے اس انکار سے اپنی اپنی جگہ عزت پائی ہے یا ذلت۔

مرزا نے پھر یہ بھی کہا: ’’خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں تجھے وفات (طبعی) دوں گا اور اپنی طرف اُٹھا لوں گا (تجھے رفع روحانی دوں گا) مگر تیرے سچے متبعین اور محبّین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر اُنہیں غلبہ رہے گا۔‘‘ (فتح اسلام ص۴۳، خزائن ج۳ ص۲۵)

اس پیش گوئی کی رو سے یہ مانا نہیں جا سکتا کہ مرزا قادیانی کے مخالف علمائے کرام کبھی اُن کے پیروؤں کو قادیان سے نکال کر چناب نگر لے آئیں گے اور ان کے سربراہ کو لندن پہنچا کر دم لیں گے اور اس وقت ایک آسمانی صدا ہوگی۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

۱۰...... پھر مرزا قادیانی نے ان تمام نادانوں کو اس طرح بھی بلیک میل کیا۔

۱۳۲۴ھ میں ہندوستان میں زبردست طاعون پھیلا۔ پورا پنجاب اس کی لپیٹ

میں تھا۔مرزا قادیانی نے اپنی چادر کے نیچے آنے والوں کو اس سے پورے تحفظ کی خبر دی اور اسے اپنے انکار پر ایک خدائی عذاب بتلایا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔اے غافلو! تلاش تو کرو۔شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔اب ہجری صدی کا بھی چوبیسواں سال ہے۔بغیر قائم ہوئے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا ہے اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کر کے داغِ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے۔آخر کچھ بات تو ہے۔کیوں تلاش نہیں کرتے اور تم کیوں آیت موصوفہ بالا میں غور نہیں کرتے۔خدا فرماتا ہے: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً‘‘ (تجلیات الٰہیہ ص۹۸، خزائن ج۲۰ص۴۰۱)

جب کہیں رسول کا انکار کیا جائے تو ان نہ ماننے والوں پر عذاب اترتا ہے۔

☆...... طاعون میں دوسری بیماری جو عذابِ الٰہی ٹھہر سکے کون سی ہوسکتی ہے؟

طاعون کے ساتھ وہ کون سی دوسری بیماری ہے جس سے کسی کو عذابِ الٰہی کے نام سے ڈرایا جاسکتا ہے؟ وہ وبائی ہیضہ ہے۔مرزا غلام احمد نے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اُن پر عذابِ الٰہی اُترنے سے ڈرایا تو طاعون کے ساتھ وبائی ہیضہ کا نام لیا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ظالموں کے خلاف صرف طاعون ہی نہیں جو عذابِ الٰہی ٹھہرے وبائی ہیضہ بھی وہ سببِ موت ہے جو انسانی ہاتھوں سے نہیں خدائی عذاب بن کر کسی ظالم پر اترتی ہے۔مرزا قادیانی مولانا ثناء اللہ کو خطاب کرتے ہوئے بددعا دیتے ہیں: ’’پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہی ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ ہیضہ بھی ایک طاعون کے برابر کی آسمانی افتاد ہے۔

مرزا قادیانی نے بھی اپنی ایک بددعا کو خدائی فیصلہ کہا ہے مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔‘‘ (بدر قادیان ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء ملفوظات ج۹ص۲۶۸ قدیم، ملفوظات ج۵ص۲۰۶ جدید)

یعنی اب اس انتظار کی ضرورت نہیں کہ مولانا ثناء اللہ اس باب میں کیا کہتے ہیں وہ

مرزا قادیانی کی دلآزاری سے توبہ کرتے ہیں یا نہیں؟ مخالف کو بات کرنے کا موقع تب دیا جاتا ہے جب تک فائل جج کے پاس نہ جائے لیکن اگر کسی فریق کی بات خود جج نے ہی تیار کی ہو تو اب اس پر فریق ثانی کو بات کرنے کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

ہم اس وقت اس پر کوئی بحث نہیں کر رہے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنی اس بددعا کے نتیجے میں ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو وبائی ہیضہ سے انتقال کر گئے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم اس کے چالیس سال بعد تک مرزا قادیانی کی اس بددعا کے اس پرچہ کو اپنی جیب میں رکھے ہر جگہ مرزا غلام احمد کے خلاف دندناتے رہے۔ ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک طاعون کی طرح دوسرا مرض وبائی ہیضہ ہے جس سے کسی کو خدائی عذاب کے نام سے ڈرایا جاسکتا ہے۔

اور مرزا قادیانی کا دوسروں کو اس قسم کے عذاب الٰہی سے ڈرا کر اپنے قریب آنے کی دعوت دینا کیا لوگوں کی اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ایک بلیک میلنگ نہیں؟ یہ حرکت اخلاقی طور پر کسی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی کہ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے۔

تاریخ انبیاء میں کسی پیغمبر کا یہ طریق دعوت نہیں ملتا کہ اس نے لوگوں کو کبھی اس قسم کے عذاب (طاعون ہیضہ) سے ڈرا کر ان کے سامنے کشتی نوح پیش کی ہو حضرت نوح علیہ السلام نے بھی کشتی نوح میں لوگ تب بٹھائے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اطلاع دی کہ اب آپ کی قوم سے کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔

مرزا قادیانی لوگوں کو اس طرح بلیک میل کرنے میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ باوجودیکہ عیسائیت برطانیہ یورپ اور امریکہ میں اسی طرح موجود تھی جس طرح کہ مرزا قادیانی سے پہلے تھی۔ مرزا قادیانی نے صرف ایک پادری کی موت پر دعوی کر دیا تھا کہ دنیا میں کسر صلیب ہو چکا ہے اور یہی مسیح کا (یعنی میرا) سب سے بڑا کام تھا۔

اس قسم کے یقینی فیصلے سے پہلے کشتی نوح پیش کرنا یہ مرزا قادیانی کا عجیب کردار رہا ہے جب کوئی آسمانی وبا پھوٹے تو کمزور دل لوگ ویسے ہی گھبرا جاتے ہیں۔ اب ان لوگوں کو یہ لالچ دینا کہ تم اس آسمانی وبا سے بچے رہو گے۔ یہ دوسروں کی مجبوری اور پریشان حالی سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے؟ اسے اخلاق نبوت میں کہیں جگہ نہیں دی جاسکتی۔ ایسے لوگ دل سے کبھی اس نبوت کے قائل نہیں ہوتے۔ یہ صرف ایک مجبوری ہے جو انہیں کبھی اس سلسلہ میں لے آتی ہے۔

☆ ...... مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے

مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا میرا کام کسر صلیب ہے۔ امریکہ میں ایک پادری مسٹر ڈوئی ۱۹۰۷ء میں مرگیا۔ مرزا قادیانی نے دعوے کردیا کہ اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے۔ اب امریکہ میں عیسائی نصف سے زیادہ مسلمان بن جائیں گے اور دنیا دیکھ لے گی کہ میں دعوے کے مطابق کسر صلیب کر چکا ہوں۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے۔ کیونکہ وہ تمام دنیا سے اوّل درجہ پر حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعوے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اس کو ہلاک کیا۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۳)

’’میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔‘‘

(فتح الاسلام ص ۱۷، خزائن ج ۳ ص ۱۱ حاشیہ)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اپنے قارئین کو امریکہ کے جان الیگزنڈر ڈوئی کے بارے میں بھی کچھ معلومات مہیاء کریں تاکہ ان کی روشنی میں وہ جان سکیں کہ کیا اس کی موت سے دنیا کے ایک بڑے حصے میں واقعی صلیب ٹوٹ گئی یا نہ؟

مسٹر ڈوئی اور مرزا قادیانی

مسٹر ڈوئی کی موت سے دنیا میں کسی درجہ میں بھی کسر صلیب نہ ہوا یہ کہنا کہ اس کی موت سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا ہے۔ یہ تو ایک بڑی بات ہے:

۱...... مرزا غلام احمد کا مسٹر ڈوئی سے مقابلہ اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ نہ تھا۔ مرزا غلام احمد مسلمانوں کا نمائندہ تھا نہ مسٹر ڈوئی عیسائیوں کا نمائندہ تھا۔ دونوں مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ مسٹر ڈوئی اپنے لئے نبوت کا مدعی تھا اور مسلمانوں میں عزت پانے کے لئے شراب کو حرام کہتا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ اسے عیسائیوں کا نمائندہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ عیسائی اسے اسی طرح مرتد سمجھتے ہوں گے جس طرح مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کو سمجھتے تھے۔ اب ڈوئی کی شکست کسی طرح عیسائیت کی شکست نہ سمجھی جاسکتی تھی نہ اس کے مرزا قادیانی کی بددعا سے مرنے کو کسر صلیب کہا جاسکتا ہے۔

مرزا غلام احمد کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی اس کی زبان کی شرافت کا ایک اور جائزہ لیتے چلیں۔ وہ لکھتا ہے کہ: ’’ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے اس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہوگئے تھے جو بڑے مالدار تھے بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا وجود اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہ تھا نہ اس کی طرح شہرت ان کی تھی ...... میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرادیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی (اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے میں) کذاب ہے۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۷ تا ۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۳ تا ۵۱۶)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں میں مسیح موعود ہونے کی جنگ تھی یہ کوئی کفر و اسلام کا مقابلہ نہ تھا۔

۲...... ’’یاد رہے عیسائیوں کے عالمی سطح پر دو ہی بڑے نمائندے ہیں: (۱) پوپ: جو رومن کیتھولک عیسائیوں کا مرکزی پیشواء ہے اور (۲) تاج برطانیہ: جو پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی عالمی قیادت کرتا ہے ان دو کو چھوڑ کر مسٹر ڈوئی کو عیسائیوں کا سب سے بڑا آدمی سمجھنا اور کہنا کہ وہ تمام دنیا میں اوّل درجے میں حامی صلیب تھا۔ یہ ایک کھلا جھوٹ ہے؟ اب اس کی موت سے کسر صلیب کا دعویٰ جس طرح پچھلی صدی کے لوگوں کے لئے ایک بے وقعت بڑتھی اس صدی کی انتہاء پر بھی۔ یہ دعویٰ کھسیانی بلی کھمبا نوچے سے زیادہ کوئی وزن نہیں رکھتا۔ پھر یہی نہیں غلام احمد قادیانی، ڈوئی کو حضور اکرم ﷺ کی اس پیش گوئی کا بھی مصداق بناتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ مریم کا بیٹا جب آخری دور میں اترے گا تو وہ خنزیر کو ختم کرے گا۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ اس خنزیر سے مراد ہی مسٹر ڈوئی تھا اس کے مرنے سے حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہوگئی۔ مرزا قادیانی پیش گوئی کرنے میں اور اس کو پورا کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

آپ لکھتے ہیں: ’’میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ وہ تمام دنیا سے اوّل درجہ پر حامی صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا......سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اس کو ہلاک کیا میں جانتا ہوں کہ اس کی موت سے پیش گوئی قتل خنزیر والی بڑی صفائی سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعوے کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی...... پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی

آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۷،۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۳)

اس عبارت میں کتنے جھوٹ اور کتنے پیچ ہیں یہ ان کے کھولنے کا وقت نہیں۔ اس سے ایک ورق پہلے بھی آپ ص ۷۶ پر یہ جھوٹ ملاحظہ کر آئے ہیں: ’’یہ نشان پنجاب سے بصورت پیش گوئی ظاہر ہوکر امریکہ میں جاکر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا۔ (اس جھوٹ کی گہرائی کہاں تک ہے یہ آپ خود سوچیں) یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کی رو سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شہزادوں کی طرح جانا جاتا تھا (یہ نواب اور شاہزادے امریکہ میں کہاں ہوتے تھے یہ مرزا قادیانی ہی جانیں) چنانچہ وب نے جو امریکہ میں مسلمان ہوگیا ہے میری طرف اس کے بارے میں چٹھی لکھی تھی کہ ڈاکٹر ڈوئی اس ملک میں نہایت معززانہ اور شاہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور باوجود اس عزت اور شہرت کے جو امریکہ اور یورپ میں اس کو حاصل تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ہوا...... اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ پس اس طرح پر وہ قوم میں ولد الزنا ثابت ہوا۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۵،۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۱،۵۱۲)

اس کے باپ کا یہ اشتہار شائع کرانا بھی ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی مرزا قادیانی کے پاس کوئی شہادت نہ تھی۔ پھر یہ بھی کوئی بات ہے کہ اشتہار نکلنے سے کسی کا ولد الزنا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ قادیانی شریعت کا تو ہوسکتا ہے لیکن شریعت محمدی میں یہ طریقہ ابطال نسب کا نہیں مانا جاتا۔ ورنہ ان تمام اشتہاروں کو بھی قانونی درجہ دو جو مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف نکلتے رہے؟

جو لوگ یورپ اور امریکہ کے سماج کو جانتے ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ یہاں کسی کا ولد الزنا ہونا اس درجے کا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے کسی کی عام رسوائی ہو۔ اس طرح کسی شخص کا کسی کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ یہ میرا بیٹا نہیں، یہ میرے گھر زنا سے پیدا ہوا ہے ہرگز اسے اس خاندان سے نہیں نکالتا۔ جس کے ہاں وہ پیدا ہوا تھا اس قسم کے ہاتھوں سے کسر صلیب کا دعویٰ کرنا اور مسیح موعود بننا اس سے کوئی سنجیدہ شخص ذرہ بھر متاثر نہیں ہوسکتا۔ حضور اکرم ﷺ کی کسر صلیب کی پیش گوئی عالمی سطح پر صلیب پرستی ختم ہونے کی تھی۔ غلام احمد اسے بڑی ہوشیاری سے ایک ڈوئی کی موت پر لے آیا ہے۔

۳...... مسٹر ڈوئی کی موت سے یہ دعوے کرنا کہ اس سے امریکہ میں آدھا عیسائی مذہب ختم ہوگیا ہے۔ کسر صلیب زیادہ طور پر ہوچکی ہے۔ یہ کسی ایسے شخص کا دعویٰ نہیں ہوسکتا جس کے حواس صحیح ہوں اور وہ اس پر ایک صدی گزرنے کے بعد بھی امریکہ اور برطانیہ میں صلیب پرستی کو دیکھ رہا ہو، ایسی کمزور باتوں سے کیا دین و مذہب کے ستون قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مرزا قادیانی اگر اس کے باعث اپنے آپ کو اصلاح کا ادا کار کہہ رہے ہیں تو اس ناکام مصلح پر جتنا افسوس کریں کم ہے۔ مرزا قادیانی کو آخر تک تردد رہا کہ وہ ڈوئی کی موت کو مباہلہ کے تحت لائیں یا اپنی بددعا کی قبولیت بتائیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیش گوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیّت کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرادیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا، چنانچہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہو گیا۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۷۷-۸۰، خزائن ج۲۲ ص۵۱۳ تا ۵۱۶)

مسٹر ڈوئی کو عیسائی بھی اپنے مذہب سے نکلا مرتد سمجھتے تھے جس طرح ہندوستان کے مسلمان مرزا غلام احمد کو مسلمانوں سے نکلا ایک نئی امت کا بانی سمجھتے ہیں نہ وہ عیسائیوں کا نمائندہ تھا نہ یہ مسلمانوں کا۔ ان کا مباہلہ ہو یا یکطرفہ بددعاء اس کو کسی کا نفع یا نقصان نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر مباہلہ تب ہوتا ہے کہ فریقین اس پر متفق ہوں اور دونوں اس میں ایک دوسرے کے بارے میں بددعاء کریں۔ کیا مرزا قادیانی نے اپنے اس تنازع میں کہیں ڈوئی کے دستخط بھی دکھائے ہیں؟ کہیں نہیں اگر اسے ڈوئی نے منظور نہ کیا تھا۔ پھر بھی مرزا قادیانی اس کو مباہلہ کہتے ہیں تو قادیانی مبلغین مرزا غلام احمد کے اس دعاء سے مرجانے سے جو غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف کی تھی، یہ کیوں کہتے ہیں کہ اس پر مولانا ثناء اللہ نے دستخط نہ کئے تھے، اس لئے اُن سے مباہلہ نہ ہوا تھا۔ یہ صرف مرزا قادیانی کی یک طرفہ بددعاء تھی۔

مرزا قادیانی نے اپنی اس عبارت میں ڈوئی کو محض مباہلہ کے لئے بلانے کو ہی مباہلہ کہا ہے۔ اس پر قادیانیوں کو چاہئے کہ وہ مرزا قادیانی کے مولانا ثناء اللہ کو مباہلہ کے لئے بلانے کو بھی مباہلہ تسلیم کریں اور یہ نہ کہا کریں کہ مولانا ثناء اللہ نے اس پر دستخط نہ کئے تھے۔ مرزا قادیانی کا ذہن خود اس میں تذبذب میں تھا کہ ڈوئی کے خلاف اس کارروائی کو مباہلہ کہا جائے یا صرف بددعا۔

مرزا قادیانی کے اِن لفظوں پر غور کریں: ’’اگر میں اس کو مباہلہ کے لئے نہ بلاتا اور اگر میں اس پر بددعا نہ کرتا...... الخ۔ (ایضاً) یہاں ایک ہی عمل کو دو نام دیئے جارہے ہیں اسے مباہلہ بھی کہا جارہا ہے اور بددعا بھی۔

(اگر ڈوئی کی موت صرف اس بددعا سے ہوئی تو مرزا قادیانی کی بددعا سے مولانا ثناء اللہ کی موت کیوں نہ ہوئی جو مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد تقریباً نصف صدی تک مرزا قادیانی کی بددعا کو اپنی جیب میں رکھے رہے اور اسے عام جلسوں میں پڑھتے رہے)

☆......مرزا غلام احمد کسر صلیب کے دعوے میں ناکام رہا

مرزا قادیانی کی موت سے شروع ہونے والی اگلی صدی بھی اب انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ ۱۹۰۸ء-۲۰۰۸ء کے دوران صلیب پرستی یا عیسائیت نے کہیں دم توڑا ہو، قادیانی اس کی نشاندہی کریں۔ مرزا قادیانی جو اس صدی کو خیر کی صدی کہتے رہے اور کہتے رہے کہ اب آسمانوں میں حق کے ظہور کا بہت جوش ہے اور اب کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا یہ سب باتیں غلط نکلیں اور اُن کا اس وقت کا یہ زور وشور حضور ﷺ کی اس پیش گوئی کے خلاف تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا:

’’لایأتی علیکم زمان الّا الذی بعدہ شرّ منہ حتی تلقوا ربکم سمعتہ من نبیکم ﷺ‘‘ (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۴۷ باب لایأتی زمان الخ)

(ترجمہ) تم پر کوئی ایسا زمانہ نہ آئے گا مگر یہ کہ اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی برا ہوگا۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب کو جاملو۔ میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی تھی۔

تاہم یہ صحیح ہے کہ اس صدی میں مسلمانوں نے اپنے عقیدہ توحید کی اشاعت اور صلیب پرستی کے خلاف اپنی کوششیں جاری رکھیں اور علمی طور پر صلیب پرستی کے خلاف ایسی کتابیں لکھیں کہ مرزا غلام احمد کی موتوں کی دھمکیوں، زلزلوں کے ڈراووں اور وباؤں کی دہشت آمیز خبروں کو ان کے لٹریچر سے نکال دیں تو صلیب پرستی کے خلاف علماء اسلام کا لٹریچر مرزا غلام احمد کی کسر صلیب کے خلاف کی گئیں تمام کاوشوں سے بدرجہا فائق ملے گا۔ مرزا قادیانی کی اس سے زیادہ بیچارگی کیا ہوگی کہ وہ نزول مسیح بن مریم کے اسلامی عقیدہ سے نکلے بغیر اصل صلیب کی کسی بات کو توڑ نہ سکے۔ ہم کتاب الاستفسار کے مقدمہ میں علماء اسلام کی اِن خدمات کو خراجِ تحسین پیش کر چکے ہیں۔

☆……قتل خنزیر کی پیش گوئی کو ایک خنزیر پر منطبق کرنا

حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ہاتھوں قتل خنزیر کی جو پیش گوئی کی تھی، مرزا غلام احمد نے اس کا مصداق امریکہ کے صرف ایک خنزیر کا اپنی پیش گوئی سے مرنا بتلایا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ’’میرا اصل کام کسر صلیب ہے۔ سو ڈوئی کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا۔ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی (ویقتل الخنزیر) کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۷۷، خزائن ج۲۲ ص۵۱۳)

مرزا غلام احمد نے اپنے تمام مخالفین کو بھی خنزیر کہا ہے لیکن اس نے ان خنزیروں کو اس حدیث (ویقتل الخنزیر) کا مصداق نہیں ٹھہرایا۔ کیونکہ وہ اس کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ صرف اُن کی شکلیں مسخ ہوئیں اور وہ جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے۔

ان العِدیٰ صاروا خنازیر الفلا ونسائھم من دونھن الاکلب

(نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

(ترجمہ) بے شک مرے دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے اور اُن کی عورتیں اپنے ہاں کتیوں سے بھی پستی میں گئیں۔

☆……اس پیش گوئی کا ایک جز وَیَضَعُ الْحَرْبَ بھی تھا

آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی میں کہ مسیح موعود کے ہاتھوں کسر صلیب ہوگا۔ ایک جزو یہ بھی تھا کہ سب ملتوں کے ایک ہو جانے سے کوئی قوم جزیہ کا مورد نہ رہے گی۔ سو مسیح موعود کسر صلیب کے بعد جزیہ کا حکم ایک طرف رکھ دے گا۔ اب جس طرح جزیہ کا کوئی مورد نہ ہوگا۔ کوئی قوم مسلمانوں سے جنگ کی پوزیشن میں نہ رہے گی۔ مرزا غلام احمد کو چونکہ مسیح موعود ہونے کے ناطے جہاد کو منسوخ کرنا تھا۔ اس نے یَضَعُ الْحَرْبَ کے الفاظ کو بالکل اُن کے ظاہر میں رکھا۔ قتل خنزیر کا مورد جس طرح اس نے ڈوئی کی موت کو ٹھہرایا تھا۔ یضع الحرب کے یہ معنی نہ کئے کہ مسیح موعود مولانا ثناءاللہ امرتسری سے لڑنا چھوڑ دے گا کیونکہ وہ ان کی زندگی میں ہی مر جائے گا۔ مرزا غلام احمد نے جہاد کے حکم کو بالکل منسوخ کر دیا۔ کیونکہ یہی تو وہ منزل تھی جس کے لئے اسے مسیح موعود بننے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اس نے حدیث یضع الحرب کے یہ معنی کئے:

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیّد کونین مصطفیٰ ﷺ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بےخوف و بےگزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۸)

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ کسر صلیب کا یہ دور اسلام کے ایک عالمی غلبہ کا دور ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس میں صرف مسلمانوں کا حکم جہاد منسوخ ہوگا۔ دوسری قوموں کی جنگیں بھی جاری نہ رہیں گی۔ مرزا غلام احمد نے جنگوں کے یکسر ختم ہونے کا اعلان کیا تھا۔ آپ اس کے اِن الفاظ پر پھر سے نظر کریں۔

☆...... جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا

شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ پورے عالم کو اور اگلے پورے حالات کو شامل ہو۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

''بھولیں گے لوگ'' اس سے مراد پوری اقوام عالم ہیں۔ قادیانی مبلغین اب اِن الفاظ سے صرف دینی جنگوں کا خاتمہ مراد لے رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ مرزا غلام احمد کو اُس وقت یہ اندازہ نہ تھا کہ اس کے مرنے کے صرف چھ سال بعد یورپ میں ایک عالمگیر جنگ ہوگی جو پانچ سال رہے گی، جسے جنگ عظیم کہا جائے گا اور پھر اس کے چند سال بعد ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم ہوگی۔

تقسیم ہند کے وقت مذہبی خونریزی

مرزا غلام احمد واقعی مسیح موعود ہوتا تو برصغیر پاک و ہند میں ۱۹۴۷ء میں مسلم اور غیر مسلم کے نام سے جو خونریزی ہوئی، وہ قطعاً نہ ہوتی۔ یہ اس قدر خوفناک وارداتیں تھیں کہ خود قادیانیوں کو بھی مسلمانوں کے پیچھے پیچھے قادیان دارالامان چھوڑنا پڑا۔

مرزا بشیرالدین محمود جب لاہور پہنچا اور اسے جودھارام بلڈنگ میں جودھارام کی خلافت ملی تو اُن کے بعض معتقدین نے وہاں اُن کے سامنے مرزا قادیانی کا یہ شعر پڑھا اور پوچھا کہ حضرت مسیح موعود نے ہمیں کیا اسی امن کی بشارت دی تھی؟

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا جنگوں کے سلسلے کو وہ یکسر مٹائے گا

تو مرزا بشیرالدین محمود نے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ ہندو مسلم فسادات ہیں، ہندو مسلم جنگ نہیں۔ جنگ وہ ہوتی ہے جو اعلان کے ساتھ ہو اور دو ملکوں کے مابین ہو۔

اس وقت مرزا محمود کو یہ علم نہ تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب بھارت اور پاکستان میں باقاعدہ جنگیں بھی ہوں گی اور کئی لوگ مرزا قادیانی کے اس شعر کے حوالے سے قادیانیت سے توبہ کر کے پھر سے مسلمانوں میں آملیں گے۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ قتل خنزیر اور عالمی دورِ امن کی پیش گوئیاں صرف کسر صلیب کی پیش گوئی کے ضمن میں زیر بحث آگئی ہیں۔ ہم اپنے قارئین کے ذہن میں صرف یہ بات لانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اپنے دعوے کسر صلیب میں کلی طور پر ناکام رہا۔ بیسویں صدی کے نصف تک مرزا کے جانشین یہی کہتے رہے کہ عالمی حالات کو ذرا آگے چلنے دیں۔ وہ وقت ضرور آئے گا کہ مرزا قادیانی کے ہاتھوں صلیب ٹوٹے گی اور دنیا عملاً دیکھ لے گی کہ مرزا قادیانی اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے میں بالکل صادق رہے ہیں۔ افسوس کہ مرزا بشیرالدین نے کسی وقت کی تعیین نہ کی جب پوری دنیا کسر صلیب کو آنکھوں دیکھ لے گی۔

☆......ہم کب تک انتظار میں رہیں گے؟

اسلام میں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ صدی ہے۔ اس دور میں انسان کی طبعی عمر بھی زیادہ سے زیادہ ایک سو سال کے اِردگرد گھومتی ہے۔ مسلمانوں میں دینی جہت میں جب کوئی بگاڑ آجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لئے بھی صدی پر ہی مجدد بھیجتے ہیں۔ مجددین اپنے دعویٰ سے یا اپنی پیش گوئیوں سے نہیں پہچانے جاتے وہ اپنے کام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اُن کا کام نمایاں ہوکر رہتا ہے۔ ان کے ہاں معیارِ صداقت، کتاب وسنت اور صحابہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ کسی کو اپنی منصب پذیری کی دعوت نہیں دیتے نہ کوئی شخص اُنہیں نہ پہچاننے سے کافر ہوجاتا ہے۔

وقت کے چھوٹے پیمانے رات دن ہفتے اور ماہ و سال ہیں۔ تاہم کسی قوم پر عذاب اُترنے کے لئے بھی اُسے ایک سو سال سے زیادہ کبھی مہلت نہیں دی گئی۔ خصوصاً اس وقت جب عمریں سو سال کے اردگرد ہی گھومتی ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آسمانی دعوؤں کو ساتھ لئے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس جہان سے

ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ آج ہم ۱۵؍جولائی ۱۹۰۷ء سے گزر رہے ہیں۔ جب کہ اس مدعی نبوت کی موت کو ایک صدی ہوچکی اور اگلی صدی شروع ہوگئی ہے۔ ۲۶؍مئی ۲۰۰۸ء سے اگلی صدی کا بھی پہلا سال چلا جائے گا اور قادیانی امید دلائیں گے کہ شاید اس سال کسر صلیب ہوجائے۔ کچھ اور انتظار کرو۔ ہمارا جواب ابھی سے حاضر ہے کہ ہم تو انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔

☆......مرزا قادیانی کے مخالفین پر کیا عذاب اُترا؟

انبیاء اس زمین پر آسمانی سفیر ہوتے ہیں۔ آسمانی باتیں اُن پر اُترتی ہیں اور وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی قوم اُن کا انکار کرتی ہے تو اُنہیں کچھ مدت تک مہلت دی جاتی ہے۔ جب وہ لوگ اپنی ضد پر ڈٹے رہیں اور اپنے برے کاموں کو نہ چھوڑیں تو اُن پر خدا کا غضب بھڑکتا ہے اور اس سے اُن پر عذاب اترتا ہے۔ یہ اس طرح کا عذاب ہوتا ہے جو عام انسانی ہاتھوں کسی کی سازش نہ ہوسکے۔ یہاں ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی دنیا میں کوئی انقلاب نہ لا سکے۔ اس میں برابر ناکام رہے تو کیا اس سے یہ بات از خود واضح نہیں کہ وہ مسیح موعود نہ تھے جس کے آنے پر دنیا میں ایک عالمی تبدیلی واقع ہوگی۔ پھر ان کی ناکامی کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان کو نہ ماننے پر کسی قوم پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ مسٹر ڈوئی اور پنڈت لیکھرام کے انفرادی واقعات ہیں، اس سے کسی کی قومی سطح مجروح نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام سے ضد باندھنے پر جو عذاب اترتا ہے وہ قومی سطح کا ہوتا ہے۔ پھر پنڈت لیکھرام کی چھری سے موت کسی سازش سے بھی تو ہوسکتی ہے اسے آسمانی عذاب نہیں سمجھا جاسکتا۔

☆......اللہ تعالیٰ کا قانون عذاب

’’وما کنّا معذبین حتی نبعث رسولا‘‘ (الاسراء:۱۵)

(ترجمہ) ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں اپنے کسی نمائندے کو نہ بھیجیں۔

’’وما کان ربک مهلک القریٰ حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم اٰیاتنا وما کنا مهلک القرٰی الّا واهلها ظالمون‘‘ (القصص:۵۹)

(ترجمہ) اور تیرا رب نہیں غارت کرنے والا بستیوں کو جب تک نہ بھیج لے ان کی بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر جو سنائے ان کو ہماری باتیں اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنے والے بستیوں کو مگر تبھی جب کہ وہاں کے لوگ گنہ گار ہوں۔

یہ عذاب اس قسم کا نہیں ہوتا جو کسی سازش کے پیرائے میں عام انسانی ہاتھوں سے بھی میسر آسکے۔ جیسے کسی انسان کو کوئی خفیہ ہاتھ قتل کردے۔ پنڈت لیکھرام پر ایک ایسی ہی خفیہ چھری کام کرگئی تھی۔ سو وہ عذاب ہندو دھرم کے لئے کوئی سبب عبرت نہ بن سکا اور ابھی اس واقعہ پر نصف صدی بھی نہ گزری تھی کہ ہندو اتنی مضبوط قوم بن گئے کہ اُنہوں نے ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کو اس پنجاب سے جس میں قادیان تھا یکسر نکال دیا اور مرزا غلام احمد کی اپنی وفات سے پہلے کی کہی بات غلط نکلی کہ اب ہندو کبھی مسلمانوں کو ہندوستان سے نہ نکال سکیں گے۔

مرزا غلام احمد نے کہا تھا: ’’یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں۔‘‘ (پیغام صلح ص۸، خزائن ج۲۳ ص۴۴۳)

مرزا قادیانی کے یہ دن ایام صلح نہ تھے۔ پنڈت لیکھرام کے قتل سے ہندو مسلم دشمنی بہت تیزی سے بھڑکی اور چالیس سال بعد مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے قاطبۃً نکال دیا گیا اور مسلمانوں کے پیچھے پیچھے قادیانی بھی یہ کہتے سنے گئے کہ اب تو ہمارے لئے بھی قادیان دارالامان نہیں رہا۔

☆...... آسمانی عذاب کس نوع کا ہوتا ہے؟

یہ وہ عذاب ہے جو عام انسانی ہاتھوں سے عمل میں نہ آسکے۔ جیسے ہیضہ اور طاعون انسانی ہاتھوں کسی پر مسلط نہیں کئے جاسکتے۔ مرزا غلام احمد نے جب مولانا ثناء اللہ امرتسری پر عذاب اُترنے کی بددعا کی تھی تو اُس میں لکھا تھا: ’’پس اگر وہ سزا جو انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون اور ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

مرزا قادیانی کی یہ بددعا بطور مباہلہ نہ تھی کیونکہ مباہلہ دوفریق کی مشترکہ بات ہوتی ہے اور مرزا قادیانی اسے خدا کی طرف سے کی گئی بات کہتے ہیں: ’’ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔‘‘ (بدر ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء ص۷ کالم۲، ملفوظات ج۹ ص۲۶۸ قدیم، ملفوظات ج۵ ص۲۰۶ جدید)

پھر ۱۳۲۴ھ میں جب ہندوستان میں طاعون پڑی تو اسے مرزا غلام احمد نے وہ نوع عذاب کہا جو آسمانی ماموریں کے منکرین پر اترتا ہے۔ مرزا غلام احمد اپنی کتاب تجلیات الٰہیہ میں لکھتا ہے: ’’پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری

طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو، شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہے جس کی تم تکذیب کررہے ہو۔ اب ہجری صدی کا بھی چوبیسواں سال ہے بغیر قائم ہوئے کسی مرسل الٰہی کے یہ وبال تم پر کیوں آ گیا جو ہر سال تمہارے دوستوں کو تم سے جدا کرتا اور تمہارے پیاروں کو تم سے علیحدہ کر کے داغِ جدائی تمہارے دلوں پر لگاتا ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے کیوں تلاش نہیں کرتے اور تم کیوں اس آیت موصوفہ بالا میں غور نہیں کرتے۔''

خدافرماتا ہے:''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا''

(تجلیات الٰہیہ ص۹، خزائن ج۲۰ ص۴۰۱)

''جس طاعون اور جس زلزلہ کو اب تم دیکھتے ہو میں اُسے کشفی عالم میں پچیس برس سے دیکھ رہا ہوں۔'' (ایضاً)

''اگر خدا نے مجھے یہ تمام خبریں پہلے سے نہیں دیں تو میں جھوٹا ہوں۔'' (ایضاً)

مرزا قادیانی کو اگر یہ تمام خبریں پہلے دی گئیں تھیں اور وہ صرف ان کے سینہ میں ہی بندرہیں تو اب ان کی بناء پر ظاہر میں مرزا کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے، یہ قادیانی دانشور جانیں۔ قادیانی بھی تو ان خبروں کو اسی وقت سے سچ مانتے ہیں جب وہ مرزا قادیانی نے انہیں دیں نہ کہ اس وقت سے جب کہ مرزا قادیانی نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ اس بات میں مرزا قادیانی کو جھوٹا وہ خود تو کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کرسکتا۔

مرزاغلام احمد مدعی نبوت اپنے منکرین کو سخت آسمانی عذاب سے ڈرا رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو خدا کی طرف سے اس سے محفوظ رہنے کا یقین دلا رہا ہے۔

وہ لکھتا ہے:''سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلا دے۔'' (کشتی نوح ص۲، خزائن ج۱۹ ص۲)

پھر لکھتا ہے:''خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے نجات دے گا۔''

(کشتی نوح ص۴، خزائن ج۱۹ ص۴)

’’میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے...... اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ الاّ کم اور شاذ و نادر...... ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔‘‘ (کشتی نوح ص۴،۵، خزائن ج۱۹ ص۴،۵)

مرزا غلام احمد کی ان تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ طاعون، ہیضہ اور زلزلے واقعی وہ انواع عذاب ہیں جو آسمانی مامورین کے منکروں پر پورے اُترتے ہیں لیکن وہ آفات جو عام انسانی ہاتھوں سے اپنے مخالفین کو پہنچائی جاسکیں۔ جیسے کسی کو خفیہ طور پر قتل کرنا، یہ وہ آسمانی عذاب نہیں جو کسی آسمانی مامور کی صداقت کا نشان ہو۔ سو پنڈت لیکھرام کا قتل کسی طرح بھی مرزا غلام احمد کے صدق کی دلیل نہ بنا۔

☆...... لوگوں کو بلیک میل کرنے کا اخلاقی جرم

ہم نے برطانیہ میں اُن لوگوں کو جو غیر قانونی طور پر یہاں آئے ہیں انسانی قدریں پامال کرنے والوں کے ہاں بری طرح بلیک میلنگ کا شکار ہوتے دیکھا۔ بعض کارخانہ دار اُنہیں اپنے ہاں آدھی اُجرت پر خفیہ پیرائے میں ملازم رکھ لیتے ہیں۔ اتنے وقت کی تنخواہ جو وہ اپنے دوسرے ملازمین کو دیتے ہیں اُنہیں اتنے ہی وقت اور ویسے ہی کام کی اُجرت اُن سے آدھی ملتی ہے اور اگر وہ کچھ اپنی ایسی مجبوری بتا دیں کہ اس سے اُن کی گزراوقات نہیں ہوتی تو وہ اُنہیں پولیس کو رپورٹ کرنے کی دھمکی دے کر اپنے عقوبت خانے میں بدستور جکڑا رکھتے ہیں اور اُنہیں اپنے ہاں رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ شریف لوگ اسے بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں کہ کسی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر اُس سے خدمات لی جائیں۔

آسمانی مامورین لوگوں کو کبھی آسمانی عذاب (جیسے طاعون، ہیضہ یا زلزلے وغیرہ) سے ڈرا کر اپنے حلقۂ اعتقاد میں آنے پر مجبور نہیں کرتے۔ عام انسان ذہنی طور پر بہت کمزور ہوتے ہیں اور وہ بڑی جلدی ان خطرناک دھمکیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے لوگوں کو اپنے دامن نبوت میں کھینچنے کے لئے اُنہیں بری طرح بلیک میل کیا ہے اور قدم قدم پر انہیں ہیضہ اور طاعون کے امراض سے ڈرایا۔

انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں پر عذاب سے ڈرایا لیکن اپنے پر ایمان لانے میں کوئی سختی روا نہ رکھی۔ نہ عقیدہ بدلنے پر کسی کو مجبور کیا قرآنِ کریم میں ہے: لَا

اِکْـرَاہَ فِـی الـدِّیْـن! کسی کو زبردستی مسلمان نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں! لوگوں کو ان کے ظلم اور گناہوں سے روکا جا سکتا ہے اور اس پر اُنہیں خدا کی پکڑ سے ڈرایا جا سکتا ہے۔ لیکن اپنے نہ ماننے اور تکذیب پر اُنہیں وہ بددعا تک نہیں دیتے۔ سو اللہ تعالیٰ اُنہیں ان کے انکار پر اُنہیں صرف ان کی بداعمالیوں اور گناہوں پر پکڑتے رہے ہیں۔ نہ کہ ان کے ایمان نہ لانے پر۔

قرآن کی پہلی شہادت

''فکلًّا اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حاصباً ومنهم من اخذته الصیحة ومنهم من خسفنا به الارض ومنهم من اغرقنا وما کان الله لیظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون'' (العنکبوت:۴۰)

(ترجمہ) پھر سب کو پکڑا ہم نے ان کے اپنے اپنے گناہوں پر پھر ان میں تھے کہ ان پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا سے اور ان میں تھے جن کو پکڑا چنگاڑنے نے اور ان میں تھے جن کو دھنسا دیا ہم نے زمین میں اور کوئی تھے جن کو ہم نے ڈبو دیا طوفان میں اور اللہ ایسا نہیں کہ ظلم کرے کسی پر اور وہ تھے خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے۔

مرزا غلام احمد نے اپنے منکرین کو جو آسمانی عذاب سے ڈرایا وہ اُن گناہوں کی وجہ سے نہیں جن میں کہ وہ مبتلاء تھے۔ ظاہری اعمال زندگی میں غلام احمد کے پیروؤں اور منکروں میں کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا بلکہ دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد کے حلقہ کے لوگ زندگی کے دوسرے گناہوں میں مرزا قادیانی کے منکرین سے کچھ زیادہ ہی ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

مرزا قادیانی کی جو تحریرات ہم نے آپ کے سامنے پیش کیں، اُن میں مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین پر صریح طور پر اپنے انکار اور تکذیب کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ پہلی قوموں پر جو عذاب آتا رہا ہے وہ ان کے کھلے گناہوں پر آتا رہا ہے۔ پیغمبر اپنی تکذیب پر انہیں زیادہ نہیں دباتے رہے اور نہ کسی کو زبردستی اپنے دین میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ ''لا اکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغی''

قرآن کی دوسری شہادت

''وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح وکفٰی بربک بذنوب عبادہ خبیراً بصیرا'' (الاسراء:۱۷)

(ترجمہ) اور ہم نے کتنی جماعتیں ہلاک کر دیں نوح کے بعد اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا اور دیکھنے والا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب بداعمالیوں کی بدولت کسی قوم کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اوّل پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام اُن کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے اور نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے ہیں تو کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضاء کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بستی اپنے کو اعلانیہ مجرم ثابت کر کے عذابِ الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔''

☆ ...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت دعوت اس عذابِ عام سے بچی رہی

جب تک بنی نوع انسان مختلف خطوں اور ملکوں میں منقسم تھے۔ ہر بستی میں علیحدہ علیحدہ ڈرانے والے آتے رہے۔ ''ان من امۃ الّا خلافیھا نذیر'' (الفاطر:۲۴) لیکن جب ساری دنیا ایک یونٹ ہوگئی اور وہ پیغمبر آیا جو پوری کائنات کے لئے ایک ہی ہو تو فیصلہ الٰہی یہ ٹھہرا کہ وہ جس طرح زمانی طور پر آخری نبی ہو مکانی طور پر بھی وہ ہر حصہ کائنات میں ایک ہی رسول ہو اور وہ تمام جہانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ رحمت ہو اور ہر حلقہ کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مہلت دی جائے کہ وہ حق کی طرف رجوع کر سکیں اور توبہ کا دروازہ تبھی بند ہو، جب اللہ کو ہی منظور ہو کہ یہ دنیا باقی نہ رہے۔

سو پہلی قوموں پر جب ان کے برے کردار سے عذابِ عامہ آتا رہا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے منکرین عذابِ عامہ سے بچے رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اللہ ربّ العزت سے استدعا کی تھی کہ وہ آپ کی اُمت (دعوت) کو ایک عذاب عامہ سے ہلاک نہ کرے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انّ ربی قال یا محمد انی اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد وانّی اعطیتک لامتک ان لا اھلکم بسنۃ عامہ''

(صحیح مسلم ج۲ص۳۹۰، جامع ترمذی ج۲ص۴۰)

(ترجمہ) میرے رب نے مجھے بتایا کہ میں جب کسی بات کا فیصلہ کرلوں تو اسے الٹایا نہیں جاسکتا اور میں نے آپ کی امت کو یہ عہد دیا ہے کہ میں انہیں کسی ایک چھا جانے والے عذاب سے ہلاک نہ کروں گا۔

مرزاغلام احمد نے حضور رحمۃ للعالمین کے سائے میں جگہ نہ پائی تھی۔ سووہ اپنے نہ ماننے والوں کو آسمانی پکڑ کی بڑی بڑی دھمکیاں دیتا رہا۔ طاعون اور زلزلوں سے ڈراتا رہا۔ اپنے مخالفین کو ہیضہ کی وباء میں ہلاک ہونے کی دھمکی دی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس طرح پکڑ کی کہ وہ خود ہی وبائی ہیضہ سے اگلے جہاں چلتا بنا۔

مرزاغلام احمد کا ایک مرید ریاست جموں کا چراغ الدین تھا جو اگرچہ بعد میں مرزا غلام احمد کا مخالف ہوگیا تھا مگر مرزا قادیانی کی زندگی میں وہ مرزا قادیانی کے اتنا قریب تھا کہ ۹رفروری ۱۹۰۲ء میں اس نے مرزا قادیانی کے بارے میں جو بیان دیا مرزا قادیانی نے اُسے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں اس طرح جگہ دی ہے کہ اس سے مرزا غلام احمد کی پوری تحریک آپ کے سامنے آجاتی ہے۔

چراغ دین جموی کی قادیانی سوچ

’’قدیم سے سنت اللہ چلی آتی ہے کہ ہر ایک روحانی انقلاب کے لئے پہلے مامور آتے رہے ہیں اور جب قوم اُن کی تکفیر وتکذیب میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو اُن پر عذاب آجاتا رہا...... چنانچہ اس طرح اب بھی وقوع میں آیا کہ جب حضرت اقدس نے تبلیغ اور حجت اللہ کو دنیا پر پورا کیا اور اپنے دعوے ماموریت کو ہر پہلو سے جیسا کہ حق تھا ثابت کردکھایا لیکن دنیا ان کی تکفیر وتکذیب سے باز نہ آئی تو خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اس زمانہ کے لوگوں کے لئے آسمان سے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے مخالفوں کی طرح آپ کے (اپنے) مکذبین کے لئے بھی ایک بلا نازل فرمائی۔ سووہ یہی طاعون ہے۔‘‘

(اشتہار ملحقہ حقیقت الوحی ص۹، خزائن ج۲۲ ص۴۲۱)

☆......مرزا قادیانی نے طاعون سے بچنے کی کیا راہ تجویز کی؟

مرزا قادیانی نے طاعون سے گھبرائے ہوئے لوگوں کو یہ راہ بتائی کہ مجھے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا مان لو۔ میرے دعوے ماموریت کو قبول کرلو تو تم اس وبا سے بچے رہو

گے۔ مرزا قادیانی نے اس میں بھی اپنے لئے بچاؤ کی ایک راہ کھول لی۔ وہ کیا تھی؟ اسے خود اُنہی کے الفاظ میں ملاحظہ کریں: ’’قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئیگی۔ الاّ کم اور شاذ و نادر۔‘‘ (کشتی نوح ص۴، خزائن ج۱۹ ص۵)

اب اگر کسی کو قادیان میں یہ وبا آ لے تو مرزا قادیانی کہیں گے کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ طاعون کے یہاں بھی شاذ و نادر کیس ہو سکتے ہیں۔ ان واقعات کو اُس کھاتے میں ڈال دو۔

تاہم نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے کمزور اور نادان لوگ اس گھبراہٹ میں مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی سے بلیک میل ہو گئے ہوں گے۔

☆......قادیان میں ۱۹۰۸ء میں ہیضہ کی آمد

مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد لکھتا ہے: ’’حضرت مسیح موعود (قادیانی) ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے...... رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا...... کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے۔‘‘

(سیرت المہدی ج۱ ص۷ روایت نمبر۱۱ قدیم، سیرت المہدی ص۹ ج۱ روایت نمبر۱۲ جدید)

مرزا قادیانی کی اپنی تشخیص یہ رہی کہ یہ وبائی ہیضہ ہے۔ مرزا غلام احمد کے سسر میر ناصر نقشہ نویس بیان کرتے ہیں: ’’حضرت رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا۔ جب میں حضرت کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔‘‘

(حیات ناصر ص۱۴ طبع اوّل دسمبر ۱۹۲۷ء مرتبہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

یہ بات میر ناصر کے اپنے خود نوشتہ حالات میں درج ہے۔ ۲۵ رمئی ۱۹۰۸ء کا

واقعہ ہے۔اس سے مرزا قادیانی کی وہ بددعاء جو آپ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف کی تھی پوری ہوگئی۔وہ بددعاء یہ تھی کہ اگر میں اپنے دعوے میں سچا نہیں تو مولانا ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں طاعون یا ہیضہ سے مرجاؤں گا۔مولانا ثناء اللہ صاحب مرزا غلام احمد کے بعد تقریباً نصف صدی تک زندہ رہے اور مرزا قادیانی وبائی ہیضہ سے ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال کی عمر میں وہاں چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔

☆ ......مرزا غلام احمد نے کس عمر میں وفات پائی

مرزا قادیانی جب فوت ہوئے تو اُس وقت وہ ایک معروف شخصیت تھے اور پریس اُن سے بے خبر نہ تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اب ان کے سنِ وفات میں کوئی اختلاف کیا جائے۔ ہاں! بوقت پیدائش وہ کوئی جانی پہچانی شخصیت نہ تھے۔سو اُن کے پیروؤں کے لئے ان کے سن پیدائش میں کوئی مغالطہ دینا مشکل نہ تھا مگر افسوس کہ مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کے لئے اس کی بھی گنجائش نہ چھوڑی۔

وہ خود لکھ گئے: ''میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔'' (کتاب البریہ ص۱۴۶، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷ حاشیہ)

اس عبارت میں یہ امور پیش نظر رہیں

۱...... یہ عبارت پوری احتیاط سے لکھی گئی ہے۔ ورنہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء نہ لکھتے۔ ۱۸۳۹ء میں اگر کوئی اختلاف رہا تو بس اتنا ہی لکھ دیا ۱۸۴۰ء ہوگا اور پھر ۱۸۵۷ء میں اپنے بارے میں سولہ برس یا سترہ برس کا اختلاف لکھا اور پھر اس عمر میں یہاں تک کا پتہ کہ اُس وقت اُن کی داڑھی نہ اُتری تھی۔ بتاتا ہے کہ اب ان کے اس سن پیدائش میں کسی مزید مغالطے کا وہم نہیں ہوسکتا۔

۲...... یہ صحیح ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت کو کوئی بذاتِ خود نہیں جانتا لیکن سولہ سترہ برس کی عمر میں کوئی شخص اپنی عمر کے بارے میں کسی مغالطے میں نہیں ہوتا۔ داڑھی کب اُترتی ہے۔ اسے جاننے والا کوئی شخص اپنی عمر کے بارے میں کسی مغالطے میں نہیں رہ سکتا۔

۳...... مرزا قادیانی قادیان کے وہ غیر معمولی نوجوان نہ تھے جنہیں بیس سال تک داڑھی

نہ آئی ہو، اگر کوئی اُن کی اپنی تحریر کے خلاف اُن کا سن پیدائش ۱۸۳۷ء تجویز کرے تو اُسے یہ بھی بتلانا ہوگا کہ مرزا قادیانی تئیس سال تک کھودے رہے اور قادیان میں یہ بات عام چل نکلی تھی کہ کھودے پر الہامات اترنے شروع ہو گئے ہیں۔ جب یہ نہیں ہوا تو ان کا سن پیدائش ۱۸۳۷ء کیسے تجویز کیا جاسکتا۔

۴...... مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے بتایا کہ تیری عمر کم اَز کم ۷۴ سال یا زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال تک جائیگی۔

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۸ء میں لکھا: ’’میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول رہا ہوں کہ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔‘‘ (اشتہار بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ ملحقہ کتاب البریہ ص۳، خزائن ج۱۳ ص۳۴۹)

۱۸۹۸ء سے ۵۹ سال نکال دیں تو آپ کا سن پیدائش ۱۸۳۹ء ہی نکلتا ہے۔

پھر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ (اس وقت آپ ۶۶ یا ۶۷ سال کے ہوں گے) اور تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اسی صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ (زلزلہ) کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ ص۲۵۸)

یہ سولہ سال کب پورے ہوئے ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں تو اس وقت مرزا قادیانی کی عمر ۶۶ سال ٹھہرتی ہے اور اسے ہی مرزا قادیانی ستر برس کے قریب بتلا رہے ہیں۔ اس صورت میں آپ ۱۹۰۵ء میں جو براہین احمدیہ حصہ پنجم کے لکھنے کا سال ہے، ۶۶ سال کے تھے‘ سال بعد وفات ہوئی تو عمر ۶۹ سال ہوتی ہے۔

یہ صدی ہے جو مرزا غلام احمد کی وفات سے شروع ہوتی ہے سو پہلے دیکھا جائے کہ قادیانی جماعت کے لئے اس صدی کا آغاز کیسے ہوا؟ اور انہیں کن کن عبرتناک حالات سے گزرنا پڑا۔

قادیانیوں پر بیسویں صدی کا آغاز کس طرح ہوا؟ اور پھر پچھلی پوری صدی پر غور کریں

☆...... قادیانی جماعت کی پہلی رسوائی

بیسویں صدی ۱۹۰۸ء میں سب سے پہلا موضوع یہ رہا کہ مرزا قادیانی کی وفات طبعی ہوئی یا ہیضہ سے ہوئی ہے؟ پھر لوگوں میں یہ بات چلی کہ ان کی عمر اس کی اپنی وحی کے مطابق کم از کم ۷۴ سال ہونی چاہئے تھی وہ ۶۸ سال کی عمر میں کیسے چل بسے۔ کیا انہیں بہت جلدی تھی؟ گھر والوں کے لئے اُن کی یہ اچانک موت ان کی کس پیش گوئی کے مطابق ہو رہی تھی؟ یہ پہلی رسوائی تھی جو ان کی اس بے وقت موت سے اُن کی جماعت کو ملی اور وہ بھی ہیضہ کی موت سے اور یہ وہ واردات نہیں جو کسی دشمن کے ہاتھوں سے واقع ہو۔ انہوں نے مولانا ثناء اللہ کے خلاف بددعا کرتے ہوئے مرض ہیضہ خاص طور پر لکھا تھا اور وہ اپنی اسی یکطرفہ بددعا سے ہیضہ سے اس جہاں سے چلے گئے۔

☆......قادیانی جماعت کی دوسری رسوائی

مرزا قادیانی کی موت تک اُن کی جماعت میں حکیم نورالدین، خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی ایم.اے، عبدالرحمٰن مصری، مرزا بشیرالدین محمود سب اکٹھے تھے لیکن وہ سب مرزا غلام احمد کے بارے میں ایک عقیدہ پر نہ تھے۔ مرزا قادیانی کی نبوت پر اُن کی وفات کے اگلے دن سے ہی اختلاف شروع ہوگیا تھا اور حکیم نورالدین کی حکمت نے اس اختلاف پر پردہ ڈالے رکھا تھا۔ اس وقت مرزا بشیرالدین محمود بھی اس عمر میں نہ تھے کہ جماعت کو اپنے نظریات پر چلا سکیں۔ لیکن جب حکیم نورالدین کی وفات ہوئی تو جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔ یہاں تک کہ ان کے آپس میں مباحثات ہونے لگے۔ اُن میں سب سے اہم مباحثہ راولپنڈی میں ہوا جو مباحثہ راولپنڈی کے نام سے مشہور ہے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس کی وفات کے فوراً بعد اس کے دعویٰ میں ہی اس کے پیرو دو حصوں میں بٹ گئے ہوں۔ عقائد یقینی امور ہوتے ہیں، یہ نظریات نہیں ہوتے۔ سو اس صدی میں یہ قادیانیوں کی دوسری بڑی رسوائی تھی۔

☆......قادیانی جماعت کی تیسری رسوائی

قرآن کریم میں کعبہ شریف کو بقائے عالم کا نشان بتلایا گیا ہے۔ جب تک کعبہ ہے دنیا میں انسان رہیں گے۔ جب کعبہ نہ رہے گا انسان بھی نہ رہے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

قرآنِ کریم میں ہے:’’**جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماللنّاس**‘‘(المائدہ:۹۷)

(ترجمہ) اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو بزرگی کا گھر ہے قیام کا باعث لوگوں کے لئے۔

یہ آیت بتلاتی ہے کہ کعبہ کی برکت قیامت تک کے لئے ہے۔ اس گھر کی بزرگی کے لئے یہ مان لینا کافی ہے کہ زمانہ آخر میں جب دجال آئے گا وہ پوری دنیا میں گھومے گا مگر مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ یہ اس بات کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کعبہ شریف سے ہدایت کے چشمے قیامت تک خشک نہیں ہوں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:’’**لیس من بلد الا سیطؤ ہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ لیس من نقابھا نقب الا علیہ الملائکۃ صافین یحرسونھا**‘‘

(صحیح بخاری ج۱ص۲۵۳ باب لا یدخل الدجال المدینۃ، ج۲ص۱۰۵۶)

(ترجمہ) ہر شہر کو دجال روندھتا ہوا آئے گا (قادیان بھی اس کی زد میں رہے گا) ماسوائے مکہ اور مدینہ کے اور ان کی کوئی گزرگاہ ایسی نہ ہوگی کہ اس پر اللہ کے فرشتے کھڑے پہرہ نہ دے رہے ہوں گے۔

پھر مرزا غلام احمد نے بھی اقرار کیا:’’مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظّمہ کے دجال محیط ہو جائے گا۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۸۷، خزائن ج۲۳ص۸۶ حاشیہ)

’’یہ مسلم امر ہے کہ دجال تمام زمین پر بجز مکہ اور مدینہ کے پھر جائے گا۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۱، خزائن ج۲۲ص۴۹۶)

قادیانی جماعت جب کعبہ سے کٹ گئی اور اب وہ وہاں کھلے طور پر جا نہ سکتے تھے تو یہ تیسری رسوائی تھی جو قادیانیوں کو نصیب ہوئی۔ مرزا بشیرالدین محمود نے مکہ و مدینہ کے خلاف اعلان کیا:’’مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ خشک ہو چکا ہے۔‘‘

(حقیقت الرؤیا ص۴۶، انوار العلوم ج۴ص۱۳۶)

اب اس سے مرزا قادیانی کا وہ کشف کہ تین شہروں کا نام قرآن میں اعزاز سے لکھا ہوا ہے کالعدم ہوگیا اور اب ان کے عقیدہ میں صرف قادیان ہی اس عزت کا مورد رہا۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے قادیانیوں کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا کہ مسلمان کہلانے والوں میں کوئی تو ہے جس نے اپنا قبلہ ہندوستان میں تلاش کرلیا ہے۔ اب کچھ مسلمان کہلانے والے بھی شاید عرب کی طرف توجہ کو لازم نہ سمجھیں گے۔ اسلام کا مرکز عرب رہے اب یہ اندیشہ جاتا رہا۔

☆...... مرزا غلام احمد نے ایک رقبۂ ہند، سرزمین عرب کے برابر ٹھہرایا

یہ کام اس نے اپنے ایک کشف سے سرانجام دیا۔ اس سے وہ علماء جو کشف کو حجت شرعی نہ سمجھتے تھے۔ یکسر مرزا قادیانی کے خلاف ہوگئے۔ غلام احمد لکھتا ہے: ’’تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ، مدینہ اور قادیان‘‘

آگے لکھتا ہے: ’’یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا۔‘‘

’’انا انزلناہُ قریباً من القادیان‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۷، خزائن ج۳ ص۱۴۰،۱۴۱)

قادیان کو ارض حرم ٹھہرانے کے چرچے اب مرزا قادیانی کے ہاں عام تھے۔

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

(درثمین اردو ص۵۰)

قارئین کرام! مکہ کا ارضِ حرم ہونا ہمیشہ کے لئے ہے۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ ہندوستان میں ایک دوسری ارضِ حرم بنالائے۔ قرآنِ کریم میں تو کہا گیا تھا: ’’ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکّۃ مبارکاً وھدی للعالمین فیہ اٰیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان اٰمنا‘‘ (آل عمران:۹۶)

(ترجمہ) بے شک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت گاہ بنا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے۔ یہ برکت والا گھر ہے اور ہدایت کا مرکز ہے تمام جہانوں کے لئے اس میں (اللہ کے) کھلے نشان ہیں جیسے مقام ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوگیا امن پاگیا۔

یہ دارالامن ہونا کعبہ کی شان ہے اور اس کی یہ شان ہمیشہ کے لئے ہے۔ مولوی محمد علی لاہوری نے جب قادیان چھوڑا تو اس نے برملا کہا: ’’یہ خصوصیت ساری دنیا میں صرف خانہ کعبہ کو حاصل ہے کہ وہ امن کا مقام ہے۔‘‘ (بیان القرآن ج۱ ص۲۴۷ زیر آیت من دخلہ کان اٰمنا)

اب اس کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ قادیان دارالامان ہے۔

☆…… کعبہ کی نسبت سے اُمت مسلمہ نے اہل قبلہ کا نام پایا

اس اُمت کو جو نسبت کعبہ سے حاصل ہے وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو خواہ وہ کسی ملک میں ہی کیوں نہ ہوں اور کسی رنگ ونسل کے ہوں۔ اِس کی نسبت سے انہیں اہل قبلہ کا نام دیا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ ہمیشہ کے لئے فقہ اسلامی کا ایک عنوان قرار پا گیا ہے: ’’ولا نکفرا حداً من اھل القبلۃ‘‘

(ترجمہ) ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو صف اسلام سے باہر نہیں کرتے۔

☆…… مرزا غلام احمد بھی ایک مدت تک اہل قبلہ مسلمانوں کو ہی کہتا رہا

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’ہم کسی ادنی سے ادنی مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان (روم) کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص……، خزائن ج۱۳ ص۳۲۶)

ہاں! ضروریات دین میں سے کسی کا منکر اگر قبلہ رُخ ہو کر نماز پڑھے تو وہ اس اعزاز اہل قبلہ ہونے کا مستحق نہیں رہے گا۔ اب اہل قبلہ ہونا مسلمانوں کے لئے ایک پوری اصطلاح بن چکی ہے۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: ’’اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین‘‘ سو اُمت مسلمہ کے لئے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ ہندوستان میں کسی دوسرے رقبہ زمین کو ارضِ حرم کا نام دیں۔ مگر افسوس کہ بشر الدین محمود نے ۱۹۳۵ء میں ایک تقریر میں اپنے باپ کی بات پھر دہرائی: ’’خدا تعالیٰ نے اِن تینوں مقامات (مکہ، مدینہ اور قادیان) کو مقدس کیا۔‘‘

(الفضل قادیان ج۲۳ نمبر۵۵ ص۷ کالم۴، مؤرخہ ۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء)

قادیان کو تو اب اس میں داخل کیا جا رہا ہے لیکن مکہ اور مدینہ کا تقدس تو پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ یہ دونوں مقدس مقامات اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اور قادیانیوں کا وہاں داخلہ تک ممنوع ہے۔

قادیانیوں کی چوتھی رسوائی، اس دارالامان کا امن کس طرح لٹا

مرزامحمود کے اس اعلان کے پورے بارہ سال بعد ۱۹۴۷ء میں قادیان پر بھی ایک قہری تجلی پڑی اور سکھوں نے اس کے تقدس کو پامال کر دیا۔ جب یہاں امن نہ رہا تو مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے پیروؤں کے ساتھ قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوا اور اس نے اپنے دارالامان کو الوداع کہی۔ مذاہب کی دنیا میں اس سے زیادہ قادیانیوں کی رسوائی شاید کبھی نہ ہوئی ہو کہ اب قادیان دارالامان نہ رہا۔ اس وقت کے گورنر پنجاب مسٹر موڈی اور چودھری ظفراللہ خان کی وجہ سے اُنہیں ضلع جھنگ کے چک ڈھگیاں میں ایک رقبہ الاٹ ہو گیا جسے مرزا محمود نے اپنے اور اپنی جماعت کے لئے ایک پناہ گاہ کا نام دیا اور اس کا نام ربوہ رکھا اور اپنے پیروؤں میں یہ بات مشہور کی کہ قرآن کی رو سے یہ جگہ ابن مریم اور اس کی والدہ کی پناہ گاہ ہے۔

’’وجعلنا ابن مریم وامہ اٰیۃ واٰوینٰھما الٰی ربوۃ ذات قرار ومعین‘‘ (المؤمنون:۵۰)

(ترجمہ) اور بنایا ہم نے ابن مریم اور اس کی والدہ کو ایک نشان اور ہم نے اُن دونوں کو ایک ٹیلے پر پناہ دی جہاں ٹھہرنے کا موقعہ تھا اور ستھرا پانی تھا۔

چودھری ظفراللہ خان پاکستان کے وزیر خارجہ ہو گئے اور پاکستان میں قادیانیوں کو ربوہ مل گیا۔ اب یہ قادیانی پھولے نہ سماتے تھے کہ اب پاکستان کے بیرون ملک سفارتخانے ان کے تبلیغی اڈے بنیں گے۔ اس سلطنت کو وہ مرزا محمود کی ایک کرامت کہتے تھے۔

قادیانی جماعت کی پانچویں رسوائی، مجلس احرار اسلام سیاست سے کنارہ کش ہوئی اور چودھری ظفراللہ خاں کو پاکستان کی سیاست سے نکلنا پڑا

پاکستان کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے عملی سیاست سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ اب مجلس احرار اسلام صرف قادیانیوں کا ہی تعاقب کرے گی اور قادیانی پاکستان میں کوئی مؤثر طاقت بن کر نہ رہ سکیں گے۔ وزارتِ خارجہ پر اُن کا قبضہ تھا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پاکستان میں ۱۹۵۳ء مسلمانوں کی مجلس عمل کی تحریک بڑی تیزی سے چلی اور اس کے نتیجہ میں چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کی وزارتِ خارجہ میں نہ رہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ لوگ پاکستان کی عملی

سیاست سے ہی نکل گئے اور مجلس عمل اپنی تحریک میں کامیاب ہوگئی۔

☆......مرزاغلام احمد کے مکذبین پر کوئی آسمانی گرفت نہ آئی ان منکرین پر کوئی آسمانی عذاب نہ اترا

مرزاغلام احمد کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔۱۹۰۷ء میں اس نے اپنے مخالفین کے خلاف یہ وحی شائع کی تھی اور اسے یہ عنوان دیا تھا:''**وکفانی مما اوحی الیّ ھٰذا الوحی المبشر**'' (حقیقت الوحی ٹائٹل باراوّل، خزائن ج۲۲ص۱)

(ترجمہ) اور مجھے کافی ہے بشارت دینے والی یہ وحی جو مجھے آچکی۔

اور اس کے نیچے یہ وحی پیش کی:''**ما ارسل نبی الا اخزی به اللّٰه قوماً لا یؤمنون ان اللّٰه مع الذین اتقوا والذین هم محسنون**''

(حقیقت الوحی ٹائٹل باراوّل، خزائن ج۲۲ص۱)

''**انی معک ومع اهلک ومع کل من احبک**'' تیرے لئے میرا نام چمکا۔ (حقیقت الوحی ص۹۶، خزائن ج۲۲ص۹۹)

ان کا ترجمہ یہ ہے: کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اُس پر ایمان نہ لانے والوں کو رسوا کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ نیکی کرنے والے ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے گھر والوں کے بھی ساتھ ہوں اور ہر اُس شخص کے ساتھ جو تیرا چاہنے والا ہے۔

ہم مرزا قادیانی کی اس وحی کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے منکرین اور مکذبین کس طرح مورد عطاہائے الٰہیہ رہے اور پوری صدی گزر گئی اور ان پر ایک دفعہ بھی کوئی قومی عذاب نہ آیا جو سب مکذبین کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

۱......حرمین شریفین سے اُن کی نسبت اور عزت برابر رہی

اس دنیا میں بہترین رقبہ زمین ارضِ حرمین ہے۔ دنیا کے آخر تک مکہ اور مدینہ میں دجال کا داخلہ نہ ہوسکے گا۔ مرزاغلام احمد خود بھی مانتا ہے:''یہ مسلم اَمر ہے کہ دجال تمام زمین پر بجز مکہ اور مدینہ کے پھر جائے گا۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۱، خزائن ج۲۲ص۴۹۶)

سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی موت کے بعد مکہ و مدینہ پر تسلط مرزا غلام احمد کے پیروؤں کا ہوا یا اس پر اس کے منکرین اور مکذبین کا ہی قبضہ رہا؟ مرزا غلام احمد نے یہ تو دعوی کیا تھا کہ میں نے کشفی طور پر قرآن میں مکہ مدینہ اور قادیان، یہ تین نام لکھے دیکھے ہیں لیکن وہ قدسیت کعبہ اور مقام مدینہ کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال نہ سکا اور اب تک ان کے ایمان کی دھڑکن ان ناموں سے قائم ہے۔ مرزا کی وفات کے بعد مرزا بشرالدین محمود نے جرأت کی اور مکہ اور مدینہ پر یہ شرمناک جملہ کہا: ''مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔'' (حقیقت الرؤیا ص۴۶، انوار العلوم ج۴ ص۱۳۶)

مرزا غلام احمد اگر واقعی ملت ابراہیمی کا کوئی چراغ ہوتا تو اُسے حرمین کے نام سے نسبت اور عزت ضرور ملتی۔ کیونکہ مرزا غلام احمد کے مکذبین کا حرمین شریفین پر اب تک قبضہ قادیانیت کی رسوائی کا ایک کھلا نشان اور اس کے منکرین و مکذبین کی عزت پر ایک روشن برہان ہے۔

قادیانیوں پر مرکزی فتویٰ کفر

ہندوستان میں امام العصر مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکفار الملحدین کے نام سے ایک نہایت علمی اور تحقیقی دستاویز تیار کی۔ مرزا غلام احمد نے حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد دیوبند کو جو عالمی شہرت ملی اور علماء مصر نے جو اُسے ازہر الاقطار الہندیہ کا نام دیا۔ یہ مرزا غلام احمد کے انکار اور اس کی تکذیب پر پہلی آسمانی تجلی ہے جو اس علمی سطوت سے چمکی۔ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم کے سوسالہ اجلاس میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب کی دعوت پر دنیا کے جہاندیدہ علماء اور مختلف سلاطین اسلام کے نمائندگان اور شاہان تصوف دیوبند میں جمع ہوئے۔ دیوبند کی علمی شہرت کی یہ دوسری آسمانی تجلی تھی جو اس صدی میں دیوبند پر اپنی پوری شان سے چمکی ۱۹۰۸ء میں دیوبند کے دورہ حدیث کے طلبہ تین سو سے زیادہ نہ تھے آج دیوبند کے دونوں مدرسوں میں طلبہ کی تعداد ۸ ہزار سے زائد ہے۔

مرزا قادیانی نے جن علماء سے براہ راست ٹکر لی جیسے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا کرم الدین دبیر، گولڑہ کے پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ دیکھئے اس صدی میں ان کے سلسلے اور مراکز کس مزید ترقی سے نوازے گئے کبھی کسی نبوت کے کھلے منکرین اور مکذبین کو بھی یہ شہرت حاصل ہوئی ہے جو آج ان کے اخلاف میں پائی جاتی ہے؟

علماء دیوبند قادیانیت کے تعاقب میں

علماء دیوبند میں امام العصر مولانا انورشاہ صاحب کے شاگردوں میں محدث کبیر مولانا محمد بدرعالم میرٹھی ثم المدنی، شیخ المحدثین والمفسرین مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی اعظم دیوبند مفتی محمد شفیع (مفتی اعظم پاکستان)، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند، محدث جلیل مولانا سید محمد یوسف بنوری یہ حضرات خم ٹھوک کر قادیانیت کے مقابلے میں نکلے اور اُنہوں نے بیسوں کتابیں اس صدی میں قادیانیت کے خلاف لکھیں اور یہ حضرات اپنی علمی شہرت اور شخصی بزرگی میں تاریخ اسلام میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بھلا یہ قدرومنزلت اور بزرگی اور عزت کبھی کسی نبی کے منکرین ومکذبین کو بھی ملی ہے؟ مولانا بدرعالم کو مدینہ کی خاک نے کھینچا اور اُنہوں نے مدینہ منورہ میں جگہ پائی۔ مولانا کاندھلوی کی صدارت میں پاکستان کا مسلک دیوبند کا سب سے بڑا مدرسہ جامعہ اشرفیہ اپنی خدمات اور شہرت کے نصف النہار پر پہنچا۔ ۲۰۰۷ء میں امام کعبہ یہاں تشریف لائے اور ملکی سطح پر اس جامعہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ مفتی محمد شفیع صاحب کراچی میں ایک عظیم دارالعلوم جسے پاکستان کا دیوبند کہا جاسکتا ہے، کے بانی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاف کو پاکستان اور پورے عالم اسلامی میں وہ شہرت بخشی کہ کبھی کسی نبوت کے منکرین اور مکذبین پر فیضانِ الٰہی اس شان سے اُترتا نہیں دیکھا گیا۔ ہندوستان میں ختم نبوت پر سب سے پہلی جامع کتاب مفتی اعظم دیوبند مولانا مفتی محمد شفیع نے لکھی تھی۔ آج ان کے بیٹے مولانا محمد تقی عثمانی اور مفتی محمد رفیع عثمانی (مفتی اعظم پاکستان) دنیائے علم کے آفتاب ومہتاب سمجھے جاتے ہیں اس خاندان پر یہ آسمانی قبولیت مرزاغلام احمد کی اس کھلی تکذیب سے ہی تواتری ہے۔

☆...... مرزاغلام احمد کے انکار کی برکات

مرزا غلام احمد کے انکار وتکذیب پر ہندوستان کے مسلمانوں کو مرزا غلام احمد کی طرف سے کیا کیا دھمکیاں دی گئی تھیں انہیں مرزا غلام احمد، خدا کی طرف سے اس طرح روایت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے خدا نے کہا ہے: ’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زورآور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۵،۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۸)

یہاں نذیر سے مرزاغلام احمد مراد ہے دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس سے مراد ہندوستان اور عرب کے علماء اوران کے فتوے کو ماننے والے تمام مسلمان ہیں۔ ان علماء ہند اور علماء عرب نے اس کو قبول نہ کیا اور کھلے بندوں انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ وہ زورآور حملے کہاں ہیں جن کی غلام احمد نے خدا کے نام پر خبر دی تھی۔

۱...... ہندوستان کے مسلمانوں کو پاکستان ملا

اب چاہئے یہ تھا کہ ہندوستان کے ان مسلمانوں پر جنہوں نے غلام احمد کی تکذیب کی، خدا کا عذاب اترے اوران پر خدا کے زبردست حملے ہوں۔ اس کی بجائے خدا نے ہندوستان کے مسلمانوں پر ایک نیا انعام کیا کہ انہیں اسی سرزمین سے ایک نیا اسلامی ملک پاکستان دیا اوران پاکستانیوں کو یہ مقام دیا کہ خود مرزاغلام احمد کے پیروبھی ان کے زیرسایہ پاکستان جانے کے لئے قادیان چھوڑ نکلے۔

کیا خدا نے اب تک کسی نبی کی تکذیب کرنے والوں کواس نعمت سے نوازا ہے جس سے مرزاغلام احمد کے منکرین اورمکذبین نوازے گئے۔

۲...... پاکستان کا پرچم کن ہاتھوں نے لہرایا

پاکستان کا پرچم کس نے لہرایا، کسی سیاستدان نے؟ نہیں! اس کے کسی حکمران نے؟ نہیں! اس کی یہ پرچم کشائی علماء کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ کراچی میں یہ پرچم شیخ الاسلام علامہ شبیراحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لہرایا اور ڈھاکہ میں محدث عصر مولانا ظفراحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور یہ سب کچھ قائداعظم محمد علی جناح کے کہنے سے عمل میں آیا۔

یادرہے مملکت خداداد پاکستان کا پرچم ان ہاتھوں نے لہرایا جنہوں نے مرزاغلام احمد کے خلاف کتاب ''الشہاب لرجم الخاطف المرتاب'' لکھی تھی۔ پھر پاکستان کے سرکاری سطح پر مفتی اعظم وہ مانے گئے جنہوں نے سب سے پہلے ختم نبوت پرایک بڑی جامع کتاب تین حصوں میں لکھی تھی۔ کبھی کسی نبوت کے منکرین اور مکذبین اس عزت اورفضل خداوندی سے نوازے گئے جس عزت سے یہ علماء دیوبند نوازے گئے؟ علماء عرب مرزاغلام احمد کی تکذیب میں نکلے توان پر بھی انعام الٰہی کی بڑی بابرکت بارش ہوئی۔

۳......عرب اس تکذیب میں کہاں سے کہاں جا پہنچے

عرب ایک صحرائی علاقہ تھا جہاں اُڑتی ریت میں اُونٹوں کے جہاز چلتے تھے اور پانی کی سخت قلت تھی اور فصلوں کا کہیں نام ونشان تک نہیں ملتا تھا۔ وہاں کے علماء نے جب مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کی تردید کی اور اس کے تمام دعوؤں میں اس کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں آسمانی اور زمینی برکات سے نوازا۔ زمین نے پیٹرول اُگلا، سونے کی کانیں دریافت ہوئیں اور وہ ملک جو کبھی دنیا کا غریب ترین ملک تھا۔ آج پوری دنیا میں امیر ترین اسلامی ملک سمجھا جاتا ہے۔ سعودی عرب کو یہ برکات مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کی تکذیب میں ملیں۔ ختم نبوت کے اس عقیدے کے صدقہ میں عرب امارات پر تازہ بہار آ گئی۔ یہ انجام آج تک کسی نبوت کے مکذبین کا نہ ہوا تھا۔ انبیاء سابقین میں تکذیب انبیاء آسمانی عذاب کی ہمیشہ ایک تمہید رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تک یہی سنت اللہ جاری رہی کہ منکرین کے لئے ہمیشہ عذاب اترتا رہا ہے۔

''انا ارسلنا نوحاً الیٰ قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم'' (نوح:۱)

(ترجمہ) بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو پیشتر اس کے کہ ان پر دردناک عذاب اترے (میری معصیت سے) ڈرائیں۔

''وکم اهلکنا من القرون من بعد نوح وکفیٰ بربک بذنوب عباده خبیراً بصیراً'' (الاسراء:۱۷)

(ترجمہ) ہم کتنی ہی قوموں کو نوح کے بعد غارت کر چکے اور کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۴......حضور کی اس امت کا عالمی پھیلاؤ کب ہوا

حضور ﷺ کی امت اجابت کے مشرق ومغرب میں پھیلنے کی پیشین گوئی اس امت کے کس دور میں پوری ہوئی؟ مسلمان دنیا کے مشرق ومغرب میں کب پہنچے ہیں؟ اسی صدی میں جو مرزا غلام احمد کی ۱۹۰۸ء کی وفات سے شروع ہو کر آج ۲۰۰۷ء میں اپنے اختتام کو پہنچی ہے۔ خدا نے اس امت محمدیہ کو مرزا غلام احمد کی تکذیب کے دوران ہی دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔

معلوم ہوا کہ اس امت میں اس وقت بھی امت پنا موجود تھا۔ تبھی تو امت کا ان اطراف عالم میں اس وقت وارد ہونا، حضور ﷺ کے دین کی عالمی رسائی میں جگہ پا سکتا ہے۔

نیا نبی آنے سے پہلے پچھلی امت خدا کی جماعت ہونے سے نکل جاتی ہے۔ صرف وہی لوگ خدا کی جماعت سمجھے جاتے ہیں جو اب اس نئے نبی کی بیعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اب پچھلی امت میں امت پنا نہیں رہتا نہ وہ امت اب پہلے نبی کا کسی طرح اعجاز بنتی ہے۔ اب نئے نبی سے نئے معجزات چلتے ہیں۔ پہلی امت سے اس نئے نبی کے انکار سے وہ پہلی آسمانی برکات اٹھالی جاتی ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے پیروؤں کو مردم شماری کے سرکاری کاغذات میں اپنا نام علیحدہ لکھوانے کی تلقین کی تھی کہ اب سے خدا کی پارٹی اس کے پیروؤں کی جماعت ہے نہ کہ وہ لوگ جو کہ مرزا غلام احمد کے مکذبین ہیں۔ پھر ہوا کیا؟ خدا کی آسمانی برکات انہی لوگوں پر اترتی رہیں جو مرزا غلام احمد کے عالمی سطح کے مکذبین رہے۔

ملحوظ رہے کہ حضور ﷺ کی اپنی امت کے عالمی پھیلاؤ کی پیش گوئی اس زیر بحث صدی میں پوری ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابھی اس امت پر حضور کی نسبت سے عالمی سایہ رحمت موجود تھا اور یہ امت کسی نئے نبی کے انکار سے ہرگز امت مردودہ نہ ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی اس امت کو قیامت سے جوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم ‘‘ معلوم ہوا یہ امت رہتی دنیا تک امت قائمہ رہے گی۔ امم بائدہ میں سے نہیں ہوگی۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انّ اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا‘‘ (صحیح مسلم ج۲ص۳۹۰ کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

(ترجمہ) اللہ نے تمام زمین میرے لئے لپیٹ دی ہے میں نے اس کے مشرق بھی دیکھے اور مغرب بھی اور بے شک میری امت کا دور مملکت وہاں تک پہنچے گا جہاں تک یہ زمین میرے لئے لپیٹ دی گئی۔

حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’لایبقی علی ظھر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل‘‘ (رواہ احمد ج۳۹ص۲۳۶، رقم الحدیث ۲۳۸۱۳)

(ترجمہ) اس زمین کی پشت پر کوئی کچا پکا گھر ایسا نہ رہے گا مگر یہ کہ اللہ اس میں کلمہ

اسلام داخل کرے گا وہ ان گھروں کو عزت دیتا آئے یا ماتحت کر کے آئے۔

یہ کلمہ اسلام کون سا ہوگا، وہی جو حضور ﷺ سے جاری ہوا تھا۔ یہ حضور ﷺ کے بعد کسی اور نئے نبی کا کلمہ نہ ہوگا، نہ کسی اردو کلمے کی عرب دنیا میں کوئی رسائی ہوگی۔ دجال سے آخری معرکہ اسی امت کا ہوگا کسی نئے نبی کا نہ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:''یقاتل آخر امتی الدجال''

(سنن ابی داؤد ج۱ ص۳۴۳ کتاب الجہاد باب فی الغزمع ائمۃ الجور طبع ایچ ایم سعید کمپنی)

(ترجمہ) اس امت کے ہی دور آخر کے لوگ دجال سے جنگ کریں گے۔

آج آپ برطانیہ کے کسی شہر میں جائیں اور یورپ وامریکہ کی کسی ریاست میں اتریں۔ آپ کو ہر جگہ حضور ﷺ کی امت کثیر تعداد میں پھیلی ملے گی۔ حضور ﷺ کی امت کثیر تعداد میں یہاں ان ممالک میں کب آباد ہوئی ہے؟ یہ سب کچھ کب ہوا؟ اسی صدی میں جو مرزاغلام احمد کی موت سے شروع ہوئی اور آج ۲۰۰۷ء میں وہ اپنی انتہاء کو پہنچ رہی ہے اور اس امت کو یہ مقام مرزاغلام احمد کے دعویٰ نبوت کے انکار پر ہی تو ملا ہے۔

☆...... چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی سیاست سے نکال دیا گیا

تقسیم ملک کے وقت ہندوستان اور پاکستان دونوں نے مصلحتاً انگریزوں کے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ رکھا۔ یہ اس بات کا نشان تھا کہ ہم نے آزادی برٹش حکومت سے لڑ کر نہیں صلح کے پیرایہ میں لی ہے۔ بھارت نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اپنا گورنر جنرل بنایا اور پاکستان نے چوہدری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ بنایا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے اس نئے منصب کو اپنی کسی غرض کے لئے استعمال نہ کیا لیکن چودھری ظفر اللہ خان نے پاکستان کے تمام سفارت خانوں کو بیرونی ممالک میں اپنے عقیدے کے مراکز کے طور پر استعمال کیا۔ وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے اسے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔

پھر کیا ہوا؟ نوابزادہ لیاقت علی خان کو برسرِ عام قتل کر دیا گیا اور ان کے قتل کا سراغ اب تک نہیں ملا۔ خواجہ ناظم الدین پاکستان کے دوسرے وزیراعظم چنے گئے۔ اُنہیں علمائے پاکستان نے قادیانیت کے برے اثرات سے مطلع کیا۔ یہاں تک کہ پاکستان میں ۱۹۵۳ء میں مجلس عمل کی ایک تحریک چلی اور اس کے نتیجہ میں چودھری ظفر اللہ خان پاکستان کی سیاست سے نکل گئے لیکن قادیانی ہنوز ایک غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جاسکے۔ یہ تحریک ختم

نبوت اپنے صرف ایک مطالبے میں کامیاب ہوئی۔ دوسرے موضوع پر کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اور وقت لکھا تھا۔ قادیانیوں کی دنیوی پہلو سے یہ پانچویں رسوائی تھی کہ چودھری ظفراللہ خان یکسر پاکستان کی سیاست سے نکل گئے۔

☆...... عالم اسلام کی قادیانیت کے مسئلہ پر بیداری

دارالعلوم دیوبند نے تقسیم ملک سے پہلے ہی عرب دنیا کو مسئلہ قادیانیت سے پوری طرح آگاہ کردیا تھا۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''**اکفار الملحدین فی انکار شئ من ضروریات الدین**'' لکھ کر پورے عالم اسلام کو اس سے باخبر کردیا تھا کہ قادیانی باوجود اپنے دعویٰ اسلام کے بعض ضروریاتِ دین کے انکار سے صف اسلام میں جگہ نہیں رکھتے۔ پھر مفتی محمد عبدہ مصری کے شاگرد سیّد رشید رضا مصری نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ وہ دیوبند بھی آئے اور علمائے دیوبند سے ملے اور اُن سے مل کر اس ازھر ایشیاء پر پورے اطمینان کا اظہار کیا اور واپس جاکر المنار میں لکھا: ''**لو لم اراها لرجعت من الهند حزينا**''

اگر میں دیوبند کو نہ دیکھ پاتا تو ہندوستان سے افسردہ ہی واپس لوٹتا۔

اس کے بعد عرب دنیا میں یہ تحریک بڑھتی ہی رہی اور دوسری سب عرب ریاستوں تک جا پہنچی۔ اب ہر جگہ یہ احساس قوت پا گیا کہ ضروریات دین کے انکار سے کوئی شخص اپنے دعوی اسلام کے باوجود صف اسلام میں نہیں رکھا جاسکتا۔

یہاں تک کہ اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام نے رابطہ عالم اسلامی کی قیادت میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ پھر سعودی عرب نے افریقی ممالک میں اپنے وفود بھیجے۔ یہاں قادیانی اسلام کے نام پر بہت سے مراکز بنا چکے تھے جہاں سے اسلام کے نام پر قادیانیت کی تعلیم دی جارہی تھی۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی قرارداد کہ قادیانی امت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں اور یہ کہ وہ ختم نبوت میں ایک نئی راہ نکالنے کی وجہ سے غیر مسلم ہوچکے ہیں۔ یہ باتیں اب پورے عالم اسلام میں تسلیم کی جاچکیں۔ یہ قادیانیوں کی پانچویں قومی رسوائی تھی۔

☆...... قادیانیوں کی اس صدی کی چھٹی قومی رسوائی

قومی اسمبلی پاکستان کے بائیس معزز ارکان نے ۱۹۷۴ء میں یہ قرارداد پیش کی کہ کتاب وسنت کی روشنی میں قادیانی ایک غیر مسلم گروہ ہیں جو اپنے دعوی اسلام کے باوجود اس

اسلام سے نکلے ہوئے ہیں جس پر اُمت اسلامیہ اپنی پندرھویں صدی سے گزر رہی ہے۔ لہٰذا پاکستان میں قانونی تقاضے پورے کرنے کے لئے اُنہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اُن محرکین میں مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا صدر الشہید، مولانا عبدالحق محدث اکوڑہ خٹک، مولانا نعمت اللہ، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد اور چودھری ظہور الٰہی سرفہرست تھے۔ پھر اس قرارداد پر پندرہ اور ارا کین نے بھی دستخط کئے۔ پھر اس پر پاکستان قومی اسمبلی میں بھرپور بحث ہوئی۔ مرزا غلام احمد کے پیروؤں کے دونوں گروہوں کو بھی اپنا اپنا مؤقف اور اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا پورا موقعہ دیا گیا اور بالآخر اُنہیں ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین اور قانون کے تقاضوں میں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور آئین پاکستان کی دفعہ ۲۶۰ میں بالاتفاق اسمبلی میں ترمیم کی گئی۔

پاکستان میں اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی میں ایک تاریخی تقریر کی، تاہم دوسری سیاسی پارٹیوں نے بھی اس میں حکومت کا بھرپور ساتھ دیا اور یہ پوری قومی اسمبلی کی پوری قومی سطح پر ایک قومی قرارداد تھی۔

پھر ۱۹۸۴ء میں حکومت پاکستان نے اس تاریخی قرارداد ختم نبوت کی پوری توثیق کی اور قادیانیوں کے دونوں فرقے آئین اور قانون کے تقاضوں میں بدستور غیر مسلم ہی رہے۔ یہ ان کی چھٹی رسوائی تھی۔

مرزا غلام احمد کی وفات ۱۹۰۸ء سے شروع ہونے والی اور ۲۰۰۷ء میں ختم ہونے والی صدی میں قادیانیوں کی یہ پے درپے ناکامیاں تھیں جو اُن کا نصیب ہو کر رہیں۔

پھر مارشل لاء کے نفاذ کی وجہ سے جب دستور عارضی طور پر معطل ہوا اور اندیشہ ہوا کہ کہیں قادیانیوں کے متعلق یہ فیصلہ خرد برد نہ ہو جائے تو اسمبلی کے دوبارہ بحال ہونے پر اس کی پھر توثیق کر دی گئی۔ یہ قادیانیوں کی ایک اور قومی سطح کی رسوائی تھی۔

☆......قادیانیوں کی ساتویں رسوائی

قادیانی مسلمانوں والا کلمہ پڑھ کر ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے کہ وہ بھی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں۔ حالانکہ وہ صف اسلام سے نکلے ہوئے تھے۔ سو ضروری ہوا کہ قادیانیوں کو کلمہ اسلام سے مغالطہ دینے سے روکا جائے اور اُن کی مسلمانوں کو کلمہ اسلام سے

دھوکہ دینے کی چال ناکام بنادی جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے بالاتفاق قادیانیوں کو اپنے سے الگ کر کے ان کو مغالطہ دینے سے روک دیا کہ یہ اب اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہ کہہ سکیں مبادا کوئی مسلمان ناواقفی میں ان کی عبادت گاہ میں ان کی نماز میں آملے۔ ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کے ذمہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو ایسے دھوکے سے بچائے جس سے کسی مسلم کا ایمان کسی خطرے میں آگھرے۔ سواس کے لئے آرڈیننس جاری کردیا گیا۔

(نوٹ) جب یہ کلمہ اسلام کہتے ہیں تو وہ اپنے عقیدے کے اظہار کے لئے نہیں پڑھتے بلکہ وہ اسے ایک تاریخی یاد کے طور پر پڑھتے ہیں۔ جس طرح بعض مسلمان کبھی لاالٰہ الّا اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ یا لا الٰہ الّا اللّٰہ موسیٰ کلیم اللّٰہ پڑھیں تو یہ وہ اپنے عقیدہ کے اظہار کے طور پر نہیں پڑھتے۔ کیونکہ وقت کا کلمہ لاالٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہے اور وقت کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور آپ ہی اس عہد کے رسول ہیں۔ قادیانی اس عہد کا پیغمبر مرزاغلام احمد کو مانتے ہیں اور لاالٰہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ وہ محض ایک تاریخی یاد میں پڑھتے ہیں۔ ان کے اپنے عقیدہ میں اس وقت کا پیغمبر غلام احمد ہے جس کی اپنی زبان اردو تھی اور اسی زبان میں اس کی زیادہ کتابیں ہیں اور ان کا کلمہ اردو میں ہے۔

☆...... قادیانی کلمہ اور اس کی علمی طور پر غلط زبان

مرزاغلام احمد کا بیٹا بشیر احمد کہتا ہے کہ مرزاغلام احمد کے پہلے جانشین حکیم نورالدین نے ہمیں بتایا کہ ہر قوم کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ ہم قادیانیوں کا بھی ایک کلمہ ہے، وہ کیا ہے؟ اسے دیکھئے: ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔''

(سیرت المہدی ج۳ ص۳۰۵ روایت ۹۷۴ قدیم، سیرت المہدی حصہ سوم ج۱ ص۸۲۴ روایت ۹۷۴ جدید)

قرآن پاک سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے مقابلے میں لفظ آخرت ہے، دین نہیں۔ دین دنیا اور آخرت دونوں میں کارفرما ہوتا ہے۔ سو دنیا اور آخرت دو مقابلے کے لفظ ہیں:

''منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ'' (آل عمران:۱۵۲)

''ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ'' (البقرہ:۲۰۱)

''واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ انّا ھدنا الیک''

(الاعراف:۱۵۶)

دین دونوں جہانوں سے بڑھ کر ایک ابدی صداقت ہے، اسے دنیا کا مقابل ٹھہرانا علمی طور پر غلط ہے اور یہ تقسیم قرآن حکیم کی ان آیات کے بھی خلاف ہے۔ سو قادیانیوں کا یہ اردو کلمہ علمی پہلو سے بھی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ اسے خدائی ہدایت کہا جائے۔

☆......مسلمانوں کے سے ناموں سے دھوکہ نہ دیا جاسکے

پاسپورٹ میں مسلمانوں کے سے ناموں سے مغالطہ دینے سے بھی قادیانیوں کو روکا گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کے سے ناموں کے سہارے کئی ناواقف لوگوں کو مغالطہ دے دیتے ہیں۔ اس امتیاز کے لئے پاسپورٹ فارم میں اس عبارت کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے فارم میں اپنے عقیدہ کی شہادت دے۔

۱...... میں مسلمان ہوں اور نبی پاک ﷺ کو آخری نبی مانتا ہوں اور ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔

۲...... میں کسی بھی ہستی کو چاہے وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی تسلیم نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی ایسے دعویدار کو مسلمان تصور کرتا ہوں۔

۳...... میں مرزاغلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی اور اس کے ماننے والوں کو چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی گروپ سے تعلق رکھتے ہوں غیر مسلم تصور کرتا ہوں۔

☆......قادیانیوں کی آٹھویں رسوائی

مرزابشیرالدین محمود نے چک ڈھگیاں ضلع جھنگ کا نام قرآن کے ایک لفظ ''ربوہ'' (جہاں حضرت مریم اور ابن مریم نے پناہ پائی تھی) سے استناد کرتے ہوئے ربوہ رکھا تھا۔ سفیراسلام مولانا منظور احمد چینوٹی ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب نے ملک میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ چک ڈھگیاں کو یہ نام دینے میں قرآن کریم کے لفظ ربوہ کا غلط استعمال ہے اور یہ قرآن کی سوچی سمجھی تحریف ہے۔ مولانا مرحوم کی یہ تحریک پورے ملک میں چلی اور کامیاب ہوئی بالآخر اس کا نام ربوہ خلاف قانون ٹھہرایا گیا۔ قادیانیوں نے اس قرارداد کو روکنے کے لئے بہت کوشش کی مگر یہ آٹھویں رسوائی بھی ان کا نصیب رہی اور اب چناب نگر کا ایک حصہ مسلم آبادی قرار پایا ہے اور اس میں مجلس احرار اسلام پاکستان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپنی عظیم دینی درسگاہیں اور جامع مساجد ہیں جہاں ہر سال ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا رہتا

ہے۔ قادیانی سربراہوں کے لئے اس صورت حال کا سامنا کرنا بہت مشکل تھا۔ سو اس نے اس صورت حال سے بچنے کے لئے ربوہ کا نام بدلا جانے سے پہلے راتوں رات لندن کی راہ لی اور کہا کہ اب یہ جگہ ہمارے لئے پناہ گاہ نہیں رہی۔ اب ہم اسے کس طرح ربوہ کہیں مرزا بشیرالدین نے ایک غلط سوچ سے اس کا نام ربوہ رکھا تھا۔

قادیانیوں سے ربوہ کا نام لے لیا گیا اور اب یہ آبادی چناب نگر کے نام سے موسوم ہے اور جب یہ نام لیا جاتا ہے، قادیانیوں کی رسوائی اوراجاگر ہوتی چلی جاتی ہے۔ وادی چناب کا یہ گڑھا قادیانیوں کی پہلی پیش قدمی سے ایک طویل عرصہ تک ایک گڑھا ہی رہا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جب اس میں کچھ اسلامی مراکز بنے تو یہاں مرزا غلام احمد کا پڑپوتا مرزا مسرور ایک دفعہ ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا۔ اس کا ظاہری سبب کیا ہوا ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے دعویٰ کیا تھا کہ اُسے کافر کہنے والے سب گرفتار ہوجائیں گے اور اُسے عزت کی کرسی ملے گی۔ غلام احمد کا ایک یہ الہام ملاحظہ ہو:

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے　　　کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے

(حقیقت الوحی ص ٹائٹل بار اوّل)

اور اس پر لکھا ہے: ’’وکفانی مما اوحی الی ھذا الوحی المبشر‘‘

(حقیقت الوحی ص ٹائٹل بار اوّل)

(ترجمہ) اور مجھے کافی ہے بشارت دینے والی یہ وحی جو مجھے آچکی۔

’’اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۴، خزائن ج۲۲ ص۱۰۷)

جب ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں پہلی تحریک ختم نبوت چلی اور بہت سے علماء گرفتار ہوگئے تو قادیانیوں نے حقیقت الوحی کا یہ پہلا صفحہ عام اشتہار کی صورت میں بانٹا۔ امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رہا ہوتے ہی دہلی دروازہ لاہور میں قادیانیوں کو للکارا اور پیش گوئی کی۔ ’’تم اسی صدی میں اپنے سربراہ کو گرفتار دیکھو گے اور جو علماء تمہیں کافر کہتے رہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہوں گے۔‘‘ پھر تاریخ گواہ ہے کہ قادیانی اس ملک میں ایک غیرمسلم اقلیت قرار پاگئے اور ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہونے والے علماء اور بزرگان قوم سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔

قادیانیوں کی نویں رسوائی

پھر وہ وقت بھی آیا جب ۳۰؍اپریل ۱۹۹۹ء کو مرزا مسرور احمد کو چناب نگر میں ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا اور واقعی یہ علماء جو مرزا غلام احمد کو کافر کہتے چلے آرہے تھے، اب ایک دوسرے کو مبارک باد کہہ رہے تھے۔ تاریخ قادیانیت میں یہ پہلا موقع تھا کہ مرزا غلام احمد کے خاندان کا ایک فرد ہتھکڑیوں میں دیکھا گیا۔ ایک وہ وقت تھا کہ مرزا غلام احمد کے باپ کو انگریزی دور میں انگریز حکومت کی خدمات کے باعث کرسی ملتی تھی اور ایک یہ وقت بھی آیا کہ قادیانیت پر ابھی یہ پہلی صدی بھی پوری نہ ہو پائی تھی کہ کرسی نشین کا بدقسمت پڑپوتا اُن لوگوں کے سامنے جنہیں مرزا غلام احمد نے ذریۃ البغایا (بدکار عورتوں کی اولاد) کہا، ملزموں کے کٹہرے میں دیکھا گیا۔ اگر یہی وحی مبشر ہے تو اللہ تعالیٰ ہر صادق کو اس جھوٹی بشارت سے بچائے۔ بہرحال یہ نویں رسوائی تھی جو قادیانیوں کا نصیب بنی۔

قادیانیوں کی ان نو رسوائیوں کے بعد اب ان کی دسویں رسوائی کو ایک وسیع سلسلہ عدالت میں دیکھیں۔

قادیانیوں کی عدالتوں کے کٹہروں میں پے در پے شکستیں

ہندوستان کے انگریزی دور میں قادیانیوں کو جو حکومتی سرپرستی حاصل تھی وہ کسی جہت سے محتاج بیان نہیں۔ یہ خاندانی پودا خود تاج برطانیہ نے کاشت کیا تھا۔ بایں ہمہ ہندوستان کی کئی مسلم خواتین نے اپنے خاوندوں کے قادیانی ہو جانے پر اپنے نکاح ختم سمجھے اور پھر قانونی تقاضے پورا کرنے کے لئے انہیں ہندوستان کی سول عدالتوں سے بھی فسخ کرایا۔ ان مقدمات میں سب سے زیادہ شہرت مقدمہ بہاولپور کو ہوئی جس میں دارالعلوم دیوبند کے بڑے بڑے علماء پیش ہوئے تھے، انہیں جامعہ عباسیہ کے مقتدر علماء نے دیوبند سے بلایا تھا۔ اس مقدمہ میں قادیانیوں کا فنی گواہ جلال الدین شمس تھا۔

۱...... مقدمہ بہاولپور

آخرکار جناب محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول نگر نے ۷؍فروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳؍ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کو بہاولپور میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اور قادیانی ایک رشتہ نکاح میں نہیں رہ سکتے۔ کسی شخص کے قادیانی ہوتے ہی اس کا

مسلمان عورت سے ہوا نکاح معاً ٹوٹ جاتا ہے۔ قادیانیوں کو یہ رسوائی مرزا بشیرالدین محمود کے دور میں ہندوستان کے برٹش دور حکومت میں ہوئی۔

۲...... فیصلہ مقدمہ راولپنڈی

یہ مقدمہ مسماۃ امۃ الکریم دختر کرم الٰہی جنجوعہ (راولپنڈی) اور لیفٹیننٹ نذیرالدین ملک ولد ماسٹر محمد دین اعوان کے مابین راولپنڈی میں تھا۔ اس سول اپیل کا فیصلہ ۳؍جون ۱۹۵۵ء کو سنایا گیا۔ نچلی عدالت نے فیصلہ کیا تھا کہ مسماۃ امۃ الکریم (قادیانی) نذیرالدین (مسلم) کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ جناب اکبر شیخ ایڈیشنل جج نے اس سول اپیل کے آخر میں لکھا: ’’میں سمجھتا ہوں کہ ابتدائی سماعت کرنے والی عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلے کی توثیق کرتا ہوں۔ مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں ہے۔ میں اپیل کو خارج کرتا ہوں۔‘‘

۳...... مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

اس مقدمہ میں مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان مدعی تھی۔ اس کا نکاح حکیم نذیر احمد برق (قادیانی) سے پڑھا گیا۔ اس قادیانی نے بعد میں بتایا کہ وہ نکاح کے وقت بھی قادیانی ہی تھا۔ اس پر مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا کہ میرا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے، لہٰذا مدعا علیہ کو منع کیا جائے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی کہے۔ یہ فیصلہ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۰ء کو جناب قیصر احمد سول اینڈ فیملی کورٹ جج جیمس آباد نے سنایا تھا۔

۴...... ماریشس سپریم کورٹ کا فیصلہ

ماریشس میں روزہل کی مسجد مسلمانوں نے بنائی تھی اور وہی اس کے منتظم تھے۔ قادیانیوں نے ناواقف لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر قادیانیوں کے خلاف ۲۶؍فروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا اور قادیانیوں کے خلاف ۲۱ شہادتیں پیش ہوئیں۔ مسلمانوں کی جانب سے مولانا عبداللہ رشید شہادت میں پیش ہوئے اور قادیانیوں کی طرف سے مولوی غلام محمد بی۔اے اپنے وکلاء کی مدد کرتے رہے۔ مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولر کے سی۔ای سویز کے سی۔ای تھے۔ جب کہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر آر پڑانی تھا۔ ۱۹؍نومبر کو چیف جج سرائے چیز ورلڈ نے یہ فیصلہ دیا۔

عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ روزہل کی مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں۔ اس مسجد میں صرف مسلمان ہی اپنے عقیدے کے مطابق نماز ادا کر سکتے ہیں۔

۵...... ساؤتھ افریقہ کا تاریخی مقدمہ

جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن کا تاریخی مقدمہ کسے یاد نہیں۔ اس مقدمہ میں اپیل میں کراؤن کورٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی غیر مسلم عدالت کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں؟ کون ضروریات دین کا منکر ہے اور کون نہیں؟ یہ فیصلہ مسلمانوں کی اپنی عدالتیں ہی کر سکتیں ہیں۔ (اگر پورے مسلمان متفق ہیں کہ قادیانی مسلمان نہیں تو کوئی غیر مسلم عدالت قادیانیوں کو مسلمان قرار دے سکتی)

یہ قادیانیوں کی وہ مختلف تاریخی رسوائیاں ہیں جو قادیانیوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی ۱۹۰۸ء کی وبائی ہیضہ کی موت کے بعد مختلف عدالتوں میں حاصل ہوئیں۔

قادیانیوں کا قادیانی میں صد سالہ جشن

قادیانی اپنی ان پے در پے ناکامیوں کا بوجھ پاکستان پر ڈالتے ہیں۔ پورے خطہ پاک و ہند میں وہ اپنے آپ کو ناکام نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں اگر ہم یہ بات عوام کے سامنے لائیں کہ ان کے قادیان کے جشن صد سالہ پر ان کے سربراہ مرزا مسرور کی کیا گت بنی تھی تو پھر قادیانیوں کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے۔

قادیانیوں نے بڑے کروفر سے قادیان میں اپنا صد سالہ جشن خلافت منانے کا اعلان کیا تھا۔ مرزا مسرور جونہی لندن سے دہلی پہنچا تو حکومت ہند نے اسے قادیان میں اتنا بڑا جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی جس میں پاکستان سے کثیر تعداد قادیانی وہاں آجائیں۔ مرزا مسرور کو ہوائی سفر سے امرتسر جانے کی اجازت دی گئی اور اسے وہاں قادیان بذریعہ ریل جانے کے لئے کہا گیا اور ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ یہ سارا سفر تم اپنی ذمہ داری پر کرو گے۔ مسلمانوں کے ردعمل کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔

مرزا مسرور حکومت ہند کے اس مؤقف سے اتنا ڈرا کہ قادیان تک جانے کی اسے ہمت نہ ہوئی اور وہ سیدھا لندن واپس آگیا۔

سوسال گزرنے پر یہ اتنی بڑی ناکامی ہے کہ قومی سطح پر قادیانی کبھی اسے دھو نہ سکیں گے۔ اس پر کئی قادیانی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مرزا قادیانی کو پہلے ہی یہ بات الہاماً بتادی گئی تھی کہ:''اخرج منه ایزیدیون'' (تذکرہ ص۱۴۱ طبع چہارم)

مرزا غلام احمد کے پانچویں جانشین مرزا مسرور اور اس کی جماعت کے لئے ۲۰۰۸ء نہایت اہم سال تھا۔ مرزا غلام احمد کی وفات اور اس کی خلافت کے آغاز پر پورے سوسال ہو رہے تھے اور ختم نبوت کی مسلم تنظیموں نے قادیانیت پر گزری۔ اس پوری صدی کے تنقیدی جائزہ کے اجلاس دنیا کے مختلف ممالک میں شروع کر دیئے تھے۔ قادیانیوں نے جوابی کارروائی کے طور پر اپنی صد سالہ خلافت پر قادیان میں ایک بڑے جشن کا اعلان کر دیا۔ پوری دنیا کے قادیانیوں کو بتایا جارہا تھا کہ سال ۲۰۰۸ء قادیانیوں کے لئے عزت کا سال ہوگا اور اس سال قادیان میں ایک ایسا تاریخی جلسہ ہوگا جس سے پوری دنیا میں قادیانیت کو عزت اور ان کے مخالفین کو ذلت ملے گی۔ قادیانی مبلغین اور مربی اس جلسے کے لئے چندے پر چندے کر رہے تھے۔ قادیان کو روشن اور دلہن کی طرح سجانے کا داعیہ تھا اور وہاں مرزا مسرور کے آنے کی خبر تھی۔ ہندوستان کی حکومت نے قادیانیوں کو موقع فراہم کیا کہ وہ قادیان میں اپنا سوسالہ جشن منائیں۔ البتہ پاکستان سے آنے والے قادیانیوں کو سیاسی حالات کے پیش نظر روک دیا گیا۔ قادیان کے قادیانی پوری تیاری کے ساتھ قادیان میں جمع تھے اور ہندوستان بھر کے قادیانی بھی قادیان کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا مسرور کو ایک بڑی ذلت سے ہمکنار کر دیا۔ احمدی آرگ کے اے کے شیخ بتاتے ہیں کہ ہندوستانی حکومت کے اس فیصلے سے کہ پاکستان کے قادیانی قادیان نہ آئیں گے اور مرزا مسرور بھی قادیان تک محدود رہیں گے۔ پوری قادیانیت پر ایک بجلی سی گری اور ان کا یہ خوش آئند منصوبہ خاکستر ہو کر رہ گیا۔

قادیان کے ناظر اعلیٰ انعام غوری نے (ہندوستانی حکومت کے) اس فیصلے کو تسلیم کیا اور مرزا مسرور کے لئے دہلی سے امرتسر تک کے لئے جہاز بھی چارٹر کر لیا گیا اور امرتسر سے قادیان تک خصوصی ٹرین کا بندوبست بھی ہو گیا تھا۔ کیونکہ ایک صدی پہلے مرزا غلام احمد کی میت ٹرین سے ہی لاہور سے قادیان پہنچی تھی۔ تمام سفری انتظامات پر جو اخراجات آئے وہ جماعت کے تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ ان تمام انتظامات کے باوجود مرزا مسرور اس صورت حال سے بری طرح خوفزدہ تھا اور کسی صورت میں قادیان دارالامان جانے کے لئے رضامند

نہ ہوا۔ تین مرتبہ جہاز پر سوار ہونے کے لئے اپنے کمرے سے نکلتا رہا اور راستے سے واپس آ جاتا۔ آخری مرتبہ اس کی حالت ایسی غیر تھی کہ اس نے کہا کہ مجھے فوراً واپس پہنچایا جائے۔ بقول پرائیوٹ سیکرٹری کے انہیں یہ خوف لاحق ہوگیا تھا کہ کہیں ان کا جہاز اغوا نہ کر لیا جائے، وہ کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا اور فوری لندن پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے راتوں رات خصوصی انتظامات کر کے لندن واپس لایا گیا جہاں اس کی حالت کئی دنوں بعد سنبھلی۔

پوری دنیا کے قادیانیوں کے لئے یہ مقام عبرت ہے کہ قادیانی خلافت کے سو سال بعد بھی مرزا مسرور کو اتنا حوصلہ نہ تھا کہ وہ (بزعم خود دارالامان) قادیان جائے اور دنیا بھر سے آئے قادیانیوں کو کچھ تو بتا سکے کہ مرزا قادیانی سو سال پہلے کس طرح وبائی ہیضہ سے مرے تھے اور یہ ان کی ایک اپنی ہی بددعاء کا ثمرہ تھا جو انہوں نے حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کے خلاف کی تھی۔

مرزا مسرور اس اہم وقت قادیان جانے سے کیوں گھبرا رہے تھے۔ یہ آپ قادیانیوں سے پوچھیں: کیا انہیں یہ خطرہ تھا کہ کوئی قادیانی سرپھرا ان سے قادیانی عقیدہ کی کوئی وضاحت مانگے گا یا کوئی قادیانی اس سے سو سال جمع کئے گئے ان چندوں کا حساب طلب کرے گا جو مرزا قادیانی کے خاندان کے لوگ بے دریغ اپنے اوپر لٹاتے رہے؟ آخر دو تین مرتبہ شلوار یونہی تو خراب نہیں ہوسکتی تھی۔

مرزا مسرور نے خوف وذلت کے پیش نظر قادیان نہ جا کر عملی طور پر واضح کر دیا کہ ان کے عقیدے میں اب قادیان دارالامان نہیں، لندن دارالامان ہے۔ اسے اگر قادیان کے دارالامان ہونے کا ذرا بھی یقین ہوتا تو وہ کبھی بدوں اجلاس صد سالہ لندن واپس لوٹنے کی ضد نہ کرتا۔

ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی موت (۱۹۰۸ء) اور حکیم نور الدین کی قادیانی جانشینی کے آغاز سے اب تک کے حالات وواقعات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ قادیانی جماعت کو اس پورے سو سال میں سوائے رسوائی کے اور کچھ نصیب نہ ہوا۔ وہ جماعتی سطح پر بھی ایک دوسرے کو بے آبرو کرتے رہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے سامنے بھی وہ ذلت ونامرادی سے ہی دوچار ہوتے رہے۔ سو سال میں ان پر کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے عزت سے کھڑے ہوئے ہوں۔ یہ جب اور جہاں بھی آئے ذلت ہی ان کا مقدر رہی۔

مرزا غلام احمد کے جانشینوں اوران کی جماعت پر پچھلے سو سال ذلت ورسوائی سے گزرے اورانہیں کبھی عزت سے سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ ہم اس پر پیچھے تفصیلی بحث کر چکے ہیں، تاہم یہاں انہی کے گھر کی ایک شہادت پیش کئے دیتے ہیں۔ قادیانی نوجوان اس پر غور کریں اوراپنے اپنے حلقہ کے جماعتی مبلغ سے پوچھیں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جس سے قادیانی جماعت سو سال میں کبھی عزت کے ساتھ چلنے کے قابل نہ ہوئی اورانہیں جگہ جگہ ذلت ورسوائی کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔ احمدی آرگ کے جناب اے کے شیخ بتاتے ہیں:

قادیانیوں نے اپنی سو سالہ خلافت جوبلی کے لئے وسیع پیمانے پر پلاننگ کی تھی اوراس کی ابتداء گھانا کے جلسہ سالانہ سے ہوئی جس میں مرزا مسرور نے شمولیت کی اوراحمدیوں کو خوشخبری دی کہ جس جوبلی کی ابتداء ایسی شان وشوکت سے ہوئی۔ اس کی آخری تقریب ناقابل فراموش ہوگی اوراگر دیکھا جائے تو آغاز کی بجائے انجام اورزیادہ ناقابل فراموش رہا۔ جوبلی کی آخری تقریب میں مرزا مسرور کا ہندوستان کا دورہ اوردارالامان قادیان کے صد سالہ جلسہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے تمام قادیانیوں سے خطاب تھا مگر جس ناکامی اورنامرادی سے مرزا مسرور کو ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔ وہ واقعی ان کے لئے پوری صدی کی ناکامیوں پر آخری مُہر لگانے کا باب تھا۔

۲۰۰۸ء میں جماعت کے تمام سالانہ جلسے تعداد کے لحاظ سے ناکام رہے۔ نئی بیعتوں کی تعداد کے بارے میں جماعت جس جھوٹ سے کام لیتی رہی، اس کا پول کھل گیا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت پر پابندی لگی۔ مرزا مسرور کے جھوٹ کا پول کیلگری (کینیڈا) کی قادیانی عبادت گاہ ''النور'' پر تعمیراتی کمپنی کے دائرکردہ مقدمہ نے کھول دیا۔ مسرور صاحب نے برطانوی پارلیمینٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ جماعت سود سے پاک نظام پر یقین رکھتی ہے۔ جب کہ جماعت کا سارا نظام سود پر چل رہا ہے اورایک مخصوص تعداد کے قادیانی جماعت سے چندے کی رقم ادھار لیتے۔ پھر اس رقم سے سوُد کے اعلیٰ نرخوں پر چند مستحکم تجارتی اداروں میں سرمایہ کاری کر کے سود کی مد میں ایک خطیر رقم حاصل کی جاتی ہے۔ یہ سود پھر مرزا خاندان کے افراد اوران کے خلیفہ کے وفاداروں میں تقسیم ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ وغیرہ پر جماعتی خبروں سے عام لوگوں کو واقفیت کرائی گئی اوراحمدیت کی وہ تعلیم اورتحریریں عام لوگوں تک پہنچائی گئیں جو جماعت کبھی اپنے ہم مذہبوں پر ظاہر نہ کرتی تھی۔ سو سال کے موقع پر جہاں جماعت کا زوال مسلسل چلا آرہا ہے، وہاں یہ الہام اپنی پوری شان وشوکت سے پورا ہوا۔ سو سال اورماں مرگئی۔

مجددین امت کی پچھلی غلطیوں کی اصلاح کے لئے آتے ہیں اور اس امت کو باقی رکھتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ العمری رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا'' (سنن ابی داؤد مشکوۃ ص۳۶ کتاب العلم فصل الثانی)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سر پر مجدد بھیجتے ہیں جو اس امت کے لئے اس کے دین کی نئے سرے سے اصلاح کرتے ہیں۔

اس حدیث میں صیانت امت کی خبر دی گئی ہے۔ اس امت کی عمر حضور اکرم ﷺ سے لے کر اس وقت تک ہے جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی۔ اس لمبی عمر میں جو علمی غلطیاں بھی امت میں راہ پا جائیں، مجددین کرام ان غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں گے اور یہ امت قیامت تک باقی رہے گی۔ بڑی سے بڑی غلطی پر بھی نسخ امت نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کی ختم نبوت کو بقائے امت لازم رہے گی۔ حضور ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا نہ کوئی نئی امت بنے گی۔ یہی امت اس دنیا میں آخری امت ہوگی اور اسی امت پر قیامت قائم ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ نے لِھٰذِہِ الاُمَّۃِ میں اسی امت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امت پہلے دور میں حضور اکرم ﷺ سے وجود میں آئی تھی۔ اس امت کا بقاء قیامت تک کے لئے موعود ہے۔ مرزا غلام احمد کے مجدد نہ ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اس امت سے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے پچھلے اسلام کو مردہ اسلام کہا اور اپنے لئے ایک نئی امت کی تشکیل کر دی۔ اپنے پیروؤں سے لدھیانہ میں بیعت لے کر ایک نئی امت کا آغاز کیا۔ اس کے برعکس اس حدیث مجددین میں اسی پرانی امت کے ہی باقی رہنے کی خبر دی گئی ہے۔

دسویں صدی میں سیرت حلبیہ کے مؤلف علامہ حلبی (۱۰۴۴ھ) سے ایک تاریخی غلطی ہوئی۔ اس نے لکھ دیا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضور ﷺ کے والد زندہ تھے۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ آپ کے گیارہ بیٹے ہوئے۔ اس نے یہ بات محققین کی تحقیق کے

خلاف کی اس کے چار صدی بعد مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸ء) نے سیرت حلبیہ کی اس غلطی کو باقی رکھا اور خود حضور اکرم ﷺ کے بارے میں اس بات کا مدعی ہوا کہ: ’’وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہوگیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مرگئی تھی۔‘‘ (پیغام صلح ص۸، خزائن ج۲۳ ص۴۶۵)

جب مرزا غلام احمد ایک عالم دین علامہ نور الدین الحلبی کی اس جلی غلطی کی اصلاح نہ کرسکا تو امت کی اور کون سی بے بسی تھی جس کی وہ اصلاح کر پائے گا۔ یہ بات قارئین کرام کے سوچنے کی ہے۔ مجددین تو آتے ہی اس لئے ہیں کہ امت کی سابق غلطیوں کی اصلاح کریں اور امت کو ہر ایسے نئے موڑ پر تا قیامت بچاتے رہیں نہ یہ کہ وہ خود ان غلطیوں میں ان کے پیچھے لگ جائیں۔ یہ کیسا امام ہے جو ہر غلطی میں کسی کا مقتدی بنا رہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ہاں گیارہ لڑکے پیدا ہونے کا غلط دعویٰ

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہوگئے۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۸۶، خزائن ج۲۳ ص۲۹۹)

اس میں بھی مرزا قادیانی غلط تاریخ بیان کرنے والوں کے پیچھے لگ گئے اور بحیثیت مجدد ان کی کچھ اصلاح نہ کر سکے۔ حالانکہ مجدد تو آتے ہی اس لئے ہیں کہ امت کی سو سالہ غلطیوں اور فروگزاشتوں کی اصلاح کریں۔

اللہ تعالیٰ مجددین کے ذریعہ اس دین پر ہر سو سال پر اس کی پچھلی غلطیوں کی اصلاح فرماتا ہے۔ مرزا غلام احمد کے عقیدہ کی رو سے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بجسد عنصری آسمانوں پر جانے اور قرب قیامت میں نزول فرمانے کی غلطی عہد صحابہ میں ہی راہ پا گئی تھی اور اس کے بعد اس پر کئی صدیاں گزریں، کسی مجدد نے بھی امت کی اس غلطی کی اصلاح نہ کی۔ اس کی بجائے اسے اور زیادہ قطعی لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد کا وقت آ گیا۔ جب پہلا کوئی مجدد بھی اس بڑی غلطی کی اصلاح نہ کرسکا تو مرزا غلام احمد کے لئے اب کوئی چارہ نہ رہا۔ سوائے اس کے کہ وہ اسے خود ایک معمولی غلطی قرار دے دے۔

غلام احمد لکھتا ہے: ’’مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کا جزو ہو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں

سے یہ ایک پیشین گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔''

(ازالہ اوہام ص۱۴۰،۱۴۱، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

مسلمانوں کے سامنے قادیانی اس مسئلے کو مرزا غلام احمد کے صدق وکذب کا معیار بنا کر پیش کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ مرزا قادیانی کے ہاں نزول مسیح کا عقیدہ (یا اس کی کوئی تفصیل) ہرگز ایمانیات میں سے نہیں۔ جب کوئی بات اپنی اصل میں ہی ایمانیات میں سے نہ ہو تو اس کی کوئی فرع کیسے ایمانیات میں سے ہوسکتی ہے۔

۲...... یزید کے اہل کاروں نے حضرت حسین ؓ کو یزید سے ملنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت حسین ؓ کی آخری تجویزات میں سے ایک تجویز یہ تھی کہ مجھے یزید سے ملنے کا موقعہ دیا جائے۔ (اس میں بہت ممکن تھا کہ آپ اس کی اصلاح فرمادیتے) مگر عراق کے نئے گورنر عبیداللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر نے آپ کو اس سے ملنے نہ دیا اور حضرت سیدنا حسین ؓ کو شہید کر دیا۔ اب اس قتل بے جا کا بوجھ ان سب کے سر تھا، صرف یزید پر نہیں۔ اگر اس نے حضرت حسین ؓ کے خلاف یہاں تک اقدام کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہایت افسوس ہے کہ کئی عزاداران حسین ؓ اس کا بوجھ شمر پر نہیں ڈالتے۔ کیونکہ وہ حضرت حسین ؓ کی سوتیلی والدہ کا بھائی تھا اور اس رشتہ میں وہ حضرت حسین ؓ کا ماموں لگتا تھا۔ آپ عزاداران حسین ؓ کو صرف یزید پر پیٹتے دیکھیں گے، شمر کے نام سے شاید ہی ان کے منہ سے کوئی بات نکلے۔ ان کے بعض عوام تو اس کے نام تک سے بالکل ناواقف ہیں۔

عام لوگ اپنی عزاداری میں شمر کو یا ابن زیاد کو زیادہ ملامت نہیں کرتے۔ وہ اس کا سارا بوجھ یزید پر ڈالتے ہیں۔ یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ مگر مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی صرف یزید ہی اس پیرایہ تعزیت کا مورد ہے۔ وہ کہتا ہے خدا نے اسے ۱۸۹۱ء میں قادیان کے بارے میں یہ الہام کیا تھا: ''اخرج منه الیزیدیون''

(ازالہ اوہام ص۷۲، خزائن ج۳ ص۱۳۸، تذکرہ ص۱۴۱ طبع۴)

قادیان سے سب یزیدی نکال دیئے جائیں گے۔ یہ خدا نے بھی سانحہ کربلا کا سارا ملبہ یزید پر گرایا ہے۔ حالانکہ عبیداللہ بن زیاد اور شمر اس ظلم میں اس سے زیادہ بدبخت رہے ہیں۔ مؤرخین کی تحقیق عزاداروں کے اس یکطرفہ پراپیگنڈا کے موافق نہیں۔ تاہم خدا کا یہ الہام عام عزاداروں کے اس عام پراپیگنڈے کے مطابق ہے، گو تحقیق دوسری طرف

ہو۔ یہ کیسا خدا ہے جو لوگوں کے غلط پراپیگنڈے میں خود گھرا ہوا ہے اور یہ کیسا مجدد ہے جو مؤرخین کی تحقیق کے خلاف اس پورے سانحہ کا بوجھ یزید پر ہی ڈال رہا ہے۔

تاہم سوال یہ ہے کہ مجددین کیا واقعی امت میں پیدا ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں یا یہ کہ وہ خود بھی عوام کی غلطیوں میں بہہ جاتے ہیں۔ پھر یہ امر بھی ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قادیانیت کہاں سے نکلی ہے؟ قادیان سے ہی تو نکلی ہے، تو پھر یہ یزید فطرت لوگ کون ہیں جنہیں قادیان سے نکلا بتایا گیا ہے؟ یہ قادیانی ہی تو ہیں جو قادیان سے نکلے اور پھر ملک کے دوسرے شہروں میں بھی جا اترے۔ ہمیں اس وقت تاریخ کے اس پہلو سے بحث نہیں یہ مرزا غلام احمد کا ایک اپنا الہام ہے کہ یہ یزید فطرت لوگ قادیان سے نکال دیئے جائیں گے۔ اگر کوئی مجدد ہونے کا مدعی ہو اور خود یہ فیصلہ بھی نہ کر پائے کہ یزید فطرت لوگوں کا تذکرہ مدح کے پیرائے میں ہو یا مذمت کے پیرائے میں، وہ کس درجے کا مجدد ہوگا؟

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جب مرزا محمود کی جانشینی پر قادیان میں ظلم وفساد کا بازار گرم ہوا تو وہاں اس کے مخالف قادیانیوں نے ایک اشتہار اس عنوان سے دیا تھا: ’’یزید کی طرح خلیفہ محمود برسر تسلط ہے۔‘‘ (اخبار الفضل قادیان ج۳۴ نمبر۲۰۳ ص۱ کالم۲، مؤرخہ ۳۱ راگست ۱۹۴۶ء)

پھر مرزا قادیانی کی یہ عبارت بھی سامنے رکھیں: ’’اللہ نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں۔ یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۷۳، خزائن ج۳ ص۱۳۸ حاشیہ)

اب آپ ہی سوچیں یزید کے بارے میں غلط بیانیوں کی جو فضاء آل سبا نے صدیوں سے قائم رکھی ہے، کیا غلام احمد خود اس لپیٹ میں گھرا دکھائی نہیں دے رہا؟

غلام احمد نے آل سبا کی اصلاح کی یا وہ خود بھی اس گاڑی میں آسوار ہوا۔ مجددین پچھلی غلطیوں کی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہ یہ کہ وہ خود اس ریلے میں بہہ نکلیں۔

یہ ہوسکتا ہے کہ اس نے یہ بات اپنے الہام میں قادیان کی مدح میں کہی ہو کہ وہاں سے یزید فطرت لوگ نکلیں گے لیکن یہ توجیہ تب صحیح بیٹھتی ہے کہ وہ حضرت حسینؓ کا مدح خواں ہو اور اپنے آپ کو ان سے اوپر نہ سمجھتا ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے اس کی عبارات کی

تلاش کی تو اس کا یہ شعر مل گیا جو صریح طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بے ادبی ہے:

''اما حسین فاذکروا دشت کربلا''

(اعجاز احمدی ص ۶۹، خزائن ج۱۹ ص ۱۸۱)

''فانی اؤیّد کل اٰن و انصر'' (ایضاً)

(ترجمہ) حسین کی فضیلت تو انہی ایام کی ہے جو آپ سے کربلا میں گزرے لیکن میں تو ہر آن اور لمحہ خدا کے حضور میں درجہ پائے ہوئے ہوں۔

پھر آپ کو مجددین میں کوئی ایسا نہ ملے گا جس نے اپنی زندگی میں اپنا کوئی عقیدہ بدلا ہو۔ مرزا غلام احمد نے جب اپنی وحی کے بہانہ سے اپنے حیات مسیح اور ختم نبوت کے عقیدوں میں تبدیلی کی تو اب اسے کون مجددین کی صف میں جگہ دے گا۔ پھر اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ مجددین اسی امت کی اصلاح کے لئے آتے رہے ہیں۔ **لھذہ الامۃ** میں اس امت کے الفاظ موجود ہیں لیکن غلام احمد اپنے آپ کو رڈّر گوپال بھی کہتا رہا کہ میں ہندو قوم کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ اب وہ اس امت میں کیسے ایک مصلح ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

مجددین کا رخ زیادہ امت کی اصلاح کی طرف ہوتا ہے

مجددین کے لئے جو حدیث وارد ہے اس میں اس کا بڑا کام اصلاح امت ہی بتایا گیا ہے۔ سو پہلے جتنے بھی مجددین آئے وہ زیادہ امت کی دین میں لائی گئی غلطیوں کو پکڑتے رہے اور امت کی اصلاح کرتے رہے۔ اگلے ہزار سال کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے وقت میں زیادہ زور عقائد اہل سنت کی صیانت اور بدعات کی روک ٹوک میں لگایا۔ بدعات کا جو سیلاب اس وقت امت پر امڈ آیا تھا آپ نے اس پر مجددانہ گرفت کی ہے۔ آپ ایک خط میں لکھتے ہیں: ''ہمگی ہمت وتمامی نہمت متوجہ آں باید بود کہ ترویج سنتے از سنن نمودہ آید و رفع بدعتے از بدع کردہ شود و ہمہ وقت خصوصاً دریں اوان ضعف اسلام اقامت مراسم اسلام منوط بترویج سنت است وتخریب بدعت'' (مکتوبات دفتر۲ مکتوب ۲۳ ص ۵۹ طبع سعید کمپنی کراچی)

(ترجمہ) ہمہ وقت اور پوری توجہ اس طرف ہو کہ سنتوں میں سے کسی سنت کو رائج کیا جائے اور بدعات میں سے کسی بدعت کو اٹھا دیا جائے اور ہمہ وقت خصوصاً ضعف اسلام کے دور میں اسلام کے طریقوں کو قائم کرنا سنت کو رواج دینے اور بدعات کو اٹھانے سے وابستہ ہے۔

ملکہ نور جہاں نے جہانگیر کے دور میں قاضی نور اللہ شوستری کو ہندوستان بلایا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے امت کو شیعیت سے بچانے کے لئے مجددانہ کام کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ مجددین کی زیادہ نظر امت کی اصلاح اور اس کے اندرونی اعمال پر ہوتی ہے۔

تحریک دیوبند میں ہندوؤں اور عیسائیوں کا مقابلہ زیادہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کرتے رہے لیکن امت کو سنبھالنے اور بدعات سے بچانے میں قطب الارشاد کا کام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ خلافت کو بچانے اور انگریزی سیاست سے دور رکھنے میں پورے ہندوستان کے شیخ حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے تو تربیت امت اور مسلمانوں کو بدعات سے دور رکھنے میں مجددانہ کام حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اور آپ اس پر پوری دنیا میں حکیم الامۃ کے نام سے معروف ہوئے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہ کام اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بھی لیا اور انہیں بھی قوم حکیم الامہ کہہ کر ہی یاد کرتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد ماننے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ مرزا غلام احمد کا رخ زیادہ تر عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرف رہا اور مسلمانوں میں جو نئے اعمال دین میں داخل کر دیئے گئے تھے۔ کیا مرزا غلام احمد نے کبھی ان کی بھی نشاندہی کی؟ اس وقت پچاس سے زیادہ اعمال بدعت مسلمانوں میں راہ پائے ہوئے تھے اور یہ کام ان بدعتی حلقوں میں کار خیر سمجھ کر کئے جارہے تھے۔ ایک سنت کو زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا ثواب مل سکتا تھا مگر مرزا قادیانی نے کبھی اس امت کی کسی نیکی میں تربیت نہ کی۔ حدیث مجدد کی رو سے مجدد اس امت کے لئے کام کرتا ہے۔ حدیث میں ''لھٰذہ الامۃ'' کے الفاظ اس پر شاہد ناطق ہیں۔

قادیانیوں کا ایک جواب اور اس کا جواب

بعض قادیانی کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حیات مسیح کی غلطی چھڑانے کے لئے مجددانہ کام کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ غلطی جو بقول مرزا قادیانی صحابہ کے وقت میں ہی امت میں آچکی تھی۔ اس کی اصلاح تو ان پہلی صدیوں کے مجددین کو کرنی چاہئے تھی وہ تو تاریخ کے مختلف موڑوں میں عقیدہ حیات مسیح کی توثیق ہی کرتے آئے اور اس غلطی سے پردہ اٹھایا تو اس شخص نے جو تاریخ کی پہلی تیرہ صدیوں کو دیکھ آیا تھا اور چودھویں صدی میں وہ خود

بھی ایک مدت تک اس غلطی میں مبتلاء رہا۔ مجدد تو دوسروں کی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہ کہ اپنی اصلاح کے لئے اور مرزا قادیانی نے بھی اپنی یہ اصلاح خود نہ کی بلکہ ان پر وحی اتری تھی جس نے ان سے جبراً یہ مسلمانوں والا عقیدہ چھڑایا۔ اس کی جتنی تفصیل آپ کر سکتے ہیں کرتے جائیں لیکن مرزا غلام احمد کی پوری زندگی میں آپ ان کے کسی مجددانہ کام پر انگلی نہ رکھ سکیں گے۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۹ء دسمبر کے آخر میں دین میں داخل کئے گئے پچاس نئے اعمال (بدعات) کی ایک فہرست شائع کی تھی اور قادیانیوں سے کہا تھا کہ تم ان میں سے کسی ایک بدعت کی بھی مرزا قادیانی سے تردید دکھاؤ ورنہ اس ردر گوپال کو کبھی غلطی سے بھی مجدد نہ کہنا۔

مجددین کا سب سے بڑا کارنامہ

مجددین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی امت کو قائم رکھتے ہیں اور اس پر جو گرد و غبار بھی پڑے وہ امت کو اس سے بچا نکلتے ہیں۔ یہ ایک ہی امت ہے جو ہر صدی بعد پھر سے نکھار میں آتی ہے اور صیانت امت کا یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ دجال کا ظہور ہو اور دنیا اپنی آخری منزل پر آ لگے۔ سو مجددین اس لئے آتے ہیں کہ جس طرح بھی بن پائے۔ اس امت کو امت قائمہ کے طور پر قائم رکھیں اور یہ امت کہیں ٹوٹنے نہ پائے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی علیحدہ جماعت بنا کر اس امت کو جو حضور ﷺ سے مسلسل آ رہی تھی اور دنیا اس کو امت قائمہ کے طور پر دیکھتی تھی۔ مرزا قادیانی نے اس امت کو توڑ کر اور اپنی امت علیحدہ بنا کر یکسر حدیث مجدد کی مخالفت کر دی۔ مجددین آتے ہی اس لئے ہیں کہ حضور ﷺ سے چلی آنے والی امت کی پوری طرح حفاظت کریں یہاں تک کہ یہاں کوئی اور امت نہ بننے پائے۔

غلام احمد نے ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء کو اپنی جماعت کے نام یہ اشتہار دیا تھا: ”چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے، علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پوری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے۔“ (اشتہار واجب الاظہار ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۴ ص ا، خزائن ج۱۵ ص۵۱۷)

یہ جو کہا کہ علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پوری کی جائے یہ علیحدگی کا اظہار کن سے کرے؟ مسلمانوں سے...... اس سے صاف عیاں ہے کہ مرزاغلام احمد نے سابقہ امت کو بچانے کی کوئی کارروائی نہ کی بلکہ جو قدم بھی اٹھایا اس امت قائمہ کو توڑنے کے لئے اٹھایا۔ یہ اس کی اپنی تجویز ہی تھی کہ اسے اور اس کے ماننے والوں کو نہ صرف مردم شماری کے کاغذات میں بلکہ پھر رابطہ عالم اسلامی کی اسمبلی میں اور پھر پاکستان کی قومی اسمبلی میں انہیں مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ مجددین امت کی اصلاح کے لئے آتے ہیں نہ کہ اس کو توڑنے کے لئے کہ انہیں دین اور دنیا کے ہر پروگرام میں مسلمانوں سے علیحدہ ہونے کا موقع ملے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

۱...... آپ ہی غور فرمائیں نئی امت بنانے والے کو کس طرح پہلی امت کا مربی اور اصلاح کنندہ سمجھا جاسکتا ہے۔ سو جو لوگ مرزاغلام احمد کو چودہ سو سال سے چلی آنے والی امت کا مجدد کہتے ہیں آپ ان کے علم اور دیانت پر ذرا غور کریں وہ کس طرح نئی امت بنانے والے کو پچھلی امت کا ریفارمر کہتے ہیں۔ کیا کسی قوم کا ریفارمر ایسا بھی ہوا ہے جو خود اس قوم میں نہ رہے؟ حدیث مجدد ہر سو سال کی تجدید کی خبر دیتی ہے۔ سو اسلام میں کوئی نبیادی غلطی سو سال سے زیادہ چلتی نہیں رہ سکتی۔ چہ جائیکہ مسلمانوں میں رفع مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ بارہ سو سال اس تسلسل سے چلتا رہے کہ مرزاغلام احمد کو بھی کہنا پڑے کہ مجھ سے پہلے جو لوگ اس عقیدہ پر رہے ان پر اس عقیدے کی وجہ سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور وہ اللہ کے ہاں اس میں بری قرار دیئے جائیں گے۔ حدیث مجدد کی رو سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی اصولی غلطی اس امت میں بارہ سو سال تک اس پختگی اور سنجیدگی سے قائم رہے۔ سو ان حقائق کی روشنی میں آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ قادیانیت کے ہر طرف دجل وفریب کے خارزار تار اس طرح بنے ہیں کہ جو ذرا بھی اس کے قریب پھٹکا اس پر خون کی دھاروں کے سواء کچھ نہ دیکھا گیا اور قادیانیوں کے اس طرح کے پیدا کردہ شبہات میں کسی شخص کو سلامتی سے کسی کنارے پر اترتے نہیں دیکھا گیا۔

حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

ایک رمضان میں چاند اور سورج کے دو گرہن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. أمَّا بَعْدُ!

دوسری صدی سے ایک پیش گوئی چلی آرہی تھی کہ ایک رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو خلافِ تاریخ کائنات گرہن لگیں گے، ایسا کبھی پہلے نہ ہوا ہوگا۔ قادیانی اسے حدیث کے نام سے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اسے سمجھنے کے لئے ہم پہلے یہ چند بنیادی امور بطور تمہید سامنے لاتے ہیں۔ ازاں بعد ہم اس پیش گوئی کا جو کسی لائق اعتبار سند سے ثابت نہیں ایک تحقیقی جائزہ لیں گے۔

قیامت کا نقطہ وقوع اللہ رب العزت کے ہی علم میں ہے۔ اس کی کچھ علامات صغریٰ ہیں اور کچھ کبریٰ۔ علامات صغریٰ تو کائنات کے اس موجودہ نظام کے اندر ظاہر ہورہی ہیں اور علامات کبریٰ میں یہ نظام اس طرح نہ رہے گا۔ اس دور میں پورا نظام کائنات ہل جائے گا اور اس میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوں گی اور وہ کچھ ہوگا جو اب تک نہ ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ پورا کرہ اپنے نظام سے نکل جائے گا۔ اس کے آگے کوئی دوسرا نظام چلے گا جس کے مدوجزر اور شکست وریخت کو بس وہی جانتا ہے جو اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ یوں سمجھئے ؎

جہان نو ہو رہا ہے پیدا اور عالم پیر مر رہا ہے

یہ آیات الساعہ یا اشراط الساعہ کسی نظری درجے میں نہ ہوں گی کہ انہیں صرف خواص ہی پہچان سکیں۔ قیامت کی بجلیاں سر عام کوندیں گی اور زلزلے خواص وعوام سب کو یکساں ہلتا دکھائی دیں گے۔ عربی میں آیت اس نشان کو کہتے ہیں جس کو ہر خاص وعام دیکھ پائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے کو اپنی قدرت کا ایک نشان کہا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک عورت بغیر مرد کے بچہ جنے یہ صرف خدا کی قدرت سے ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

حضرت امام محمد باقر سے ایک روایت چلی آرہی ہے کہ مہدی کے دو نشان ہوں گے۔ یہاں انہیں اٰیَتَیْــــــن (دو نشان) کہا گیا ہے۔ لفظ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو کھلی باتیں ہوں گی جنہیں ہر کوئی دیکھ سکے گا۔ چاند اور سورج کو ایک رمضان میں اس طرح

دو گرہن لگیں گے کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہو اور یہ کوئی نظری درجے کی بات نہ ہوگی۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ’’لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خُلِقَ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لَاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ‘‘

(سنن دار قطنی ج۲ص۶۵ باب صفة الصلوٰة الخسوف والكسوف وهيئتهما)

(ترجمہ) جب سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو رمضان کے نصف میں (اس کی پندرھویں تاریخ میں)

اس روایت کے دو راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی اشد درجے کے ضعیف ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے جابر سے زیادہ جھوٹا راوی کسی کو نہیں دیکھا لیکن ہم اس وقت اس روایت کے ضعف پر بحث نہیں کر رہے۔ ہم اپنے قارئین کو اس کے نشان اور آیت ہونے کا پتہ دے رہے ہیں کہ یہ پیش گوئی نشان قیامت کے طور پر کیسے واقع ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو پہلے ہی فرما گئے ہیں کہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا۔ اب ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو جتنی رمضان کا چاند دیکھنے کی فکر ہوتی ہے، اتنی اور کسی چاند کے دیکھنے کی نہیں ہوتی اور اس رات کا چاند گرہن بھی پہلے کسی نے نہ سنا ہوگا نہ دیکھا ہوگا۔

اب یہ مسئلہ کہ رمضان کی پہلی رات سے چاند گرہن کی راتوں کی پہلی رات (یعنی تیرھویں رات) مراد لی جائے اور رمضان کے نصف سے رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ مراد لی جائے۔ کیونکہ علم ہیئت کی رو سے سورج گرہن ہمیشہ چاند کی ۲۷-۲۸-۲۹ تاریخوں میں لگتا ہے۔ اس تاویل سے یہ مسئلہ ایک نظری مسئلہ بن جاتا ہے اور یہ ایک آیت اور نشان نہیں بنتا۔ عوام میں پانچ فیصد سے زیادہ لوگ نہیں جانتے کہ علم ہیئت کی رو سے چاند گرہن قمری مہینوں کی ہمیشہ تیرھویں چودھویں اور پندرھویں راتوں میں ہی لگتا ہے اور سورج گرہن بھی ہمیشہ قمری ماہ کی ۲۷-۲۸اور ۲۹ تاریخوں میں کسی ایک میں لگتا ہے۔

رہے خواص تو گو وہ یہ پوری تفصیل جانتے ہیں لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہر واقع شدہ گرہن ۲۲۳ برس کے بعد پھر اسی طرح اور انہی خصوصیات کے ساتھ دوبارہ واقع ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ حضرات اسے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں پوری تسلی سے دیکھ سکتے ہیں۔ علم ہیئت کی رو سے آسمانوں میں ہر۲۲۳ سال کے بعد کائنات کی دوسری گردش شروع ہو جاتی ہے۔ اب جن تعلیم یافتہ حضرات کو پتہ ہے کہ ہر واقع شدہ گرہن ۲۲۳ سال بعد پھر اپنے پہلے نظام

میں آ جاتا ہے۔ وہ دارقطنی کی روایت کے ان الفاظ کا مصداق کہیں نہ پاسکیں گے: ’’لَمْ تَکُونَا مُنْذُ خُلِقَ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ‘‘ (ایضاً)

(ترجمہ) ایسا کبھی نہ ہوا ہوگا جب سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ روایت اس نظام کائنات کے اندر رہتے ہوئے کسی کے ہاں کس درجہ میں بھی لائق قبول اور لائق فہم نہ ٹھہر سکے گی۔ سو اس کے لائق قبول ہونے کی واحد شکل یہی ہے کہ ظہور مہدی کو قیامت کی علامات کبریٰ میں رکھا جائے۔ جب نظام کائنات یہ نہ رہے گا اور چاند گرہن واقعی رمضان کی پہلی رات کو لگے گا اور سورج گرہن اس نئے نظام میں رمضان کی پندرھویں تاریخ کو تو یہ روایت اپنے ظاہر معنی میں بڑی آسانی سے قبول کی جاسکے گی۔ مہینہ تیس کا لیا جائے تو اس کا نصف اس کی پندرھویں رات ہوتی ہے اور اس روایت میں ظہور مہدی کی یہ علامت واقعی ایک آیت (نشان) بن کر سامنے آتی ہے اور یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں رہتا۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول اور ظہور مہدی اور دجال قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ہیں۔ انہیں خواہ مخواہ علامات صغریٰ میں لانا اور اس نظام کائنات میں رکھنا یہ مرزا غلام احمد کی ایک جاہلانہ ضد کے سواء کچھ نہیں اور پھر اسے یہ جاننے کے بعد کہ ہر پہلے گزرا گرہن ۲۲۳ سال بعد پھر اپنی اس گردش میں آجاتا ہے اور معلوم نہیں اس نظام کائنات میں ایسی کتنی گردشیں گزریں۔ کوئی صاحب علم اسے اس طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

پھر یہ بھی دیکھنے کو اس روایت میں ایک لفظ نصف موجود ہے جو جفت عدد میں ہی ہوسکتا ہے۔ طاق عدد کے درمیان کو نصف نہیں وسط کہتے ہیں۔ پانچ نمازیں طاق عدد ہیں۔ ان میں درمیانی نماز کو صلوٰۃ النصف نہیں صلاۃ وسطی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ’’حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ‘‘ (البقرہ:۲۳۸)

(ترجمہ) محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے۔

سورج گرہن کی نشاندہی دارقطنی کی اس روایت میں اس طرح کی گئی ہے کہ یہ رمضان کے نصف میں لگے گا۔ اس میں یہ بھی واضح ہوا وہ رمضان تیس دن کا ہوگا اور پندرھویں رات اس کا نصف ہوگا۔ اس روایت میں واضح کیا گیا ہے: ’’وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ‘‘ (سنن دارقطنی ج۲ ص۶۵ باب صفۃ الصلوٰۃ الخسوف الخ)

سو اگر اس روایت میں سورج گرہن، گرہن کی تین راتوں ۲۷-۲۸-۲۹ میں درمیانی رات (اٹھائیسویں رات) میں لگنے کی خبر ہوتی تو روایت کے الفاظ یہ ہوتے:
’’وَتَنکَسِفُ الشَّمْسُ فِی الْوَسْطِ مِنْہُ‘‘ (ایضاً)
فِی النِّصْفِ مِنْہُ کے الفاظ نہ ہوتے۔ عربی میں تین راتوں کے وسط کو نصف نہیں کہتے۔ سو واضح ہوا کہ اس روایت میں اَوَّل لَیْلَۃٍ سے مراد رمضان کی پہلی رات ہی ہے اور نصف سے مراد پندرھویں رات ہے نہ کہ اس سے رمضان کی تیرھویں اور اٹھائیسویں راتیں مراد ہیں۔

یہ دو گرہن نشان تبھی بن سکتے ہیں کہ عوام وخواص سب کے لئے نشان ہوں۔ رمضان کی تیرھویں اور اٹھائیسویں کا تعین عوام کی رسائی میں نہیں ہوتا اور اسے اِنَّ لَمَھْدِیِّنَا آیَتَیْنِ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر یہ ماننے کے بعد کہ ایسا تو کئی دفعہ ہوا کہ ایک رمضان میں تیرھویں اور اٹھائیسویں تاریخ کو چاند اور سورج کو گرہن لگا۔ قادیانیوں نے اس میں ایک اور شرط بڑھادی کہ ایسا کسی کے دعویٰ مہدویت کے وقت میں ہوا ہو، ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس سے یہ مسئلہ اور بھی نظری ہو جاتا ہے اور عوام کسی طرح یہ جان نہیں سکتے کہ اس وقت دنیا کے کس کس خطے میں کون اس دعویٰ کا دعویدار ہے اور وہ مسلمانوں میں سے ہے یا انگریزوں میں سے۔ (جیسا کہ مسٹر ڈوئی امریکہ میں مسیح موعود ہونے کا دعویدار تھا اور اس کے دور میں بھی رمضان میں ان دو تاریخوں کو دو گرہن لگے تھے)

اس روایت کے بارے میں قادیانیوں نے جو جو تاویلات کی ہیں ان سے مسئلہ نہایت دور کے اندھیروں میں چلا گیا ہے۔ چہ جائیکہ اسے ظہور مہدی کا کھلا آسمانی نشان کہا جاسکے۔

مجدد قرن دوازدہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:
’’احکام کی منشاء ان امور پر ہے جس کو بے پڑھے لوگ بھی جانتے ہوں تعمق اور محاسبات نجومیہ پر ان کا مبنیٰ نہیں بلکہ شریعت تو ان چیزوں کو مٹانے کے لئے آئی ہے۔‘‘

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ‘‘
(حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۱۶۷ ترجمہ اردو طبع اصح المطابع کراچی)
(ترجمہ) ہم امت امیہ ہیں ہمارے امور کا مدار ان باتوں پر نہیں جنہیں پڑھے لکھے لوگ ہی جان سکیں۔

دور مہدی میں دنوں اور راتوں کا یہ نظام نہ رہے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا: ’’لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالضَّرَمَةِ بِالنَّارِ‘‘ (رواہ الترمذی ج۲ص۵۹باب ماجاء فی تقارب الزمان)

(ترجمہ) قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ ایک دوسرے کے نئے قرب میں نہ آجائے ایک سال ایک مہینہ کا اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کا اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر ایک دن ایک گھنٹے میں چلا آئے گا اور ایک گھنٹہ ایسے جیسے کہ آگ کا ایک شعلہ اٹھا۔

دجال میدان میں چالیس دن رہے گا وہ دن کیسے ہوں گے؟ اسے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں دیکھئے آپ اسے حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں: ’’قلنا یا رسول اللّٰہ وما لبثه فی الارض قال اربعون یوماً یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یا رسول اللّٰہ فذالک الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلٰوة یوم قال لا اقدروا قدره قلنا یا رسول اللّٰہ وما اسراعه فی الارض ...... الحدیث‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۷۳باب علامات بین یدی الساعۃ)

(ترجمہ) ہم نے کہا یارسول اللہ وہ کتنا عرصہ زمین پر ٹھہرے گا؟ فرمایا چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کا اور ایک ہفتہ ایک دن کا اور باقی دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ جو دن ایک سال کا ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نمازیں (یعنی پانچ ہی) ہمیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس لئے ان میں تم نمازوں میں اندازہ کرتے جاؤ۔ پھر ہم نے پوچھا کس قدر جلد چلنا ہوگا اس کا زمین میں؟

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان دنوں باوجودیکہ نظام کائنات بدلا ہوگا، اللہ کی اطاعت کے احکام بدستور باقی رہیں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب دور مہدی میں دنوں کا نظام بدلنا مانا جاسکتا ہے تو راتوں کا نظام اس طرح بدلے کہ چاند کو پہلی رات ہی گرہن لگے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ یہ پہلی رات کو چاند گرہن لگنا واقعی خلاف نظام سابق ہوگا لیکن پندرہ تاریخ کو سورج کو گرہن لگنا یہ صرف تاریخ کے اعتبار سے نئی بات ہوگی۔ صورۃً اس میں کوئی ایسا تغیر دکھائی نہ دے گا جیسا پہلی رات کے چاند گرہن میں کہ اس باریک لائن پر گرہن لگے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں علامات قیامت میں صرف چاند گرہن کا ذکر ملتا ہے، اس کے ساتھ سورج گرہن کا نہیں اور جہاں سورج اور چاند کے جمع ہونے کا بیان

ہے وہاں گرہن کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ اس کا بیان ہے کہ...... آخر میں روشنی کے یہ دونوں اجرام بے نور ہو جائیں گے۔

''یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ'' (القیامہ:۶ تا۱۰)

(ترجمہ) پوچھتا ہے قیامت کا دن کب آئے گا؟ سو جب آنکھیں (چکا چوند کیفیت سے) خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند اور سورج ایک حالت میں کر دیئے جائیں اس دن انسان کہے گا کہ اب میں کدھر بھاگوں (اور کوئی صورت بن نہ آئے گی)

سورج اور چاند کا ایک حالت میں آجانا وقائع قیامت میں سے ہے، آثار قیامت میں سے نہیں۔ اب تک وہ دن آہی لگا چاند میں روشنی سورج سے آئی ہے۔ نئے نظام میں جب سورج ایک طرف کر دیا گیا تو ظاہر ہے کہ چاند میں روشنی باقی نہ رہ سکے گی۔ اس لئے یہاں گرہن صرف چاند کا بتلایا گیا۔ یہاں گرہن کا وہ عرفی معنی نہیں جو اس موجودہ نظام میں واقع ہوتا ہے۔ اب بے نور ہونے میں سورج اور چاند دونوں جمع ہو گئے۔ قرآن کریم میں جمع الشّمس والقمر کے یہ الفاظ سورہ القیامہ میں واقع ہیں۔ ان الفاظ کو ان کے پورے سیاق وسباق میں پڑھنے والا ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے ان دونوں کا ایک رمضان میں گرہن میں جانا مراد نہیں لے سکتا۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ کون قرآن جاننے والا ہوگا۔ اندلس کے جلیل القدر عالم حافظ ابوحیان الاندلسیؒ (۷۵۴ھ) لکھتے ہیں:

''وَقَالَ عَلِیٌّ وَابْنُ عَبَّاسٍ یُجْعَلَانِ فِی نُوْرِ الْحُجُبِ...... وَقِیْلَ یُجْمَعُ بَیْنَھُمَا فِیْ ذَھَابِ الضَّوْءِ فَلَا یَکُوْنُ ثَمَّ تَعَاقُبُ لَیْلٍ وَلَا نَھَارٍ''

(التفسیر البحر المحیط ج۸ ص۵۳۸ طبع تراث العربی بیروت سورۃ قیامہ آیت جمع الشّمس والقمر)

(ترجمہ) حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں چاند اور سورج دونوں پردوں کے نور میں کر دیئے جائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بے نور ہونے میں یکساں کر دیا جائے گا اور رات اور دن کا اس طرح ایک دوسرے کے پیچھے آنا نہ ہوگا۔

قرآن پاک کی سورہ قیامت کی یہ آیت بتلا رہی ہے کہ یہ امور وقائع قیامت کے ہیں آثار قیامت میں سے نہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سمندر ابلیں گے اور پہاڑ اڑیں گے اور قیامت کا بگل بج جائے گا۔

قرآن کریم اسے صریح طور پر قیامت کے دن کی بات کہتا ہے اسے خواہ مخواہ آثار مہدی میں سے سمجھنا قرآن پر ایک بڑی زیادتی ہے۔

غلام احمد ایک جگہ لکھتا ہے: ’’**انه من آثار القیامة لامن اخبار القیامة کما هو اجلی واظهر عند العاقلین فان القیامة عبارة عن فساد نظام هٰذا العالم الاصغر وخلق العالم الاکبر فکیف یقع فی حالة الفک الخسوف الذی تعرفون بالیقین لابالشک ...... واسبابه**‘‘ (نورالحق ج۲ص۷، خزائن ج۸ص۱۹۴)

(ترجمہ) یہ روایت آثار قیامت میں سے ہے واقعات قیامت میں سے نہیں جیسا کہ عقلمندوں کے ہاں جلی اور ظاہر ہے۔ قیامت سے مراد وہ وقت ہے جب اس عالم اصغر کا نظام جاتا رہے اور عالم اکبر کا نظام شروع ہو جائے۔ سو اس نظام کے ٹوٹنے کے وقت، گرہن کیسے لگ سکیں گے۔ تم یقینی طور پر اس کے علل واسباب کو جانتے ہو۔

آپ دیکھیں کہ غلام احمد کس طرح یہاں کھلے طور پر قرآن پاک کی تحریف کر رہا ہے۔ قرآن پاک جس دن کو خود قیامت بتلا رہا ہے اسے وہ بڑی جرأت سے آثار قیامت بتلا رہا ہے۔ پھر آگے جا کر یہ بھی کہتا ہے: ’’**ثم من لوازم الکسوف والخسوف ان یرجع القمر والشمس الی وضعهما المعروف و یعودا الی سیرتهما الاولی وفی هویتهما داخل هذا المعنی واما تکویر الشمس والقمر فی یوم القیمة فهی حقیقة اخری ولا یرد فیهما نورهما الی حالة اولیٰ**‘‘

(نورالحق حصہ۲ص۸، خزائن ج۸ص۱۹۵)

(ترجمہ) پھر لوازم خسوف اور کسوف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سورج اور چاند پھر اپنی اصل وضع کی طرف رجوع کریں اور اپنی پہلی حالت اور ہیئت میں واپس آ جائیں۔ یہ بات یہاں داخل سمجھی جائے کہ تکویر شمس وقمر جو قیامت کے دن واقع ہوگی وہ ایک دوسری بات ہے۔ اس میں سورج اور چاند کا نور اپنی پہلی حالت پر واپس نہ ہوگا۔

خدارا! انصاف کیجئے کہ قرآن جسے قیامت کے دن کی حالت بتاتا ہے اسے غلام احمد کہتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کی بات نہیں ہے یہ آثار قیامت کی بات ہے۔ کیا یہ کھلے طور پر قرآن سے کھیلنا نہیں اور کیا یہ قرآن کی کھلی تحریف نہیں؟ یہ سب جرأت ونکبت کس لئے؟ صرف اس لئے کہ دارقطنی کی روایت کہیں گرنے نہ پائے۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ فرما گئے

تھے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن اللہ کی قدرت کے نشان ہیں یہ کسی کی موت اور کسی کے ہونے کی علامات نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا:''اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ یَنکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلاَ لِحَیَاتِہٖ وَلٰاِنَّھُمَا آیَتَانِ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ'' (صحیح بخاری ج۱ص۱۴۲، الصلوٰۃ فی الکسوف)

(ترجمہ) سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کے ہونے کے علامت کے طور پر گرہن نہیں کرتے۔ یہ دونوں خدا کی قدرت کے نشانات میں سے ہیں۔

یعنی وہ جب چاہے چاند کے کسی حصے کو بے نور کردے اور جب چاہے سورج کے کسی حصے پر پردہ ڈال دے، اس کی قدرت سے کوئی چیز سورج ہو یا چاند باہر نہیں۔ لیکن خدا کی قدرت کے یہ دو بڑے نشان کسی کی موت یا اس کے ہونے کا نشان نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔

اس صریح ارشاد نبوت کے ہوتے ہوئے ہم شمر کے بیٹے کی اس روایت کو کیسے تسلیم کرلیں کہ دو گرہن زمین پر مہدی کے ہونے کا نشان ٹھہرائے جاسکتے ہیں۔ پھر دارقطنی کی اس روایت میں اسے حدیث نہیں محمد بن علی کی بات کہا گیا ہے۔ اس کے خلاف اسے محمد رسول اللہﷺ کی حدیث بتلانا کیا صریح خیانت نہیں ہے؟ محمد کے آگے صاف لفظوں میں ابن علی کے الفاظ موجود ہیں۔ پھر سنن دارقطنی کو صحیح بخاری کے برابر لانے کے لئے غلام احمد نے سنن دارقطنی کو بھی صحیح دارقطنی بنالیا ہے۔

صحیح دارقطنی میں...... ایک حدیث ہے:''ان لمھدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض'' (حقیقت الوحی ص۱۹۴، خزائن ج۲۲ص۲۰۲)

پھر تعجب ہے کہ قادیانی صحیح بخاری کی روایت کا رد کرنے کے لئے صحیح دارقطنی کے الفاظ کے بھی پابند نہیں بنتے وہ اس روایت میں یہ دو باتیں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں۔

۱...... روایت میں یہ تھا کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات گرہن لگے گا اور سورج کو نصف رمضان میں غلام احمد نے اسے اس طرح بنالیا ہے:''ان المراد من خسوف اول لیلۃ رمضان ان ینخسف القمر فی لیلۃ اولی من لیال ثلٰث یکمل نور القمر فیھا'' (نور الحق حصہ۲ص۱۳، خزائن ج۸ص۲۰۱)

رمضان کی پہلی رات میں چاند گرہن لگے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات گرہن لگے گا جن دنوں میں چاند کی روشنی پوری ہوتی ہے۔

’’قدر اللّٰہ انخساف القمر فی اول لیلة من ایام الخسوف کذلک قدر انکساف الشمس فی نصف من ایام الکسوف...... فلا شک انہ حدیث من خیر المرسلین ولہ طرق اخری تشہد علی صحتہ‘‘

(ایضاً ص۱۶، خزائن ج۸ ص۲۰۵)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ایام خسوف کی پہلی رات میں (تیرھویں رمضان) چاند گرہن مقدر ٹھہرایا۔ اسی طرح سورج گرہن بھی سورج گرہن کی تین تاریخوں میں سے نصف میں (اٹھائیسویں رمضان کو) مقدر فرمایا۔

اس میں مرزا غلام احمد نے یہ تین جھوٹ بولے ہیں:

۱...... روایت میں مطلق پہلی رات کا ذکر ہے یہاں کسوف کی پہلی رات کے الفاظ نہیں ہیں۔ اسی طرح سورج گرہن کی راتوں کی درمیانی تاریخ کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ یہ الفاظ اس نے اپنے پاس سے ڈالے ہیں۔

۲...... یہ روایت حضور ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔ یہ محمد بن علی کا قول ہے اور وہ بھی اشد درجے کے ضعیف راویوں کی روایت سے۔

۳...... اس حدیث کے اور بھی طرق ہیں جو اس کے صحیح الاسناد ہونے کے گواہ ہیں طرق طریق کی جمع ہے۔ اس کے لئے ایک بھی کوئی دوسرا طریق نہیں ہے۔

۴...... اس روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب سے زمین وآسمان بنے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا یہ علم ہیئت کے اس نظام میں کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس نظام میں واقع شدہ گرہن ہر ۲۲۳ سال کے بعد پھر اس طرح اور اپنی انہی خصوصیات کے ساتھ دوبارہ لگتا ہے۔ چنانچہ ایسے گرہن اپنی ان گردشوں میں کئی دفعہ لگ چکے ہیں کہ رمضان کی تیرھویں کو چاند گرہن لگے اور اٹھائیویں کو سورج گرہن لگے۔ پس اس نظام میں یہ کہنا کہ ایسا پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔ ایک نہایت مہمل بات ٹھہرتی ہے کوئی پڑھا لکھا آدمی ہرگز اسے باور نہ کر سکے گا اور مرزا غلام احمد کو خود بھی اعتراف ہے کہ ایسا کئی دفعہ ہوا ہے۔

سو اس روایت کو قبول کرنے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ اسے اس کے ظاہر الفاظ میں قبول کیا جائے کہ ایسا اس نظام میں تو نہیں کسی دوسرے نظام میں ہوگا کہ چاند کی پہلی رات چاند کو گرہن لگے (نہ کہ تیرھویں رات میں) مگر یہ بات چونکہ غلام احمد کو راس نہ آتی تھی اس

نے اسے اس کے اظہر معنی میں قبول کرنے کی بجائے اپنی طرف سے اس میں یہ اضافہ کردیا کہ ایسا کسی مدعی مہدویت کے دور میں نہ ہوا ہوگا۔ یہ بھی مرزا غلام احمد کا اس روایت میں ایک اپنا اضافہ ہے۔

قادیانی اس روایت کسوف وخسوف میں یہ دو اضافے کئے بغیر کبھی مسلمانوں کے سامنے نہیں آسکتے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''عرصہ قریباً بارہ سال کا گزر چکا ہے۔ اسی صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینے میں وقوع میں آیا ہے ...... یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اوّل اس ملک میں دوسرے امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہی تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی موعود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا...... اس لئے یہ نشان آسمانی میرے لئے متعین ہوا۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ بارہ برس پہلے اس نشان کے ظہور سے خداتعالیٰ نے اس نشان کے بارے میں مجھے خبر دی تھی کہ ایسا نشان ظہور میں آئے گا اور وہ خبر براہین احمدیہ میں درج ہوکر قبل اس کے جو یہ نشان ظاہر ہو لاکھوں آدمیوں میں مشتہر ہوچکی تھی۔''

(حقیقت الوحی ص۱۹۴،۱۹۵، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲)

اس عبارت میں یہ دو باتیں پیش نظر رہیں:

۱...... دار قطنی کی اس روایت میں کہ مہدی کے دور میں یہ دو گرہن لگیں گے اسے مرزا غلام احمد نے ایک آیت (نشان) نہیں ایک اشارہ کہا ہے اور ظاہر ہے کہ اشاروں کو نشان نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اس سے قادیانیوں کی یہ گرہن کی پوری عمارت ہی زمین پر آگرتی ہے۔ حالانکہ یہ روایت شروع ہی اس سے ہوتی ہے ان لمهدينا اٰيتين کہ ہمارے مہدی کے یہ دو نشان ہوں گے۔

۲...... مرزا غلام احمد اسے اپنے مہدی ہونے کا نشان نہیں کہتا اسے اپنے دعوے نبوت ورسالت سے جوڑتا ہے۔ وہ لکھتا ہے: ''اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۹۶، خزائن ج۲۲ ص۲۰۳)

اب یہ گویا مہدی کے نشان نہیں مہدی کا لفظ اس روایت میں ایک وسیع معنی میں نبوت ورسالت کو بھی لپیٹ رہا ہے۔ مرزا غلام احمد ابتداء میں مسیح موعود ہونے کا امیدوار تھا اور

اس ضمن میں اسے وحی ورسالت کے دعوے کرنے پڑے اسے مہدی بننے میں کوئی مشکل نہ تھی، نہ اس نے ابتداء میں کبھی اس کا شوق کیا تھا۔ ہاں! گمان کیا جاسکتا ہے کہ سنن دارقطنی کی محمد بن علی کی روایت پر اس کی نظر ہوگی۔

پھر جب ۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۸۹۴ء، ۲۰؍مارچ اور ۶؍اپریل کو یہ دو گرہن لگے تو مرزا غلام احمد نے مسیح اور مہدی کو ایک شخصیت بنا کر ساتھ ساتھ اپنے مہدی ہونے کی بھی صدا لگادی، ورنہ ابتداء میں اس کی مہدی ہونے پر کوئی نظر نہ تھی۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے: ''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔''

(نصرۃ الحق ص۵۳، خزائن ج۲۱ ص۶۸ حاشیہ)

یہاں مہدی کا لفظ نہیں ہے نہ اس وقت تک اسے مہدی ہونے کا کوئی خیال تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۹۴ء میں جب چاند اور سورج کو یہ گرہن لگے اس وقت مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی مستقل دعویٰ نہ تھا۔ مہدی کا تعارف احادیث میں بطور ایک حکمران کے ملتا ہے اور انگریز بھی جتنا مہدی کے لفظ سے خائف تھے اتنا مسیح موعود کے لفظ سے خائف نہ تھے۔ سو اس دور میں غلام احمد کو مہدی بننے کی کوئی مستقل خواہش نہ تھی وہ جہاں کہیں اپنے لئے مہدی کا لفظ لاتا ہے اسے مسیح موعود کے ضمن میں لاتا ہے۔ وہ خطبہ الہامیہ میں جو ۱۳۱۷ ہجری مطابق ۱۹۰۰ عیسوی میں لکھی گئی لکھتا ہے: ''انی انا المسیح المحمدی و انی انا احمد المهدی وان ربی معی الی یوم لحدی من یوم مهدی''

(خطبہ الہامیہ ص۲۷، خزائن ج۱۶ ص۶۱)

سو قرین قیاس یہ ہے کہ ۱۸۹۴ء سے پہلے مرزا غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی مستقل دعویٰ نہ تھا اور نہ اس دعا میں جو مرزا غلام احمد نے لوگوں کی پے در پے لعنتوں اور فتوے تکفیر کے خلاف کی کہیں اس کے مہدی ہونے کا ذکر ہے۔ جلال الدین شمس اس دعاء پر لکھتا ہے: ''اس دعاء پر بمشکل ایک ماہ گزرا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعاء قبول فرمائی اور سورج اور چاند کا گرہن جس کی احادیث نبویہ میں خبر دی گئی تھی ...... ۲۰؍مارچ ۱۸۹۴ء کو چاند گرہن اور ۶؍اپریل ۱۸۹۴ء کو سورج گرہن ہوا۔'' (خزائن ج۸ ص۴و۵، از مقدمہ)

جب اس دعاء میں غلام احمد کی آہ وزاری مہدی ہونے پر نہیں تو اس کی قبولیت میں ایک مہینے میں یہ دونوں گرہن آسمان پر کیسے آگئے۔ ماہرین فلکیات تو مدت سے خبر دیتے

چلے آرہے تھے کہ ۱۸۹۴ء میں چاند گرہن اور سورج گرہن ان تاریخوں پر لگیں گے غلام احمد نے جونہی آسمان پر یہ دو دعوے دیکھے جھٹ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کردیا اور ان دونوں گرہنوں کو اس کا نشان قرار دیا۔ اس سے پہلے اگر اس کا دعویٰ مہدویت ہوتا تو اس دعاء میں اس کا ضرور ذکر ہوتا جس کی قبولیت میں یہ آسمانی نشان دکھایا گیا۔ سو جب یہ گرہن لگے اس سے پہلے غلام احمد کا کہیں یہ کوئی مستقل دعوی نہ تھا۔ اس بات کا غلام احمد کو بھی کچھ احساس تھا اور اس وجہ سے اس نے کسوف وخسوف کی اس پیش گوئی کو اپنے براہین احمدیہ میں دیئے گئے الہامات سے جوڑا، تاکہ وہ کہہ سکے کہ یہ گرہن میرے دعوے مہدویت میں لگے۔ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ غلام احمد نے گرہن کے ان نشانوں کو دیکھ کر اپنے کو مہدی ٹھہرایا۔ ورنہ پہلے تو وہ نبوت ورسالت سے ہی اس امت میں کافر ٹھہرا ہوا تھا۔

پھر قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ یہ گرہن مرزا غلام احمد کی اس آہ وزاری کے نتیجہ میں لگے تھے اس کی تردید کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ ماہرین فلکیات تو سالہا سال سے اس رمضان میں ان دونوں گرہنوں کی خبر دیتے آرہے تھے۔

براہین احمدیہ میں دیئے گئے الہامات باقاعدہ دعوے نہ تھے۔ اب انہیں دو ماہ پہلے کی آہ وزاری کا ثمرہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔

براہین احمدیہ مرزا غلام احمد کی کوئی جماعتی کتاب نہ تھی نہ اس کے لئے چندہ صرف اس کے مریدوں نے دیا تھا۔ اس کتاب کے خریداروں نے غلام احمد پر جو طعن وتشنیع کی وہ بتلاتی ہے کہ اس وقت غلام احمد کا مہدی ہونے کا کوئی تصور نہ تھا نہ اس نے کبھی کہا تھا کہ میں دنیا میں عدل وانصاف نافذ کروں گا جس طرح کہ یہ اب ظلم وجور سے بھری ہے۔ سو مرزا غلام احمد کا اپنے براہین احمدیہ کے الہامات سے اس وقت مہدی ہونے کا کوئی دعوی نہ تھا۔ مرزا غلام احمد نے محض دھوکہ دینے کے لئے اس میں یہ الہامات ڈالے تھے۔ اس پر غلام احمد کا براہین احمدیہ کے ان الہامات پر اپنا اقرار ملاحظہ ہو: ’’یہ الہامات اگر میری طرف سے اس موقع پر ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہوگئے تھے تو وہ لوگ ہزارہا اعتراض کرتے لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کئے گئے جب کہ یہ علماء میرے موافق تھے ...... میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہی میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیتیں تھیں وہ میرے حق میں بیان کردیں ...... یہ خدا کی قدرت ہے کہ

انہوں نے قبول کرلیا اور اس پیچ میں پھنس گئے۔‘‘ (اربعین حصہ۲ص۲۱، خزائن ج۱۷ص۳۶۹)

اس میں بھی مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح موعود بتلایا ہے مہدی نہیں۔ نہ یہ کہا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں جیسا کہ وہ بعد میں اس کا مدعی ہوا تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس وقت غلام احمد کی نظر ہرگز اس پیشین گوئی پر نہ تھی کہ مہدی کی دو علامات یہ دو گرہن ہوں گے۔ ورنہ وہ مہدی ہونے کا کھلے طور پر مستقل دعویٰ کرتا۔ اب اس کا حقیقت الوحی میں ۱۸۹۴ء کے ان گرہنوں کو اپنے براہین احمدیہ کے الہامات سے جوڑنا کہ یہ اس وقت واقع ہوئے جب وہ مہدی ہونے کا دعویدار تھا۔ اصلاً درست نہیں اور نہ وہ الہامات ان دنوں غلام احمد کے باقاعدہ الہامات تھے۔ یہ صرف ایک پیچ تھا جو اس نے براہین احمدیہ میں ڈال دیا تھا۔ خدا کے آسمانی نمائندے اپنے دعوؤں کو پیچوں میں نہیں رکھتے۔ حضورﷺ تو صریح طور پر پیچدار بات کہنے سے روکتے تھے۔ ذوجھین بات آپ کو ہرگز پسند نہ تھی۔

سو غلام احمد کا ۱۸۹۴ء میں ان گرہنوں کے وقت اپنے دعویٰ مہدویت کو براہین احمدیہ کے ان پیچدار الہامات سے جوڑنا کسی طرح لائق تسلیم نہیں رہتا۔ اس نے نور الحق میں ۱۸۹۴ء کے ان گرہنوں کو اپنی ایک دعا سے جوڑا ہے اور اس میں اس کے دعوی مہدویت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس پیش گوئی میں کسی کے دعوے مہدویت کی شرط لگانا ایک زیادتی ہے

رمضان کے ان دو گرہنوں میں یہ شرط لگانا کہ اس وقت کوئی مہدی ہونے کا دعویدار بھی ہو یہ قادیانیوں کا ایک اپنا اضافہ ہے۔ روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے مہدی بننے کے کسی دعویدار کے لئے مہدی ہونے کا چور دروازہ کھلتا ہے۔ فلکیات کی رو سے جب کسی کو معلوم ہو کہ فلاں رمضان میں چاند اور سورج کو تیرہویں اور اٹھائیسویں تاریخوں میں گرہن لگیں گے اور وہ مہدی ہونے کا دعوی کردے تو اب اسے کون روک سکے گا؟ یہ سوال ہم مرزا ناصر اور مرزا طاہر کے دور سے بار بار کرتے چلے آرہے ہیں لیکن کوئی قادیانی اب تک اس کا جواب نہیں دے سکا۔

قادیانیوں کا ایک یہ دعویٰ بھی سنئے

قادیانی کہتے ہیں کہ محمد بن علی کی اس پیش گوئی میں چاند کو گرہن لگنے کی خبر لفظ قمر سے دی گئی ہے اور پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں قمر نہیں۔ سو یہ روایت اپنے ظاہر میں کسی طرح

لائق قبول نہیں۔ سو صحیح یہ ہے کہ پہلی رات سے مراد گرہن کی راتوں کی پہلی رات لی جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح ہلال اور بدر دو مقابل کے الفاظ ہیں اس طرح عربوں میں ہلال اور قمر کے الفاظ کہیں متبادل نہیں پائے گئے۔ یہ پورا مہینہ قمری مہینہ کہلاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قمر پورے مہینہ کی ہر رات میں موجود ہوتا ہے۔ عربی لغت میں ہلال قمر کی پہلی رات کے چاند کو کہتے ہیں۔

’’الھلال غرۃ القمر اولیلتین‘‘ (قاموس ج۴ ص۷۱ فصل الہاء)

پھر ہلال پہلی رات کے چاند کو ہی نہیں چھبیسویں اور ستائیسویں رات کے چاند کو بھی ہلال کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے قمر کا لفظ پورے قمری مہینہ کی ہر رات پر وارد کیا ہے سو یہ سب قمر کی ہی مختلف منزلیں ہیں۔ قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ پہلی رات کے چاند کو قمر نہیں کہا جاسکتا دعویٰ بلا دلیل ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت اس کی کھلی تردید ہے: ’’وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيم‘‘ (یٰسین:۳۹)

(ترجمہ) اور ہم نے چاند کی مختلف منزلیں مقرر کی ہیں یہاں تک کہ وہ ایک پرانی ٹہنی کی طرح ہوکر رہ جائے سورج سے نہیں ہوسکتا کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ پاتی ہے ہر ایک فلک میں تیر رہا ہے۔

تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے: ’’وینزل القمر کل لیلۃ منزلاً منھا الی انقضاء ثمانیۃ وعشرین‘‘ (ج۲ ص۳۳۴)

(ترجمہ) اور قمر ہر رات اپنی ایک منزل میں اترتا ہے یہاں تک کہ اس کے اٹھائیس دن پورے ہوجائیں۔

’’ھوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب‘‘ (یونس:۵)

(ترجمہ) اللہ ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو بھی روشنی بخشی اور اس کے لئے کئی منزلیں ٹھہرائیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔

اب اگر کسی نے قمری حساب سے ایک مہینہ کے لئے کسی سے دوکان کرایہ پر لی تو مہینہ قمری شمار ہوگا اور پہلی رات کا ہلال اس ماہ کی پہلی منزل ٹھہرے گا اور یہ چاند کی مختلف

منازل میں سے ایک منزل شمار ہوگی۔

سواس روایت میں اس قسم کے اختلافات اٹھانے سے قادیانیوں کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔غلام احمد تو لفظ قمر کو اس قدر وسیع سمجھتا تھا کہ اس نے اسے سورج پر بھی لپیٹ دیا۔وہ ایک جگہ حضور اکرم ﷺ پر اپنی فضلیت بتاتے ہوئے لکھتا ہے:''له خسف القمر المنير وان لی غسا القمران المشرقان أتنكر'' (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ص۱۸۳ ضمیمہ نزول مسیح)

(ترجمہ) حضور ﷺ کے لئے تو ایک ہی دفعہ شق القمر ہوا چاند دوٹکڑے ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگا کیا اب بھی تو میری فضلیت کا انکار کرے گا؟

سو کچھ انصاف کیجئے کہ قمر کا لفظ اگر سورج پر آسکتا ہے تو کیا یہ کسی پیرایہ میں ہلال پر نہیں آسکتا۔ہم اس پر قادیانیوں پر اپنی حجت تمام کرتے ہیں۔

اس وقت آئندہ ہونے والے رمضانوں میں کسی رمضان میں ۱۳تاریخ کو اور ۲۸تاریخ کو یہ دوگرہن لگیں اور اس کی پوری فہرستیں سائنسدانوں کے پاس موجود ہیں تو اب کوئی ان پر نظر رکھنے والا اس وقت اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کردے تو کیا اسے مہدی تسلیم کرلیا جائے گا؟ اس صورت میں دعوی مہدویت کا یہ چور دروازہ ہر طالع آزما کے لئے کھلا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ غلام احمد نے بھی حدائق النجوم میں اس رمضان کو پہلے سے معلوم کررکھا تھا لیکن اس وقت وہ اپنے دعویٰ میں دائرہ رسالت میں قدم رکھ چکا تھا۔یہ مہدی سے بہت آگے کی ایک منزل تھی۔سواس وقت اس نے مستقل طور پر اپنے مہدی ہونے کا دعوی نہ کیا تھا نہ روایت دارقطنی اس نے اس وقت کہیں پیش کی تھیں۔پھر اس کے بارہ سال بعد۱۸۹۴ء میں رمضان میں جب یہ دوگرہن لگے تو اس نے اسے اپنے مہدی ہونے کا نشان بتلایا اور پھر یہ شمر کے بیٹے کی دارقطنی کی روایت اس کے مہدی ہونے کا ایک نمایاں نشان بن گئی۔حالانکہ اس وقت وہ اس سے بہت آگے رسالت کے حیرت کدوں میں گھوم رہا تھا۔اب قادیانیوں کا اس روایت کو اٹھائے پھرنا ایک بچوں کے کھیل کے سواء کچھ نہیں اور حق یہ ہے کہ یہ پیش گوئی غلام احمد کو کسی پہلو سے کوئی مدد نہیں دے رہی۔ہم یہاں اس پیش گوئی کی بحث ختم کرتے ہیں۔

یہ مجموعہ رسائل جو مختلف موقعوں پر مرزا قادیانی کے تعارف میں لکھے گئے مرزا قادیانی کی عادات پیش گوئیوں اور کردار کا ایک تاریخی خاکہ ہیں جس سے ان کی پہچان ہوتی ہے،اسے عام لفظوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک شناختی کارڈ سمجھیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانیوں کے سینتیس (۳۷)

سوالات

کے

جوابات

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

پیش لفظ			۳۳۹
۳۷ سوالات، ۳۷ جوابات			۳۳۹
سوال(۱)	۳۳۹	سوال(۲)	۳۴۰
سوال(۳)	۳۴۰	سوال(۴)	۳۴۱
سوال(۵)	۳۴۱	سوال(۶)	۳۴۱
سوال(۷)	۳۴۲	سوال(۸)	۳۴۲
سوال(۹)	۳۴۲	سوال(۱۰)	۳۴۳
سوال(۱۱)	۳۴۳	سوال(۱۲)	۳۴۳
سوال(۱۳)	۳۴۴	سوال(۱۴)	۳۴۴
سوال(۱۵)	۳۴۴	سوال(۱۶)	۳۴۵
سوال(۱۷)	۳۴۵	سوال(۱۸)	۳۴۵
سوال(۱۹)	۳۴۵	سوال(۲۰)	۳۴۶
سوال(۲۱)	۳۴۶	سوال(۲۲)	۳۴۷
سوال(۲۳)	۳۴۷	سوال(۲۴)	۳۴۸
سوال(۲۵)	۳۴۸	سوال(۲۶)	۳۴۹
سوال(۲۷)	۳۴۹	سوال(۲۸)	۳۵۰
سوال(۲۹)	۳۵۰	سوال(۳۰)	۳۵۰
سوال(۳۱)	۳۵۱	سوال(۳۲)	۳۵۱
سوال(۳۳)	۳۵۱	سوال(۳۴)	۳۵۳
سوال(۳۵)	۳۵۴	سوال(۳۶)	۳۵۵
سوال(۳۷)	۳۵۵		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ابتدائے آفرنیش سے اب تک شیطان اپنے کام سے کبھی غافل نہیں رہا اور اس کا کام ہے انسانوں کو صحیح راستہ سے بھٹکانہ اور عقائد صحیحہ کی بجائے اوہام باطلہ کے دام فریب میں پھنسانا۔ انسانی ذہنوں میں شریعت حقّہ (اسلام) کے بارے میں تشکیک وتشویش پیدا کر کے مذہب سے برگشتہ کرنا، اور اپنے خیالات کو اس خوبصورتی سے ظاہر کرتا ہے کہ جڑ کاٹ جاتا ہے اور دوست کا دوست بنا رہتا ہے۔ آج مکائد شیطانی کا بازار کھلا ہوا ہے اور ہر ہر قدم پر شیطانی جال پھیلا ہوا ہے۔

جزائر فیجی کے قادیانی مبلغ ملک شیر محمد صاحب جو مرزا غلام احمد کی لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے علماء اسلام سے ۳۷ سوال کئے اور بڑے مصلحانہ انداز میں ان موضوعات کو چھواء جو آج تک ان میں اور مسلمانوں میں محل نزاع بنے رہے۔ ان کا مطبوعہ سوال نامہ ہمیں بھی کسی طریقے سے پہنچا۔ سوال عمومی قسم کے تھے جو اشارۃً قادیانی اختلافات کو چھو رہے تھے۔ تاہم ان میں مرزا غلام احمد کا نام نہ تھا۔ ہم نے وہ سوال نامہ حضرت خالد محمود صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے جو جوابات تحریر فرمائے ان میں ہر اس خطرے کا دروازہ بند کیا جس کی راہ سے قادیانی اس میں گھستے ہیں۔ ان جوابات کی جامعیت کی پوری قدر تو علماء حضرات ہی کر سکتے ہیں۔ تاہم ہمارے قارئین بھی ان جوابات کی فنی نوعیت سے مستفید ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

۳۷ سوالات، ۳۷ جوابات

سوال (۱): مسلمان کی تعریف (DEFINITION) مثبت طور پر کیا ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ کی جملہ تعلیمات کو سچ جاننا اور اس کا اقرار کرنا کہ آپ کی جملہ تعلیمات برحق ہیں۔ اصل ایمان ہے جن باتوں کا یقینی طور پر پتہ چل جائے کہ یہ حضور ﷺ کی پیش کردہ تعلیم ہے انہیں اقرار توحید و رسالت کے پورے یقین سے تسلیم کرنا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کتب عقائد میں ایمان کی یہی تعریف کی گئی ہے:

’’اَلْاِیْمَانُ بِجَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ ﷺ‘‘

جو باتیں اجمالاً معلوم ہوئیں ان کا اجمالی اقرار اور جو باتیں تفصیلاً درجہ یقین تک پہنچیں ان کا تفصیلاً اقرار مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے۔

سوال (۲): حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک سے آج تک کن الفاظ سے غیر مسلموں کو مسلمان کیا جاتا رہا؟

جواب: غیر مسلم جب حضور ﷺ کو آپ کی سب باتوں میں سچا مان لے وہ مسلمان ہو جاتا ہے کلمہ پڑھنا اس تصدیق قلبی کے اظہار کے لئے ہوتا ہے کلمہ میں حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار بایں معنی ہے کہ آپ اپنی سب تعلیمات میں سچے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک غیر مسلم کو مسلمان کرنے کا یہی طریقہ زیر عمل رہا ہے کہ اسے اس ذہن سے کلمہ پڑھایا جائے کہ اب وہ حضور ﷺ کی جملہ تعلیمات کو سچ مان رہا ہے اور وہ بھی اس ذہن سے پڑھے کہ حضور ﷺ اپنی جملہ تعلیمات میں سچے ہیں، اس تصدیق کے بغیر صرف ظاہری اقرار رسالت کو کبھی بھی مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا ظاہری اقرار توحید و رسالت اسی صورت میں مسلمان ہونے کی علامت تسلیم کیا جائے گا کہ کلمہ پڑھنے والے سے کلمہ کے مفاہیم ومضمرات کے صریحاً منافی کوئی بات نہ ہو۔

سوال (۳): کیا کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ کسی فرد یا جماعت کے مذہب کے متعلق اس کی مرضی کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز ہے؟ مثلاً کوئی عیسائی یا ہندو یا مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کے برعکس وہ ادارہ یا اسمبلی اس کے متعلق فیصلہ کرتی ہے کہ وہ عیسائی یا ہندو یا مسلمان نہیں بلکہ اس کا فلاں مذہب ہے تو کیا اسمبلی کا ایسا فیصلہ شرعاً درست اور صحیح ہے؟

جواب: اسلام کے اصول وعقائد ظاہر ہیں کوئی شخص انکار اقرار کرے اور اس کے قول وفعل میں اس اقرار کے خلاف کوئی بات نہ پائی جائے تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا لیکن اگر اس کے کسی قول وفعل میں کفر کی نشاندہی ہوگئی تو اسے مسلمان نہ سمجھا جائے گا بے شک شریعت کے احکام ظاہر پر ہیں لیکن جس طرح اس کا کلمہ پڑھنا ظاہر ہے اسی طرح ایک یا چند باتوں میں اس کا کفر بھی ظاہر پر کیا ہے کوئی اسمبلی یا سیاسی ادارہ یا مسلمانوں کا جرگہ جسے علماء اسلام کی سرپرستی یا شمولیت حاصل ہو وہ اس اصول کی روشنی میں فیصلہ کرسکتا ہے کہ فلاں

گروہ مسلمان ہے یا نہیں جو اس طرح کافر یا گروہ کافر ٹھہرے وہ کافر تو دراصل پہلے ہی سے تھا اب اس فیصلے نے اسے ظاہر کر دیا، علماء یا ایسے ادارے کسی کو کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں۔

سوال (۴): کیا مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ شرعاً صحیح اور درست ہوتا ہے اور جو بھی فیصلہ کرے اس پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: مسلمان حکومت کا وہ فیصلہ جو مستند علماء اسلام کی راہنمائی میں کتاب وسنت کے مطابق ہوا ہو اور فی الجملہ مسلمانوں کے معتمد علیہم علماء اس سے اتفاق کریں وہ ہر حال میں درست اور واجب التسلیم ہوگا، اس کے شائع ہونے کے بعد دوسرے اکابر علماء اسلام کا اس سے اختلاف نہ کرنا اسے مجمع علیہ مسئلہ بنا دیتا ہے۔ اجتماعی امور میں شاملین کا فیصلہ غائبین پر ناطق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس کا انکار نہ کریں۔

سوال (۵): اگر مسلمان حکومت کا ہر فیصلہ درست اور شرعی ہوتا ہے تو ابتداء اسلام میں جن مسلمان حکومتوں نے وہ فیصلے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے خلاف کئے تھے وہ شرعاً درست تھے؟ اگر اس زمانہ میں صحیح تھے تو کیا آج بھی آپ لوگ ان کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں؟

جواب: ابتداء اسلام میں اس اصول پر مسلم حکومتوں نے جتنے فیصلے کئے سب برحق تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسیلمہ کذاب اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف فیصلہ بالکل برحق تھا اور اسے سب نے قبول کیا۔ تاریخ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ کسی جرگے، قومی ادارے یا دوسرے علماء کے فیصلے سے نہ تھی، وقت کے حاکم کی شخصی کارروائی تھی اسی طرح حضرت امام حسین کے خلاف جو کارروائی ہوئی وہ بھی کسی مجلس شوریٰ یا اسمبلی کے فیصلے سے نہ تھی اور نہ اس میں علماء دین کا مشورہ شامل تھا۔

سوال (۶): جب کسی مسلمان حکومت کی اسمبلی اور پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے تو اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک کی اکثریت کے دباؤ کے تحت اپنے ملک کے رہنے والے مسلمانوں کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ ہندو یا عیسائی ہیں تو کیا وہ غیر مسلم حکومت بھی ایسا فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: مسلمان حکومت کی پارلیمنٹ مستند علماء اسلام کی رہنمائی میں اپنے مذہب

کی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرتے ہوئے کسی شخص یا گروہ کے بارے میں فیصلہ کر سکتی ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں۔ لیکن اگر کسی دوسرے مذہب کی حدود کا تعین اس کا کام نہیں۔ اسی طرح کسی غیر مسلم حکومت اور اس کی اسمبلی کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنی نظریاتی سرحدوں کا تعین کرے لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ کسی شخص یا گروہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں یہ فیصلہ صرف اہل اسلام ہی کر سکتے ہیں۔

سوال (۷): قرآن کریم کی رو سے نبی کی تعریف (DEFINITION) کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی رُو سے نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ دوسروں تک اپنی باتیں پہنچانے کے لئے مقرر کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے احکام ملیں یا اسے پہلی شریعت کی تبلیغ پر ہی مامور کیا جائے وہ مشرع ہوتا ہے۔ ایک شریعت پیش کرنے والا ہے اور یہ سب حکم الٰہی سے عمل میں آتا ہے۔ کوئی شخص مکالمہ الٰہیہ سے کتنی دولت کیوں نہ پائے وہ نبی نہیں ہوتا، نبی ہونا لوگوں تک خدا کی باتیں پہنچانے پر مامور ہونے کا نام ہے۔

سوال (۸): قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اور مرسل کے الفاظ آئے ہیں وہاں ہر جگہ اصطلاح شریعت کے معنوں میں ہیں یا کسی آیت میں لغوی اور مجازی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں، بزرگان اسلام نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے؟

جواب: رسول اور مرسل کا لفظ قرآن مجید میں لغوی معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ لغوی رسول نہ کوئی علیحدہ جماعت بناتے ہیں نہ خدا کے نام پر کوئی بات کہتے ہیں کہ اس نے انہیں بھیجا ہے اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ لغوی رسول کا دائرہ کار دنیوی امور ہوتے ہیں جیسے ڈاکیہ کا ڈاک پہنچانا وغیرہ، دینی امور نہیں ہوتے۔ دینی امور میں دخل دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ لغوی رسول نہیں شرعاً رسول ہونے کا مدعی ہے۔

سوال (۹): رسول، مرسل، نبی اور انبیاء کے الفاظ قرآن مجید، احادیث اور بزرگان دین کی کتابوں میں غیر انبیاء کے لئے بھی استعمال ہوئے ہیں یا نہیں؟

جواب: نبی کا لفظ قرآن مجید میں محض لغوی معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔ ’’کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ‘‘ کے الفاظ بھی قرآن کریم اور صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتے، بعض چوتھے درجے کی کتابوں میں یہ الفاظ ہوں گے لیکن یہ الفاظ خود بتاتے ہیں کہ

غیر پیغمبروں پر انبیاء کا لفظ کہیں نہیں آ رہا، نہ وہ انبیاء ہیں صرف انبیاء کی مانند ہیں سو ’’کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ میں بھی لفظ ’’انبیاء‘‘ اپنے شرعی معنوں میں ہے لغوی معنوں میں نہیں۔

بزرگان دین میں سے کسی نے بقائمی ہوش وحواس اپنے لئے لفظ ’’نبی اللہ‘‘ استعمال نہیں کیا نہ اپنے لئے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر کسی دوسرے پر بولا تو وہ بھی ضابطے کے طور پر نہیں اور جس پر بولا اس نے نہ خود اس کا دعویٰ کیا اور نہ اس نے اس دعوے پر کوئی جماعت بنائی اور نہ اپنے نہ ماننے والوں کو کسی درجہ میں مجرم ٹھہرایا۔

سوال (۱۰): کیا حدیث میں محدث کی اصطلاح پائی جاتی ہے؟ اگر ہے تو احادیث کی رُو سے محدث کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حدیث میں محدث کی اصطلاح موجود ہے اس درجے کا فرد کامل اس امت میں حضرت عمرؓ تھے، حضرت عمرؓ کے بارے میں بے شک حدیث میں وارد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہی ہوتے جب وہ نبی نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ محدث کسی درجہ میں نبی نہیں ہوتا۔ یہ درست ہے کہ وہ ولی کی نسبت نبی کے زیادہ قریب ہوتا ہے لیکن اسے نبی کسی تاویل سے بھی نہیں کہا جاسکتا۔

سوال (۱۱): کیا محدث کو نبی کہا جاسکتا ہے؟

جواب: علماء حدیث اور متکلمین نے ’’محدثین‘‘ کو نبیوں میں نہیں گنا، نہ علماء شریعت نے انہیں کہیں شرعی معنوں میں رسول کہا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت اور رسالت کا ملنا منقطع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اس کے بعد کسی شخص کو نبوت نہیں دی، حضور ﷺ کو ہی قیامت تک کے لئے اور ہر خطۂ ارضی کے لئے نبی بنایا۔

سوال (۱۲): قرآن مجید، احادیث اور بزرگان اسلام کی کتابوں میں غیر نبیوں کے مکالمہ، مخاطبہ الٰہیہ کا ثبوت ملتا ہے؟

جواب: اولیاء اللہ بے شک مکالمہ الٰہیہ کی دولت پاتے ہیں لیکن وہ اپنے لئے کسی منصب کا دعویٰ نہیں کرتے، نہ اپنی ولایت کے اقرار کی دوسروں کو دعوت دیتے ہیں، یہ صرف نبوت ہے جس کے اقرار کی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے، ولایت اس طور پر کہیں پیش نہیں ہوتی، نہ اولیاء اللہ کو کبھی ’’نبی اللہ‘‘ یا ’’رسول اللہ‘‘ مانا یا کہا جاتا ہے۔

سوال (۱۳): قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو یا اولیاء اللہ کو الہام ہوسکتی ہیں سلف صالحین کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن مجید کی آیات غیر نبیوں کو الہام ہوں تو وہ وحی کے درجہ میں نہیں، خواب کے درجہ میں شمار ہوں گی۔ خواب کا عنوان اور ہوتا ہے اور تعبیر کچھ اور ہوتی ہے، یہ آیات ظاہراً حضور ﷺ پر اتری تھیں۔ اب یہی اگر کسی ولی کو الہام ہوں تو ان کا ظاہری خطاب معتبر نہ ہوگا تعبیر کی طرح ان کی مراد کچھ اور ہوگی۔ اگر انہیں خواب کے درجہ میں نہ مانا جائے تو بعض صورتوں میں کفر لازم آتا ہے۔

سوال (۱۴): حقیقت، مجاز اور استعارہ کی تعریف کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی ولی نے اپنے لئے یا اپنے بزرگوں کے لئے مجازاً نبی کے الفاظ استعمال کئے ہیں؟

جواب: لفظ ان معنوں میں استعمال ہو جن کے لئے وہ بنا ہے تو یہ حقیقت ہے، غیر موضوع ''لہ'' کے لئے کسی مناسبت سے استعمال ہو تو یہ مجاز ہے، استعارہ مجاز کی فرع ہے جس طرح لغوی مباحث میں حقیقت اور مجاز کا سلسلہ ہے شرعی مباحث میں بھی حقیقت شرعی اور مجاز شرعی کا سلسلہ قائم ہے۔ جب نبی کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تو مجاز لغوی میں یہ کیسے استعمال ہوسکے گا۔ رہا مجاز شرعی تو اس کے لئے شرعی دلیل چاہئے کہ لفظ نبی قرآن وحدیث میں کہیں مجاز کی تعبیر پائے ہوئے ہو، حقیقت شرعی کے سوا یہ لفظ قرآن وحدیث میں کسی اور معنوں میں نہیں ملتا۔

سوال (۱۵): کیا مسلمان صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں غیر تشریعی، ظل، بروز اور فنافی الرسول کی اصطلاحات استعمال کی ہیں یا نہیں؟

جواب: شرعی مباحث میں صوفیہ کی بات حجت نہیں ہوتی، صرف فقہاء شریعت کے امین ہیں جس طرح محدثین علم کے امین ہیں۔ صوفیاء کرام نے جو باتیں صَحْو کی حالت میں کہیں جب وہ بھی دوسروں کے لئے شرعی سند کا درجہ نہیں رکھتیں تو جو باتیں ان سے سکر میں صادر ہوئیں تو ان شطحیات کو شریعت میں کیسے سند مانا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام نے اپنی مخصوص اصطلاحات کے دائرہ میں اپنی کوئی علیحدہ جماعت بندی نہیں کی نہ لوگوں کو اپنے ماننے کی دعوت دی نہ اپنے انکار کو دوسروں کے لئے وجہ کفر یا کسی درجہ میں مستوجب سزا ٹھہرایا۔

سوال (۱۶): قرآن مجید اور حدیث میں مجاز کے طور پر بھی الفاظ آئے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق سلف الصالحین کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وحدیث میں جو الفاظ مجاز کے طور پر وارد ہیں ان کی تفسیر سلف نے اپنی رائے سے جائز نہیں سمجھی، ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی حقیقت میں بحث نہیں کرتے نہ انہیں کسی کی مثل کہتے ہیں، قرآن مجید کے کسی متشابہ لفظ پر کسی نے کسی جماعت کی تشکیل نہیں کی، نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی رائے یا اپنی واردات سے قرآن کریم کی متشابہ تحریر کو اپنے مخصوص معنی پہنائے۔

سوال (۱۷): ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے اگر کوئی شخص ایک نبی کی نبوت کا انکار کردے تو کیا وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہے؟

جواب: ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے ہم تک صرف بعض کے نام پہنچے ہیں جن انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا جائے تو انسان مسلمان نہیں رہتا۔ کسی نبی کا حدیث متواتر میں پتہ چلے تو بھی اسلام کی قطعی بات سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا کسی ایک پیغمبر کا بھی انکار کیا جائے۔ بشرطیکہ اس کے پیغمبر ہونے کا قرآن کریم یا حدیث متواتر سے پتہ چلا ہو تو انسان مسلمان نہیں رہتا۔

سوال (۱۸): قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے خاکی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے گئے؟

جواب: قرآن مجید میں ہے کہ یہود جس مسیح کو قتل کر چکنے کے مدعی تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا (نساء:۱۵۸) قتل کا فعل جس چیز پر وارد ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا، قتل جسم خاکی پر وارد ہوتا ہے سو آپ کا رفع اٹھانا بھی اسی بدن عنصری سے ہوا یہود کا یہ دعوائے قتل اور خدا کا اس کے جواب میں رفع مسیح کو بیان کرنا اس جسم خاکی کے رفع (اٹھائے جانے) پر نص ہے۔

سوال (۱۹): بقول آپ کے جب حضرت مسیح ناصری اپنے مادی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں۔ کیا وہ بغیر کھانے پینے کے وہاں اپنی زندگی گزار رہے ہیں یا وہاں کھاتے پیتے ہیں؟ قرآن مجید نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

جواب: قرآن مجید نے اس پر بحث نہیں کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں جنت میں کیا کھاتے پیتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی اس جسد خاکی سے اس ملاء اعلیٰ میں رہ چکے ہیں اور پھر وہاں سے زمین پر اترے تھے، تو جو ان کی خوراک ہوگی وہی خوراک وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہوسکتی ہے۔ پھر جو خدا تعالیٰ اصحاب کہف کو سالہا سال تک زمین پر زندہ رکھ سکتا ہے کہ وہ بغیر کچھ کھائے پیئے سالہا سال تک سوئے رہیں تو کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر کسی مادی خوراک کے وہاں زندہ نہیں رکھ سکتا؟

سوال (۲۰): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیش گوئی تو قرآن مجید ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ میرے بعد آئیں گے۔ ''وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ''(الصّف:۶) کیا قرآن مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس میں یہ ہو کہ حضرت محمد عربی ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مادی جسم کے ساتھ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے جو اپنے بعد یا اپنے سامنے پیش آنے والے واقعات بیان فرمائے یا علامات قیامت بیان فرمائیں، ان سب کا قرآن کریم میں مذکور ہونا ضروری نہیں۔ پہلے پیغمبر جو بعد میں آنے والے پیغمبروں کی بشارت دیتے رہے تو یہ اس بات کی خبر تھی کہ آئندہ دنیا کو ہدایت ان کے ذریعہ ملے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی صرف ان کاموں کے لئے ہوگی جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ رہی تبلیغ دین اور نشر ہدایت تو اس کے لئے شریعت محمدی کافی ووافی ہوگی اور آپ بھی اسی پر عمل کریں گے۔

سوال (۲۱): قرآن مجید کی آیت: ''بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ'' کے معنی اگرچہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے ہیں تو بقول آپ کے جس وقت وہ زمین پر واپس آئیں گے تو اس وقت اس آیت کے معنی کیا ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں یا زمین پر؟

جواب: قرآن مجید میں کئی ہونے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کئی حضور ﷺ کی زندگی میں ہی پورے ہوگئے تھے۔ ان واقعات کے پورا ہونے کے بعد حضور ﷺ جب ان آیات کو پڑھتے ہوں گے تو حضور ﷺ کے ہاں اس وقت ان آیات کی تفسیر کیا

ہوگی؟ یہی نا کہ ایک بات کے ظہور پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی اور اب وہ بات واقع ہوگئی۔ ہونی ہے جو واقعات عمل میں آگئے تو ان کی پہلی خبروں کے لئے کیا قرآن کریم کا دروازہ بند ہے؟

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اور دوسرے مسلمان ان آیات کو جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے بے شک پڑھیں گے اور اس ذہن سے پڑھیں گے کہ گزشتہ دور میں ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی گئی تھی اور جیسا بتایا گیا تھا ویسا عمل میں آ گیا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہاں موجود ہونا قرآن کریم کی ان خبروں کی تردید نہیں ان کی عملی تصدیق ہے۔

سوال (۲۲): آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو اس وقت ان کی عمر کتنی ہوگی؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ان کی آمد ثانی پر دائرہ کہولت میں ہوگی، قرآن کریم اس باب میں ''کہل'' کا لفظ ذکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے آتا ہے جس کے سر کے بال سفید ہو چکے ہوں، آپ کی اس عمر میں لوگوں سے کلام فرمانا قرآن کریم میں معجزہ کی صورت میں مذکور ہے، اس عمر میں بات کرنا عام طور پر معجزہ نہیں ہوتا۔ ہاں! آپ جب سالہا سال کے بعد پھر اس زمین پر جلوہ افروز ہوں گے تو پھر آپ کا کہولت میں کلام کرنا واقعی معجزے کا نشان ہوگا جس طرح آپ کا ماں کی گود میں کلام کرنا ایک نشان تھا۔ اسی طرح ''کہولت'' میں اس پس منظر کے ساتھ کلام کرنا بے شک ایک نشان ہوگا۔

سوال (۲۳): قیامت کا نشان؟

جواب: قرآن کریم کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا ایک نشان ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب واقع ہوگی؟ مرزا غلام احمد کا خیال صحیح نہیں کہ آخری صدی چودھوی صدی ہوگی۔

وہ لکھتا ہے: ''احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۱ص۳۵۹)

''یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۹۳، خزائن ج۲۲ص۲۰۱)

’’اولیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔‘‘ (اربعین نمبر۲ ص۲۳، خزائن ج۱۷ ص۳۷۱)

اب تو پندرھویں صدی ہجری شروع ہوچکی ہے کوئی شخص تعین سے نہیں کہہ سکتا کہ قیامت کب آئے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کب اتریں گے۔

سوال (۲۴): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان تو عربی نہ تھی، آپ کے عقیدہ کے مطابق جب وہ نازل ہوں گے تو قرآن اور حدیث کس طرح پڑھیں گے؟ کیونکہ وہ تو عربی میں ہیں، بذریعہ وحی سیکھیں گے یا علماء کرام سے پڑھیں گے؟ قرآن مجید سے بتلائیں۔

جواب: قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو پہلے سے خبر دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو تورات انجیل اور کتاب وحکمت سکھائیں گے۔ قرآن کریم کی اصطلاح عمومی میں کتاب وحکمت قرآن وحدیث کو کہا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگر دورِ محمد ﷺ کا کچھ حصہ نہ پانا ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کی تعلیم کیوں دیں گے۔ کتاب کو تورات وانجیل کے ساتھ ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ بھی کوئی آسمانی دستاویز ہے کوئی عام چیز نہیں۔ شیخ اکبر لکھتے ہیں: ’’**یعرفہ الحق تعالیٰ بھا علیٰ طریق التعریف و ان کان نبیًّا۔**‘‘ (الیواقیت ج۲ ص۳۸)

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن وحدیث کی تعلیم کب دیں گے؟ یہ ضرورت کے وقت ہوگا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ وہ یہاں آکر کسی استاد سے نہ پڑھیں گے، نہ گل علی شاہ سے نہ فضل احمد سے نہ فضل الٰہی سے۔ جو خدا کُن کہہ کر جہان بنا سکتا ہے وہ ایک تکوین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عربی زبان اور کتاب وحکمت بھی پڑھا سکتا ہے۔

سوال (۲۵): کیا آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دوبارہ وحی نبوت نازل ہونا شروع ہوجائے گی۔ حالانکہ وحی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد بالکل منقطع اور بند ہوگئی ہے؟

جواب: اس آمد ثانی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نبوت نہ آئے گی، نزول جبرائیل علیہ السلام بہ پیرایہ وحی نبوت ہمیشہ کے لئے منقطع ہے۔ ہاں! جس طرح اللہ رب العزت

فرشتوں سے کلام فرماتے ہیں۔ اسی طرح بعض انتظامی امور سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وحی آئے گی جو وحی نبوت نہیں وحی ملائکہ کے انداز ایک تکوینی قسم کی وحی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کے علاوہ بعض دوسری خلائق سے بھی وحی تکوینی میں کلام فرماتے ہیں: ’’وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ‘‘ (النحل:۶۸)

سوال (۲۶): قرآن مجید کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ اگر وہ آنحضرت ﷺ کے آخری زمانہ میں امتِ محمدیہ ﷺ میں نازل ہوئے تو وہی خاتم النّبیین اور آخری نبی ہو جائیں گے کیونکہ وہ سب کے آخر میں مبعوث ہوں گے۔ کیا ان کی بعثت اور ان کے آنے سے آنحضرت ﷺ کی مہر ختمیت نہیں ٹوٹے گی؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ آمد ثانی پر آپ حضور ﷺ کی امت میں سے ہوں گے۔ پوری دنیا آپ کے دائرہ کار میں ہوگی۔ آپ اپنی ذات میں تو نبی ہوں گے لیکن اپنے کام میں آپ امتی ہوں گے۔ یوں کہئے کہ آپ کی نبوت نافذ نہ ہوگی۔ حضور ﷺ کے آنے پر آپ کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ یہ صحیح ہے کہ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے لیکن یہ صحیح نہیں کہ آپ مبعوث ہوں گے۔ ختمِ نبوت کے بعد کسی نبی کی بعثت نہیں جب ان کی بعثت ہی نہ ہوگی تو آمد سے حضور ﷺ کی خاتمیت سے کوئی ٹکراؤ نہ ہوگا۔ پہلا پیغمبر کیا سارے نبی بھی آجائیں۔ جیسا کہ معراج کی رات بیت المقدس میں آگئے تھے تو اس سے مہر ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔

سوال (۲۷): آیت خاتم النّبیین کی موجودگی میں بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتِ محمدیہ میں آسکتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ عربی زبان میں یہ بیان کرنا چاہتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو کن الفاظ میں بیان کرتا؟

جواب: اس مضمون کو عربی میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے رہی شان اعجاز تو یہ اللہ تعالیٰ ہی جانیں کہ اس کے لئے معجزے والے الفاظ کیا ہوتے: ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین لا محدث بعدہ نبی و لا ینزل بعدہ احد من السابقین‘‘ جب تک ’’لا ینزل بعدہ احد‘‘ جیسے الفاظ نہ ملیں اس وقت تک آپ کی آمد

ثانی کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھا جاسکتا۔

سوال (۲۸): حدیث: ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘ کے ہوتے ہوئے بھی اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے بعد آسکتے ہیں تو اگر محمد عربی ﷺ یہ کہنا چاہتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو عربی زبان میں کیا الفاظ استعمال کرتے؟

جواب: حضور ﷺ بھی اسی قسم کے الفاظ فرماتے: ’’لا محدث بعده نبی ولا ینزل بعده احد من السابقین‘‘

سوال (۲۹): مسلم کی حدیث میں نواس بن سمعان کی روایت میں آنے والے مسیح کے متعلق جو ’’نبی اللہ‘‘ کے الفاظ چار دفعہ آئے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت خاتم النّبیین اور حدیث: ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘ کے ہوتے ہوئے اس ’’نبی اللہ‘‘ کے معنیٰ کیا ہوں گے؟

جواب: گھانا کا صدر نائیجیریا میں آئے اور اسے کوئی شخص صدر کہہ دے تو اس کے معنی کیا ہوں گے؟ یہی نا کہ یہ شخص اپنے مرتبہ میں صدر مملکت ہے۔ گویا یہاں وہ اس عہدے میں نہیں نہ اس کا حکم یہاں نافذ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ’’نبی اللہ‘‘ کا لفظ آپ کے مرتبہ کا بیان ہے۔ آپ کے اس وقت کے عہدے کا بیان نہیں کیونکہ یہاں وہ امتی کی حیثیت سے کام کریں گے، دورِ نبوت کے لحاظ سے یہ دور دورِ محمدی ہوگا۔

سوال (۳۰): قرآن مجید میں ہے کہ ہر امت کا گواہ قیامت کے دن ان کا نبی ہوگا اور محمد عربی ﷺ اپنی امت کے گواہ ہوں گے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں آخری زمانہ میں آئیں گے تو کیا ان کا آنا اس آیت کے خلاف نہیں ہوگا؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حشر (میدان حشر میں حاضری) دو دفعہ بھی ہوسکتا ہے، ایک دفعہ آپ اپنی امت پر گواہی دیں گے جس طرح سب انبیاء اپنی اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ دوسری دفعہ آپ امت محمدیہ کے ساتھ میدان حشر میں آئیں گے اور حضور ﷺ اپنی ساری امت پر گواہی دیں گے جب یہ ممکن ہے کہ حشر کی حاضری آپ کی دو دفعہ ہو تو پھر آپ کی آمد ثانی بحیثیت امت کے اس آیت کے خلاف نہ ہوگی کہ قیامت کے دن ہر امت کا گواہ ان کا نبی ہوگا۔ (النساء:۱۴)

سوال (۳۱): اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آمد ثانی کے وقت نبی نہیں ہوں گے بلکہ امتی ہوں گے تو کیا ان کا امت محمدیہ ﷺ میں آنا آیت قرآنی: ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ'' (النساء:۶۴) (ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار رہو) کے خلاف نہیں ہوگا؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بعثت یا رسالت کے ساتھ نہ ہوگا۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ'' میں جس ''ارسال رسل'' کا بیان ہے، اس سے مراد رسولوں کا رسالت کے ساتھ آنا ہے رسول جب رسالت کے ساتھ آتے ہیں تو ان کی حیثیت مطاع کی ہوتی ہے، مطیع کی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے ساتھ تشریف لائیں گے بعثت کے ساتھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا: ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ'' یہ نہ فرمایا ''وَمَا اَنْزَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ'' سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر ان کا بالذات مطاع ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال (۳۲): آیت استخلاف میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد دین اسلام کے استحکام اور خوف کو امن سے بدلنے کے لئے خلفاء آیا کریں گے اور وہ انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہوں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اور اصالتاً آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بھی نازل ہوں تو پھر بھی امت محمدیہ......

جواب: آیت استخلاف قرآن کریم سورہ نور:۵۵ میں موجود ہے اس میں کہیں یہ الفاظ نہیں ملے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو امت کے امام خود اس امت میں سے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور حج بھی کریں گے۔

سوال (۳۳): اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہوگئے ہیں اور تمام احادیث جن میں نزول مسیح یا مسیح کی آمد ثانی کا ذکر ہے وہ ایرانی اور عجمی تخیلات کا نتیجہ ہے اور قرآن کریم کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

جواب: جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو گئے اسے یہ گمان ہے کہ سب انبیاء ایک ہی طرح فوت ہوئے یہ خود غلط ہے بعض انبیاء قتل ہوئے جیسے یحییٰ علیہ السلام، بعض کچھ وقت کے لئے فوت ہوئے جیسے عزیز علیہ السلام اور وہ پھر اس دنیا میں اٹھ کھڑے ہوئے اگر وہ شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت عزیز علیہ السلام کی طرح وفات کچھ وقت کے لئے وارد ہوئی اور وہ اٹھا لئے گئے اور آپ ایک دفعہ پھر اس دنیا میں قیامت کے قریب تشریف لائیں گے تو یہ عقیدہ غلط ہے تاہم وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کا نشان ہونے ''وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَۃِ'' کا منکر نہ سمجھا جائے گا۔ البتہ اس کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کی احادیث صحیح نہیں غلط ہے۔ یہ اس کی علمی غلطی ہے عقیدہ کی غلطی نہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے قرب قیامت کا نشان ہونے کا منکر نہیں ہے۔

پھر بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ وفات مسیح کا نہ ہو اس کی وفات کے بعد اس کے کسی شاگرد نے ایسی بات بنالی ہو یا گھڑ لی ہو اور اس کے نام پر اسے شہرت دے دی ہو ایسی صورت میں مزید تحقیق کی جائے گی اگر اس کی اپنی تحریر مل جائے تو اسے دوسروں کی نقل پر فائق سمجھا جائے۔ اس کی مثال حضرت مولانا عبیداللہ سندھی سے دی جاسکتی ہے۔ ان کے کسی شاگرد نے ان کے نام پر وفات مسیح کا نظریہ قائم کر لیا۔ حالانکہ مولانا سندھی خیر کثیر کے ترجمہ میں اپنے قلم سے نزول مسیح کے عقیدے کی توثیق کر چکے ہیں اور محمودیہ میں بھی اس کی تائید موجود ہے۔

پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا عقیدہ تو ایسا نہ ہو اور وہ ردعیسائیت کے جوش میں الوہیت مسیح کا عقیدہ کا توڑ کرنے کے لئے وفات مسیح کا مدعی بن بیٹھے۔ سرسید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ وغیرہما نے اسی انداز میں بہت سی غلط باتیں کی ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ کس طرح پتہ چلے گا کہ ان کا عقیدہ یہ نہ تھا سو اگر وہ اس عقیدے پر جماعت بندی کرتا ہے اور وہ اور اس کی پوری جماعت اس عقیدے کی اشاعت کے لئے پوری محنت کرتی ہے تو یہ یقیناً اس کا عقیدہ ہوگا نہ کہ مصلحت جیسے مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو۔ اپنے تمام تمام مباحث میں وفات مسیح کے عقیدہ کو اولین جگہ دیتے ہیں۔

ہاں! اگر کوئی شخص اسلامی ممالک سے دور کا رہنے والا ہو اور اسے کسی مستند عالم

سے اس مسئلہ کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے یکطرفہ لٹریچر سے ایسا عقیدہ اختیار کرلیا جیسے مسٹر اسد (جرمنی والے) پہلے اس پر اس مسئلہ میں علمی حجت پوری کی جائے گی۔ پھر نہ مانے تو اسے بھی مرزاغلام احمد اور اس کے پیروؤں کی طرح قطعیات اسلام کا منکر سمجھا جائے گا اور اس پہلو سے وہ کفر کی زد میں ہوگا۔

نوٹ: سوال میں مختلف صورتیں ایک جگہ لپٹی تھیں ہم نے جواب میں انہیں کھول دیا ہے تاکہ ہر صورت کا حکم علیحدہ بیان کردیا جائے۔

سوال (۳۴): حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت سلطان باہو، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید محمد اسماعیل شہید، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا عبدالحلیم صاحب بحرالعلوم، حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب وغیرہم (رحمۃ اللہ علیہم) نے اپنی تحریرات اور ملفوظات وغیرہ میں جو غیرتشریعی نبی، ظل، بروز اور فنافی الرسول کی اصطلاحات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں یا انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں ہندوانہ تصور اپنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی اور ان اصطلاحات کے لکھنے سے کوئی اسلام کی خدمت ان کے مدنظر تھی۔ آخر انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ اصطلاحات کیوں لکھی ہیں۔ اگر انہی اصطلاحات کو کوئی دوسرا شخص لکھے تو اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

جواب: ''ظل'' اور ''بروز'' کی اصطلاحات ہندو تصورات سے ماخوذ ہیں جو ان کے عقیدہ تناسخ کے پہلو سے نکلی ہیں۔ پھر بعض صوفیاء نے اپنے فنا اور بقا کے مقامات سے مخلوط کرلیا ہے اور ان میں یہ تاویل کر کے اپنے ہاں لے لیا ہے تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان کی اصل ہندو نظریات میں سے تھی۔ ہاں! یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ کسی قوم سے الفاظ لے کر انہیں اپنی کسی نئی اصطلاح میں بدل لینا یہ امر ممنوع نہیں تھا ''فنافی الشیخ''، ''فنافی الرسول'' اور ''فنافی اللہ'' صوفیہ کی اپنی اصطلاحات ہیں اور ان کی تشریحات ہیں۔

غیرتشریعی نبی کی اصطلاح کو سائل نے یونہی ان اصطلاحات کے ساتھ جوڑا ہے اگر ان سے مراد وہ شخص ہے جو شریعت کی رُو سے کسی درجہ میں نبی نہیں جیسے سعدی کو پیغمبر غزل

کہا گیا تو شرعی حیثیت کے سواء کسی کو بھی کسی فن کا پیغمبر کہا جا سکتا ہے جو خدا کے پیغمبر ہوئے ہیں انہیں نبی اللہ کہا جاتا ہے وہ فنی نبی نہیں ہوتے، شرعی نبی نہیں ہوتے۔ شریعت نے انہیں نبی مانا ہے وہ نئے احکام لائیں یا پرانی شریعت پر چلیں وہ شرعی نبی ہیں۔

حضور ﷺ کے بعد اب کسی شخص پر شرعی نبی کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔ ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘ کے معنی ’’لَا مَشْرُعَ بَعْدِیْ‘‘ کے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص شرعاً نبی نہیں کہلا سکتا۔

اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت کی رُو سے حضور ﷺ کے بعد ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے جو نئی شریعت نہ لائے، حضور ﷺ کی شریعت کے تابع رہے۔ لیکن شریعت کی رو سے اسے نبی اللہ کہہ سکیں گے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ ہاں! نبوت کے کمالات جاری ہیں اور بہت سے غیر پیغمبروں کو بھی ان کمالات سے حصہ ملتا ہے لیکن کسے ایسے شخص پر نبی یا نبی اللہ کا لفظ نہیں بولا جا سکتا، نہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

بزرگوں کی بعض عبارات میں کمالاتِ نبوت پانے کا ذکر ہے لیکن ان میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایسے شخص کو نبی ہرگز نہ کہا جا سکے گا پھر بھی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور وہ ہوش وحواس میں ایسی بات کہتا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہ ہو سکے گا۔ سوال میں جن بزرگوں کے نام دیے گئے ہیں ان میں کوئی بھی ان شرائط کے ساتھ کسی غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے کا قائل نہ تھا۔

<u>سوال (۳۵)</u>: صوفیاء کرام کی اصطلاحات کے علاوہ محدثین، فقہاء اور بزرگان دین نے عقائد، حدیث، اصولِ حدیث، ففقہ اور اصول فقہ کی جو اصطلاحات وضع کی ہیں یہ اصطلاحات آنحضرت ﷺ کے کتنا عرصہ بعد وضع ہوئی ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کے بعد وضع ہونے کی وجہ سے یہ غیر اسلامی ہیں؟ اگر یہ اسلامی ہیں تو طریقت کی اصطلاحات کیوں کر غیر اسلامی ہیں؟

<u>جواب</u>: محدثین اور فقہاء کرام نے اپنے اپنے دائرہ علم میں جو اصطلاحات وضع کی ہیں وہ علمی اصطلاحات ہیں شرعی نہیں۔ ان سے مسائل کا درجہ معلوم ہوتا ہے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا مسئلہ کے مراجع ومصادر قرآن وحدیث ہیں۔

طریقت کی اصطلاحات محض بیان حال کے لئے ہیں تعیین منصب کے لئے نہیں،

کتاب وسنت سے احکام استنباط کرنے والے ان احکام کے صرف مظہر ہوتے ہیں کہ انہوں نے کتاب وسنت کی وہ گہرائی ظاہر کر دی وہ مثبت احکام نہیں ہوتے۔ مسائل میں فقہاء کے فیصلے سند ہیں صوفیا کا قول حجت نہیں۔

سوال (۳۶): آنحضرت ﷺ کی امت میں ہزاروں ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے فنافی الرسول کے مقام پر پہنچ کر اپنے آپ کو آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد، احمد کہا ہے اور بعض نے تو نبی اور رسول بھی کہہ دیا ہے اور کئی وہ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے نام کے کلمے بھی پڑھا دیئے ہیں جو اہل علم حضرات سے مخفی نہیں۔ کیا یہ سب بزرگان دین اور ان کے متبعین غیر مسلم ہیں؟

جواب: صوفیاء کی اصطلاحات میں اہل حال اور اہل قال دو علیحدہ علیحدہ طبقے ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سواء کیا ہے کہ سند اہل قال سے لی جائے، اہل حال سے نہیں۔ اپنی حیثیت کو فناء کر کے کوئی شخص اپنے شیخ کا مظہر بنے اس سے اس کے حال تو پتہ چل سکتا ہے لیکن اس کے اس حال پر کبھی جماعت بنی نہیں سنی گئی نہ اس سے شرعی احکام چلتے ہیں نہ لوگوں کو اس مقام کی دعوت دی جاتی ہے۔ جن صوفیوں سے ان کی کسی حالت میں شطحیات صادر ہوئے وہ ان کا ارادی کلام نہ تھا۔ اس صورت میں وہ لائق معافی ہیں لیکن ان کی باتوں کو سند نہیں بنایا جاسکتا اور نہ وہ باتیں اپنے ظاہر میں صحیح سمجھی جاسکتی ہیں۔

سوال (۳۷): جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کو غیر مشروط طور پر خاتم النّبیین آخری نبی مانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ امام الزماں، مجدد صد چہارہم، مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا بلکہ بار بار اعلان کیا کہ: ’’سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین‘‘ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰، ۲۳۱)

جواب: یہ دعویٰ کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہر فرد حضور ﷺ کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتا ہے۔ مندرجہ ذیل تحریرات کی رُو سے صحیح نہیں۔ مرزا غلام احمد حضور ﷺ کو آخر نبی اس طرح مانتا ہے کہ کلمہ، قبلہ اور شریعت بدلے بغیر نیا نبی نہ آسکے بلکہ بعض عبارات میں اس کا شریعت لانے کا دعویٰ بھی ہے۔ یہ حضور ﷺ کے آخری ہونے کا غیر مشروط عقیدہ نہیں اپنے

لئے ایک چور دروازہ کھولنا ہے۔ مرزاغلام احمد کی موت ۲۶رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی، آپ نے ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں جو بیان دیا وہ ۲۶رمئی کو شائع ہوا۔ یہ مرزا قادیانی کی اس مسئلہ پر آخری تحریر ہے اس میں ہے: ’’جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے راز میرے پر کھولتا ہے اور جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار یقین نہیں کھولتا اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس سے میرا نام نبی رکھا ہے، سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔‘‘

(منقول از النبوۃ فی الاسلام ص۳۴۴ مصنفہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

اس عبارت کی روشنی میں یہ کہنا کہ لاہوری جماعت کے لوگ حضورﷺ کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتے ہیں، کسی طرح درست نہیں۔ جب انہوں نے نبوت کا ایک دروازہ کھلا رکھا ہے گو کسی تاویل سے کیوں نہ ہو تو پھر ختم نبوت پر غیر مشروط عقیدہ رکھنے کا یہ دعویٰ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر مرزا قادیانی نے صرف یہی نہیں کہا کہ خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اسے وحی شیطانی کہہ کر نظر انداز کیا جا سکے۔ مرزا قادیانی نے اپنی اسی وحی کی اساس پر نبوت کا دعویٰ بھی کئے رکھا اور اس کے انکار کو گناہ بھی قرار دیا۔ مولوی محمد علی لاہوری ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے متبعین کامل کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوگا۔‘‘

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ’’جزئی طور پر آپ ایک قسم کی نبوت ان کو ملتی ہے اور آفتاب نبوت ان کے دل کے آئینے میں منعکس ہو کر ایک ظلی یا بروزی نبوت ان کو دیتا ہے۔‘‘ (مسیح موعود ص۳۰۶، تحریر ۱۹۱۸ء)

جناب ملک شیر محمد صاحب کے سوالات ختم ہوئے۔ ہم نے اختصار کے ساتھ ہر سوال کا شافی جواب دے دیا ہے، ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

مناظرہ انارکلی لاہور

(۲۵ر جنوری ۱۹۸۳ء)

مابین قادیانی مبلغین اور علمائے اسلام

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

(مرتب) مولانا محمد رفیق چنیوٹ

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اسکی جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

مناظرہ انارکلی

۲۵ رجنوری ۱۹۸۲ء کو انارکلی میں منعقدہ مناظرہ

مابین قادیانی مبلغین اور علمائے اسلام

شائع کردہ

شیخ سعید احمد (سابق قادیانی)

گورنمنٹ کوارٹرز وحدت روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا غلام احمد کے کذب پر ایک مباحثہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

انارکلی لاہور کے جناب شاہد فاروق اوران کے قادیانی دوست حامد خان صاحب کے درمیان دو موضوعات پر بات چل رہی تھی۔

۱...... آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ وحی جاری ہے؟

۲...... مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی ہیں؟

دونوں میں طے پایا کہ اپنے اپنے علماء کو بلالیں اوران موضوعات پر باہمی گفتگو ہوجائے۔ ۱۴ر جنوری ۱۹۸۳ء بروز منگل ساڑھے ۶ بجے شام کا وقت طے ہوا۔ ۲۴ر جنوری کو حامد خان صاحب نے عذر کیا کہ ان کے مبلغ ربوہ سے نہیں آسکے۔ پھر ۲۵ر جنوری ساڑھے چھ بجے کا وقت طے ہوا۔ پونے سات بجے قادیانی مبلغ اپنے پندرہ ساتھیوں کے ساتھ کوئٹہ ہاؤس بلڈنگ کے احاطہ موتا سنگھ انارکلی لاہور پہنچے اور آتے ہی کہا کہ ان کے پاس پونے گھنٹے کا ٹائم ہے، انہیں ساڑھے سات بجے کسی اور جگہ کام ہے اور انہیں جانا ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب ارشد فاضل خیرالمدارس ملتان اور دیگر کئی اکابر علماء کرام موجود تھے۔

قادیانی نمائندے حامد خاں صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ووفات پر بات ہونی چاہئے۔[۱]

جناب شاہد فاروق صاحب پروپرائٹر کوئٹہ ہاؤس انارکلی نے کہا۔ پہلے سے جن موضوعات پر بات چل رہی ہے وہ صرف دو ہیں:

[۱] بات پہلے جن دو موضوعات پر چل رہی تھی ان میں یہ موضوع نہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ حامد خان صاحب کو ان کے مبلغ یہ سکھا کر لائے تھے کہ وہ خود خلط مبحث کرے۔

(۱) نبوت کا جاری رہنا۔

(۲) مرزا قادیانی کیا مہدی تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس وقت کوئی بحث نہیں ہے۔ مگر حامد خاں صاحب نے اسی پر اصرار کیا کہ نزول مسیح پر بحث ہونی چاہئے۔ حضرت مسیح آسمان سے آئیں گے یا نزول مسیح سے مراد ایک مثیل مسیح کی آمد ہے۔ موصوف نے خلط مبحث کرنے کی کوشش کی اس پر علمائے اسلام نے کہا:

قادیانیوں کے نزدیک نزول مسیح کا عقیدہ قطعاً ایمانیات کا جزو نہیں۔ اب ان کا اسے اتنی اہمیت دینا صرف اس لئے ہے کہ لوگوں کی توجہ مرزا غلام احمد سے ہٹائی جاسکے اور لوگ ان صدق وکذب پر بحث نہ کریں۔

پھر ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کئی اہل اللہ حیات مسیح کے قائل تھے اور اسی مسیح ناصری کا دوبارہ آنا مانتے تھے جو حضرت مریم کے بیٹے تھے۔ سو اگر وہ اولیاء حیات مسیح کا اقرار کر کے اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں تو ہم کیا اس عقیدہ سے مسلمان بھی نہیں رہ سکتے۔

اس دعوے کے ثبوت میں علماء اسلام نے دو حوالے پیش کئے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱...... ’’مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہے بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

۲...... ’’اور خواص اولیاء اللہ صلحاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا۔‘‘

(ملخص احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے مندرجہ خزائن ج۲۰ ص۴۱۴)

جناب شاہد فاروق صاحب نے پھر کہا کہ میری حامد خان قادیانی سے جو بات پہلے سے چل رہی ہے وہ انہی دو موضوعات پر ہے۔ (۱) کیا سلسلہ وحی جاری ہے؟ کیا مرزا قادیانی مہدی تھے؟

علماء اسلام نے کہا کہ قادیانی مبلغ نے پون گھنٹہ بعد چونکہ چلے جانا ہے، اس لئے وہ موضوع شروع کرنا چاہئے جو مختصر وقت میں بھی کچھ واضح ہوسکے۔ ’’سلسلہ وحی جاری ہے یا نہیں‘‘ ایک وسیع موضوع ہے۔ اس کے لئے یہ وقت پون گھنٹہ بالکل ناکافی ہے۔ اس مختصر وقت میں تو صرف دوسرا موضوع ہی چل سکتا ہے اور ہم اس کا آغاز کرتے ہیں۔ اس کے بعد مناظرہ شروع ہوگیا۔

قادیانی مبلغین مرزاغلام احمد کے صدق وکذب پر بحث کرنے کے لئے کبھی جلدی تیار نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ ان مباحث میں الجھنے اور الجھانے کی کوشش کرتے ہیں جسے عوام الناس آسانی سے نہ سمجھ سکیں۔ قرآن وحدیث عربی میں ہیں اور ان کی تشریحات بھی عربی اور علمی زبان میں۔ سو ان کے سہارے وہ اپنے عوام کو مغالطہ دینا آسان سمجھتے ہیں۔ مرزاغلام احمد کی کتابیں اور لٹریچر زیادہ تر اردو میں ہے اور اسے عوام آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اس لئے قادیانی اس کی طرف آتے ہی نہیں۔ ان کا حیات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل میں پڑنا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ مرزاغلام احمد کی سیرت پر پردہ ڈال سکیں۔

مناظرہ انارکلی کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ اس میں مرزاغلام احمد کے صدق وکذب پر بحث ہوئی اور یہ کہ وہ بہت دلچسپ رہی۔

فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

مرتب: محمد رفیق عفااللہ عنہ

علمائے اسلام

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد!

حضرات موضوع زیر بحث یہ ہے کہ مرزا قادیانی مہدی تھے یا نہ؟ ہم صاف کہتے ہیں کہ: ’’مرزا غلام احمد قادیانی قطعاً مہدی نہ تھے۔ مہدی کے معنی ہیں ہدایت یافتہ، ہدایت یافتہ شخص جھوٹ نہیں بولتا۔ مرزا قادیانی چونکہ جھوٹ بولتے تھے اور جھوٹ بولنے والا مہدی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مرزا قادیانی مہدی نہیں تھے، مہدی ہونا درکنار جھوٹ بولنے والا تو شریف انسان بھی نہیں سمجھا جاتا۔‘‘

اب مرزا قادیانی کا جھوٹ ملاحظہ کیجئے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودہویں صدی کا مجدد ہوگا۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹)

یہ صریح جھوٹ ہے۔ حضور ﷺ نے کسی حدیث میں چودہویں صدی کا ذکر نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ پر یہ کھلا جھوٹ ہے۔ مرزا قادیانی نے احادیث کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں احادیث درکنار ایک حدیث ہی دکھلا دو جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئے گا۔ مرزا قادیانی نے صحیح احادیث کا دعویٰ کیا ہے ہم کہتے ہیں کتب حدیث سے کوئی ضعیف حدیث ہی دکھادو۔

اور اگر نہ دکھا سکو تو تسلیم کرو کہ مرزا قادیانی نے واقعی جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ بولنے والا جب شریف انسان بھی نہیں سمجھا جاتا تو اسے کوئی شخص مہدی (ہدایت یافتہ) کیسے مان سکتا ہے۔

قادیانی مبلغ

میں تسلیم کرتا ہوں کہ کسی حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے چودہویں صدی کا لفظ ثابت نہیں لیکن حضرت مرزا قادیانی نے جو بات کی ہے وہ بطور استدلال کہی ہے لوگ پہلے سے کہہ رہے تھے کہ چودہویں صدی آخری ہے قیامت چودہویں صدی میں آئے گی۔ ظاہر ہے کہ پھر مسیح موعود بھی تو چودہویں صدی میں ہی آنا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس مشہور عام بات سے

استدلال کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے، آپ اس مجمع سے ہی پوچھ لیں۔ بچہ بچہ گواہی دے گا کہ یہ بات زبان زد عام وخاص تھی کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اوراسی میں مسیح نے آنا ہے۔سب علماء بھی یہی بات کہتے چلے آئے ہیں۔مجمع سے لوگ بول اٹھے ہرگزنہیں۔ ہمارے علماء نے کبھی نہیں کہا تھا کہ قیامت چودھویں صدی میں آئے گی۔صرف قادیانی کہنے لگے: ’’لوگ یہی کہتے تھے۔‘‘ ہم نے یہی سن رکھا تھا۔مرزا قادیانی نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔

علمائے اسلام

مرزا قادیانی کیالوگوں سے سن کراس بات کوحضور ﷺ کے ذمہ لگارہے تھے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا؟ مرزا قادیانی نے یہاں اس کے لئے احادیث صحیحہ کا دعویٰ کیا ہے، اسے حدیث کی کسی کتاب میں دکھاؤ یہ کیا جواب ہے کہ لوگ یہ بات کہتے تھے، اس مرزا نے استدلالاً اسے حدیث کہہ دیا ہے۔ یہ جواب بالکل غلط ہے۔ یہ جواب مولانا محمد الیاس دے رہے تھے۔

مولانا عبدالرشید صاحب ارشد نے کہا ہم بچپن میں تو یہ بھی سنتے آئے ہیں کہ چاند میں بڑھیا چرخہ کات رہی ہے۔ہم کیا اسے عقیدہ بنالیں گے؟ ہرگزنہیں۔عوام کی بات کا کیا اعتبار۔آپ نے دوسرے علماء کی بات کاٹ کر یہ بات کہی تھی۔

’’من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار‘‘

جس نے جان بوجھ کرمجھ پرکوئی جھوٹ باندھااسے چاہئے کہ اپناٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

مرزا غلام احمد حضور ﷺ پر یہ جھوٹ باندھ کراس حدیث کی روسے جہنمی ہوچکے ہیں۔ظاہر ہے کہ جہنمی مہدی نہیں ہوسکتا۔لوگوں سے بات سن کر اسے حضور ﷺ کے ذمہ لگادینا یہ کسی شریف اورایمان والے شخص کا کام نہیں ہے۔

قادیانی مبلغ

قرآن کریم میں لکھا ہے کہ دنیا میں جب بھی پیغمبر آئے لوگوں نے انہیں جھوٹا کہا ہرپیغمبرکوجھٹلایا گیا۔مرزا قادیانی بھی خدا کے پیغمبر تھے،اس لئے انہیں جھوٹا کہا جارہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پیغمبروں سے شروع سے ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔اب میرا جانے کا وقت ہوگیا ہے،اس لئے میں جاتا ہوں۔

علمائے اسلام

پیغمبر کو جھٹلانا اور کسی بات میں پیغمبر پر جھوٹ ثابت کرنا، ان دو باتوں میں بنیادی فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کئی لوگوں نے پیغمبروں کو ان کے دعویٰ رسالت میں جھٹلایا لیکن اور معاملے میں کسی پیغمبر پر جھوٹ بولنے کا الزام کبھی نہیں لگا۔ پیغمبروں کے اخلاق فاضلہ اتنے عالی ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی شخص کوئی جھوٹ ثابت نہیں کر سکتا۔

اتنے میں دوسرے قادیانی مبلغ مولوی بشیر احمد تشریف لے آئے۔ سب قادیانیوں نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا۔ حامد خان قادیانی نے کہا کہ لیجئے! یہ آ گئے ہیں جو ساری بات یہیں ہوں گی، کہیں نہ جائیں گے ان سے جتنی بھی بحث چاہیں کریں۔

علمائے اسلام کی طرف سے نئے آنے والے مبلغ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنی جماعت کے عہد کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ ساری رات یہیں رہیں گے اور مجلس سے نہیں جائیں گے؟ انہوں نے کہا اگر دین اور تبلیغ کی بات ہو تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ بلکہ یہ کہ جب تک میں بیٹھنا ہو بیٹھوں گا۔

علمائے اسلام نے کہا کہ آپ اگر کہہ کر بات نہ کریں۔ صاف لفظوں میں اقرار کریں کہ بحث سے اٹھ کر نہیں جائیں گے۔ اگر کے ساتھ بات کرنا کوئی اقرار نہیں۔ قادیانی مبلغ نے کہا حضور! جب کہا جائے کہ مال تو ایک طرف جان چاہو تو وہ بھی حاضر کر دیں گے۔ اس میں مال کا اقرار تو ہے آپ ایک رات کہتے ہیں ہم تبلیغ کے کام سے کبھی نہ جائیں گے۔

علمائے اسلام نے کہا جناب شاعری نہ کریں صاف کہیں کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دوران بحث ہم اٹھ کر نہ جائیں گے۔ اس پر بات پھر سے شروع ہوگئی۔

علمائے اسلام نے کہا حضرات! پہلے سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ کہنا کہ حدیث میں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے گا درست نہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ حضورﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ واقعی کسی حدیث میں نہیں کہ مسیح موعود چودھویں اپنی صدی کا مجدد ہوگا۔ صحیح حدیث تو ایک طرف کسی ضعیف حدیث میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔

صدر مجلس

جناب محمد اسلم صاحب پروپرائیٹر نفیس کلاتھ ہاؤس نے کہا کہ مولوی بشیر احمد

صاحب چونکہ ابھی آئے ہیں اس لئے انہیں وہ حوالہ سنا دیا جائے جس پر بحث ہو رہی ہے۔

اس پر مرزا قادیانی کی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم سے یہ عبارت پھر پیش کی گئی: ’’احادیث صحیحہ میں آتا ہے کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔‘‘ (ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹)

قادیانی مبلغ

ہمارا اصل نزاع اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہوگئے ہیں جب تک اس بات کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ مرزا قادیانی کے بارے میں ہم کوئی بحث نہ کریں گے۔ اسی پر ہمارے سارے اختلافات کا مدار ہے۔

علمائے اسلام نے کہ یہ تو آپ اپنے بانی سلسلہ سے بھی اختلاف کر رہے ہیں۔ مرزا قادیانی تو خود لکھتے ہیں: ’’نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو ہمارے ایمانیات کا جزو ہے نہ دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہے بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

بانی سلسلہ تو یہ کہتے ہیں آپ ان کے اچھے پیرو ہیں جو اس مسئلے کو اپنے ایمانیات کا مدار بتلا رہے ہیں۔

مرزا قادیانی تو کہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے جو لوگ حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے وہ اس عقیدے کی وجہ سے ہرگز گناہ گار نہ تھے۔ اللہ کے ہاں وہ بالکل صاف اور بری تھے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’انّ الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرّؤن‘‘

(ضمیمہ حقیقت الوحی الاستفتاء ص۴۲، خزائن ج۲۲ ص۶۶۴)

اب یہ لوگ گناہ گار کیوں ٹھہرے؟ مرزا قادیانی کے آنے کی وجہ سے تو پھر سب پر پہلے بحث کیوں نہ ہو جس کی وجہ سے حیات مسیح کا عقیدہ غلط ٹھہرا تھا اور اس سے پہلے یہ لائق عذر تھا۔

قادیانی مبلغ

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ویکنسی (آسامی) تو موجود نہ ہو اور امیدوار کی اسناد اور اس کے حالات کی جانچ پڑتال شروع کر دی جائے۔ جب تک مسیح کی وفات نہ مانی جائے کرسی خالی نہ تسلیم کی جائے۔ اس کے امیدواروں کی جانچ پڑتال اور تحقیق اسناد بے فائدہ ہے۔ کبھی

کسی دفتر میں دیکھا کہ ویکنسی تو نہ ہو اور اسناد کی تحقیق ہو رہی ہو سینہ ناپا جا رہا ہو اور بعد میں کہا جاتا ہے کہ کپڑا ہی موجود نہیں۔

مہربانو! پہلے مسیحیت کی کرسی خالی مانو وفات مسیح کا اقرار کرو پھر مرزا قادیانی پر ان کے صدق وکذب پر اور محمدی بیگم کے واقعہ پر بحث کرو۔

صدر مجلس

جو بحث پہلے سے چلی آ رہی ہے اور اس موضوع کو آپ سے پہلے مبلغ مان چکے تھے اور اس پر بحث جاری تھی، آپ اسے کیوں چھوڑتے ہیں؟ وہ بحث یہ تھی کہ مرزا قادیانی امام مہدی تھے یا نہ؟ پہلے اس کو طے کر لو پھر حضرت مسیح پر بھی بحث ہو جائے گی۔

علمائے اسلام

نہایت مختصر سی بات ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا ہے: ''احادیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئے گا۔'' سوال یہ ہے کہ یہ حدیث کہاں ہے؟ اگر کہیں نہیں تو تسلیم کیجئے کہ مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا ہے: ''جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۰۶، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵)

اگر آپ کے پاس حدیث کا حوالہ ہے کہ حضورﷺ نے چودہویں صدی کا نام لیا ہو تو پیش کریں۔ ایک منٹ میں یہ بحث نمٹ جائے گی۔ اس کے بعد ہم حیات مسیح پر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

قادیانی مبلغ

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے جو فرمایا درست ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئے گا لیکن ہم وہ حدیث اس وقت پیش نہیں کریں گے۔ پہلے حیات مسیح پر بحث کریں، قرآن سے بحث کریں، حدیث بعد میں آئے گی۔ احمدی دوستو! دیکھو فریق مخالف قرآن کی طرف سے نہیں آ رہا ہے۔ نہ قرآن کی رو سے کسی مسئلہ پر بحث کرتا ہے۔ مسیح موعود کی ویکنسی (آسامی) تو خالی نہیں سمجھتے اور اس کے امیدوار کو پرکھ رہے ہیں۔

علمائے اسلام

قادیانیوں کی یہ بات درست نہیں کہ مسیحیت کی ویکنسی خالی نہیں ہے۔ قادیانی مرزا

غلام احمد کو مثیل مسیح ماننے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس مسیح کے آنے کا اب بھی امکان ہے جس پر احادیث کے ظاہر الفاظ صادق آسکیں۔ لیجئے! مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ’’ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

اب دیکھئے اور (Vacancy) موجود ہے یا نہ؟ نیز ہم مرزا قادیانی کے صدق وکذب پر جو بحث کررہے ہیں وہ بطور مہدی موعود کے نہیں بلکہ بحث یہ تھی کہ وہ مہدی تھے یا نہ؟ ظاہر ہے کہ جھوٹ بولنے والا مہدی نہیں ہوسکتا۔

قادیانی مبلغ

فریق مخالف نے دیانت داری سے کام نہیں لیا کوئی اور مسیح بھی آئے گا؟ یہ صرف امکان ہے یہ نہیں کہ وہ ضرور آئے گا۔

علمائے اسلام

نہیں مرزا قادیانی کہتے ہیں: ’’یہ ممکن اور بالکل ممکن ہے۔‘‘ مرزا قادیانی تو اسے بالکل ممکن کہتے اور آپ اسے صرف امکان کہہ رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو بتایئے ویکنسی خالی ہے یا نہیں۔ آپ کے استدلال میں جب ہم نے یہ امکان ثابت کردیا تو اس سے آپ کا استدلال خودبخود ختم ہوگیا۔ کوئی اور احتمال نکل آئے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

قادیانی مبلغ

ہم وفات مسیح ثابت کریں آپ حیات مسیح پر بحث کریں ہمارے پہلے مبلغ نے اگر مانا ہو کہ مرزا قادیانی پر بحث ہوگی تو ہم اپنی شکست مان لیں گے۔ ٹیپ پھر سے لگائیں اور بتائیں کہاں انہوں نے یہ موضوع مانا تھا کہ مرزا قادیانی کے صدق وکذب پر بحث ہوگی۔

علمائے اسلام

اگر انہوں نے یہ موضوع تسلیم نہیں کیا تھا تو انہوں نے بحث کیسے شروع کردی تھی؟ کیا انہوں نے اس بات کے جواب میں کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ مرزا قادیانی نے یہ بطور استدلال کہا تھا کیونکہ عام لوگ کہتے تھے

کہ مسیح موعود چودہویں صدی میں آئے گا۔’’حضور ﷺ نے چودہویں کا لفظ واقعی کبھی نہیں بولا۔‘‘مرزا قادیانی کی یہ صفائی پیش کرنا کیا اس کو موضوع تسلیم کرنا نہیں؟

قادیانی مبلغ

میرے ساتھی نے اسے ہرگز موضوع تسلیم نہ کیا ہوگا یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

سامعین

وہ تو اس موضوع پر بحث کر چکے ہیں ٹیپ دوبارہ لگائی جائے آپ خود سن لیں گے۔

قادیانی مبلغ

جب آپ حیات مسیح پر بحث نہیں کرتے تو ہم جاتے ہیں۔

علمائے اسلام

یہ تو آپ کا کھلا فرار ہے اگر کچھ بھی ہمت ہے تو مرزا غلام احمد کی، پیش کردہ روایت حدیث کی کسی کتاب سے دکھاؤ کہ حضور ﷺ نے کہیں چودہویں صدی میں مسیح موعود کا آنا ضروری بتلایا ہو۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں:’’اس شخص سے منحرف مت ہوجاؤ جس کا آنا اس صدی پر اس صدی کے مناسب حال ضروری تھا اور جس کی ابتداء سے نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی۔‘‘

(دافع الوساوس ص۲۵۲،۲۵۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس عبارت میں بھی مرزا قادیانی نے اپنے چودہویں صدی میں آنے کو نبی کریم ﷺ کی خبر بتلایا ہے۔

اس پر قادیانی مبلغ مع اپنے ساتھیوں کے مجلس سے چلے گئے اور سب حاضرین نے ان کا مناظرے سے کھلا فرار دیکھا۔

انارکلی لاہور کے تمام قادیانی تاجروں کو کھلا چیلنج

آپ کے مبلغ بشیر احمد صاحب یا کوئی دوسرے مبلغ...... یا آپ کے سربراہ مرزا طاہر حدیث کی کسی کتاب سے کوئی ضعیف حدیث ہی دکھلادیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کا چودہویں صدی میں آنا بتلایا ہو تو آپ کو یہ حدیث دکھلانے پر مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کے دورۂ افریقہ کی ایک یاد
رابطۂ عالم اسلامی مکہ اور دار الافتاء ریاض کی دفاع اسلام کی تاریخی مہم

مغربی افریقہ کے مشہور شہر ''اجی بوڈی'' میں
مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین دوروزہ فیصلہ کن

مناظرہ نائیجیریا

(۱۲، ۱۳/اگست ۱۹۷۶ء)

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

(مرتب) مولانا محمد رفیق چنیوٹ

مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے دورۂ افریقہ کی ایک یاد
رابطۂ عالم اسلامی مکہ اور دارالافتاء ریاض کی دفاعِ اسلام کی تاریخی مہم

مناظرۂ نائیجریا

موضوع : مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی

مغربی افریقہ کے مشہور شہر ”اجی بوڈی“ میں
مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین دوروزہ فیصلہ کن

مُرتّبہ : (مولانا) محمّد رفیق ناظمِ نشرواشاعت
اِدارۂ دعوت و اِرشاد ، چنیوٹ

اِنٹرنیشنل اِسلامک اکیڈمی
مانچسٹر ○ انگلینڈ

41-Upper LLoyd Street
Manchester-14

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اللّٰہ خیراً امّا یشرکون. امابعد!

۱۲؍اگست ۱۹۷۶ء کی صبح تھی۔ جب کاروان ختم نبوت نائیجریا کے شہراجیبوڈی پہنچا۔تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان افریقہ کے ان ممالک میں دیر سے پہنچے۔ابھی ان کی تربیت ہونے نہ پائی تھی کہ انگریز یہاں نوآبادیات بنا چکے تھے۔ان کے زیراثر ان مقبوضات میں عیسائیت پھیلی اورسیاہ فام اقوام خاصی تعداد میں عیسائی ہوگئیں۔اسلام کا نام یہاں پہنچا توان اقوام میں اسلام کی بھی طلب پیدا ہوئی،وہ چاہنے لگے کہ مسلمان بھی یہاں ہوں۔

ان کی اس خواہش کی تکمیل میں انگریز حکمرانوں نے ہندوستان سے قادیانی مشنری کے کارندے یہاں درآمد کئے اورانہیں مسلمانوں کے نام سے لاآباد کیا۔ان کے زیراثر مغربی افریقہ کے انگریزی مقبوضات میں کچھ سیاہ فام باشندے مرزائی بنالئے گئے اورانہیں اسلام کے نام پر یہاں متعارف کیا گیا۔افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات میں انگریزوں کا یہ پودا کاشت نہ ہوا۔فرانسیسی جس طرح انگریزوں کے خلاف تھے۔اسی طرح ان کے سیاسی ایجنٹوں کوبھی براسمجھتے تھے۔

وفدختم نبوت کا مقصدانہی ممالک کی طرف تھاجہاں افریقہ کے سیاہ فام باشندے اسلام کے نام پرمرزائی بنالئے گئے تھے۔غرض یہ تھی کہ ان سیدھے سادھے لوگوں کواصل اسلام سے آشنا کرایا جائے۔یہ حقیقت ہے کہ ماضی قریب میں ایشیائی مبلغین اسلام مشرقی اورجنوبی افریقہ میں آتے جاتے رہے،لیکن مغربی افریقہ میں انہیں کام کرنے کا کوئی موقع نہ ملا۔ایک دفعہ محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت نے کوشش کی۔ مگرانہیں یہاں کاویزا نہ ملا۔۱۹۷۶ء کاوفدختم نبوت علماء کا پہلا قافلہ تھاجوختم نبوت کی تبلیغ اور مرزائیوں کی تردید کے لئے یہاں پہنچا۔یہ قافلہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اورسعودی دارالافتاء کی توصیات(تعارفی خطوط)سے یہاں پہنچنے میں کامیاب ہوا۔نائیجریاان افریقی

ممالک میں بڑا ملک ہے۔ جہاں سیاہ فام باشندے خاصی تعداد میں مرزائی ہیں۔ اس کے شہر اجیبوڈی کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہاں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا کالج اور مالکی مسلک کی بڑی بڑی کثیر تعداد مساجد ہیں۔ یہیں پر مرزائیوں کا بلند مینار والا مرزاڑہ (مرزائی عبادت گاہ) ہے جس کی تصویر مرزا ناصر احمد خلیفہ ربوہ کے دورہ افریقہ (افریقہ سپیکس) شائع شدہ از ربوہ کے (ص۱۱) پر دی گئی ہے۔ وفد ختم نبوت کو اسے دیکھنے کا شوق تھا۔ قادیانیوں نے مرزاڑہ کے مینارہ پر کلمہ اسلام اس کاری گری سے لکھا ہوا تھا کہ اسے دور سے لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھا جاسکے اور جب اس پر مزید غور کریں تو احمد کا لفظ محمد بھی معلوم ہو۔ اس صنعت اشتباہ کو دیکھنے کے لئے علماء وفد اجیبوڈی پہنچے۔ قادیانی مرزا غلام احمد کو اپنے عقیدہ میں آنحضرت ﷺ کا ہی بروز سمجھتے ہیں، بلکہ اپنے عقیدے میں غلام احمد کی اس دوسری بعثت کو حضور ﷺ کی پہلی بعثت سے زیادہ کامل قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی پہلی بعثت میں اس شان میں نہ تھے جس میں مرزا غلام احمد ظاہر ہوا (معاذ اللہ! نقل کفر کفر نباشد) مرزا غلام احمد کے ایک مرید نے ان کی زندگی میں کہا تھا:

غلام احمد رسول اللہ ہے برحق — شرف پایا ہے نوع انس وجاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(بدر قادیان ج۲ نمبر۴۳ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

یعنی برحق کلمہ ’’غلام احمد رسول اللہ‘‘ ہے، انسانوں اور جنوں سب نے اس کلمہ سے عزت پائی ہے۔ قادیانیوں نے اجیبوڈی میں اپنے مینارہ پر اسی لئے صنعت اشتباہ دکھائی ہے۔

پیش نظر رہے کہ مرزا غلام احمد نے ان اشعار کو خود اپنے اخبار بدر میں شائع کیا تھا۔ قادیانی جب کلمہ پڑھتے ہیں تو دل میں لفظ محمد سے دوسری بعثت مراد رکھتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد ایم۔اے لکھتا ہے: ’’پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔‘‘

(کلمۃ الفصل ص۱۵۸، مرزا بشیر احمد ایم۔اے)

سرورشاہ قادیانی لکھتا ہے: ’’ہم نے مرزا کو بحیثیت مرزا نہیں مانا، بلکہ اس لئے کہ خدا نے اس کو محمد رسول اللہ فرمایا کوئی نیا نبی نہیں آیا۔‘‘

(اخبار الفضل قادیان ج ۲ نمبر ۸۳ ص ۷ کالم ۲، مؤرخہ ۲۷ردسمبر ۱۹۱۴ء)

خود مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے: ’’محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۱)

غور کیجئے کس ملحدانہ انداز میں حضورﷺ کی آمد ثانی کا عقیدہ گھڑ لیا گیا ہے اور کس کفری انداز میں روح آنحضرتﷺ کا مرزا غلام احمد میں حلول کرنا تسلیم کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلول اور تناسخ دونوں عقیدے کفر ہیں۔ پھر یہ وحدت کسی جزئی پہلو سے نہیں کلی طور پر تسلیم کی گئی ہے اور پڑھئے: ’’چونکہ میں ظلی طور پر محمدﷺ ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کہ مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمدﷺ کی نبوت محمد تک محدود رہی۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

’’میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶)

ان تصریحات سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ مرزائیوں کا کلمہ مسلمانوں کے کلمہ سے جدا ہے۔ مسلمان لفظ محمد سے پیغمبر عربی مراد لیتے ہیں جو مکہ میں مبعوث ہوئے تھے۔ مرزائی اس سے مرزا غلام احمد مراد لیتے ہیں جسے وہ حضورﷺ کی بعثت ثانی سمجھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا کلمہ اور ہے اور مسلمانوں کا اور۔ لفظ بدل جائے تو لفظی اشتراک بالکل بے معنی رہ جاتا ہے اور اس لفظی اشتراک کی حقیقت ایک مغالطہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مرزائیوں نے اس الحادی نقطہ نظر سے اپنے مرزاڑہ پر کلمہ اس طرح لکھا تھا کہ وہ احمد رسول اللہ بھی دکھائی دے اور محمد رسول اللہ بھی پڑھا جاسکے۔

کاروان ختم نبوت فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علامہ خالد محمود، فضیلۃ الشیخ فاتح ربوہ مولانا منظور احمد چنیوٹی، فضیلۃ الشیخ امانت اللہ، شیخ احمد کبیر، شیخ ارشد خریج جامعہ مدینہ منورہ، صلاح الدین بوصیری اور میکائیل پر مشتمل تھا۔ اشراق کے وقت ہم مرزاڑہ میں پہنچے۔ ایک لڑکا باہر کھیل رہا تھا۔ اسے کہہ کر ہم نے ان کے امام کو بلایا، اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ احقاق حق مقصود ہو تو ۱۱بجے

جامع مسجد اجیبوڈی کے متصل وسیع ہال میں آئیں اور ایک کھلی مجلس میں گفتگو کریں۔

مرزاڑہ اجیبوڈی کے امام عبدالرحیم اولوانا ئیجیری تھے۔ عربی اور انگریزی جانتے تھے اور قادیانیوں میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے، وہ اپنے ساتھ پانچ مبلغین منیر احمد وغیرہ کو لے کر ہال میں آ گئے۔ موضوع گفتگو مرزا غلام احمد کے عقائد اور ان کی زندگی قرار پایا۔ گفتگو انگریزی میں شروع ہوئی۔ مرزائیوں کو حق دیا گیا کہ ان کا ہر مبلغ مناظرہ میں حصہ لے سکتا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے علامہ خالد محمود صاحب مناظر اور مولانا منظور احمد چنیوٹی ان کے معین ٹھہرے اور مناظرہ شروع ہوگیا۔ تین گھنٹے تک بحث جاری رہی۔ پھر مرزائیوں نے اسے اگلے دن پر ٹال کر مجلس کو ختم کر دیا۔

مرزائیوں کو معلوم تھا کہ اگلے دن علامہ خالد محمود صاحب کی اجیبوڈی مسلم کالج میں تقریر ہے۔ یہ تقریر طلباء کی ملکی سطح کی سالانہ کانفرنس میں تھی۔ قادیانی اگلے دن کے مناظرہ کے لئے اسی وقت پر اصرار کر رہے تھے جو اس تقریر کا تھا۔ انہیں وقت بدلنے کے لئے کہا گیا۔ مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ مولانا منظور احمد نے کہا کہ علامہ صاحب اپنی تقریر کے پروگرام میں مصروف ہوں گے تو مناظرہ وہ کریں گے اور پھر مناظرہ عربی میں ہوگا اور انگریزی اور مقامی زبان کے مترجمین ساتھ کھڑے کئے جائیں گے۔ مناظرہ طے ہوگیا اور موضوع مناظرہ مرزا غلام احمد کی زندگی قرار پایا۔

اگلے دن حسن اتفاق سے علامہ خالد محمود صاحب کی کالج تقریر پچھلے پہر سے پہلے پہر تبدیل ہوگئی۔ یہ وقت آبادان کے ڈاکٹر پروفیسر اسماعیل کی تقریر کا تھا۔ وہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو علامہ خالد محمود صاحب نے اس وقت تقریر کر دی اور کالج پروگرام سے فارغ ہوگئے۔ پچھلے پہر حال میں مناظرہ تھا۔ ہال وقت سے بہت پہلے کھچا کھچ بھر گیا۔ ابادان سے فضیلۃ الشیخ مرتضٰی، شیخ عبدالوہاب بھی بمعہ کتب تشریف لے آئے۔ مرزائیوں کی طرف سے ڈاکٹر بھٹہ، امام عبدالرحیم اولوا وغیرہ اور ان کے تمام مبلغین سٹیج پر آ گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے علامہ خالد محمود مناظر مولانا منظور احمد معین مناظر، شیخ عبدالوہاب مترجم تھے جو مقامی زبان میں ترجمہ کرتے تھے۔

طے پایا کہ مناظرہ انگریزی زبان میں ہو۔ حاضرین میں سے اکثر انگریزی سمجھتے

تھے اور باقیوں کے لئے مترجمین کا انتظام تھا۔ اس مناظرہ میں صدر ایک مقامی رئیس مسعود نائیجیری کو چنا گیا۔ صدر صاحب بھی اپنے احباب کے ساتھ جو اس علاقہ میں انتظامی امور کی اہم شخصیت تھے، اسٹیج پر تشریف لے آئے۔ ان کے آنے سے گڑبڑ اور بدانتظامی کا کوئی اندیشہ نہ رہا۔ مناظرہ ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطاء فرمائی۔ مرزائی بری طرح شکست کھا گئے۔ ان کے تقسیم کردہ اشتہارات اور پمفلٹ جو انہوں نے مناظرہ سے پہلے وہاں تقسیم کئے تھے۔ لوگوں نے وہیں ہال میں پھاڑ دیئے۔ مرزائیوں کے خلاف ان کا یہ مجلسی اظہار نفرت تھا۔

جب صدر نے اٹھ کر اعلان کیا کہ مرزائی مسلمانوں کے عائد کردہ اعتراضات کا جواب نہیں دے سکے تو ہال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا اور پھر سارے لوگ ایک عظیم جلوس کی شکل میں شہر میں نکلے، سڑکوں اور رستوں پر دونوں طرف لوگ کھڑے اسلام اور ختم نبوت کے حق میں نعرے لگا رہے تھے جو عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ احباب کا اصرار ہوا کہ دونوں دنوں کی گفتگو تحریر میں منضبط کر لی جائے تاکہ دوسری جگہوں کے لوگ بھی اس مناظرہ کا نقشہ دیکھ سکیں۔ سو پہلے ۱۲؍اگست کی کارروائی پڑھئے۔ اس کے بعد ۱۳؍اگست کی روئیداد ملاحظہ کیجئے۔ غور سے پڑھنے والے مناظرہ میں خود موجود ہونے کی سی کیفیت محسوس کریں گے اور ان شاءاللہ! اس سے پوری طرح محظوظ ہوں گے۔ واللہ ھو المؤفق!

مرتب: صلاح الدین بوصیری افریقی (انگلش)، (مولانا) محمد رفیق عفا اللہ عنہ (ترجمہ اردو) کارروائی ۱۲؍اگست ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ۱۱بجے دوپہر

علامہ خالد محمود صاحب: الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ءٰ اللہ خیرٌ امّا یشرکون ربّنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین!

حضرات! جھوٹ بولنا ایسی بداخلاقی ہے جو ہر مذہب وملت میں بری سمجھی جاتی ہے۔ پھر جو جھوٹ خدا اور اس کے پیغمبر پر بولا جائے وہ اور بھی گھناؤنا کردار ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جھوٹ بولنے والا شخص خدا کا مقرب اور پیارا نہیں ہوسکتا۔ چہ جائے کہ مسیح موعود اور پیغمبر ہو۔ قادیانی مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور پیغمبر مانتے ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔

یہ میرے ہاتھ میں مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام ہے اس کے (ص۹۴،خزائن ج۳ص۱۲۴) پرایک حدیث: ''**کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم**'' کے ساتھ حضور ﷺ کے نام سے یہ لفظ بڑھاتے ہیں: ''**بل هو امامکم منکم**''

(ترجمہ) تمہارا کیا ہوگا ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا، بلکہ وہی تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔

مرزا قادیانی نے یہ الفاظ ''**بل هو**'' کے اپنے طرف سے گھڑے اور حدیث رسول میں داخل کئے، تاکہ وہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص کو قرار دے سکیں۔ پھر اس کا مصداق اپنے آپ کو ٹھہرائیں۔ مسلمانوں کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو اس وقت مسلمانوں کے قائد امام مہدی ہوں گے جو امت محمدیہ میں سے ہوں گے اور وہی نماز کی امامت کرائیں گے۔

اصل حدیث یہ تھی: ''**کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم**'' (صحیح مسلم ص۱ج۸۷ باب نزول عیسیٰ ابن مریم الخ)

ثابت ہوا کہ مرزا نے جھوٹ بولا۔ اگر نہیں تو آپ حدیث کی کسی کتاب سے ''**بل هو**'' کے الفاظ دکھائیں۔ ورنہ تسلیم کریں کہ جھوٹ بولنے والا صادق اور راست باز نہیں ہوسکتا اور حضور ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔

جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: ''**من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النّار**'' (بخاری شریف ج۱ص۲۱ باب من کذب علی النبی ﷺ)

یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ دیکھئے مقدمہ موضوعات کبیر۔

مرزائی امام: مرزا قادیانی نے یہ الفاظ تشریحاً کہے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ یہ تشریح انہوں نے حدیث: ''**لا مهدی الّا عیسیٰ**''[1] سے لی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔

[1] مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''**اما احادیث مجیئ المهدی فانت تعلم انها کلها ضعیفة مجروحة ویخالف بعضها بعضاً حتی جاء حدیث فی ابن ماجه وغیره من الکتب انه لا مهدی الا عیسیٰ ابن مریم فکیف یتکاء علی مثل هذه الاحادیث**''

(حمامۃ البشریٰ ۸۹،خزائن ج۷ص۳۱۴)

علامہ صاحب: مرزا قادیانی کی کتاب ’’ازالہ اوہام‘‘ اردو میں ہے اردو میں ہی مرزا قادیانی اپنی بات سمجھا رہے ہیں۔ اردو عبارت میں ایک عربی عبارت پیش کرنا، اسے حوالہ کے طور پر پیش کرنا ہے۔ مرزا قادیانی نے اسے حدیث کے طور پر پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا تھا: ’’یہ الفاظ مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے داخل کئے ہیں اور حدیث میں تحریف کی ہے۔ اصل حدیث سے صاف عیاں ہے کہ مسیح اور مہدی علیحدہ علیحدہ دو شخص ہیں۔ دیکھئے! مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے: ’’اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے۔‘‘ (تحفہ گولڑیہ ص۴۷، خزائن ج۱۷ ص۱۶۷)

’’**لامهدی الّا عیسٰی**‘‘ کسی معتبر حدیث سے ثابت نہیں۔ پھر موضوع بحث ’’**بل هو امامكم منكم**‘‘ کے الفاظ ہیں کہ یہ حدیث مذکور میں موجود ہیں یا نہیں کہ یہ مضمون مرزا قادیانی نے کہاں سے لیا۔ یہ سنن ابن ماجہ میں بھی نہیں تو مرزا قادیانی نے انہیں اس حدیث میں کیوں داخل کیا۔ اس وقت یہ بحث نہیں کہ یہ دو شخصیتیں ہیں یا ایک؟ اپنے موضوع سے نہ ہٹئے۔

مرزائی امام: ہم مسلمان ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر کیوں ہم مسلمان نہیں۔ اصولی بحث کیجئے۔ حدیث کے الفاظ پر بحث ایک جزئی بحث ہے۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ ہمارے پاس اس وقت حدیث کی کتابیں نہیں۔

علامہ صاحب: ہم حدیث پر جزئی بحث نہیں کر رہے، بات یہ ہو رہی تھی کہ مرزا غلام احمد نے جھوٹ بولا ہے یا نہ؟ ہم نے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا اور آپ اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے۔ آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ کلمہ پڑھتے ہیں صحیح نہیں۔ اوّلاً تو یہ کہ آپ محمد رسول اللہ کے الفاظ سے مرزا قادیانی کو مراد لیتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید ہے اور مرزا قادیانی اس کے بھی خلاف تھے۔ توحید کے داعی موت وحیات پر صرف خدا کی قدرت کے قائل ہیں اور کن فیکون کی شان صرف خدا کی سمجھتے ہیں کہ کن کہے اور وہ چیز وجود پا جائے۔

مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں: ’’اعطیت صفة الافناء والاحیاء‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ص۵۵،۵۶)

مجھے مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت دی گئی ہے۔

’’انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون‘‘

(تذکرہ ص۴۳۴ طبع چہارم)

(ترجمہ) تیسرا امر یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کہے ’’ہو جا‘‘ پس وہ ہو جاتا ہے۔ بتاؤ توحید کہاں گئی؟

اسلامی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ کوئی اس کے درجہ میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ’’انی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة‘‘

مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے کہا: ’’انت منی بمنزلة ولدی‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ص۸۹)

(ترجمہ) تو میرے لئے بیٹے کے درجہ میں ہے۔

مرزائی امام: ’’اعطیت صفة الاحیاء‘‘ سے مراد یہ ہے کہ میں اپنے پیغام سے قوموں کو زندگی بخشنے والا ہوں۔ یہ احیاء مجازی معنوں میں ہے۔

علامہ صاحب: بات کاٹتے ہوئے تو پھر صفۃ الافناء (موت دینا) کے کیا معنی ہوں گے کہ لوگ میری وجہ سے موت کی نیند سوئیں گے؟ اتنا مبارک میرا وجود ہے، افناء تو کروڑوں مسلمانوں پر وارد ہوا اور احیاء صرف چند لوگوں کا ہوا۔ یہ احیاء کس طرح لائق فخر ہوسکتا ہے؟

مرزائی امام: آپ کلمہ پر بحث نہ کریں۔ مرزا قادیانی شریعت محمدی کو پوری طرح تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر ہی وہ عمل کرتے رہے۔ انہوں نے شریعت کا ایک شوشہ بھی نہیں بدلا۔ آپ تابع شریعت محمدی تھے اور غیر تشریعی نبی تھے جو نبی تو ہو مگر بغیر کسی شریعت کے۔

علامہ صاحب: آپ شریعت کا بار بار ذکر کر رہے ہیں۔ آپ کو کچھ پتہ بھی ہے، اچھا بتایئے نماز میں کسی سے کلام کرنے سے یا نماز میں اردو بولنے سے نماز ٹوٹتی ہے یا نہ؟

مرزائی امام: ہاں! ٹوٹ جاتی ہے۔ نماز میں نہ کسی سے بات چیت کرنے کی اجازت ہے نہ نماز کی زبان کو ہم کسی دوسری زبان میں بدل سکتے ہیں۔

علامہ صاحب: یہ لیجئے مرزا قادیانی کے لڑکے کی کتاب سیرت المہدی ہے۔ یہ اس کا تیسرا حصہ ہے۔

(ص ۱۳۸ روایت ۷۰۷ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص ۶۴۴ روایت ۷۰۷ جدید)

اس میں ہے: ’’ایک دفعہ گرمیوں میں مسجد مبارک میں مغرب کی نما پیر سراج الحق صاحب نے پڑھائی۔ حضور (مرزا) بھی اس نماز میں شامل تھے۔ تیسری رکعت میں رکوع کے بعد انہوں نے بجائے مشہور دعاؤں کے حضور کی ایک فارسی نظم پڑھی اور خوب جھوم جھوم کر یہ نظم پڑھی۔‘‘

اے خدا اے چارۂ آزار ما اے علاج گر یہ ہائے زار ما
اے تو مرہم بخش جان ریش ما اے تو دلدار دل غم کیش ما

(سیرت المہدی حصہ سوم ص ۱۳۸ روایت ۷۰۷ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص ۶۴۴ روایت ۷۰۷)

ڈیڑھ سو اشعار کی یہ نظم (براہین احمدیہ ص ۵۲۴، خزائن ج ۱ ص ۶۲۶ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) میں درج ہے۔ ’’مغرب کی تیسری رکعت اس طویل نظم سے پورا شبینہ بن گئی۔‘‘

یہاں نہ تو امام کی نماز ٹوٹی نہ مرزا قادیانی کی اور نہ ہی کسی مقتدی کی۔ کیا یہ شریعت میں تبدیلی ہوئی یا نہ؟

مرزائی امام: یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں آخر دعا ہی تو ہے چاہے کسی بھی زبان میں ہو اور یہ صرف ایک ہی دفعہ ہوا۔ ہمیں معلوم نہیں، مرزا صاحب اس وقت کسی حالت میں تھے، ممکن ہے ایسی کیفیت ہو کہ ہوش باقی نہ رہا ہو۔

علامہ صاحب: پیغمبر کبھی اپنے حواس نہیں کھوتا کہ اسے شریعت بگڑنے کا پتہ نہ چلے۔ امام باتیں کرتا رہے اور یہ پیغمبر اس کا مقتدی بنا پیچھے کھڑا رہے۔

مرزائی امام: اس بات کو چھوڑیے کیا مرزا صاحب نے زکوٰۃ میں کوئی تبدیلی کی؟ یا روزوں کے بارے میں کوئی اسلامی ضابطہ بدلا، آپ نے شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کی، آپ غیر تشریعی نبی تھے۔

علامہ صاحب: شریعت محمدی میں زکوٰۃ اڑھائی فیصد ہے۔ اس سے زیادہ نہیں، اس کے علاوہ صدقۃ الفطر واجب ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی شریعت میں ان دو کے علاوہ ایک ماہانہ چندہ بھی فرض ہے اور ہر مرزائی اپنے مرکز کو یہ تاوان ادا کرتا ہے۔

یہ پڑھئے: ''سو ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کر وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے...... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہیں آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے۔''

(لوح الہدیٰ معروف اشتہار لنگر خانہ کے انتظام میں مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۴۶۸، ۴۶۹)

مرزائی امام: یہاں فرض کا لفظ ضروری کے معنٰی میں ہے۔ شرعی معنٰی میں نہیں۔ شرعاً آپ صرف زکوٰۃ کو فرض سمجھتے تھے اور زکوٰۃ باقاعدہ ادا کرتے تھے۔

علامہ صاحب: پیغمبر کسی لفظ کو ایک معنی میں استعمال کرے تو وہ معنی شرعی ہو جاتے ہیں۔ مرزائیوں کے عقیدہ میں ماہانہ چندہ کی ادائیگی بھی شرعاً فرض ہے۔ کیونکہ ان کے عقیدے میں ایک پیغمبر نے اسے فرض کہا ہے۔ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آپ زکوٰۃ باقاعدہ دیتے تھے۔ غلط ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل کا بیان ہے کہ: ''آپ نے کبھی زکوٰۃ نہیں دی۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم ص ۱۱۹ روایت ۶۷۲ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص ۶۲۴، روایت ۶۷۲ جدید)

مرزائی امام: مرزا صاحب ایسے پیغمبر نہیں جس کے کہنے سے کوئی چیز فرض ہو جائے۔ آپ نے روزوں کے بارے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ہم بھی رمضان کے روزے ہی رکھتے ہیں۔

علامہ صاحب: کوئی شخص بیمار ہو، روزے نہ رکھ سکے تو شریعت محمدی کی رو سے اسے تندرست ہونے پر اتنے دن روزوں کی قضاء دینی لازم ہوگی۔ وہ ان روزوں کا فدیہ نہ دے سکے گا۔ ہاں! بیماری سے شفایاب نہ ہونے کا خطرہ ہو یا شیخ فانی ہو کہ صحت کی امید نہ رہی ہو تو ایسی حالت میں وہ روزوں کا فدیہ دے۔

اب مرزا قادیانی کی شریعت کی بھی سن لیجئے: ''آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا...... باقی چھوڑ دیئے اور

فدیہ ادا کردیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا...... روزے ترک کرنے پڑے...... خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ نے ابتداء دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۶۵،۶۶ روایت۸۱ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص۵۹ روایت۸۱ جدید)

مرزائی امام: ہم احمدی رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور ہمارے روزے کی ابتداء اور انتہاء اسی طرح ہوتی ہے۔

علامہ صاحب: مرزا بشیرالدین نے ایک جمعرات میں سات روزے رکھے تھے۔ آپ بتائیں ان روزوں کی ابتداء وانتہا کس وقت سے تھی اور کب تک تھی۔ یہ ہمارے روزوں کی طرح کیسے تھی۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ: ’’مرزا قادیانی رمضان شریف میں صبح کی اذان کے وقت بھی کھاتے رہتے تھے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ دوم ص۱۳۱ روایت ۳۱۹ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ دوم ص۲۹۵ روایت ۳۲۰ جدید)

مرزائی امام: کیا طلوع فجر کے وقت کھانا ناجائز ہے؟ یہ اعتراضات فروعی ہیں اصولی بحث کیجئے۔ ہم احمدیوں نے دنیا کے ہر حصے میں تبلیغ سلام کے مشن قائم کئے۔ عیسائیوں اور آریوں کے خلاف کتابیں لکھیں۔ مسلمان فرقہ بندی میں پڑے رہے اور خداتعالیٰ نے اسلامی مشن کا کام احمدیوں سے لیا۔ آپ بتائیں کون سا عالم دین یہاں افریقہ آیا یا یورپ گیا۔ یہ ہم ہی تھے۔

علامہ صاحب: مسلمان دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ میں خود کئی سالوں سے برطانیہ میں تبلیغ اسلام کر رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے کئی غیرمسلم میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ وہاں جمعیت علماء برطانیہ کا بانی ہوں۔ جس میں ڈھائی سو سے زائد علماء شامل ہیں۔ سعودی عرب اور مصر کے مبعوث اس وقت تقریباً ہر ملک میں تبلیغ کے لئے موجود ہیں۔ اکابرین اسلام جیسے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی، محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم، شیخ المشائخ مولانا اسعد مدنی، حکیم الامت مولانا مسیح اللہ خان، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر مرحوم یورپ اور افریقہ کے

کامیاب دورے کر چکے ہیں اور تبلیغی جماعت میں ہزاروں مسلمان اسلام کا پیغام لے کر دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ رہے ہیں۔

مرزائی امام: عیسائیوں کے خلاف ہم نے لٹریچر لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ لکھی جس سے بڑھ کر کوئی کتاب حقانیت اسلام پر اب تک نہیں لکھی گئی۔ یہ کتاب پانچ ضخیم حصوں میں لکھی گئی ہے۔

علامہ صاحب: حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب اظہار حق، حضرت مولانا ابوالمنصور صاحب، نوید جاوید، مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے عیسائیوں اور آریوں کے خلاف وہ جامع لٹریچر ہمیں دیا ہے کہ مرزا غلام احمد کی کل کتابیں ان حضرات کی ایک کتاب کی برابری نہیں کر سکتیں۔ پھر مرزا قادیانی کی کتابوں میں عیسائیوں کے دلائل پر اتنی بحث نہیں جتنی اپنے الہامات کی بحث ہے۔

مرزائی امام: احمدیوں کی تنظیم بہت مضبوط ہے۔ ہم ایک مضبوط مرکز کے ماتحت ہیں۔ مسلمانوں کی کوئی تنظیم نہیں۔ سب انتشار کا شکار ہیں۔ مسلمانوں میں اس وقت اگر کوئی الٰہی سلسلہ ہوتا تو یقیناً ایک مضبوط تنظیم قائم کر لیتے۔

علامہ صاحب: خود کاشتہ پودے قطاروں میں ہوتے ہیں۔ مگر قدرتی پودے متفرق اگتے ہیں۔ اقلیت اپنی بقا کے لئے تنظیم کے لئے مجبور ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے حق پر ہونے کا یہ خدائی نشان ہے کہ بغیر کسی مضبوط تنظیم کے شجر اسلام اب تک پوری قوت سے لہرا رہا ہے۔ مرزائیوں کی تنظیم ایک دن نہ رہے۔ اگلے دن اس کا جینا دوبھر ہو جائے۔ آپ ان جزئیات پر وقت ضائع نہ کریں کسی موضوع پر جم کر بات کریں۔

مرزائی امام: ہم نے جم کر بات کی کہ مرزا قادیانی نے شریعت محمدی میں تبدیلی نہیں کی، بلکہ آپ نے شریعت محمدی کی پوری پوری تابعداری کی ہے اور اسی سے نبوت کا مرتبہ پایا۔ یہ نبوت حضرت مسیح موعود نے حضور پاک کی تابع داری سے پائی ہے۔ بلکہ آپ کا آنا حضور ﷺ کا آنا ہی ہے۔

علامہ صاحب: ہم نے ابھی کئی حوالے پیش کئے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایمانیات نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ شریعت کے تمام ارکان میں تبدیلی کی ہے۔ پھر آپ وہی بات کئے جارہے ہیں۔

مرزائی امام: مرزا قادیانی کے تشریف لانے سے ایمان میں کیا تبدیلی ہوئی۔ آپ کے پاس اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارے عقیدے میں ایمان کا معیار اب بھی وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ ایمان اور کفر کی حدود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

علامہ صاحب: کیا توحید اور رسالت کے موضوع پر مرزا غلام احمد کے غلط عقائد آپ کے سامنے نہیں آئے۔ لیجئے! ایمانیات کے بارے میں اور سنئے۔ مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے حیات مسیح علیہ السلام کے قائل گناہ گار نہ تھے لیکن ان کے آنے کے بعد اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات عنصری کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مشرک ہے گناہ گار ہے۔ لائق بخشش نہیں، یہ تبدیلی مرزا قادیانی کے آنے سے ہوئی اور اس مسئلے کا حکم بدل گیا۔ کیا یہ شریعت میں تبدیلی نہیں؟

مرزائی امام: حیات مسیح کا عقیدہ پہلے بھی غلط تھا اور اب بھی غلط ہے۔ یہ غلط ہے کہ پہلے اس عقیدے کے لوگ گناہ گار نہیں تھے اور اب وہ حکم شریعت میں گناہ گار ہیں۔ شریعت میں تبدیلی کبھی نہیں ہوسکتی، نہ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ یہ ہم پر بہتان ہے، نماز روزہ، حج ہمارے نزدیک بھی ویسے ہی ہیں جس طرح عام مسلمانوں کے ہاں۔

علامہ صاحب: لیجئے! یہ میرے پاس غلام احمد کی کتاب حقیقت الوحی ہے۔ اس کے ساتھ الاستفتاء ملحق ہے۔ مرزا قادیانی اس میں (ص۴۲) پر صاف اور صریح لکھتے ہیں:

۱...... ’’انّ الذین خلوا من قبلی لا اثم علیھم وھم مبرّؤن‘‘

(الاستفتاء حقیقت الوحی ص۴۲، خزائن ج۲۲ ص۶۶۴)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو مجھ سے پہلے گزر چکے (حیات مسیح کے عقیدے میں) ان پر کوئی گناہ نہیں اور وہ بری ہیں۔

۲...... پھر مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے: ’’مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں، صرف اجتہادی خطا ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی بعض پیش گوئیوں میں ہوتی رہی ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۲ حاشیہ)

۳...... ’’ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔‘‘ (ملفوظات احمدیہ ج۲ ص۷۲ قدیم)

۴...... ’’کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز روزہ اور حج وہی ہے سو سمجھنا چاہئے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص مبعوث کیا جاتا اور ایک جماعت الگ بنائی جاتی اور ایک بڑا شور برپا کیا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی، بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خداتعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا ہے۔‘‘ (احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے مندرجہ خزائن ج۲۰ ص۴۶۴)

۵...... ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷)

ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ مرزاقادیانی کی آمد سے پہلے حیات مسیح کا اعتقاد ہرگز ہرگز گناہ نہ تھا اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اسے کوئی اہمیت دی جاتی، لیکن مرزاقادیانی کی آمد کے بعد یہ اعتقاد شرعاً گناہ قرار پایا۔ یہ بڑی واضح تبدیلی شریعت ہے۔

قادیانی شریعت میں اب حیات مسیح علیہ السلام کے قائل مشرک ہیں۔ مرزاقادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کے ملحقہ (الاستفتاء ص۳۹) میں ہے: ’’ومن سوء الادب ان یقال ان عیسٰی ما مات وان ہو الا شرک عظیم یأکل الحسنات‘‘

(ضمیمہ حقیقت الوحی الاستفتاء ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

(ترجمہ) اور یہ بری بات ہے کہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے یہ تو ایسا شرک عظیم ہے جو تمام نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

مرزائی امام: حیات ووفات مسیح کا مسئلہ بے شک بہت اہم ہے۔ اس کے سوا

ہم کسی اور بات میں تبدیلی نہیں مانتے۔ ہمیں کافر قرار دینا ہم پر ظلم ہے، پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ظلم کیا گیا۔ مگر ہم نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ ہم برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے، بلکہ تبلیغ کرتے ہیں۔

علامہ صاحب: یہ بھی شریعت محمدی میں تبدیلی ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ’’جزاء سیئة سیئة مثلها‘‘ (الشوریٰ:۴۰) برائی کا بدلہ مثل اسی کے برائی ہے۔

مگر مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’جو بدی کا بدی سے مقابلہ کرتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ۲۸ رمئی ۱۹۰۰ء، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۲۹۶)

قرآن کریم تو بدی کے بدلہ بدی کی اجازت دے، مگر مرزا قادیانی منع کریں۔ کیا یہ تبدیلی شریعت نہیں؟

مرزائی امام: برائی کے بدلے برائی جائز تو ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ معاف کر دیا جائے۔

علامہ صاحب: مگر مرزا قادیانی تو اسے ناجائز بتلاتے ہیں: ’’جو ایسا کرے وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

مرزا قادیانی تو ایسے شخص کو اپنے مذہب سے نکالتے ہیں تو یہ جائز کیسے رہا۔ یہ اس اصول کی صریح تردید ہے کہ: ’’برائی کے بدلے برائی‘‘ ہو سکتی ہے۔

مرزائی امام: ہم مسلمان ہیں قرآن کو مانتے ہیں۔ صحابہ کرام کو مانتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔

علامہ صاحب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہی لوگ مان سکتے ہیں جو حضور علیہ السلام کو آخری نبی مانتے ہوں۔ ان کے عقیدے میں جب اور نبی پیدا نہ ہوگا تو صرف حضور کے ساتھی ہی ان کے عقیدے میں صحابی ہوں گے، مگر جن کے ہاں اور نبی پیدا ہوں تو ان کے ہاں ان کے صحابہ بھی اور ہوں گے۔ پھر یہ نہیں ہو سکے گا کہ وہ خاتم النّبیین کے صحابہ کو صحابی مانتے ہوں۔ کیا یہ عقیدے میں تبدیلی نہیں۔ قرآن کریم کی رو سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہی امہات المؤمنین ہیں۔ مگر قادیانی مرزا قادیانی کی بیوی کو بھی ام المؤمنین مانتے ہیں۔

مرزائی امام: ہم حضور پیغمبر عربی کے صحابہ کو ہی صحابی مانتے ہیں۔ یہ شرف اور کسی

کو حاصل نہیں۔ یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے ساتھیوں کو صحابی کہتے ہیں۔ پھر یہ صحابی بھی ہوں تو حضور کے صحابی تو نہ ہوئے۔ مرزا صاحب کے صحابی شمار ہوں گے۔

علامہ صاحب: مگر مرزا غلام احمد تو لکھتا ہے: ’’فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ ص۲۵۸،۲۵۹)

(ترجمہ) جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، وہ بہترین پیغمبر کے صحابہ میں شمار ہوگیا۔

یہاں تو اپنے ساتھیوں کی بھی تخصیص نہیں بلکہ جو بھی قادیانی ہوگیا۔ خواہ وہ کسی وقت بھی ہو، وہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کے صحابہ میں شامل ہوگیا۔

مرزائی امام: مرزا صاحب کے صحابہ حضور پیغمبر عربی کے صحابہ کے ظل ہیں۔ انہوں نے جو مرتبہ پایا۔ پیغمبر عربی کے صحابہ کی تابعداری میں پایا تھا۔ اس لئے وہ بھی صحابی ہوگئے۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ شریعت کو انہوں نے نہیں بدلا۔

علامہ صاحب: یہ غلط ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ نے تلوار کا جہاد بھی کیا ہے اور وہ اسے عبادت سمجھتے تھے، مگر مرزا غلام احمد اور اس کے ساتھی تلوار کے جہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ یہ صحابہ کے تابعدار کیسے بن سکتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرمائیں کہ جہاد قیامت تک جاری ہے اور مرزا قادیانی کہیں: ’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا...... سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔‘‘

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۲۹۵)

۲...... ’’ان الحرب حرّمت علیّ‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۲۵، خزائن ج۱۶ ص۵۸)

(ترجمہ) بے شک جنگ مجھ پر حرام کی گئی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جس جہاد کے بند ہونے کا مرزا قادیانی نے اعلان کیا۔ وہ مرزا قادیانی سے پہلے جاری وساری تھا۔ مرزا قادیانی کے ظہور کے بعد وہ حرام قرار پایا۔ کیا یہ تبدیلی شریعت نہیں؟ کیا یہ صرف ان جنگوں کا خاتمہ ہے۔ جو پہلے ظلم تھیں۔ ظلم تو کبھی اور کسی وقت میں بھی جائز نہیں رہا۔ یہاں اسی جہاد کو ختم قرار دیا ہے جو حضور ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں جائز اور روا تھا۔ بلکہ بعض صورتوں میں واجب تھا۔

مرزائی امام: حضرت مرزا صاحب کو اس لئے مانتے ہیں کہ وہ امن کے حامی تھے لڑائی کے نہیں، لڑائیوں میں کیا رکھا ہے۔ اس زمانہ میں جہاد کی ضرورت ہی کیا ہے۔

علامہ صاحب: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضور خاتم النّبیین کو حکم دیتے ہیں کہ وہ مؤمنوں کو جہاد کی ترغیب دلائیں۔ ’’حرّض المؤمنین علی القتال‘‘ (الانفال:۶۵)

(ترجمہ) آپ مومنوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔

اور یہ حکم قیامت تک باقی ہے کہ شرائط پائے جانے پر تلوار اور رائفل کے ساتھ بھی جہاد کیا جاسکتا ہے۔

مرزائی امام: صرف قلم کا جہاد درست ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے اور یہ اب بھی باقی ہے۔

علامہ صاحب: جو آیت میں نے پیش کی ہے، اس میں قتال کا لفظ ہے جس کے معنی جنگ اور لڑائی کے ہیں۔ قرآن کریم یہاں جہاد بالسیف کی تعلیم دے رہا ہے۔ مرزا غلام احمد انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے تلوار کے جہاد کو حرام کہتا رہا اور مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے قلمی جہاد کا سہارا لیتا رہا۔

مرزائی امام: انگریز ہندوستان میں حکمران تھے اور قرآن اولی الامر (حکمرانوں) کی تابعداری کا حکم دیتا ہے۔ پس اہل ہند پر مع حضرت مسیح موعود کے انگریزوں کی اطاعت فرض تھی۔

علامہ صاحب: قرآن کریم: ’’اولی الامر منکم‘‘

(ترجمہ) اور وہ حکمران جو تم میں سے ہوں کی اطاعت ضروری قرار دیتا ہے۔ نہ کہ صرف اولی الامر کی۔ قرآن کریم میں منکم (تم میں سے) کا لفظ صریح طور پر موجود ہے۔

مرزائی امام: آپ موقع دیں کہ ہم مزید تیاری کرکے کل آپ سے مناظرہ کریں۔ آپ لوگوں نے ہمیں تیاری کرنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک دن بھی ہمیں مل جائے تو ہم آپ کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ باقی مناظرہ کل پچھلے پہر رکھ لیں۔

علامہ صاحب: ہم کل بھی مناظرہ کے لئے حاضر ہیں، لیکن پھر ظہر سے قبل کا وقت رکھ لیں، کیونکہ پچھلے پہر میں مصروف ہوں۔

مرزائی پچھلے پہر کا وقت بدلنے پر اصرار کے باوجود آمادہ نہ ہوئے۔ مجبوراً مرزائیوں کا تجویز کردہ وقت منظور کرلیا گیا۔ لیکن طے پایا کہ بصورت مصروفیت علامہ صاحب مناظرہ مولانا منظور احمد کریں گے اور مناظرہ عربی میں ہوگا جس کا ساتھ ترجمہ کیا جائے گا۔ موضوع مناظرہ مرزا غلام احمد کی سیرت قرار پایا اور اس پر مجلس برخاست ہوگئی۔

مناظرہ ۱۳ر اگست ۱۹۷۶ء بروز جمعہ ۵ بجے شام

موضوع: مرزا غلام احمد کی سیرت

صدر اجتماع: الحاج مسعود نائیجیری

اسٹیج پر اہل اسلام کی طرف سے:

(۱) پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود، (۲) مولانا منظور احمد چنیوٹی، (۳) شیخ مرتضیٰ عبدالسلام نائیجیری، (۴) شیخ عبدالوہاب نائیجیری، (۵) فضیلۃ الشیخ امانت اللہ مبعوث سعودی۔

اسٹیج پر قادیانیوں کی طرف سے:

(۱) امام مرزاڑہ عبدالرحیم اولوا، (۲) ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ، (۳) شکیل احمد، (۴) منیر احمد نائیجیری اور ان کے چار دیگر معاونین۔

قادیانی مناظر شکیل احمد: آیئے پہلے موضوع مناظرہ طے کرلیں۔ پہلی گفتگو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ہونی چاہئے۔ حضرت مسیح زندہ ہوں تو حضرت مرزا صاحب ہرگز مسیح موعود نہیں اور اگر ہم ثابت کردیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں تو پھر حضرت مرزا قادیانی یقیناً مسیح موعود ہیں۔ کیونکہ اور کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

علامہ صاحب: موضوع مناظرہ کل سے طے ہے اور وہ ہے مرزا غلام احمد کی سیرت آج مناظرہ اسی موضوع پر ہوگا۔ آپ کے امام عبدالرحیم اولوا سے کل یہ موضوع طے ہوگیا تھا۔ قادیانی جماعت یہ لکھ دے کہ وہ مرزا صاحب کی سیرت پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں اور اپنی شکست کا اقرار کرتے ہیں تو ہم وفات مسیح پر بھی جوابی کارروائی کے لئے تیار ہیں۔

قادیانی امام عبدالرحیم اولوا: یہ صحیح ہے کہ آج کا موضوع مناظرہ کل سے طے ہے اور وہ ہے حضرت مرزا قادیانی کا صدق وکذب۔ ہم آپ کے سامنے مرزا قادیانی کی

صداقت کے دلائل پیش کریں گے۔ آپ میں ہمت ہے تو ان دلائل کو توڑیں۔ اب ہم اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

علامہ خالد محمود صاحب: ایسا نہیں آج مناظرہ میں ہم مدعی ہوں گے اور آپ مدعی علیہ ہم مرزا قادیانی کی زندگی پر اعتراضات پیش کریں گے اور آپ ہمارے اعتراضات کا جواب دیں گے۔ آپ مرزا قادیانی کے پیرو ہیں اور آپ کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی صفائی پیش کریں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد: نہیں مرزا قادیانی کی صداقت کے مدعی ہم ہیں۔ ہم اپنا دعوے مع دلائل پیش کریں گے۔ آپ ان دلائل کا ضعف بیان کر کے ہمارے دعویٰ کو توڑیں۔ اس موضوع پر آپ مدعی نہیں ہو سکتے۔

علامہ صاحب: مرزا قادیانی کی سیرت کا موضوع ہمارا پیش کردہ ہے۔ قادیانی وفات مسیح کا موضوع پیش کر رہے تھے۔ ہر فریق اپنی اپنی خواہش کے موضوع پر مدعی ہوتا ہے۔ اگر یہ موضوع آپ تجویز کرتے تو آپ اس میں مدعی ہوتے۔ یہ موضوع ہم نے پیش کیا ہے۔ اس لئے ہم اس میں مدعی ہوں گے۔ وفات مسیح اگر موضوع ہوتا تو بے شک آپ مدعی ہوتے یہ ایک اصولی بات ہے۔

امام عبدالرحیم اولوا: آپ کا مطالبہ ہمیں منظور ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود کی سیرت پر اعتراضات پیش کریں۔ ہم جواب دیں گے۔ ہر فریق کا وقت پانچ پانچ منٹ ہوگا۔ مقامی زبان میں ترجمے کا وقت اس میں شمار نہ ہوگا۔ وقت کی پابندی صدر کروائیں گے۔

علامہ صاحب: ’’الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ءٰاللہ خیر اما یشرکون اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون‘‘ (مائدہ:۹۰)

حضرات! قرآن کریم کی رو سے شراب ناپاک، پلید اور عمل شیطان ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ یہ ام الخبائث ہے اور خبیثوں کی خوراک ہے۔ ظاہر ہے کہ خبیث مجدد و مسیح اور ہادی و مہدی نہیں ہو سکتا۔ شراب پینے والا شخص شرافت انسانی سے محروم ہے۔ وہ ایک شریف

انسان بھی نہیں ٹھہرتا۔ چہ جائے کہ کوئی قوم اسے پیغمبر تسلیم کرے۔ اب میں دلیل پیش کرتا ہوں کہ مرزاغلام احمد نے شراب پی۔ اے قادیانیوں! آپ اس شخص کو جوام الخبائث کا دلدادہ ہو، مذہبی پیشوا بنا کر فلاح نہیں پاسکتے۔ یہ میرے ہاتھ میں اخبار الفضل قادیان ہے یہ ۱۵رجون ۱۹۳۵ء کا پرچہ ہے۔ اس میں مسٹر جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور (مشرقی پنجاب) کا فیصلہ عدالت درج ہے۔ موصوف نے یہ فیصلہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل پر دیا تھا اور حضرت شاہ صاحب کو تابرخواست عدالت قید کی سزا دی تھی۔ اس میں جج موصوف کا فیصلہ مرزاغلام احمد کی کیریکٹر کے بارے میں یہ ہے: ''مرزا ایک ٹانک استعمال کیا کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن (طاقت دینے والی شراب) تھا اور ایک موقع پر اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ وہ لاہور سے خرید کر اسے بھیج دے۔ دوسرے ایک دو خطوط میں یاقوتی کا ذکر ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان ج۲۲ نمبر۱۹۱ ص۵، کالم۳، مؤرخہ ۱۵رجون ۱۹۳۵ء)

حضرات! یہ عدالت کا فیصلہ ہے اور اس عدالت کا فیصلہ ہے جو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے اور پھر یہ فیصلہ قادیانیوں کے خود اپنے پرچہ میں درج ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ شراب جوام الخبائث ہے، تمام بدکاریوں کی جڑ ہے۔ مردانہ طاقت بڑھانے کا شوق اور شیطان کا ناپاک عمل ہے۔ اس کے پینے والا ایک شریف انسان کیسے ہوسکتا ہے۔ چہ جائے کہ وہ مجدد یا مہدی ہوسکے۔ اس کے کسی آسمانی دعویٰ پر غور نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے تمام دعوے ایک شرابی کی بڑ کے سوا کچھ نہیں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم وعلىٰ عبده المسيح الموعود. امابعد!

حاضرین ڈاکٹر خالد محمود نے ہمارے اخبار الفضل کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں صرف شراب خریدنے کا ذکر ہے پینے کا نہیں۔ حضرت مرزا قادیانی نے لاہور اپنے دوست کو شراب خریدنے کا لکھا تھا۔ اس میں یہ نہیں لکھا تھا کہ میں اسے پیئوں گا۔ ممکن ہے وہ اسے اپنے کسی اور دوست کے لئے منگاتے ہوں۔ آپ طاقت کے لئے صرف یاقوتی استعمال

کرتے تھے۔ بہرحال اس میں شراب پینے کا کوئی ثبوت نہیں اور جج کا یہ فقرہ کہ مرزا ایک ٹانک استعمال کرتا تھا۔ اس کا اپنا اندازہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنا اقرار کہ وہ شراب استعمال کرتے تھے۔ اس میں کہیں موجود نہیں۔ میں ڈاکٹر خالد محمود سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اس کا ثبوت پیش کریں کہ مرزا صاحب خود شراب استعمال کرتے تھے۔ اس کا ثبوت آپ کبھی پیش نہیں کر سکیں گے۔ حضرت مسیح موعود کے خلاف لوگ بے بنیاد الزامات لگاتے رہے، لیکن ان میں سے کوئی الزام ثابت نہیں کر سکے۔

علامہ خالد محمود صاحب:

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ونعوذ باللہ من فتنۃ المسیح الدجال. اما بعد!

حضرات قادیانیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اخبار الفضل کے حوالہ میں مرزا قادیانی کا خط شراب خریدنے کے بارے میں ہے۔ یہ نہیں کہ مرزا قادیانی شراب خود استعمال کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں یہ عدالت کا فیصلہ ہے اور اس میں صرف شراب خریدنے کا ذکر نہیں۔ اس کے استعمال کرنے کا بھی ذکر ہے۔

’’مرزا ایک ٹانک استعمال کیا کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن تھا۔‘‘

اور جج کا یہ فیصلہ خود اس کی اختراع نہیں، مرزا غلام احمد کے لڑکے مرزا بشیرالدین محمود نے جج کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اس کا باپ مرزا غلام احمد شراب استعمال کرتا تھا۔

قادیانی مناظر ڈاکٹر بھٹہ: حاضرین! یہ بالکل غلط ہے۔ اخبار الفضل کے حوالے میں کہیں نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے یا حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ اقرار کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود شرابی تھے۔ مسیح موعود خدا کا بھیجا ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح موعود شراب پیئے۔ نائیجیریا کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ لوگ غلط حوالہ پیش کر رہے ہیں تاکہ احمدیوں کو اور بانی سلسلہ کو بدنام کیا جائے۔ آپ سب حضرات نے ڈاکٹر خالد محمود کا پیش کردہ حوالہ الفضل سنا ہے اس میں کہیں نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے شراب استعمال کرنے کا کہیں خود اقرار کیا ہو۔ الفضل کا حوالہ پھر پڑھیں۔

علامہ صاحب: حضرات مسلمین اور قادیانی دوستو! اخبار الفضل قادیان کا اب

پورا حوالہ سن لو تا کہ تمہیں پھر حسرت نہ رہے۔اس میں مرزا غلام احمد کے کیریکٹر کے بارے میں عدالت کا فیصلہ یہ لکھا ہے۔

’’مرزا ایک ٹانک وائن (Tonic wine) استعمال کرتا تھا جس کا نام پلومر کی ٹانک وائن تھا اور ایک موقع پر اس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ وہ لاہور سے خرید کرا سے بھیج دے۔دوسرے ایک دو خطوط میں یاقوتی کا ذکر ہے۔موجودہ مرزا (بشیرالدین) نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ نے پلومر کی ٹانک وائن ایک دفعہ استعمال کی تھی اور وہ ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(الفضل قادیان ج ۲۲ نمبر ۱۹۱ ص ۵ کالم ۳، مؤرخہ ۱۵؍جون ۱۹۳۵ء)

کیا اس میں واضح نہیں کہ مرزا غلام احمد کے لڑکے نے خود عدالت میں اعتراف کیا کہ اس کا باپ پلومر کی ٹانک وائن شراب مردانہ طاقت کے لئے استعمال کرتا تھا۔کیا ایسا رنگین مزاج شخص جو ہر وقت مردانہ طاقت بڑھانے کی ہی سوچتا رہے اور اس کے اس کے لئے خفیہ خطوط پکڑے جائیں۔کیا ایسا شرابی کسی طبقے کا مذہبی پیشواء بننے کے لائق ہے۔اس کیریکٹر کا آدمی تو شریف انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

<u>قادیانی مناظر ڈاکٹر بھٹہ</u>: حاضرین! ڈاکٹر محمود صاحب نے اخبار الفضل کی اردو عبارت کا انگریزی ترجمہ غلط کیا ہے۔انہوں نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے ترجمہ بگاڑا ہے۔صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیرالدین محمود نے اعتراف کیا تھا کہ اس کے باپ نے پلومر کی شراب منگانے کے لئے خط میں ٹانک وائن کا لفظ استعمال کیا تھا۔اس میں یہ ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح موعود خود شراب استعمال کرتے تھے۔یہ علماء احمدیوں کو بدنام کرنے کے لئے من گھڑت باتیں کرتے ہیں اور غلط حوالے پیش کرتے ہیں۔

<u>علامہ صاحب</u>: حضرات! میں صاحب صدر مسعود نائیجیری کی اجازت سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی تعلیم یافتہ شخص جو اردو اور انگریزی دونوں زبانیں جانتا ہو اور اس نے کبھی کسی مذہبی بحث میں حصہ نہ لیا ہو، اسٹیج پر آجائے میں الفضل کا یہ پرچہ اسے دیتا ہوں، وہ اسے اردو میں پڑھے اور ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرے۔

آپ سب حضرات اسے سنیں گے۔ پھراس کا انگریزی سے مقامی زبان میں ساتھ ساتھ ترجمہ ہو،اس سے خود پتہ چل جائے گا کہ میں نے اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا غلط کیا ہے۔

صدر مناظرہ مسعود نائیجری: ہاں! میں اجازت دیتا ہوں کوئی شخص جو یہ دونوں زبانیں جانتا ہواور پاکستانی نہ ہو اسٹیج پر آ جائے۔

(اتنے میں حیدرآباد انڈیا) کے ایک پروفیسر جو وہاں کسی کالج میں استاد تھے۔ اسٹیج پر آئے، نام پوچھنے سے پتہ چلا کہ انہیں فصاحت کہتے ہیں۔ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے پرچہ الفضل ان کے ہاتھ میں دیا اورانہوں نے صدر کی اجازت سے اسے پڑھنا شروع کیا۔ علامہ صاحب ان کے برابر کھڑے تھے۔ڈاکٹر بھٹہ نے سوال اٹھایا کہ ڈاکٹر خالد محموداس کے پاس کھڑے نہ ہوں۔ ذرا فاصلہ پر رہیں تا کہ فصاحت کو کچھ سکھا نہ سکیں۔

صدر صاحب نے ان کے مطالبہ کو مان لیا اورڈاکٹر خالد محمود صاحب سے گزارش کی وہ کرسی پر تشریف رکھیں۔ علامہ صاحب بیٹھ گئے اور جناب فصاحت صاحب نے اخبار الفضل کا حوالہ اردو میں پڑھنا شروع کیا۔ آپ ساتھ ساتھ انگریزی ترجمہ کرتے جاتے تھے۔ جب ترجمہ وہی ہوا جو ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب کررہے تھے تو سارا ہال اسلام کی سچائی سے گونج اٹھا۔ختم نبوت کے حق میں نعرے لگنے شروع ہوئے اور قادیانی مناظرین کے رنگ اڑ گئے۔زمین جگہ نہ دیتی تھی کہ کہیں چھپ سکیں۔

فصاحت صاحب نے ترجمہ بتلایا کہ:''مرزابشیرالدین محمود نے خوداعتراف کیا کہ اس کے باپ نے پلومر کی ٹانک وائن استعمال کی تھی اور ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔''

فصاحت صاحب اس کے بعد اپنی جگہ چلے گئے۔ پانچ منٹ کے خوفناک سناٹے کے بعد ایک قادیانی مناظر اٹھا۔

منیر احمد قادیانی: شراب پی تو ایک ہی دفعہ پی، ایک دفعہ پینے سے کیا ہو جاتا ہے۔ایک دفعہ پینے سے کیریکٹر خراب نہیں ہو جاتا۔کبھی کبھار پینے سے کیا ہوتا ہے؟

علامہ صاحب: گو ایک دفعہ شراب پینا کچھ کم حرکت نہیں اور شریعت میں ایک دفعہ شراب پینے سے بھی انسان مستوجب سزا ہوتا ہے لیکن اس حوالہ میں عدالت کا نقطہ نظر بھی کچھ کم

اہمیت نہیں رکھتا کہ مرزا غلام احمد ایک ایسا انسان تھا جسے رنگین مزاج کہہ سکتے ہیں۔ شراب پینے سے جو رنگین مزاج بنا ہو، کیا اس نے ایک ہی دفعہ شراب پی ہوگی؟ جسے یہ پتہ ہو کہ شراب کی کون کون سی قسمیں ہیں اور اس قسم کی شراب کہاں سے ملتی ہے اور کہاں سے نہیں۔ کیا وہ عادی شرابی نہ ہوگا اور پھر یہ بھی سوچیں شراب کی جو بوتل لاہور سے بھیجی گئی ہوگی۔ کیا اس میں ایک ہی خوراک ہوگی؟ یا مرزا غلام احمد ایک دفعہ پی کر باقی بوتل ضائع کر دیتا ہوگا۔ آخر کچھ تو غور کرو اور شرابی کو اپنا مذہبی پیشا ماننے والو! کچھ تو سوچو، غور کرو اور اپنی آخرت کو خراب نہ کرو۔

منیر احمد: کبھی کبھی شراب پینے سے آدمی شرابی نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود شراب مردانہ طاقت بڑھانے کے لئے نہیں پیتے تھے ممکن ہے کوئی بیماری ہو جو مردانہ طاقت بڑھانے کے لئے شراب پیتے ہیں۔ وہ کئی بدکاریوں کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود کی سیرت بہت پاکیزہ تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عادی شرابی ہرگز نہ تھے۔ صرف ایک دفعہ پی تھی، ایک دفعہ پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ صاحب: مرزا غلام احمد جو شراب پیتا تھا، اس کا نام ہی ٹانک وائن تھا ٹانک (Tonic) طاقت دینے والی چیز کو کہتے ہیں۔ کیا اس سے واضح نہیں کہ مرزا کا مقصد شراب پینے سے طاقت آزمانا ہوتا تھا۔ پھر جب کہ یاقوتی کا ذکر بھی ساتھ ہو اور مزاج بھی رنگین (sexual) ہو۔ جیسا کہ عدالت کے فیصلہ میں مرقوم ہے تو پھر اس کے رنگین کردار میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ سوال کہ اس قسم کے لوگ پھر کئی بدکاریوں میں مبتلاء ہوتے ہیں اور شادیاں بھی کئی کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی اس قسم کے حالات سے مبرا نہ تھی۔ ’’محمدی بیگم کا انہیں کتنا انتظار رہا اور کتنا شوق رہا۔‘‘

(دیکھئے آئینہ کمالات اسلام اور دیگر کتب مرزا)

ایک لاہوری مرزائی نے ایک خط میں مرزا غلام احمد کے بارے میں صاف لکھ دیا تھا۔ ’’ہمیں مسیح موعود پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ (بشیرالدین محمود) پر ہے، کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا تھا۔‘‘

(الفضل قادیان ج۲۶ نمبر۲۰۰ ص۶ کالم۱، مؤرخہ ۳۱ راگست ۱۹۳۸ء)

ڈاکٹر بھٹہ: یہ غلط مبحث ہے اس وقت محترمہ محمدی بیگم کا نکاح زیر بحث نہیں، یہ نکاح جنت میں ہو چکا ہے۔ آپ صرف شراب پینے کے موضوعات پر بات کریں۔ الفضل میں صرف ایک دفعہ شراب پینے کا ذکر ہے۔ اس سے آدمی رنگین مزاج نہیں بن جاتا۔ رنگین مزاج شراب پیتے ہیں تو ادھرادھر بھی جاتے ہیں۔ بدکاری کے اڈوں کا رخ کرتے ہیں۔ ان پر روپیہ برباد کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی ان تمام باتوں سے پاک تھی۔ آپ نے کبھی کوئی شرمناک حرکت نہیں کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ شرابی نہ تھے، خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔

علامہ صاحب: آپ خواہ مخواہ انکار کررہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مرزاغلام احمد ایک رنگین مزاج آدمی تھا۔ عدالت کا فیصلہ غلط نہیں ہے۔ سات سو روپیہ کیا ایک ہی دفعہ شراب پینے میں لگ گئے تھے؟ ادھرادھر گھومنا کیا صرف شراب پینے کے لئے تھا۔ شراب تو مرزا قادیانی خطوط کے ذریعہ بھی منگوا لیتے تھے۔ مرزا امام الدین کا مرزاغلام احمد کو ادھرادھر شرمناک کاموں کے لئے پھرانا کیا امرواقع نہیں؟ اور کیا یہ انہی حرکات کا نتیجہ نہیں کہ: ’’مرزا امام دین مرزا قادیانی کے آسمانی دعوؤں کا بہت شدت سے منکر رہا۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۱۴۷ روایت ۷۲۰ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص۶۵۴ روایت ۷۲۰ جدید)

اور کیا یہ صحیح نہیں کہ مرزاغلام کی تحریروں میں کنجریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔ دیکھئے

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً، نورالحق حصہ اوّل ص۱۲۳، خزائن ج۸ ص۱۶۳، انجام آتھم ص۲۸۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً، ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ، خطبہ الہامیہ ص۱۷، خزائن ج۱۶ ص۴۹، شحنہ حق ص۴۶، خزائن ج۲ ص۳۸۶، فریاد درد ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۴۵۱)

ان بیانات میں بازاری عورتوں کا عام ذکر ہے اور بعض جگہ پر مرزا قادیانی نے ذاتی تجربہ کے تحت کنجریوں کا ذکر کیا ہے۔ مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں...... اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۴۸، خزائن ج۱۷ ص۱۶۸ حاشیہ)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو کنجریوں کے ہاں آنے جانے کا تجربہ تھا۔ مرزا غلام احمد اپنے سب مخالفوں کو کنجریوں کی اولاد لکھتا ہے۔ یہ کوئی ہوش کی بات ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے شراب پینے کی عام عادت تھی۔ شراب ام الخبائث ہے جو آدمی اس میں مبتلاء ہو، پھر وہ دوسری برائیوں سے نہیں بچ سکتا۔

ڈاکٹر بھٹہ: (بات کاٹتے ہوئے) یہ سات سو روپے کی کیا بات ہے؟ اس کی وضاحت کریں، پھر اس پر اعتراض کریں۔ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ ایسے ویسے نہ تھے۔

علامہ صاحب: مرزا غلام احمد کی بیوی (مرزا بشیر احمد کی ماں) بیان کرتی ہے:

’’ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود (اپنے والد کی) پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے ’’باہر‘‘ لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا...... حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے۔‘‘

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص ۴۳ روایت ۴۹ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص ۳۸ روایت ۴۹ جدید)

باہر جانا ایک اصطلاح ہے جو آوارہ آدمی اپنے گھر پر قناعت نہیں کرتے، وہ ادھر ادھر جاتے ہیں، کوئی نوجوان بدکاری کا عادی ہو تو کہتے ہیں: ’’فلاں شخص باہر جاتا ہے۔‘‘

بعض قادیانی جواب دیتے ہیں کہ یہ سات سو روپیہ کنجریوں کے ہاں آنے جانے میں نہیں لگے تھے، بلکہ مرزا قادیانی نے عدالت کو جرمانے میں ادا کئے تھے۔ سات سو روپیہ جرمانہ آپ کو مولانا کرم الدین بھیں ضلع جہلم کے دائر کردہ کیس میں ہوا تھا۔ مرزا قادیانی نے یہ روپے وہاں دیئے تھے۔ ادھر ادھر صرف نہیں کئے۔

یہ جواب غلط ہے۔ مولانا کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کیس میں مرزا امام دین کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ مگر پنشن کے کیس میں مرزا امام دین آپ کو ادھر ادھر پھراتا رہا۔ یہ رقم شرمناک کاموں کے سواء اور کہیں صرف نہیں ہوئی۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد سوروں کے شکار کے لئے ادھر ادھر گھومتے رہے ہوں تاکہ ان پر یہ پیش گوئی پوری ہوسکے۔ یہ لوگ حیران ہو کر کہیں گے یہ

کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم ص ۲۹۷ روایت ۹۵۵ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص ۸۱۵ روایت ۹۵۵ جدید)

بات کے شروع میں مرزا قادیانی کی جوانی کا ذکر ہے، جوانی کا ذکر کر کے ادھر ادھر گھومنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر یہ کوئی شرمناک حرکات نہ تھیں تو اس کے آخر میں مرزا قادیانی کو شرم آنے کا بیان کیوں ہے۔ معلوم ہوا کہ واقعی ان سے شرمناک کام ہوئے تھے۔ پھر یہ واقعہ ایسا ہے کہ اسے صرف مرزا غلام احمد کی بیوی ہی بیان کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ عورتیں اپنے خاوندوں کی اس قسم کی حرکات کا بہت احساس رکھتی ہیں۔

قادیانی مناظر شکیل احمد: حضرت مسیح موعود پر یہ بہتان ہے کہ وہ آوارہ عورتوں میں گھومتے تھے۔ ادھر ادھر گھومنا کوئی شرمناک کاموں کے لئے نہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ وہاں تبلیغ کے لئے جاتے ہوں۔ آپ مسیح موعود تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسیح موعود ایسے کام کرے، آپ کی تو نظر بھی غیر محرم پر نہ پڑتی تھی۔ آپ کے عیاشی کرنے اور اس پر روپیہ خرچ کرنے کا تو وہم بھی نہیں ہوسکتا۔

علامہ صاحب: آپ کو تو وہم بھی نہیں ہوسکتا مگر ہمارے سامنے اس کے شواہد موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد پردے کے پیچھے بیٹھ کر لڑکیوں کو جھانکتا تھا اور دوسروں کو بھی دکھاتا تھا۔ لڑکیوں کے چہرے اور نقش ونگار زیر بحث آئے اور یہ لڑکیاں خود اس نے اپنے ہاں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ میرے ہاتھ میں سیرت المہدی حصہ اوّل ہے۔ اس میں لکھا ہے: ’’حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں۔ ان کو میں لاتا ہوں۔ آپ ان کو دیکھ لیں...... حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرے کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں۔ آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں...... پھر پوچھنے لگے تمہیں کون سی لڑکی پسند ہے۔‘‘

(سیرت المہدی ج اوّل ص ۲۵۹ روایت ۲۶۸ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص ۲۴۱ روایت ۲۶۸ جدید)

مرزا غلام احمد کی یہ عادت اس کے لڑکے بشیرالدین محمود میں بھی تھی۔ مرزا محمود ۱۹۳۴ء میں جب یورپ گئے تو آپ نے یورپین سوسائٹی کی نیم عریاں عورتوں کو دیکھنے کی

خواہش ظاہر کی، چودھری ظفر اللہ خان قادیانی اس کے لئے انہیں ایک سینما میں لے گئے۔
مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۷؍جنوری ۱۹۳۴ء کے خطبہ جمعہ میں اقرار کیا: ''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ دیکھوں، مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریانی سے نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے، مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں اوپیرا سینما کو کہتے ہیں...... میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں۔''

(الفضل قادیان ج۲۱ نمبر۹۰ ص۵ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۸؍جنوری ۱۹۴۳ء)

منیر احمد قادیانی: یہ باتیں موضوع کے خلاف ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے صرف ایک دفعہ شراب پی ہے۔ ایک دفعہ پینے سے آدمی شرابی نہیں ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ خدا کا بھیجا ہوا جوان لڑکیوں میں کتنا ہی کیوں نہ پھرے، وہ کسی شرمناک حرکت میں نہیں پڑتا۔ گھر میں یہ لڑکیاں دینی تعلیم کے لئے رکھی ہوں گی۔ بدکاری کے لئے ہرگز نہ تھیں۔ آپ شرابی ہرگز نہ تھے۔ صرف ایک دفعہ پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ صاحب: گھر میں لڑکیاں دینی تعلیم کے لئے نہیں تھیں۔ عائشہ نامی ایک لڑکی ۱۵ برس کی عمر میں مرزا غلام احمد کے پاس قادیان آئی تھی۔ اس کی وفات پر اس کی یہ بات پریس میں آئی: ''حضور کو مرحومہ کی خدمت حضور کے پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان لڑکیاں دینی تعلیم کے لئے نہ رکھی تھیں، جسمانی راحت کے لئے تھیں۔ مرزا قادیانی نے عائشہ کی شادی غلام محمد سے کی تھی اور کہا تھا: ''یہ شرط کی جائے کہ غلام محمد اسی جگہ (قادیان) میں رہے۔''

(الفضل قادیان ج۱۵ نمبر۷۴ ص۷ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۰؍مارچ ۱۹۲۸ء)

مرزا قادیانی کو ٹانگیں دبوانے کی عام عادت تھی۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ''مسمات بھانو

تھی، وہ ایک رات جب کہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی، چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں، وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۲۱۰ روایت ۷۸۰ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص۲۲ ۷ روایت ۷۸۰ جدید)

''ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے وقت میں میں (رسول بی. بی) اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سونے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کو جگا دیا، اس وقت رات بارہ بجے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۲۱۳ روایت ۷۸۶ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص۲۵ ۷ روایت ۷۸۶ جدید)

ڈاکٹر عبدالستار صاحب کی لڑکی زینب بیان کرتی ہے۔ ''میں تین ماہ کے قریب حضرت کی خدمت میں رہی ہوں، گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی...... دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی، بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا...... حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرّک مجھے دیا کرتے تھے[۱]''

(سیرت المہدی حصہ سوم ص۲۷۲، ۲۷۳ روایت ۹۱۰ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ سوم ص۸۹ ۷ روایت ۹۱۰ جدید)

اس قسم کی روایت سے مرزا غلام احمد کا عام اختلاط غیر محرم عورتوں سے ظاہر ہے۔ یہ انگریزی تہذیب کے اثرات ہیں۔ ہم مرزا قادیانی کو اس آزادی کی تلخی انہی کے الفاظ میں سمجھانا چاہتے ہیں: ''ایک نوجوان عورت سے ایک نامحرم طالب کی بکلی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی گئی۔ مگر کیا قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے اتفاق رائے کرتا ہے؟ کیا وہ ایسے لوگوں کا نام دیوث نہیں رکھتا۔'' (ازالہ اوہام ج اوّل ص۲۷، خزائن ج۳ ص۱۱۶)

[۱] اس کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کی یہ عادت بھی محفوظ رکھیں: ''حضرت مسیح موعود بہت بامذاق طبیعت رکھتے تھے اور بعض اوقات تو ازخود ابتداءً مزاح کے طور پر کلام فرماتے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم ص۳۵ روایت ۳۴۷ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ دوم ص۳۱۹ روایت ۳۴۹ جدید)

یہ ابتداء غالباً سوتے ہوئے فرماتے ہوں گے اور پہرہ دینے والی عورتیں پہنچ جاتی ہوں گی۔

یہ بھی قرآن کریم پر ایک جھوٹ ہے۔ قرآن کریم میں دیوث کا لفظ کہیں موجود نہیں۔ مرزا غلام احمد پر شرابی ہونے کا رنگ ہر وقت غالب تھا۔ شراب سے ہوش اڑے رہتے تھے۔ مرزا غلام احمد کا بچپن سے یہ حال تھا کہ ٹوٹی سے منہ لگے اور دنیا ومافیہا کو بھول جائے۔ باپ انگریزوں کے زیرسایہ جاگیردار تھا۔ ان اخراجات کا تحمل اس کے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ بچپن میں مرزا غلام احمد اس طرح ہوش کھوئے رہتا کہ اس سے کوئی کچھ کر جائے۔ اسے کچھ پتہ نہ رہتا۔ یہ یہی سمجھتا کہ میرے بدن کے ساتھ صف بندھی ہوئی ہے۔

امام عبدالرحیم اولوا: یہ سب باتیں غلط ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کو گالیاں دے رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص جو خدا کا بھیجا ہوا ہو۔ اس کی زندگی ایسی ہو۔ ایک دفعہ شراب پینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے سواء حضرت مسیح موعود کی زندگی بہت پاک تھی۔

علامہ صاحب: پنجاب میں ایک محاورہ ہے، شرارتی آدمی کو ٹوٹی کہتے ہیں۔ کبھی شیطان کی ٹوٹی بھی کہہ دیتے ہیں جس شراب پینے والے کے ہوش نہ رہیں تو اسے ٹوٹی میں چھپا کہا جاتا ہے کہ پی کر ہوش کھودیئے۔ ورنہ عملاً کوئی آدمی ٹوٹی میں چھپ نہیں سکتا۔ مکھی اور مچھر تو ٹوٹی میں چھپ سکتے ہیں انسان نہیں۔ کسی آدمی کا ٹوٹی میں چھپنا محاورہ کے طور پر ہے کہ ٹوٹی سے منہ لگا کر پی گیا اور سب دنیا کو بھول گیا۔ گویا یہ شخص ٹوٹی میں جا چھپا ہے۔ اب آیئے مرزا غلام احمد ٹوٹی میں چھپتا تھا یا نہیں؟ مرزا غلام احمد کے بارے اس کے باپ کی شہادت لیجئے۔ وہ اپنے بیٹے کی عادت کو یوں بیان کرتا ہے۔

’’سقاوہ کی ٹوٹی میں تلاش کرو۔ اگر وہاں نہ ملے تو مایوس ہو کر واپس مت آنا مسجد کے اندر چلے جانا اور وہاں کسی گوشہ میں تلاش کرنا، اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر بھی ناامید ہو کر لوٹ مت آنا، کسی صف میں دیکھنا کہ کوئی اس کو لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا۔ (اسے اس طرح کھڑا کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہوگی۔ یہ سوچنے کی بات ہے)......کوئی اسے صف میں لپیٹ دے تو وہ آگے سے حرکت بھی نہیں کرے گا۔‘‘

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ ص۶۷ طبع قدیم)

قادیانی شکیل احمد: یہ بچپن کا واقعہ ہے۔ بچپن میں مرزا قادیانی ابھی مامور من اللہ نہ تھے۔ ماموریت کے دعویٰ کے بعد اور خدا سے وحی پانے کے بعد آپ سے زیادہ بیدار اور ہوشیار کوئی نہ تھا۔ آپ کبھی بے ہوش نہ ہوئے جسے شراب کا اثر کہا جائے۔ آپ نے صرف ایک دفعہ شراب پی زیادہ نہیں۔

علامہ صاحب: اگر مرزا غلام احمد عام طور پر نشہ میں نہ رہتا تھا تو پھر ایسا کیوں ہوتا تھا کہ:''جوتا پہننے میں دائیں بائیں کا پتہ نہ چلے۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص ۶۷ روایت ۸۳ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص ۶۰ روایت ۸۳ جدید)

''بٹن لگانے میں اوپر نیچے کا ہوش نہ رہے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۲۶ روایت ۴۴۴ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ دوم ص ۴۱۷ روایت ۴۴۷ جدید)

''اور جیب میں گڑ اور استنجے کے ڈھیلے اکٹھے پڑے رہیں۔''

(مسیح موعود کے مختصر حالات ملحقہ براہین احمدیہ حصہ ۶۷ طبع قدیم)

قادیانی شکیل احمد: حضرت مسیح موعود پر استغراق کی یہ حالت صرف بعض دنیوی امور کے بارے میں تھی۔ دین کے بارے میں آپ سب سے زیادہ ہوشیار اور بیدار تھے۔ آپ نے وہ کام کئے کہ عام آدمی کی پہنچ سے بہت بالا تھے اور ان میں خدائی نشان ظاہر تھے۔

علامہ صاحب: مرزا قادیانی نے پھر قرآن کریم کی آیتوں کو کیوں بدلا؟ کیا یہ بے ہوشی دین میں نہیں؟ مرزا قادیانی نے ایک آیت میں یوں ترمیم کی ہے:''عسٰی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیراً''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۰۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ طبع قدیم)

قرآن کریم میں یہ خط کشیدہ لفظ''علیکم''نہیں ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے بڑھایا ہے تاکہ قرآن پنجابی محاورے کے مطابق ہو جائے۔ یہ تحریر نشہ کی حالت میں نہیں تو کیا تحریف کی ہے جو پہلو اختیار کرو ہمیں بتادو اور پھر اس طرح کی ترمیم ایک آیت میں نہیں، کئی آیات میں ملتی ہے۔

قرآن کریم سورۃ حج میں ہے:’’وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الّا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیّته‘‘ (حج:۵۲)

مگر مرزاغلام احمد نے اس میں سے’’من قبلک‘‘اور’’الّا‘‘کے الفاظ اڑا دیئے ہیں۔ (ازالہ اوہام تقطیع خورد ص۶۲۹)

کیا یہ کھلی تحریف نہیں۔

پھر اسی سورۃ حج میں ہے:’’یردّ الٰی ارذل العمر لیکلا یعلم من بعد علم شیئا‘‘ (حج:۶)

مرزاغلام احمد نے یہاں سے لفظ’’من‘‘اڑا دیا ہے۔ (ازالہ اوہام خورد ص۶۰۸)

سورۂ توبہ میں ہے:’’انّه من یحادداللہ ورسوله فانّ له نار جهنم خالداً فیها‘‘ (توبہ:۶۳)

غلام احمد نے اسے یوں کر دیا ہے:’’انه من یحادد اللہ ورسوله یدخله ناراً خالداً فیها‘‘الفاظ’’فان له نار جهنم‘‘کو’’یدخله ناراً‘‘کے الفاظ سے بدل دیا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۳۰ طبع دوم ستمبر۱۹۲۳ء)

پھر اسی سورۂ توبہ کی آیت:’’وجاهدوا فی سبیل اللہ‘‘(توبہ:۲۰) کو بھی مرزاغلام احمد نے’’یجاهدو فی سبیل اللہ‘‘کر دیا ہے۔ (جنگ مقدس ص۷۶ اقدیم)

قادیانی لوگ بڑے فخر سے مرزاغلام احمد کو سلطان القلم کہتے ہیں۔قلم کی سلطنت آپ نے دیکھ لی۔قرآن کریم تو ہر مسلم گھرانے میں موجود ہوتا ہے۔سو یہاں مرزا کی دیانت وامانت بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔یہاں دیانت کا یہ حال ہے تو دوسری کتابوں کے حوالوں میں جن تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوتی۔یہ سلطان القلم کیا گل کھلاتے ہوں گے۔ذرا آگے چلئے!

سورۂ بقرہ میں ہے:’’هل ینظرون الّا ان یأتیهم اللہ فی ظلل من الغمام‘‘ (البقرہ:۲۱۱)

غلام احمد نے اسے بدل کر’’یوم یأتی ربک فی ظلل من الغمام‘‘کر دیا۔ استغفراللہ! (حقیقت الوحی ص۱۵۴ طبع دوم ستمبر۱۹۲۳ء)

سورۂ حجر میں ہے:’’ولقد اٰتیناک سبعاً من المثانی‘‘ (حجر:۸۸)
مگر مرزا غلام احمد نے اسے بدل کر’’انّا اٰتیناک سبعاً من المثانی‘‘ کر دیا ہے۔ (براہین احمدیہ طبع چہارم ص۴۸۸ بقیہ حاشیہ نمبر۱۱ طبع قدیم)

سورۂ حم سجدہ میں ہے’’انّہ لکتٰب عزیز. لایأتیہ الباطل من بین یدیہ‘‘ (حم سجدہ:۴۳)

مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے یوں بدلا:’’والقرآن الحکیم. لایأتیہ الباطل من بین یدیہ‘‘ (براہین احمدیہ ص۳۸۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ طبع قدیم)

قرآن کریم میں یہ تحریف لفظی کا سلسلہ بہت دور چلا جاتا ہے۔ ہر ایڈیشن میں یہ تحریف باقی رکھی گئی ہے۔ اس لئے اسے سہو کاتب بھی نہیں کہہ سکتے۔ پس اگر یہ دیدہ دانستہ قرآن میں تحریف کی کوشش نہیں تو شراب کی بے ہوشی ضرور ہے۔ پس یہ بات درست نہیں کہ صرف ایک بار پی تھی۔

<u>ڈاکٹر بھٹہ</u>: یہ الزام ہم پر بالکل غلط ہے۔ ہمارا قرآن کریم پر اعتقاد ہے۔ ہم نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جو قرآن میں تبدیلی کرے۔ ہم اسے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

<u>علامہ صاحب</u>: (بات کاٹتے ہوئے) تو آپ مرزا غلام احمد کو اسلام سے خارج کیوں نہیں کہتے جس نے قرآن میں لفظ علیکم جیسے سینکڑوں اضافے کئے ہیں۔ یہ کتاب براہین احمدیہ کا چوتھا ایڈیشن ہے۔ اگر یہ کاتب کی غلطی ہوتی تو دوسرے ایڈیشن میں درست ہو جاتی۔ قادیانیوں نے اسے اس لئے درست نہیں کیا کہ امتی پیغمبر کی اصلاح نہیں کر سکتا۔

<u>قادیانی شکیل احمد</u>: یہ ہمارا احمدیوں کا شائع شدہ قرآن ہے۔ اس میں یہ آیت بالکل درست لکھی ہے۔ اس میں علیکم کا لفظ نہیں۔

<u>علامہ صاحب</u>: مگر براہین احمدیہ میں تو یہ لفظ ہے۔ قادیانی مترجم قادیانی پیغمبر سے زیادہ درجہ نہیں رکھتا کہ پیغمبر کی تحریر کے مقابلے میں اس کی تحریر کا زیادہ اعتبار کیا جائے۔ قادیانیوں کے لئے اپنے پیغمبر کی بات حجت رہے گی نہ کہ اس مترجم یا ناشر کی۔ ہاں! یہ پہلو اختیار کیا جائے کہ امتی مترجم نشے کی حالت میں نہیں تھا تو ہمیں انکار نہیں۔ لیکن اس سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ مرزا غلام احمد شرابی تھا اور نشے کی حالت میں آیتیں بھی غلط لکھتا تھا۔

قادیانی شکیل احمد: یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم نے قرآن کریم کی آیت بدلی ہے۔ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود سے یہ اس طرح کیسے لکھی گئی۔ یہ جان کر نہیں ویسے ہی لکھی گئی ہوگی۔

علامہ صاحب: مرزا قادیانی نے اگر ہوش وحواس سے آیات میں تبدیلیاں کیں ہیں تو انہوں نے قرآن میں تحریف کی ہے اور اگر بے ہوشی میں وہ ایسا لکھ گئے تو یہ شراب پینے کا نشہ تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ صرف ایک دفعہ ہی پی درست نہیں ہے یا بالکل واضح ہے کہ وہ شراب پیتا تھا اور اس سے ایسی حرکتیں بار بار ہوتی رہیں۔

پبلک سے لوگ اٹھ اٹھ کر براہین احمدیہ کے (ص۵۰۵) کو دیکھتے ہیں اور قرآن کریم سے اس کا موازنہ کرتے ہیں۔ صدر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دونوں حوالوں کو دیکھ کر اپنے فیصلہ کا اعلان کریں۔ چنانچہ صدر مناظرہ الحاج مسعود نائیجیری دونوں حوالوں کو دیکھ کر اپنے فیصلہ کا اعلان کرتا ہے۔

صدر مناظرہ الحاج مسعود نائیجیری: ’’احمدی‘‘ مرزا غلام احمد کی سیرت کا دفاع نہیں کر سکے اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد شراب پیتا تھا جو شخص ام الخبائث میں مبتلاء ہو، اس سے باقی خبائث اور بے حیائی کے امور صادر ہونے لازمی ہیں۔

میں نے براہین احمدیہ دیکھی ہے اور اس کی لکھی ہوئی آیت کا قرآن شریف سے موازنہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات بدلی ہیں۔ یہ بدلنا قرآن میں تبدیلی کرنے کے لئے تھا یا نشہ کی وجہ سے، اس میں بندہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

صدر کے اس اعلان پر مناظرہ ختم ہوگیا۔ مسلمان فرط مسرت میں ہال سے ایک جلوس کی شکل میں نکلے۔ یہ جلوس شہر کے مختلف بازاروں اور چوکوں سے گزرتا گیا۔ مرزا غلام احمد کی سیاہ سیرت کے خلاف یہ ایک بڑا احتجاج تھا۔

نائیجیریا کے اس مناظرے پر امید ہے تاریخی اثرات مرتب ہوں گے اور اس علاقے میں قادیانی نشاط بڑی تیزی سے انحطاط میں آئے گی۔ اسلام کی اس عظیم فتح پر نائیجیریا کے سعودی سفارت خانے کے ملحق دینی، شیخ عبدالرحمٰن بن عوین نے صاحب معالی شیخ عبدالعزیز بن باز رئیس الادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کو مبارکبادی کا برقیہ ارسال کیا۔

ہم نائیجریا کے مسلمان اس وفد ختم نبوت کے رہین احسان ہیں جس نے یہاں آ کر حق کا نعرہ لگایا۔ صحیح راستہ ہمیں بتایا اور ہمیں غفلت سے جگایا۔ ہم مکہ مکرمہ کے ان اہل خیر کے بھی شکرگزار ہیں جو اس عظیم دینی خدمت کے محرک ہوئے۔ ہم ان افریقی علماء اور سعودی مبعوثین کے بھی تہہ قلب سے شکرگزار ہیں جنہوں نے اپنے تعاون، باہر سے آنے والے اکابر کی ہمتوں کو تازگی بخشی۔ خصوصاً شیخ مرتضیٰ عبدالسلام مدیر العہد العربی ابادان شیخ عبدالوہاب اور شیخ غلام مصطفیٰ جن کا تعاون اس دینی نہضت کی بہترین یادیں ہیں۔

صلاح الدین بوصیری

مرتب روداد

انگریزی ۲ر ستمبر ۱۹۷۶ء

مرزائی حضرات سے چند سوال

آج سے نصف صدی قبل حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری ناظم تعلیمات وشعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند نے قادیانیوں سے جو ستر (۷۰) سوالات کئے تھے، جن میں سے ایک سوال کا جواب بھی قادیانیوں کی طرف سے نہیں دیا جاسکا۔ ان سوالات میں سے صرف سات سوال پیش خدمت ہیں۔

۲۶...... جس طرح سے نبی مامور من اللہ ہوتا ہے کہ اس کی نبوت کا لوگ اقرار کریں اور اقرار نہ کرنے سے کافر ہو جاوے اور اس کی وحی پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور نہ ماننے سے کافر۔ نبی کے سوا کسی ولی یا مجدد یا محدث کی بھی شان ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کوئی مجدد، محدث اپنے مامور ہونے کا مدعی ہو اور اپنے نہ ماننے والے یا منکر یا مکذب یا متردد یا غیر مبائع کو کافر کہے تو مدعی نبوت سمجھا جائے گا یا نہیں؟

۲۷...... مجدد اور محدث ولی کو اگر کوئی شخص نہ مانے یا اس کی وحی یا الہام کی پابندی نہ کرے تو وہ کافر، فاسق کیا ہوگا؟ اگر کوئی شخص اس کے مکذب منکر یا نہ ماننے والے کو کافر کہے تو یہ مکفر بھی اس ولی، مجدد کی نبوت کا مدعی ہے یا نہیں؟ اوّل صورت میں اس کا کیا حکم ہے؟

۲۸...... مرزا قادیانی جو اپنے آپ کو منواتے اور تسلیم کراتے ہیں، اس تسلیم کرنے کا کیا حکم

ہے اور نہ کرنے کا کیا اور جو حکم مرزا قادیانی کے ماننے نہ ماننے کا ہے، پہلے مجددوں کا بھی یہی حکم ہے یا فرق ہے اور مرزا قادیانی یا مرزائی لوگوں سے کیا منواتے ہیں۔ مجدد، محدث، رسول، نبی، بروزی، ظلی، حقیقی، مجازی، تشریعی، غیرتشریعی؟ صاف بیان ہو۔

۲۹...... اگر ہر مجدد کے لئے مامور ہونا شرط ہے اور اس کی وحی بھی انبیاء کی طرح دخل شیطانی سے محفوظ ہوتی ہے اور اس کا منکر بھی مستحق سزا ہوتا ہے تو پھر تیرہ سو برس میں کم از کم تیرہ مجدد ایسے بتلائے جائیں کہ جنہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہو اور اگر مجدد کے لئے مامور ہونا شرط نہیں اور اس کا الہام اور وحی دخل شیطانی سے محفوظ ہونا ضروری نہیں اور اس کے احکام کی پابندی امت پر فرض نہیں تو پھر مرزا قادیانی مجدد اور محدث ہوں تو ہوں۔ اگر ان کو الہام اور وحی ہوئی ہے تو ہو، مسلمانوں سے کیا چاہتے ہیں اور مرزائی مسلمانوں سے کیا منواتے ہیں؟

۳۰...... اگر مرزا قادیانی مجدد یا محدث ہیں اور مرزا قادیانی نے بعض عقائد باطلہ پر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا تو ان عقائد باطلہ کا حکم فرمایا جائے کہ ان عقیدوں کا معتقد کافر ہے یا فاسق ہے؟ جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔ پھر جہنمی برائے چندے یا ابدی جہنمی؟ اور وہ عقائد مشرکانہ عقائد ہیں یا کیسے؟ مرزا قادیانی اور مرزائی ان عقائد کو کیا سمجھتے ہیں اور ان سے پہلے مسلمانوں نے انہیں کیسا سمجھا؟ صاف بیان ہو اور وہ عقائد بھی مفصل بیان ہوں۔

۳۱...... اگر وہ عقائد باطلہ مرزا قادیانی سے پہلی صدی کے اندر پیدا ہوئے ہیں، تب تو مرزا قادیانی ان پر مطلع فرماتے تو حق بجانب تھے لیکن اگر وہ عقائد تیرہ سو برس سے چلے آتے ہیں تو مرزا قادیانی سے پہلے کم سے کم جو تیرہ مجدد ہوئے ہیں تو انہوں نے کیا تجدید دین کی۔ جب ان عقائد باطلہ پر ہی مطلع نہ کیا جن پر مرزا قادیانی نے مطلع فرمایا۔ اگر ہر مجدد کا امت کو ان کے جملہ عقائد باطلہ پر مطلع کرنا ضروری نہیں ہے تو ممکن ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اکثر عقائد باطلہ پر مطلع نہ کیا ہو اور وہ خود بھی عقائد باطلہ پر مرے ہوں تو اس صورت میں اسلام کی حقانیت کی کیا دلیل ہے اور مجدد سے کیا نفع؟ جب وہ عقائد باطلہ پر مطلع بھی نہ کرے۔

۳۲...... مجدد جو ہر سو برس پر ہوتا ہے، اس کی ابتداء کس وقت سے ہے؟ زمانہ بعثت سے یا نبوت سے یا وفات رسول مقبول ﷺ سے؟ اور وہ ساری امت میں ایک ہوگا یا ہر اقلیم میں؟ یا کیا صورت ہوگی؟ امید ہے کہ مرزا قادیانی چونکہ مجددوں کی روح رواں تھے اور وحی کی بارش

ہوتی تھی اور معجزات کے ان کے یہاں سیلاب بہتے تھے۔اس واسطے ان تمام مراحل کو طے فرمالیا ہوگا۔مرزا قادیانی اوران کے معتقدین کا اس میں کیا عقیدہ ہے اور سو برس پر مجدد کا ہونا ضروری ہے یا کس مرتبہ کی شے ہے؟

گزشتہ صدی کا سب سے بڑا جھوٹ

قادیانی عرصہ دراز سے یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ قرآن وحدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے قرب قیامت آمد کا تذکرہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں پورا ہو چکا ہے۔ کیونکہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور آخری صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا۔

قادیانیوں نے اس جھوٹ کا اس قدر پروپیگنڈہ کیا تھا کہ ہر خاص وعام کہنے لگ گیا کہ چودہویں صدی آخری صدی ہے۔

دراصل گزشتہ صدی کے اس سب سے بڑے جھوٹ کی بنیاد قادیانیوں کے خانہ زاد، رسوائے زمانہ، انگریزی ایجنٹ مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ عبارات ہیں جن میں اس نے لکھا کہ:

چودہویں صدی آخری صدی ہے اور آخری کا مجدد مسیح موعود ہوگا

حوالہ نمبر۱: اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں۔ یہود ونصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے۔’’اگر چاہو تو پوچھ کر دیکھ لو۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۹۳، خزائن ج۲۲ ص۲۰۱)

نتیجہ ظاہر ہے اگر چودہویں صدی آخری صدی ہوتی تو اس میں آنے والا مسیح موعود ہوتا۔ پس اب جب کہ پندرہویں صدی شروع ہوگئی تو اب چودہویں صدی آخری صدی نہ رہی۔لہٰذا مرزا قادیانی مہدی اور مسیح کے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوئے۔

حوالہ نمبر۲: ’’اولیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی کہ وہ چودہویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔‘‘

(اربعین نمبر۲ ص۲۳ خزائن ج۱۷ ص۳۷۱ طبع اوّل)

کسی ولی کا ہرگز کوئی کشف موجود نہیں جس میں چودہویں صدی یا پنجاب کی صراحت ہو بلکہ گزشتہ صدی کا یہ وہ شاندار جھوٹ ہے جس پر شیطان بھی سر پیٹ کر رہ گیا ہوگا۔ (مرتب)

حوالہ نمبر۳: ’’ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودہویں صدی کا مجدد ہوگا۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹)

جھوٹ بالکل جھوٹ! چودہویں صدی کے متعلق کوئی ضعیف حدیث بھی موجود نہیں۔ چہ جائے کہ احادیث صحیحہ۔ اگر ہو تو پیش کریں۔ (مرتب)

قادیانی احباب کو ہمدردانہ نصیحت

چودہویں صدی ختم ہوئی، اب توبہ کر لیجئے

قادیانی احباب جانتے ہیں کہ مدت دراز سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ’’چودہویں صدی‘‘ کے متعلق جھوٹی عبارات کو چیلنج کیا جارہا ہے کہ اگر کوئی قادیانی ایسی کوئی ایک حدیث بھی پیش کردے جس میں چودہویں صدی کی صراحت ہو تو اسے مبلغ دس ہزار ۱۰۰۰۰ روپے انعام دیا جائے گا۔ لیکن پوری امت مرزائیہ اپنے مسیح کی صداقت ثابت کرنے سے عاجز ہے اور آج تک کوئی ایک ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کرسکی۔ لہٰذا مرزا قادیانی تو حدیث نبوی ﷺ **من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار** کے مطابق اپنا ٹھکانہ تو جہنم میں بنا ہی چکا ہے۔

قادیانی حضرات کو ہمدردانہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اب وقت ہے سچے دل سے اس باطل مذہب سے توبہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا برملا اعلان کریں اور حضور خاتم النّبیین رحمۃ اللعالمین کے دامن سے وابستہ ہوکر اپنی عاقبت سنوار لیں۔

وما علینا الّا البلاغ المبین

✡✡✡

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com